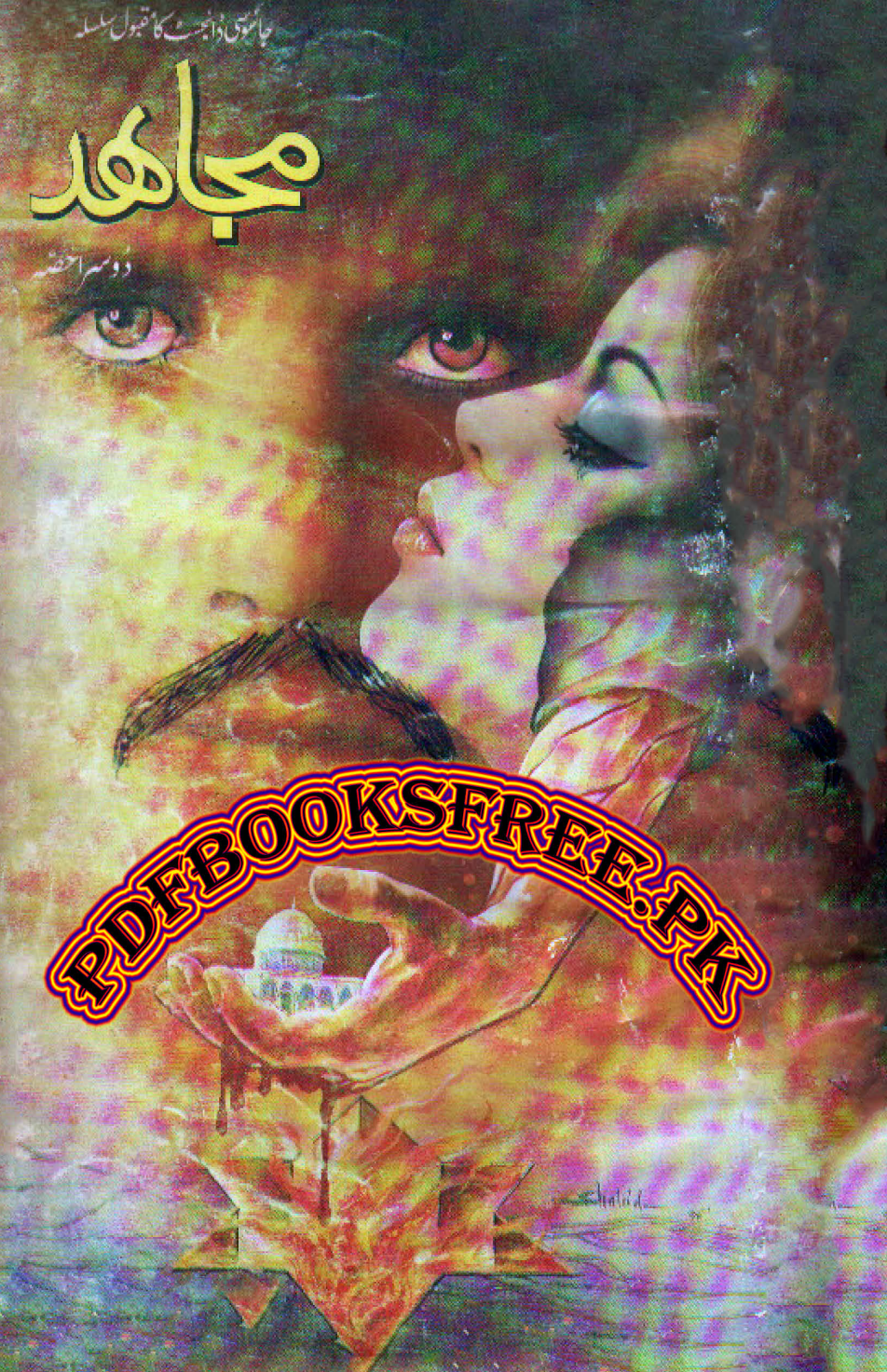


جامعہ اسلامی دارالافتاء کا قبول شدہ

مجاہد

دوسرا حصہ

PDFBOOKSFREE.PK



جانوسی ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

محبت

آرٹھ کی کرنی دھوپ میں ایک ستانی پناہ گزین
علی یار حنا شاہ

ایک راندہ درگاہ قوم کی عتاریوں کا طلسم خانہ
ایک ٹھکرائے ہوئے قبیلے کی وحشتوں کا غول رنگ فضا

دوسرا حصہ





یہ ایک ایسے آشفقہ مزاج و شوریدہ سرنوچوں کی سرگنجیت ہے جس کی گروں میں ہر تار ہالہو دکھتا ہوا لانا بن گیا تھا۔ اس کے ہر کام جہاں سے شوارہ پہنچنے لگتے تھے۔ ایک بظاہر چھوٹے سے واقعے سے اس کے کاروان حیات کی راہیں بدل دی تھیں اس کی عقابی نگاہوں میں کچھ اور ہی منزلیں آئیں تھیں۔ ہر جگہ۔ ہر کچھ۔ ہر صوبہ۔ ہر میں، ہر قریہ، ہر شہر میں فتنہ ہو دے دیں سر پیکار رہنا ہی اس کا مقصد، حیات تھیں۔

کیا تھا۔ انھوں نے کسی کو نہیں چھوڑا تھا۔ پھر ان پر ہم کس طرح کیا جاسکتا تھا؟

ان خوف زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ میں نے دانت پیستے ہوئے اپنی دایاں پاؤں اٹھایا اور اس کی گروں پر رکھ دیا۔ ہاں کا پورا بدن جتنی انداز میں سکھنے لگا اوتنے لگا تھا لیکن میرے پاؤں کا وہ اثر اس کے حلقوم پر بڑھتا ہی جا رہا تھا اور پھر میں نے ایک زبردوار چلنے سے اس کی گروں کی ٹہنی توڑ دی۔

ہاں نے یہی پر ٹھٹھنے لگا تھا۔ اس کے منہ سے خون کا فوارہ سائل پڑا تھا۔ وہ کئی بار ٹپکا اور پھر اس نے دم توڑ دیا۔ لوہو دونوں ہاتھوں سے کٹہرے کی سلائیں پر کٹے خوف زدہ نگاہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے گروں کے اشارے سے اس کی موت کے بارے میں پوچھا۔ اور میں ایک گہری سانس لے کر اس کی گروں کی جانب بڑھ گیا ہاں نے گروں میں گئے ہوئے تھے۔ لوہو ایک بار پھر میں نے اس کٹہرے سے آزاد کرایا اور نہایت گھبرائے ہوئے میں بولا۔

”لوہو! اس کی لاش اٹھا کر اس شیشے کی چھت پر ڈال دو اس کا وجود ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتا ہے“

لوہو نے کسی کھلوے کی طرح ہاں کی لاش کو اٹھایا اور اسے لیے ہوئے تیزاب کے اس حوض کے پاس پہنچ گیا جس پر شیشے کی چھت تھی۔ اس نے اسے شیشے کی چھت پر لٹا دیا اور میں نے وہ بین دکھایا

جس سے چھت دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی تھی اور انسان اس تیزاب کے آلاب میں پھنسیا جاتا تھا۔ وہ میں کا خطرناک ہونا اور ہاں کی کہانی بھی ختم ہو گئی۔

میں نے گریبان پکڑ کر اسے اٹھایا اور کرخت بلے میں بولا۔
”ہاں میں پینڈک نہیں ہوں۔ میں نے بینڈک کو قتل کر دیا ہے؟“
”کب کیا... کیا؟“ اس کے منہ سے دہشت زدہ سی آواز نکلی۔

”تو تم... تو تم وہی ہو؟“
”تمہارا خیال درست ہے۔ تم سب لوگوں کی موت میرے ہاتھوں لکھی ہے اور اب اس کے لیے بہت کم وقت رہ گیا ہے لیکن اس فوسل تم اس جزیرے کی تہا پہنچی انھوں سے نہیں دیکھ سکو گے۔ اب جب کہ تم مجھ پر تھکے کے برابر تھک چکے ہو ان تو پھر تمہیں بھی دنیا سے رخصت ہو جانا چاہیے۔ میں نے کہا اور ان کے دوسرے لمحے حیرت کی کوشش کی مگر میری ایک لالت سے آہستہ و بارہ نہیں بول کر دیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں کو زمین پر دھکا کر پیچھے کی طرف کھینچنے لگا۔ میں آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا، پیچھے رکھنے کے کھتے تھے ہاں اس کٹہرے تک پہنچ گیا جس میں لوہو بند تھا اور پھر وہ کٹہرے کا سہارا لے کر اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ اندر سے لوہو کی لالت اس کی پشت پر پڑی اور وہ ایک منہج کے ساتھ میرے قدموں میں آ پڑا۔ میں نے بھی فٹ بال کی طرح اس کا استقبال کیا محمد دوسرے لمحے میری لالت نے اسے پھر کٹہرے کے نزدیک پہنچا دیا۔ لوہو بھل کی طرح خوش ہوا تھا۔ جتنی وہ کٹہرے کے قریب پہنچا لوہو نے پھر ایک لالت اس کی پشت پر رسید کر دی اور ہاں اوندھے منہ گر پڑا۔ اب اس میں اٹھنے کی سکت نہیں رہی تھی۔ میں نے پاؤں کی ٹھوک سے اسے سر ہکا لگا۔ اس وقت میرے دل میں ہم کا شائبہ نہ تھا تھا۔ یہ لوہو مظلوم مسکراؤں کے قاتل تھے۔ انھوں نے جہاں بھی موقع پایا تھا، ہاتھوں، مردوں، بچوں اور بوڑھوں کو بلے دریغ قتل

میں نے اسے آخری کام بھی کر دیا تھا لیکن ابھی میں لوگوں کو رازدارانہ طور پر اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا تھا۔ چنانچہ میں نے مسکرا کر لوگوں کو جان دیکھتے ہوئے کہا۔

"لو! ہمارے راتے کے تمام پتھر ٹپک گئے ہیں۔ ابھی تک مجھے کوئی خاص دشواری پیش نہیں آئی ہے لیکن دوست! ابھی تمہارا مشکل کا خاتمہ نہیں ہوا۔ تم اگر جاہلوں سے جگہ آزاد ہو سکتے ہو۔ میرا مطلب یہ ہے کہ تمہیں اب اس شخص سے میں پہنچنے کی ضرورت نہیں ہے لیکن یہ شرط ہے کہ وہ خاندانہ حد خطر کا ہے۔ اگر تم نے ان مشینوں وغیرہ کو چھوڑ کر بھیج دیا ہے تو تمہاری عمر کم ہو جائے گی۔ چاہو تو میری غائب گاہ تک آ سکتے ہو۔ میرا خیال ہے کہ اب بہت کم وقت رہ گیا ہے تمہاری قید کا۔ کل میرے آدمی یہاں پہنچنے والے ہیں اور اس وقت جب وہ جریر سے کا کنٹرول سنبھال لیں گے تو پھر تمہارے اوپر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔"

"مجھے اس آزادی سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ماسٹر! آپ جس طرح حکمران ہیں، میں تیار ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ مجھے اس پھر سے میں بند کر دیں تاکہ اگر میں بے کار دیکھ کر کوئی حرکت کرنے کی کوشش کروں تو دوسروں کو مار دے۔" لوہے کا اور مجھے ہلکی گئی۔

"تم خود کو کنٹرول رکھو، لو! بکریوں کو کہہ دو کہ آج یہاں پہنچنے کے بجائے میری غائب گاہ میں تمام کر دو۔"

"نہیں ماسٹر! آپ کا بہت بہت شکریہ ہے، میں یہاں ٹھیک ہوں۔" لوہے نے جواب دیا اور میری طرف سے میرے ساتھ باہر آنے پر آمادہ نہیں ہوا۔ غرض میں نے لوگوں کو آزاد چھوڑ دیا اور واپس اپنی غائب گاہ میں آ گیا۔

فیصلہ کیا کیا سوال تھا۔ اب تو ان میں بھی ختم ہو چکا تھا۔ اس کے ذریعے اب میں کسی اور سے رابطہ بھی قائم نہیں کر سکتا تھا۔ یہ سوچتے سوچتے نہ جانے مجھے کس وقت نیندا گئی۔

دوسرے دن اس وقت تقریباً ساڑھے دس بجے تھے جب میرے دو دانے پر زور زور سے دستک ہونے لگی۔ میں نے اٹھ کر اٹھ کر دیکھا اور پھر اپنا بیٹول تلاش کیا لیکن بیٹول تو میں وہیں پہنچا لیکن آقا تھا۔ کارٹوس میری جیب میں بیٹے ہوئے تھے۔

لیکن بیٹول تک ایک آپ درست تھا۔ فوری طور پر کسی خطبے کے آثار نہیں تھے چنانچہ میں دو دانے کے قریب پہنچ گیا۔ دو آدمی موزے سے کھڑے ہوئے تھے۔

"جناب عالی! ہم شرمسار ہیں کہ شرمشانی سے تعلقات نہیں ہو سکی۔ وہ اپنی غائب گاہ میں موجود نہیں تھے۔ ایک بڑی لالچ آئی ہے اور اس میں بہت سے افراد سوار ہیں۔ نیچے آئے کی اجازت طلب کر رہے ہیں۔ ایک مخصوص اجازت نامہ ان کے پاس موجود ہے۔"

آرٹھر چنانچہ ہم ایک کمرے میں بیٹھ کر بیٹھے۔ فواد نے جریر سے کے مختلف حصوں کو دیکھا۔ میں نے ان تمام جگہوں کی نشاندہی کی جو میرے لیے اہم تھیں اور تقریباً پورے جگہ کے ہر واپس اپنی باتیں گاہ پر پہنچ گئے۔ اس دوران لالچ سے سارا سامان ان کے اندر بچھا دیا گیا تھا۔ میں نے سامان کا جائزہ لیا۔ ٹارنٹاٹ باکس تھے۔ ان میں تھیں اور اس کی دوسری چیزیں تھیں جو اس آپریشن کے لیے کارآمد تھیں۔ اس کے علاوہ باہر لان میں وہ تمام افراد بیٹھے ہوئے تھے جن کا تعلق تنظیم سے تھا۔

تمام لوگوں سے میرا تعارف کرایا گیا اور میں نے ان سے مصافحہ کر کے اندر کمرے کیا۔ فواد کو میں نے اس کی ڈیوٹی نبھادی تھی۔ "اسے کہاں آتا ہے؟" فواد نے پوچھا۔ "ان لوگوں کے لیے فواد نے پوچھا۔

"شاہد میں تمہیں بتا چکا ہوں فواد کہ یہاں اس طرح تہا ہے اور میں نے تمام تنظیموں کو یہ اس طرح بتا دیا ہے۔"

"گڈ۔ ویسٹیک بار پھر میں یہ کون کا کل کر تم نے ایک ایسا حیرت انگیز کام کیا ہے کہ اب میرے پاس ہے جس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ یہ جریر واقعی انتہائی پراسرار ہے۔ اس سے قبل مجھے کتنی بار دیکھا جا چکا ہے لیکن کبھی کسی کے ذہن میں یہ خیال نہیں آیا تھا کہ یہاں اتنا بڑا امریکی بیٹھ کر ڈر ہوگا۔ خیر! چھوڑ دو ان لوگوں کو اب کیا خیال ہے؟" کم از کم کہا دوسرے کو کہا لیا جائے میں نے تو آج ناشتہ بھی نہیں کیا۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا اور فواد پوچھنے لگا۔

"یہاں کھا کھا دیا ہے کسی نے ہے؟" "اگر کسی کو کھانا نہ ہو تو شاید یہاں کے لوگوں کو کھانا نہ دیا جائے۔ ان تمام معاملات کی فکر نہ ہوئی لیکن میں دیکھتا ہوں کہ باقی لوگوں کے لیے کیا بندوبست کیا ہے؟"

"لالچ پھر ہمارا سب سامان موجود ہے، اگر کم تو تو میں وہاں سے..." "نہیں نہیں! خطرناک بات ہوگی۔" میں نے جواب دیا اور پھر میں نے اپنے آدمیوں کو بلا کر کرنے آئے والے کھانوں کے کھانے کے متعلق پوچھا۔

"کھانا تیار ہے جناب۔ بس آپ کے کمرے کا انتظار رہے۔" دوسری خانے کے انتظار کے لیے بیٹھا دیا اور پھر ہم شرمشانی آگ بھجوانے میں مصروف ہو گئے۔

کھانے کے بعد ہم نے تمام ضروری انتظامات کے بارے میں مشورے کیے اور پھر فواد اپنے آدمیوں کو لے کر چلا گیا۔ آج ہی رات اس سلسلے میں آخری کارروائی کرنی تھی۔ فواد کو چونکہ میری اپنی بیٹھ کر کی حمایت حاصل تھی، اس لیے اس کے بعد اس کی

کارروائیوں کے بارے میں اس سے پوچھنے والا کوئی نہیں تھا۔ وہ اپنے آدمیوں کے ساتھ اپنا کام انجام دینا رہا۔ ٹارنٹاٹ باکس ان جگہوں پر نصب کر دیے گئے تھے جہاں انھیں استعمال کرنا تھا، ان سب کا تعلق ریفریگٹریوں کے سسٹم سے تھا اور یہ ریفریگٹریوں کا سب سے اہم ترین حصہ تھا۔ فواد نے اس سلسلے میں مجھے بتائی تھا کہ کارروائی سے آگاہ کر دیا تھا۔ وہ خاص طور سے ٹارنٹاٹ باکس کے کھانے کا پانچ تھا اور اس قسم کے کاموں میں علی مہارت رکھتا تھا۔

شام کے کھانے کے بعد ہم نے آخری معاملات طے کیے۔ زیادہ رات کا انتظار نہیں کیا جاسکتا تھا کیوں کہ اس کے بعد واپس کا سفر طے کرنا تھا۔ میں نے لالچ کی فہرست دیکھی۔ وہاں پر بھی تمام انتظامات مکمل تھے اور پھر آہستہ آہستہ دوسری آدمی سمٹ کر لالچ تک پہنچنے لگے۔ جریر کے کام سب مکمل ہو چکے تھے۔ کسی کام کا بند بھی نہیں تھا کہ کھوٹی دیر بعد ان کے ساتھ کوئی حادثہ پیش آئے بدالابہ۔

میں نے آخری وقت میں لوگوں کو بھی اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ باہر کی دنیا دیکھ کر لوہے نے ایک گہری سانس لی اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔ وہ میرے ساتھ ساتھ ساتھ ہی چلا رہا تھا۔

"کیا بات ہے لوہہ! تم کو کچھ افسردہ نظر آ رہا ہے؟" "ہاں ماسٹر! یہاں سے جا رہے ہیں نا؟ اس نے سوال کیا۔ "لیکن، سائے جلاؤ نظر آ رہا ہے؟ وہ بھاری ہے اور وہ یہاں بیروت پہنچا رہی ہے؟"

"مجھے بھائی بہت یاد آ رہا ہے، میں ماسٹر! کاش میں یہاں سے تہاڑا جاتا۔" لوہے نے غم سے مجھے افسردہ کر دیا تھا۔ اس نے ان جگہوں کے اٹھارے کے لیے وقت نہیں تھا۔ میں نے اسے لے کر لالچ پر لے گیا۔

اس کی سیاسی بات رات کی تدریج میں بدل چکی تھی۔ لالچ مکمل طور پر بدلا گئی کیے تیار تھی۔ ساحل سے کچھ فاصلے پر چننا اور کھڑے ہوئے ہیں اور دیکھ رہے تھے لیکن یہ دیکھنا بے مقصد تھا۔ اس اور اس میں کوئی خاص بات نہیں تھی۔

فواد ریفریگٹریوں کا سب سے اہم ترین حصہ تھا اور پھر اس نے میری اجازت سے سب سے پہلے میں پرانے لگے۔ جیٹورک کا عالی شان مکان ایک وکیل کے ساتھ شے لگنے لگا تھا۔ اس کے دروازے، کھڑکیاں اور چیمیں وغیرہ فصائیں بند ہو چکی تھیں اور پورے پراس پیسے دی حملے کے ساتھ جگہ ڈگ گئی تھی۔ لوگ وحشت زدہ ہو کر بیٹھ کر رگ رگ رگ گاہ کی جانب دوڑ رہے تھے کہ انھیں دوسرے دھماکے سے دوچار ہونا پڑا۔ یہ دھماکہ بیٹھ کر کی رگ رگ گاہ سے کچھ فاصلے پر ایک دوسری عمارت میں ہوا تھا اور

اس کے بعد دو آدیس تیس میل کے وقفے کے بعد اپنا کام کرنے لگا۔
 چھ عورتوں میں رانا ماریٹ گائے گئے تھے۔ جہاں چھوٹی بی بی مرٹ
 میں وہ غصہ ہستی سے لڑا تھا۔ عرصے سے رقیہ مرٹ کا شرہہ بندہ
 رہا تھا۔ کچے ڈرائیور نے لاف کھا کر ان اشارت کر دیا اور چھوٹی
 دیکھ کے بعد اس نے ساحل چھوڑ دیا۔

6

”مردود سے زیادہ ہی حقیقت سامنے آگئی۔ فیلسفے میراثیاں
 استاد وہ روپوش ہو جائے گی۔“
 ”اس سے قبل ہی ملاقات کی جائے اس سے پیش نہ پوچھا۔“

محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ

تھاکس چاروں طرف بیٹھنے لگیں کاش میں نے ٹکیسی نہ چھوڑی ہوتی۔
 کاش نزدیکی ہی اور کوئی صواری موجود ہوتی لیکن اس قسم کے الحاق
 مشکل کیسے پیش آتے ہیں میں باقاعدہ ملنا نہ گیا۔ اولیو یا وڈو یا تو میرے
 جہاں موجود ہے؟ ابھی تک اس نے بائیں مائل ہے اور میرے
 نقاب میں لگا ہوا ہے مگر میں نے کہیں بات نہ ہو۔ اس کی آواز
 رہاں کسی اور قصد کے تحت ہو۔ ہر حال میں سب ایک ہی عقل کے
 چھتے ہیں۔ سوتے باور لگی نے بڑھکے کے جوڑے سان بڑھکے کے
 دیواریں لگائی کہیں۔ امریکہ کے لڑکے اٹلی میں کھڑے ہوئے اور پچھا
 کیا تھا اور اب.....

خیر زادہ! لگے رہو۔ ممکن ہے بہت جلد تم سے بھی کوئی
تفصیلی ملاقات ہو جائے۔ میں خود کلاہی کے انداز میں لہ رہا ہوں اور علامت
کے گریٹ پریچر بن گیا۔ ایک جو کبار یہاں موجود تھا۔ وہ مجھے دیکھ کر
تیزی سے میرے پاس آگیا۔
”کیا بات ہے؟ کس سے ملنا ہے؟“
”مارگیا موجود ہے؟“ میں نے ہماری آواز میں کہا۔
”سوری عجیب! یہاں کوئی مارگیا نہیں یہ خاتون قراندی
رہائش گاہ ہے“

”اور میں اسی سے ملنا چاہتا ہوں“
 ”آپ اعانت میں تو میں انہیں بخون کر کے آپ کی ہڈی...“
 ”جلدی کرو۔ خون ملاؤ میں نے سخت پیچھے ہیں کہا اور سچ کہا اور گریٹ
 کے قریب ہے ہر گھنٹہ میں داخل ہو گیا۔ اس نے ریسپورڈر کاٹ کر ایک
 فبر خواں کیا اور میں نے گھنٹہ میں داخل ہو کر ریسپورڈر اس کے ہاتھ سے چھین
 لیا۔ چونکہ اس نے سڑک کے پستل تکمل کیا تھا۔
 ”یہ کیا حرکت... میں نے کہا میں دوسری طرف سے ایک
 نسواں اور نسواں دی تھی۔“

کیا بات ہے گیسٹر؟
 وہ مل گیا کہاں ہے؟ اس سے کوئی اس گھسے چکر مارنے
 پیٹھ پر گھٹ پر روک رکھا ہے۔ میں نے غلٹے ہوئے کہا اور پھر
 طرف غامضی بھائی بھیج دوڑے جسے ہونی آواز سنانی دی۔ ملازم اور
 مشینیں بند کر۔ مشینیں بند کر۔ وہ جو گھٹ پر پہنچ کر اور آواز سنانی
 دیں جو واقعہ نہیں مٹیں گے کیونکہ گھٹ کے آواز سنانی دی حتیٰ تکابہرے
 پیٹھ کے نام پر ہی افسردہ ہونی چاہیے تھی۔ بہر حال اس کے لئے
 فون کے ریسپنڈر پر گھٹ آواز سنانی نہیں دی تھی کیونکہ میرے پاس ہی
 کھڑے تھا۔ میں نے ریسپنڈر کے ہاتھ میں دے دیا اور وہ بلبلے ہو کر گھٹ
 لگا لگا کر پھر عمارت کے صدر دروازے سے دوڑتے ہوئے قہقہوں کی
 آواز سنانی دی اور گھٹ کے ساتھ آواز سنانی کی تھی۔ میں تک پہنچ گئی
 غصے دیکھ کر اس کے ہرے پر عجیب سے نظرات اٹھائے تھے۔

منہ پر ہاتھ رکھ کر کہہ گئی: "یہاں نہ آتے!"

"تم فوراً واپس آجاؤ :۔" کہا۔

ایسے وہ باہر نکل گئی اور اس کے جانے کے بعد میر نے
 ایک آپ آ کر دیا یہ ریڈیو میک آپ محتاج ہے ایو نیا
 کے فہر آ کر سکتا تھا میں اس کو سننے پر بیٹھ گیا جس کی پشت دروازے
 کی طرف تھی۔ کچھ دیر بعد گھسیا واپس آئی۔ وہ میرے عقب سے نکل
 میرے سامنے آئی تھی اور میرے گردن پر کمر بستہ سامنے بیٹھ گئی۔
 میں اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ اس کے چہرے سے شدید
 زردی کا ظہور ہو رہی تھی۔

”دوسری بار میں خود کو مارنے میں اپنا ہتھ مارا اور کہا کہ اگر آغا خان مجھے قہراً کلام کرنے کی ہدایت فرمائی تو میں نہایت ہی تسلیم کا سامان بن کر کھڑے ہوں گا۔ اب میرا اور تمہارا ذاتی معاملہ ہے اور مجھے تم سے بدلہ لینا ضرورت ہے۔ ذاتی شدہ نفرت کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ جانتی ہو یہ نفرت کی بنا پر کیا کرے۔۔۔۔۔۔ تم نے مجھ سے میرا اور تمہیں کیا ہے؟ سچ حوریت۔ میں نے حوریت کے بارے میں بہت کم سنا ہے لیکن جو کچھ سنا ہے سوچا تو میری روح میں جتنی نفرت آئی تھی۔ میرے ذہن میں ایک ایسا تصور تھا ایک آئینہ میں عکس اور آئینہ میں ایک عورت کی عکس

میں نے جبکہ کراچی کی بھینس دیکھیں اور میرے مطلق انداز میں اس سے سال سے نکل آیا۔ باہر نکلنے کے لئے میں نے حدودہ روزانہ جی استعمال کیا۔ سینڈریک کا ایک آپ میں وہیں چھوڑ آیا تھا۔

چونکہ یہ کسی قدر عجیب سے مجھے دیکھا تھا میں نے سوچنے کی ضرورت
 نہیں کر سکا تھا۔ نہ جاسکے گیوں میں اپنا ذہن بکھٹا کھٹا محسوس کر رہا تھا۔
 اس کو بے حد پر سکون دینا آتی تھی۔

انڈیہ "اندر واکر" کی طرح نہ ہو گیا۔ میں نے اس کے سامنے بیٹھ کر لڑائی
 آور دی۔ تھکائی سے مٹاتے میں صرف ہو گیا۔
 آج دوپہر کو تمہاری سہرا میں گاؤں پر جھلمکا رہی ہوئے والی
 ہے۔ جالو گرہا گیا ہے۔ بڑے محمد محمد الفناؤ کے ہیں تمہارے
 بارے میں بسترہ کویت کہتی ہے کہ اس نے تمہیں پہلے ہی محسوس کر لیا تھا۔
 محمد جواد کو تمہارے کانٹے سے بھر محسوس کر رہے تھے۔ بڑے اچھے جذبات
 میں سب کے تمہارے لیے۔
 میری عمر خوش بختی ہے خواہ میں مجھوں کے سسر میں دو باہوا

میں بھی ہو گیا ہے ؟
 "وہ نے کہا کہ یہ ہے علی اور میری ذاتی طور پر بھی تمہارا دشمن ہے۔ اس کی وجہ تو وہ جو وہی ذاتی نوعیت کی معلوم ہوتی ہے۔ میرے لئے ایک نظر کے بعض لوگوں تکثر کیا کہ وہ علی ہے۔ وہ آسانی سے تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گا ؟
 "میں پتا نہیں کہ اس سے بھی حساب صاف کر لوں ؟
 "اس مسئلے پر اس کا صاحب مخمور ہو کر ایک مشورہ مان لیا۔ اور ابوہریرہؓ کے پاس سے اس کی ماں سے رجوع کرو۔ اس کا معاملہ پیچیدہ ہو کر نکلتا ہے تو مجھ کو کہہ لیا بھی جتنی نصیحت ہے ؟

"امریکی ہونے کی جھڑپت سے؟

"ہاں، ظاہر ہے وہ یہاں سرکاری سطح پر آیا ہوگا۔ اسے کوئی افسانہ

بہنیا تو حالات کی نوعیت دوسری ہو جائے گی۔ خود اسے کہا اور میں بھی

اس سلسلے میں تحقیق سے غور کرنے لگا۔ خود کی بات درست تھی، چونکہ

ادویہ اور دیگر سیرے سلسلے میں سخت کوششیں کر رہا تھا لیکن میں ذاتی

معاشرے میں غور کو پیش نہیں کر سکتا تھا۔

دوسرے کو خوب ہنگامہ دینی میری رستہ ریت، سیدھا ملت،

غیر شگفتہ، عقائد اور دوسرے بہت سے لوگ آئے۔ مجھے والدین بزرگوار

دی گئی اور میری ذرا تیز ہوتا رہا۔ خود اسے انہیں مار گیا کی موت کے بارے

میں بھی اللہ کے دے دی تھی اور مردہ ہوا دوسرے مجھے ایک خط لکھ کر

دے دیا تھا جو کئی کوشاں نہیں کر سکتا۔ ادویہ اور دیگر کے بارے میں ان

لوگوں نے بھی میری رائے دی تھی کہ اسے چھوڑ دیا جائے۔ کچھ دیر بعد چہرہ

لوگ رخصت ہوئے۔

ناخوشی سب سے آخری تھی تھی۔ مجھے بھی اجازت دی گئی!

اور اپنا خیال رکھیں، اہم چند روز گھر پر ہی آرام کریں؟

"وہ کیوں؟ میں ناخوش؟"

"اگر آپ ناخوش ہیں تو اس سے بہتر ہے کہ آپ اس سے ملاقات کر

لیں۔ خود اسے لانا بھی چاہئے۔ ہاں اس سے ملاقات کر

لیں۔ خود اسے لانا بھی چاہئے۔ ہاں اس سے ملاقات کر

لیں۔ خود اسے لانا بھی چاہئے۔ ہاں اس سے ملاقات کر

لیں۔ خود اسے لانا بھی چاہئے۔ ہاں اس سے ملاقات کر

لیں۔ خود اسے لانا بھی چاہئے۔ ہاں اس سے ملاقات کر

لیں۔ خود اسے لانا بھی چاہئے۔ ہاں اس سے ملاقات کر

لیں۔ خود اسے لانا بھی چاہئے۔ ہاں اس سے ملاقات کر

لیں۔ خود اسے لانا بھی چاہئے۔ ہاں اس سے ملاقات کر

اس کے علاوہ ہمارے پاس تو لوگ کہتے ہیں کہ وہ ہمارے بھائی پر تھیں۔

"میں ان لوگوں سے وہیں بات کر رہا ہوں کہ وہ ہمارے بھائی پر تھیں۔

میں انہیں کوئی فیصلہ نہیں ہوا؟

"اوپر تو میری ہولناکیوں پر ہمارا نہیں ہے۔ سارے معاملات

میں حاضر ہو جانا چاہیے۔

"رات کا کھانا میرے ہی ساتھ کھا کر کوئی خصوصی نوٹ تیار کر لیا؟

"جو تیار ہو گیا وہ کمالوں کا آ رہا ہوں؟

فریڈ مارش اسٹوڈیو میں میری مٹھی کے گھر کے دفاتر میں

مٹی۔ اسے یہاں قیام دینا نہیں چاہیے۔ اس وقت بھی وہ ایک کمرہ

پر دروازہ کوئی گپ پر چڑھ رہی تھی۔ قیام کی آہٹ پر اس نے نگاہیں

اٹھا کر مجھے دیکھا۔ چند منٹ تک تو یہاں دیکھی اور جب پچان لڑکھاپ

اس کے پاس سے چھوٹ گئی۔

"تم؟ اس نے شدید حیرت سے کہا۔

"ہیلو فریڈ؟"

"تم میرے خدا تم یہاں۔ یہ کیسے ممکن ہے؟ تم اس شیطانی

چیز سے متعلق آئے؟ یہ ایک ناممکن سی بات ہے؟ میں اس

کے قریب کی گھنٹ کر رہی ہوں۔

"تم کیوں ہو فریڈ؟ میں نے سوال کیا۔

"دیکھو، فریڈ، یہاں سے گزری ہیں۔ حیرت ہے اب تک

پائل کیوں نہیں ہو گئی۔ کیا یہاں کی قیدی بنا کر رہا لایا گیا ہے؟

"نہیں فریڈ۔ قیدی تو تم بھی نہیں ہو۔ یہاں نہیں احتیاط کرنا

گیا ہے تم نے ان لوگوں سے اس بارے میں کچھ نہ کہیں کی؟

"میں نے کوئی جواب ہی نہیں دیا۔ ویسے نہایت شریف اور

بااخلاق لوگ ہیں۔ مجھے کسی قسم کی ذہنی یا جسمانی آفت سے دوچار نہیں

ہونا پڑا۔ سوائے اس کے کہ میں اس قیدی کے جسے ناواقف ہوں فیص

بہتر شکر کے لوگوں میں اتنے شریف آدمیوں کا تعویذ نہیں کیا جاسکتا؟

اس لیے کہ ایک نازک وقت میں تم نے غلطی کر کے کمری میں

مٹی۔ میں نے بہت شکر کر کے اس کا کمری میں میرے ہاتھوں مارا

اور یہ وہاں بچا بچا صرف ایک ویران جڑواں ہے جس میں شاید ایک

بھی انسان موجود ہو۔ وہ وہیں تھا جس نے تمہیں طلب کر کے یہاں کچھ

فریڈ یہاں بھی تھا۔ میں قیام سے اس کا بدلہ چکانا چاہتا تھا؟

"وہ؟ تم جتنے؟ فریڈ نے بے اختیار کہا۔

"ہاں فریڈ۔ وہ میرا تھا؟

"مگر پھر...."

"میں بہت شکر کے ایک آپ میں تھا اور بہت شکر مارا

جاسکتا تھا؟

"خدا کی پناہ! خدا کی پناہ! کیا تم سچ کر رہے ہو؟

"تمہیں آزادی دی جا رہی ہے؟ خودی تصدیق کر لینا؟

"تمہیں سب کچھ کھانا دیا؟ خودی تصدیق کر لینا؟

"تمہیں فریڈ۔ تمہاری مدد سے۔ کچھ اور ساتھیوں کی مدد سے۔

بہر حال میں قیام کر رہا ہوں؟

"تو بہت شکر ہے ہو گیا؟ فریڈ کو اب بھی یقین نہیں آ رہا تھا۔ پھر

وہ بولی: کیا اس بات کا علم مار گیا کیوں ہے؟

"میرے قتل سے قبل میری بات معلوم ہو گئی تھی؟

"میرے قتل سے قبل، کیا مار گیا تھی....؟

"مار گیا کیوں ہے بیروت میں قتل کیا ہے۔ مجھ پر اس کے بہت

سے خرم تھے تو مجھے پتہ نہ تھے؟

فریڈ بالوں کی طرح مجھے دیکھتی رہی تھی اس نے ٹھنڈی سانس لے کر

ٹھکانا دی میری ٹھنڈی دیر تک اس کے ہونے کا انتظار کیا رہا۔ جب اس

نے دیر تک کچھ نہ کہا تو اس نے اس سے کہا۔ "میں تمہاری اور کیا خدمت

کر سکتی ہوں فریڈ؟

میں کیا بتاؤں؟ میری قتل ساتھ چھوڑ گئی ہے۔ تم میرے اور

ایک سیکڑی مسکراہٹ کے ساتھ مجھ سے ملا۔

"ساحے کا انجام آپ کیلئے ہیں لاؤ۔ اب تمہارا کپڑا گرا ہے؟

"ماہر میرے بارے میں کچھ نہ کہو۔ مجھے غصہ نہ ہوگا۔ اگرچہ

مکمل ہے گا کہ میں یہاں سے چلا جاؤں اور اسٹندہ اسٹوڈیو میں نزلہ کھائی

تو ماہر لو آپ کو دوبارہ بھی نظر نہیں آئے گا۔ یہاں اس کا تلبہ اس

کیلئے دوسرے نمائندگی تو ٹھیک نہیں ہے؟

"تم کسی کے لیے دوسرے نہیں ہو لو۔ اور اب تو نہیں آزادی

مل چکی ہے۔ میں تمہاری پہلی زندگی کو وہاں نہیں لاسکتا۔ تو جس میں قیام

ساتھ تھا اسے بھائی بھی تھے۔ لیکن مستقبل کے سلسلے میں اگر میری تمہاری

مدد کر کے تو مجھے خوشی ہوگی؟

"مدد کر سکتے ہو یا نہیں؟

"ہاں لاؤ۔ کوشش کرو کر لوں گا؟

"تو پھر مجھے اپنے قدموں میں سے دو ماہر اور ہمہ جہت کردوں

گیا اور کسی تم سے اس کا مل نہیں چاہوں گا۔ وعدہ کرتا ہوں۔ لاؤ کہ صرف

کھانے اور کپڑے کے علاوہ کچھ نہ دے گا۔ نہ ہوگا اور یہ وہی چیز ہے

کچھ دیکھ کر کے حاصل کر لوں گا لیکن ماہر مجھے اس دنیا میں تیار نہیں کر دے

لو کہ تمہارے پر آؤ نہ ہونے لگے تھے۔

"مجھے غصہ ہے لاؤ۔ مگر مجھے دوست تم خود ہی ملحق نہیں ہو۔

میں تم سے کچھ نہیں چاہتا ہوں۔ میرا مقصد تعلیم آزادی فلسطین سے ہے اور

میں اس کا ایک رکن ہوں۔ اس بات کو ماننے کے باوجود تم میرے ساتھ

رہ سکو گے؟

"میں افریقہ ہوں ماہر غلامی کے کرب سے اب سے زیادہ واقف

کون ہوگا۔ میں آزادی کی بات سے واقف ہوں۔ مجھے اپنے جد و جہد میں

فریڈ کر دینا تھا۔ اہم مذہب نہ کہ انسان انسان تو ہوں۔ دنیا بھی انسانی جذبہ

میں پناہ کر دیا اور کر لوں گا؟

"سوچا کچھ بات کہ میرے ہولر ہو؟

"ہاں ماہر تم کو پناہ دے گا؟

"ٹھیک ہے۔ تم میرے ساتھ چلنے کیلئے تیار ہو جاؤ؟

اس سلسلے میں میری سے اجازت کی ضرورت نہیں؟ میں آئی تھی۔

مجھے بہت سے اختیارات دیئے گئے تھے۔

لاؤ میرے ساتھ میری سائنس گاہ میں منتقل ہو گیا۔ اس نے

میرے تمام امور سنبھال لیے تھے۔ ان لوگوں کو ایک چاقی چوہرہ حفظ

تھا اور کسی شکاری کیلئے کی طرح ہوشیار تھا۔ اس کی بہت سی خصوصیات

تو میرے میرے سامنے آئیں اب وہ خوش رہتا تھا۔ اس نے مٹھی بھرتے

کی جھوڑ کر کھنکھائی تھی اور اس کی کباب نظر آ رہا تھا۔

اور وہ دوبارہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ بالی کمان سے میری جھڑپت

مٹا کر دے رہی تھی۔ ضروری پیشکش میں بھی حرکت لائی نہ کر دے

دی گئی تھی اور اس کے مشورہ پر تو میری جی جاتی تھی۔
 بڑوں کا اس تنگدلی دار شخصیت ہوں جو تعلیم کے دہانہ ہونے
 کے لیے یہاں حقیقت رکھتا ہوں، تعلیم کے سیاسی باڈو الخ کو بھی بعض
 اور سب سے زیادہ ضرورت پیش آجاتی ہے اور اس لیے اسے العاصف و طوفان میں
 بھی بڑی دیہاتیت پر رافضی۔

بڑے بڑے کا جہیز سان برس عاقبت پر کیا دیا تھا اور وہاں کوئی
 کاروائی نہیں ہوتی تھی۔ اس دوران تعلیم نے بہت سے
 کام کیے تھے امید یوں ہے کہ جڑیں بڑھتی ہیں اور فلسطینی کو بڑے کئی
 کامیاب اور کئی ناکام ہوتے تھے محمود جاوید کو بڑے کئی کارنامے انجام
 دے چکا تھا۔ تاہم بڑے کی جڑیں بڑھتی ہیں۔ بعض مقامات میں اپنی
 خدمات پر پیش بھی کرتے ہیں لیکن انہوں نے مجھے متاثر نہ کیا۔

میرا ایک دلکش اعلیٰ اعلیٰ ملازم میں میں طلبہ کر لیا گیا۔ اس
 ملازم میں بہت بڑی شخصیتیں موجود تھیں۔ میری شہادت کے بعد اجلاس
 کی کاروائی کا آغاز کر دیا گیا جس کی تفصیل یوں تھی۔

فلسطینی تہذیب کے سلسلے میں بہت سے ملک فلسطینی مقاصد سے
 بعد وہی رہتے تھے اور فلسطینیوں کے لیے کوئی نیا چاہتے تھے لیکن کچھ
 "بین الاقوامی جبریل" ان کے آگے آتے ہیں جن کی وجہ سے انہوں نے بھی
 ملک میں اس جدید کی انفرادیتیں کیا تھا۔ البتہ وہ بڑے وہ فلسطینیوں
 کی مدد کر رہے تھے اور کہتے رہا جاتے تھے۔ اس سلسلے میں شرقی عربی
 کی ایک نئی تعلیم نے کو سلاویہ میں ایک کانفرنس منعقد کی تھی جو اتھارٹی خفیہ
 تھی اس کانفرنس کی کامیابی سے تعلیم کو بہت سی سہولتیں حاصل ہوئی تھیں
 اور اس سلسلے میں ایک کانفرنس کا فیصلہ کیا جاتا تھا۔

دوسری بار کانفرنس منعقد کی گئی لیکن ہماری یہ قسمی کردہ
 کانفرنس خفیہ نہ تھی اور اس کے شروع ہونے سے چند عمارت قبل اس
 کانفرنس ہال کو بم سے ترسا دیا گیا اور بہت سی سرگرمیوں میں ہالک
 ہو گئیں۔ اس کے بعد یہ مسئلہ اتھارٹی پر دیا اور وہاں سے ایک ہم کی دوسری
 جگہ کا انتخاب کر سکے۔ دنیا بھر میں موجود یہودی اسرائیل کو اپنا آخری
 گھر سمجھتے ہیں اور اس کی بجائے یہ وہاں میں مصروف ہیں۔ اس لیے اس کانفرنس
 کا دورانیہ راز نہیں رہ سکا اور اس بار بھی کہیں یہی حالت تھی۔ چنانچہ اس
 سلسلے میں اتھارٹی خفیہ بننے کے لیے کام کیا جا رہا ہے۔ اس بار ہم نے اس کانفرنس
 میں فلسطینی فنانسنگ کرنے کے لیے ایک ایسے شخص کا انتخاب کیا ہے جو ہم میں
 سے نہیں ہے۔ یہ وہ مسلمان ہے جو عرب ایک باطل پرستی کی شخصیت ہے
 جسے فلسطینیوں سے بعد ہی ہے اور وہ اس سے قبل بھی جگہ سے قاصد
 کی گئیں کے لیے کام کر چکی ہے لیکن یہ شواہد بھی مل گئے ہیں جن سے
 اظہار ہوتا ہے کہ اس کانفرنس کی اطلاع بھی دشمن کو ہو چکی ہے اور وہ اسے ناکام
 بنانے کے لیے دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ پانچ لاکھ ڈیڑھ لاکھ لاکھ لاکھ لاکھ لاکھ
 خصوصی درخواست کی ہے کہ وہ وہاں خفیہ جگہ پر پہنچ جائے اور وہاں

کے ماحول میں خود کو غم کرنے اور پھر خاص وقت پر کانفرنس میں شریک
 ہو جائے۔ ہماری یہ درخواست قبول کر لی گئی ہے اور وہ ہم سے تھوڑے
 کرنے کے لیے تیار ہے۔ آپ لوگوں کو یہ کہنا ضرورت ہوگی کہ ہم میں سے
 کوئی اس شخصیت کے بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ چاہے ایک خاص بعد
 ملک سے اس سے بات چیت کی کہ اسے اس کے لیے تیار ہوتی ہے۔ چنانچہ اس ماہ کی
 کانفرنس میں ہماری فنانسنگ کرنے کے لیے تیار ہوتی ہے۔ چنانچہ اس ماہ کی
 سترہ دسمبر کو وہ یہاں سے روانہ ہو رہی ہے اس کی پہلی منزل بغداد
 ہوگی اور پھر وہاں سے وہ اورینٹ ایکسپریس کے ذریعہ اٹالیہ پہنچ جائے
 گی۔ دو ماہ تک اس کا قیام ویش میں ہوگا اور کانفرنس کے خاتمے کے
 بعد وہ ویش سے بالینہ پہنچ جائے گی۔

چنانچہ طے کر لیا گیا ہے کہ العاصف کے چند خاص ممبران کانفرنس کے
 افتتاح کے دوران ویش میں رہیں گے۔ آخر کار ان کو بغداد روانہ کیا جا چکا
 ہے اور وہاں سے وہ پھر کراچی کو اس جہاز سے سفر شروع کریں گے جس میں وہ
 شخصیت شریک رہے گی۔ اس اتھارٹی اہم مشن کے لیے ہیں ایک اعلیٰ اور کئی
 ضرورت ہے جو ضرورت ذہن ہوگی۔ اس سلسلے میں کئی کئی کام کے
 لیے ایسی کامیابی سے جس شخص کا انتخاب کیا ہے وہ اسے اس سلسلے
 میں ہی ایک نیا نقشہ پیش کر رہا تھا۔ تمام کامیابیوں پر بھی نہیں
 "اس سلسلے میں آپ کو پتہ ہے مشرقی عرب میں فلسطینیوں کی فنانسنگ کی
 انہوں نے کئی کئی محفل میں ہونے والی آپ پرستائیں کی کہانے کی۔
 میں نے بونے کی کوشش کی لیکن اور اس موقع میں نہیں گئی تھی۔ بعض
 تمام میں نے لکھا صاف کر کے کہا۔

"اگر مجھے یہ اعزاز بخشا جا رہا ہے اور ایسی کامیابی کے لیے میرے حق میں
 فیصلہ کیا ہے تو میں انکار کیسے کر سکتا ہوں؟ میری آواز زہری جی
 "ایسی کامیابی کے خصوصی اجلاس میں ایک ہی وقت آپ کے خلاف
 نہیں تھا۔ اس موقع میں نے نہایت اہمیت کے ساتھ آپ کے حق میں یہ فیصلہ کیا ہے
 اس کے باوجود آپ کو مشکل اختیار ہے کہ۔۔۔۔۔"

"میں اس اعزاز کو خوشی سے قبول کرتا ہوں۔ میں نے جواب
 دیا یہ اہمیت ہوا میں اظہار ہوتا تھا۔ مجھے واقعی بہت اہم درجہ دیا گیا تھا۔
 تمام لوگوں نے مجھے مبارکباد دی۔ جس کے کان میں عجیب سی
 آوازیں گونجتی تھیں۔ مجھے میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد حاصل ہو گیا تھا۔
 اپنے ساتھ لے جانے کے لیے دوسرے آدمی کا انتخاب مجھے ہی
 کرنا تھا۔ فواد نے میری رائے کا گاہ پر مجھے سے ملاقات کی۔ اگرچہ آپ نے مدد فرمائی
 میں تمہارے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہوں۔"

"میں فواد کو اپنی دل میں ڈلاتا ہوں۔ میں نے اس شخصیت کا انتخاب
 کر لیا ہے۔"
 "مجھے بتاؤ گے اس بارے میں؟"
 "لوہر"

"اور اور ایک کام لے کر جاتے ہو؟"
 "ہاں فواد۔ میں نے بہت سوچ کر فیصلہ کیا ہے؟"
 "اس فیصلے کو اپنی خاص پہلو؟"
 "ہاں"
 "وہ کیا؟"

"ہم دو دفعہ دشمنوں کے شہادت سے ملا رہے ہیں گے۔ وہ افروغی
 میں ان میں کتنا ہے؟"

"اور میں سمجھ رہا ہوں۔ فواد نے انہیں ہلاک کر دیے۔
 "کیا تمہارے خیال میں یہ عجیب نہ رہے گا؟"
 "ضرورت عجیب بلکہ یہ ضرورت ہے۔"
 "تاہم ان تینوں ہونے پر یہ بات پرہیز نہ کرنا ہے۔"

اور فواد نے کہنا۔
 "تمہارا دشمن، تمہاری قیمت اس کی کتنی کم نہیں ہے۔ تم
 تو اس پیر کے جانے کے قابل ہو۔ کتنا ناقص ہو سکتا ہے کہ اسے یہ سوال
 سترہ دسمبر میں ہی پانچ دن باقی ہیں۔ تیار ہوں گے۔ یہ تمہیں زیادہ وقت
 تو دے رہا ہے۔ اگرچہ میرے خیال میں اس کی سے تربیت شروع ہو جائے گی۔
 "تربیت؟" میں نے سوالیہ انداز میں پوچھا۔

"ہاں۔ ہر قسم کے بارے میں کچھ نہ کچھ تفصیلات میں کیا جاتی ہیں۔
 تمہیں اطلاع ہے تو حقیقت نہیں ہوگی۔ دوران تربیت میں وہاں کے
 بارے میں تفصیلات بتائی جائیں گی۔ یوں ہی وہاں میں دو کئی ماہ گزرنے
 ہوں گے اور وہاں معاملات کے بارے میں بھی مزید کچھ بتایا جائے گا۔
 فواد نے جواب دیا۔

فواد کا ہنڈر دست تھا۔ دوسرے دن فواد نے مجھے ہٹا کر ڈرائیبل
 کر لیا گیا اور اس دن سے میں مجھے میری تربیت کے لیے مخصوص کر دیے
 گئے۔ آٹا ڈس سے ہو گیا تھا۔ پہلے دن مجھے بغاوت، دیو گولا وغیرہ
 اٹا کی جھلانی پر مشن بتائی گئی۔ صوبہ سے ویش ملک کے سفر کی
 تفصیلات میں کئی کئی ٹکوں کے ذریعے ویش ملک کے ساتھ دھکا دے
 گئے۔ بغاوت سے ڈریبل کے راستے اورینٹ ایکسپریس کا سفر بھی
 دیکھا گیا تھا۔ کیونکہ میرے ساتھ میری صوفی ہی ہے۔ وہ جب سفر پر اورینٹ
 ایکسپریس میں سوار ہوئے۔ اسے دے گئے۔ ان آٹوں کی تفصیلات میں اسی
 دن میں گزری گئی تھیں۔ ویسے یہ سب میرے لیے اچھا ہے۔ میں نے یہ تصویر
 کے ذریعے مجھے ان سے پوری طرح روشناس کروا لیا تھا۔

میں تین گھنٹے میں مصروفیت کے تھے۔ مجھے یہ ساری تفصیلات
 ذہن میں کرنا تھیں۔ کیونکہ مجھے یہ اطلاع ملی تھی کہ روانہ ہونے سے قبل
 میرا امتحان بھی لیا جائے گا۔ میں نے کافی توجہ سے یہ ساری معلومات
 ذہن میں کر لی۔ روٹی کی تازگی کی بولی گئی۔ اس کے ساتھ ساتھ معاملات پور
 پور سمجھ دیے گئے۔ میں نے یہ دیکھ کر صدمہ میں مبتلا ہوا تھا۔

فرصت کے اوقات میں میرے دوست مجھ سے ملنے رہتے
 تھے۔ بین دن گزر گئے لیکن تاہم بڑے کی میری ملاقات نہیں ہوئی تھی۔
 تیسرے دن میں نے اس کی خبر حاضر کی کہ کوسوں کے لیے فون کیا۔
 ایک ملازم نے فون اٹھا لیا تھا۔

"نافرمان ہیں؟"
 "ان کے پاس میں ہی ہیں جناب۔ ابھی ان کی طبیعت عجیب نہیں ہے۔"
 "فیرت کیا ہو گیا ہے انہیں؟"

"سخت بیمار ہیں۔ ایک کئی دن سے۔ اس سے قبل وہ کھانا کھا
 آتا رہا ہے لیکن آج وہ خوش نہیں ہیں۔ ملازم نے جواب دیا۔
 "کال بٹن مجھے اطلاع نہیں دیتی تھی۔ ہاں۔ میں نے کہا کہ انہیں کھانا
 اس جگہ سے مجھے بہت انسید ہو گئی تھی اور انہیں اس کے بارے میں سوچنا
 رہتا تھا۔ بہر حال جب تک اس کے خلیے پر پہنچا تو وہ وہاں پہنچ گئی تھی۔ اس
 کا چہرہ اٹھا ہوا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کے بون پر بھی کئی سی سکڑا ہوا ہوا تھا۔
 "یہ تو ناقص عجیب خیر ہے۔ میرے لیے تم جانتے ہو اور مجھے اطلاع
 ملے ہوئی۔ میں نے شکایتی انداز میں کہا۔

"معمولی سا ماحول تھا۔ کوئی خاص بات نہیں تھی۔ تاہم نے کہا۔
 "اور اس معمولی بیمار نے تمہارا چہرہ بگڑ کر دیکھا ہے۔ یقین کرو
 مجھے بہت افسوس ہوا۔
 "اور یہ یاد دہانی بھی مل گئی ہوں؟" اس نے عجیب سے لہجے میں کہا
 اور میں تھک کر اسے دیکھنے لگا۔

"اور زیادہ سے کیا کر رہے ہیں؟ میں نے پوچھا۔
 "میرے جگہ کر رہے ہیں۔ میری بدقسمتی ہے کہ میں کئی دن تو نہیں رہا ہوں۔
 "تاہم۔ تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہی ہیں۔ میں نے کہا اور
 وہ عجیب سے انداز میں ہنس پڑی۔

"تمہاری ہوں کہ تمہارے پیارو مات آٹھ دیا ہے۔ ایسا ہی ہوتا ہے
 بخیر مجھے سے برداشت نہیں ہوتا اور ایسی ہی کئی کئی باتیں کرتے ہیں۔
 وہ دوبارہ ہنس پڑی۔ میں میری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔
 "کوئی بات حضور ہے نا۔ مجھے بتاؤ گی نہیں؟ ہمارا حق ہو چکا ہے؟
 یقین کرو مجھے علم نہیں ہو سکتا تھا۔ تاہم میں سمجھا رہا ہوں۔
 "میں پیرزادہ نہ دیکھ رہی۔ نہ بلانے کی کوشش کر رہی ہوں۔ کیا نہیں
 ہے؟ اس کے ساتھ ہی اس نے ملازم کو بھانپا۔

"تم مجھے لاکھ بولنے کی کوشش کرو تاہم لیکن تمہارے ذہن میں کوئی
 بات ضرور ہے۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔
 "مقامیوں پر خفیہ ہمدردی اور بہتر وقت سے مل۔ اس موضوع کو ختم
 کرو۔ میری عبادت کو اسے میں شکر کا ہوں۔ اگر بیمار ہوئی تو تمہیں
 تمہاری کامیابیوں پر مبارکباد دے دوں گا۔ اسے ختم وقت میں بہت
 لوگ کمزوریت سے حاصل کر رہے ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی ہوا کرتا

ہمارے درمیان نہ ہو

"میں ان ماحولوں کے بارے میں جانتا ہوں جن کا پوشیدہ رہنا بہتر رہتا ہے۔" میں نے غصہ کرتے والے انداز میں کہا۔

"مٹی خد کے لیے" تاہم نے التجائی۔

"جنگ ہے نا۔ میں نہیں کسی بات کے لیے مجبور کئے کا حق نہیں رکھتا۔ تاہم یہ کسک محسوس نہیں میں ہمیشہ رہے گی۔"

"میرے لیے یہ نیک فال ہوگی۔ اس طرح میں نہیں کبھی یاد تو آتی رہوں گی۔ دیکھ لوگ تمہاری ایک اور جرأت پر غور کر رہے ہیں۔" ناظر نے سکوت سے کہہ کر اور میں حایہ اعلیٰ میں اسے دیکھتا رہا۔ تم نے اپنے نائب کے لیے کچھ کرنا شروع کیا ہے۔ مجھے لڑکا انتخاب کیا ہے جو ان معاملات میں کوئی تجربہ نہیں رکھتا۔ بلکہ ایک سادہ سالانہ ہے۔

"کیسے اس پراجیکٹ میں تم نہیں ہے؟"

"میں اس پراجیکٹ میں کوئی نہیں ہے۔ اس فیصلے کے بارے میں لوگوں کے غمناک خیالات ہیں۔ مجھ کو اسے دوسرے طریقے پر خود اعتمادی قرار دے رہے ہیں اور کچھ ناچہ پر کاری۔ دوسرے طریقے پر خود اعتمادی اس لیے کیا جا رہا ہے کہ وہ عوامی مسائل پر جو بکار افراد منتخب کیے جاتے ہیں تاکہ باہمی مشورے سے کسی خطرے کا احتمال ختم ہو جائے۔ لیکن اپنے کام سے بے حد مطمئن ہو اور تمام سب کچھ کرنے کی قوت رکھتے ہو۔"

"حالانکہ اس بات میں ہے نا۔ لوگوں کا انتخاب میں نے صرف چند وجوہ کی بنا پر کیا ہے جن کے بارے میں میں قیاد کو بتا چکا ہوں۔" مجھے یقین ہے کہ تم نے غلط سوچا ہوگا۔ دیکھ سچ بتا دوں۔"

"تمہاری سی پل میں لگی ہوئی۔"

"کیوں؟ میں نے تو تب سے پوچھا۔"

"میں خود بھی تمہارے ساتھ اس میں نہیں جانے والے امیدواروں میں سے تھی۔" تاہم نے کہا۔

"اوه۔" تجھ ہے نا۔ ادا دیے لیکن کرو میں کسی قیمت پر یہ نہ کہتا۔ میں زندگی اور موت کو یکساں سمجھتا ہوں۔ کسی کی انجام دہی کے وقت میں وہ سارے کام کرنے کے لیے بھی تیار رہتا ہوں جن میں موت ناگوار ہے۔ فیصلہ اور زندگی صرف ایک فیصلہ ہو۔ لیکن اگر میرے ذہن پر کسی دوسرے کی زندگی کا پائے کا خیال مسلط ہو تو مجھ میں ناکارہ ہو جاتا۔"

"میں تربیت یافتہ ہوں۔ اعلیٰ سندھی ہے مجھے۔"

"یقیناً۔ ان الفاظ سے تمہاری کسی اور کی توہین مقصود نہیں ہے۔"

"پس اپنے دل کی بات کرنا چاہیوں۔"

"میرے قیاد کے گردانہ ہو رہا ہے۔ تاہم نے غمناک صورت میں کہا۔

"ہاں۔"

"اب دوبارہ ملاقات مشکل ہے۔ میری ساری دعا میں تمہارے ساتھ ہیں۔" تاہم نے کہا۔

"اجازت تا۔ اب بفر زندگی والی چیز ملاقات ہوگی۔" میں نے کہا اور ناظر نے گردن ہلا دی۔ چہرہ وہاں سے چلا آیا لیکن طبیعت کچھ بگڑی تھی۔ اتنا اچھی نہیں تھا کہ ناظر کی باتوں کا مفہوم نہ سمجھ پاتا۔ ناظر کسی محنت کا شکار ہونے جا رہی تھی۔ اس زندگی میں ان ماحولوں کی پہچان کس کی تھی۔ آگ اور خون کے کیل میں جس وقت کھلے کا تصور بھی مٹھکے تھے۔ کچھ کم عیسائیوں نے دو دفعی میں چل سکتا تھا۔ میں اپنے مشن سے غصہ تھا اور اس میں ہی میں رہنا چاہتا تھا۔ کسی دوسرے کیل کی کھلی گئی نہیں تھی۔

گھر واپس آیا تو ایک اور ڈراما تھا۔ باہری چلی اور ڈراما مارش اس پر اس کا رخ کر رہے تھے۔ پھر باہری چلی کو سلام کر کے میں ڈراما کی تحریر معلوم کرنے لگا۔ ڈراما کی انہیں خود نہیں۔ لیکن گت تھا جیسے وہ روٹی رہی ہے۔

"تحریر تو تھی؟ میں نے پوچھا۔"

"ہاں شک ہے۔ آج رات ساتھ ساتھ پارٹیکل فزکس سے جا رہی ہوں۔"

"اوه۔ دیر لگ۔ ساتھ ساتھ ملاقات ممکن ہو گئے؟"

"ہاں۔ کوئی کاوش نہیں رہی۔" ڈراما نے کہا۔ پھر فزکس بتایا اور ڈراما کی سیالیاں بننے لگی۔

"نئی زندگی کا آغاز کر رہی ہو تھی۔ اس میں روتے کی کیا بات ہے؟ وہ مجھ سے کچھ جانتی ہو۔ ان کے ماحول میں قیاد کی محفوز نہیں تھی۔ یہ وہ ایک انسان نمادہ تھا۔ کسی مولیٰ سے ملنے پر جان لینا اس کے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ تمہیں خوشی ہوئی چاہیے کہ تم ان کے کچھ سچے سے مل کر اب ایک آزاد زندگی گزارو گی۔ لندن میں اپنی طبیعت بدل لیست۔"

"مشرقی اعلیٰ کبھی لندن آؤ تو مجھے ضرور تلاش کرنا۔" ڈراما نے کہا۔ محفوزی درمیان کہ وہ کبھی باہری اعلیٰ کے ساتھ چلی گئی اور میں گری سانس لے کر سکڑنے لگا۔ لوگوں کی کام سے میرے کمرے میں آنا تھا۔

"لوہا ہاں آؤ۔" میں نے کہا اور وہ میرے نزدیک آ گیا۔

"میرے دھن کچھ؟"

"میں باہر ہو کر وہ میرے نزدیک آ گیا۔"

"میرے کیا چیز ہے؟"

"میرے لیے مسلسل سرور۔" لوہے نے بے دھوک کہا اور میں ہلچا۔

"میرے قیاد آفری فیصلہ ہے؟"

"میرے قیاد آفری فیصلہ ہے؟"

"میرے قیاد آفری فیصلہ ہے؟"

"میرے قیاد آفری فیصلہ ہے؟"

"میرے قیاد آفری فیصلہ ہے؟"

"میرے قیاد آفری فیصلہ ہے؟"

"میرے قیاد آفری فیصلہ ہے؟"

"میرے قیاد آفری فیصلہ ہے؟"

لوہا کا میں نہ بڑا کر رہا تھا۔ ناظر انداز اسٹائے پڑتے ہیں۔ مجبور کی شکل سے یہ تو سانس نہ لے کر وہ حو کا دنیا پڑا ہے۔ اپنی سادہ اور اوقات سے بڑھ کر اس کے سامنے آنا ہوتا ہے۔ اگر ہم اس سے نفرت کریں تو بھی مال بہن اور بیٹی کی شکل میں ہم اس کے احترام کے لیے مجبور ہیں۔ کیونکہ ہماری مال کی کوئی بیوی ہوتی ہے۔ میں اور بیٹی بھی۔ کچھ ہمارے لیے پریشان کن ہوتی ہیں کچھ دوسروں کے لیے۔ لوہے نے جواب دیا اور میں بے اختیار ہنسنے لگا۔

"یاد رہے کہ لوہے نے میرے کوئی چوٹ کھا چکا ہے؟"

"میں باہر لوہے میں اپنے وطن سے دوسرے لوہے اس لیے اپنی نسل کی لوہوں سے تو رابطہ برقرار رکھتا۔ یہاں آگئے تو خط اس قابل دہلی کہ ان کی قیاد کا مرکز ہے۔ بات کبھی ہنسنے لوہے سے آگے نہ بڑھی لیکن چوٹ کھانے ہوئے کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور خود اس سلسلے میں غرق کیا ہے۔"

"بہت خوب۔ تو قیادت تحت انسان ہے۔" میں نے ہنسنے ہوئے کہا۔ لوہے نے ہنسا رہا تھا۔ اس سے غصہ کرنے کے بعد محفوز کی ذہنی طور حاصل ہو گئی تھی اور ناظر برق اور ڈراما کی کیفیات کا فریضہ ہو گیا تھا۔

سولہ تاریخ اہتمام کی تاریخ تھی۔ صبح سے شام تک مجھے ہلچاؤ میں رہنا پڑا۔ اسٹیشن لینے والوں نے کوئی رعایت نہیں کی تھی۔ وہیں بچے آکر ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ دوسرے تمام امور میں بھی میں نے ان کے سوالات کے جوابات کئی کئی دیے تھے۔ میں ایک گڑھی میرے ذہن میں کہ اس شخصیت کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکتا لیکن اس کا کوئی امکان نہیں تھا۔ تاہم نے میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اپنے طور پر اس سلسلے میں کوئی شکر کروں گا اور اسے کوئی نکلوانا گا۔

میرے قیاد کا میرے تمام دوستوں نے مجھ سے ملاقات کی اور وہ ہر ایک یہ سلسلہ جاری رہا۔ ناظر بھی آئی تھی۔ قیاد نے بتایا کہ وہ بیکار کا شکار ہے۔ میں نے اس کے بارے میں کسی جذبے کا اظہار نہیں کیا اور ہر بات کو میں لوہے کی طرف چل پڑے۔

بہت ہی اچھے میری نظر آئی ہیں۔

لیکن مجھے اس شخصیت کی تلاش تھی اور میں جہاں کے مسافروں میں اسے تلاش کرنا چاہتا تھا۔ آفری محلات میں ہم گیا ہے میں داخل ہو گئے۔ اہل کوٹھن نے ہمیں ہلکی سیٹ بتادی تھی۔ تمام ضروری امور کے بعد میڈکس کے آجین اشارت ہو گئے اور مجھ کو دن دسے پروڈنٹا۔

کیا

آپ چاہتے ہیں کہ لوگ آپ کی شخصیت کی اہمیت کو تسلیم کریں؟
آپ لوگوں سے اپنے احکامات کی تعمیل کروانا چاہتے ہیں؟

ہر انسان میں ایک مقناطیسی قوت ہوتی ہے جس کی مدد سے وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے۔ اس قوت سے کام لینے کے لیے کسی پیشگی اور پختہ نرم کی طرح متعین نہیں کرنا پڑتا۔

جدید اور سائنسیک اصول پر مبنی حیرت انگیز کتاب

مقناطیسیت

آپ کی شخصیت میں اویٹھ کچھ پیدا کر دیں
آپ خود میں ایک انیاں تبدیلی فرم کریں گے

اس کتاب کا مطالعہ کیجئے
اور اپنے وجود کو ایک بہتر ذات بنائیجئے!

وقت ۲۰ روپے

مکتبہ نفسیات
جوسٹ بکس ۴۴۹ کراچی

سنسٹی خیر۔ سفر کا آغاز ہو گیا تھا۔ طیارہ فضا میں پرسکون
 تھے اور مسافر اپنی سٹوں پر آرام سے بیٹھے ہوئے تھے۔ پائلٹ مکین
 سے موسم کا حال نشر ہوئے لگا۔ "پیکر سب آؤٹ کی آواز سنا لی
 رہی تھی۔ ہوٹس مسافروں سے ان کی ضروریات پر پوچھتی پھر بچا گیا۔
 میری بے چین نگاہیں مسافروں کا جائزہ لے رہی تھیں۔ میں یقینی
 سیٹ پر تھا اور زیادہ فاصلے تک نہیں دیکھ سکتا تھا۔ دل تو چاہ
 رہا تھا کہ پائلٹ مکین کے دروازے سے لے کر پچھلے تک کا ایک چکر لگا
 کر ایک ایک مسافر کی شکل دیکھ لو لیکن یہ میسج اور محسوس
 بات ہوتی۔
 بڑی غیر یقینی کیفیت تھی۔ مجھے اس بات کا اندازہ تھا کہ ہیڈ
 کوارٹر میں جو وہ برسے باقی نہیں ہیں۔ انہوں نے ہر بات سامنے رکھی
 ہوگی۔ یعنی اس بات کا امکان نہیں تھا کہ اس ہمارے شخصیت نے
 اس پرواز سے سفر کیا ہو۔ یقیناً ان ہی لوگوں میں وہ اہم شخصیت
 موجود ہوگی۔ اگر وہ شخصیت کسی وجہ سے سفر کر پاتی تو مجھے روانہ
 نہ کیا جاتا۔ لیکن۔ وہ ان مسافروں میں سے کون ہے؟
 اس ایک تردد کے علاوہ کوئی اور خیال میرے ذہن میں نہیں
 تھا۔ آئندہ پیش آنے والے حالات کے لیے میں بالکل تیار تھا۔ یوں
 بھی تنظیم کی طرف سے مجھے تمام سہولتیں مہیا کر دی گئی تھیں لیکن
 مجھے ان کی پروا بھی نہیں تھی۔ وقت اور حالات نے مجھے ہر حال میں
 گزار کرنے کی قوت عطا کر دی تھی۔
 کافی دیر تک میں اس سسٹے میں خود غور و خوض کرتا رہا۔ پھر میں نے
 ذہن جھٹک کر اس خیال کو نکال پھینکا۔ بلاوجہ اس کوشش میں کسر
 کھانے سے کیا فائدہ؟ وقت اور حالات خود ہی اسے سامنے لے
 آئیں گے بلکہ سسٹم خود کشی کا حامل ہے۔ اس سے لطف اندوز
 ہوجائے۔
 "کہا تو سر پہ ہولو بڑا میں نے خاموشی سے اٹکا کر لو بوسے
 سوال کیا۔
 "جس ماہر، پوری طرح جاگ رہا ہوں۔ بس تمہاری سوچ میں
 غل نہیں ہو رہا ہوں۔"
 "تم بڑھاپے تو کچھ سوچ رہے ہو گے؟
 "کچھ بھی نہیں۔ میں زیادہ تر اپنے ذہن کو آزاد رکھتا ہوں تاکہ
 اگر کوئی سوچنا ہی چاہے تو وہاں آزاد ہو۔ لو بوسے کہا۔
 "بلاشبہ تم بہتر۔ دیگر صلاحیتوں کے مالک ہو۔ میں ہوں چلا
 تمہارے سامنے میں خود کرتا ہوں، حیران ہوتا جاتا ہوں۔ میں نے
 طویل سانس لے کر کہا۔
 "خود کرنے کے یہی نقصانات ہوتے ہیں ماہر تمہاری سوچ

رانی کو بہادر بناتی ہے گی اور جب سوچوں کے منہ سے نکلتے
 توانائی، رانی ہی ہوگی۔" لو بوسے جواب دیا۔
 "اولاً اس میں میرا دماغ دکھا۔ میں نے ہنستے ہوئے کہا۔
 بھی ہنسنے لگا۔ میری تو جہم مسافروں کی طرف ہو گئی تھی۔ لو بوسے
 سیٹ سے ایک لگا لگا انگلیں بند کر لیں۔ مسافروں میں بھانت
 بھانت کے لوگ تھے۔ میرے دل پہنے سمت کی سیٹ پر ایک معزز
 بھڑا بیٹھا ہوا تھا۔ یونین تھے۔ معزز تقریباً تین سو پونڈ وزن کی ہلک
 تھیں اور عزم ایک سو چالیس سے زیادہ نہیں ہوں گے لیکن دونوں
 میں زیر دست مفاہمت نظر آتی تھی۔ اس کا اندازہ اس بات سے
 ہوتا تھا کہ بھڑکی دیک اور بھڑکی آواز مسلسل سنا لی دے رہی تھی
 اور پاس بیٹھے ہوئے حضرت بڑے سمر و سکون سے ایک لفظ بولے
 بغیر اس کو اس کوٹھ رہے تھے۔ جو بھانے کسی موضوع پر تھی۔ عمر
 دونوں کی ساتھ اور بیٹھو سے کچھ اور بڑی اور بڑی لیکن چہرے
 رشاس رشاس تھے۔ کوئی قانون کے سہارے ہال مصنوعی طور پر
 گھنگھیرے ہائے بنائے گئے تھے۔ انہوں نے ایک ایک بھی اتھالی نہیں
 کیا ہوا تھا۔ بار بار قہقہہ لگا کر سسٹمی تھیں اور ان کا ساتھی سمر دیتا تھا
 ان سے آگے والی سیٹ پر ایک مسکینا لپ کا شخص بیٹھا ہوا تھا
 جس کی لمبی لمبی نوٹیں ٹھوڑی ٹھوڑی ہوتی تھیں۔ چورباہان چہرہ
 تھا۔ براہیں بیٹھے ہوئے شخص کی شکل میں سے نظر نہیں آتی تھی۔
 تیسری سیٹ پر لیٹا اس پر جو بڑے بڑے کے پیچھے تھی
 دو افراد بیٹھے تھے۔ ایک مرد اور ایک عورت ان بڑی۔ مرد کو کدربانی
 منزل سے گزر کر چھاپے کی طرف جا رہا تھا۔ اس کا چہرہ ٹرو قرار تھا
 اور انہیں گہری ذہانت کا پتہ دیتی تھیں۔ ناک بھاری، لمبی اور بیڑ
 تھی جس سے اس شخص کی نفس اور پراثر شخصیت کا اظہار ہوتا تھا۔
 ٹھوڑی پر چھوٹی سی بھروسے رنگ کی دائرہ اس کے چہرے پر
 کو خاصا بار عجب بندے ہوئے تھی۔ رونی سن و جمال کا نہ بولنا ایک
 تھی۔ عمر زیادہ سے زیادہ اس کی بائیس سال ہوگی۔ وہ ایک ثابت
 قیمتی کوٹ میں ملبوس تھی اور گہرے رنگ کا کوٹ ہوئے کی وجہ
 سے اس کے چہرے کے تمام اعضاء اور نمایاں ہو گئے تھے۔ ایک نظر
 دیکھنے سے وہ خاص ہی جاذب نگاہ محسوس ہوتی تھی۔
 مزید مسافروں کا جائزہ لینے کی خواہش بے اختیار میرے
 دل میں ابھری اور میں اس خواہش کو باز رکھا۔ چنانچہ اپنی جگہ سے
 اٹھ کر جہاز کے عقبی حصے میں بنے ہوئے ہاتھ دیک کر جانب بڑھ گیا۔
 میں سست روی سے ہاتھ دھوم کی جانب گیا تھا اور پانچواں آٹ ایک
 ہی جانب رکھا تھا۔..... میرے بائیں طرف بیٹھے
 بھی مسافر بیٹھے ہوئے تھے، انہیں دیکھتا ہوا میں ہاتھ دھوم میں گھس
 گیا۔ چند لمحات ہاتھ دھوم میں گزارنے کے بعد جب میں وہاں سے

ہذا تو میں نے چہرہ پھر بائیں طرف گھما رکھا تھا۔ اس طرح جہاز میری
 سیٹ تھی وہاں تک بیٹھے ہوئے تمام مسافر میری نگاہوں میں آ گئے۔
 اس سے آگے کے لوگوں کو دیکھنا کسی طور پر ممکن نہیں تھا۔ چنانچہ میں
 اپنی سیٹ پر آ بیٹھا۔
 لو بوسے بھی سیٹ کی پشت سے سر نہ کھانے اطمینان سے بیٹھا
 ہوا تھا۔ میں نے سوچا کہ اب مزید ذہن کو پریشان کرنے سے کوئی
 فائدہ نہیں، چنانچہ میں بھی آرام کروں۔ اس خیال سے میں نے
 اپنی سیٹ کھولی اور اطمینان سے نیم دراز ہو گیا۔ بہت سے مسافر
 مجھ سے پہلے ہی اپنی سیٹ کھول کر آرام کر رہے تھے۔ یوں بھی
 رات گہری ہوتی جا رہی تھی اور اب سوئے کے علاوہ اور کوئی کام
 نہیں رہ گیا تھا۔
 ٹھوڑی دیر تک تو ذہن بیدار رہا۔ پھر آہستہ آہستہ اس پر
 سناٹے مسلط ہوئے گئے۔ میں گہری نیند سو گیا تھا۔ جہانے وہ رات
 کا کون سا پر تھا کہ وقتاً بوقتاً بولنے مجھے جھجھکڑ کر چکا دیا۔ وہ نذر
 نذر سے میرا نشانہ بن رہا تھا۔ میری آنکھ کھل گئی۔ ایک لمحے کے لیے تو
 ماحول کا تعین کرنے میں کچھ وقت پیش آئی لیکن دوسرے لمحے مجھے
 یاد گیا کہ میں اپنی آرام گاہ کے نیندوم میں نہیں ہوں، جہاز میں سفر
 کر رہا ہوں۔ پھر لو بوسے جھجھکڑنے کا خیال آیا اور اس کی آواز
 کالوں میں ابھری۔
 "سمر ہوشیار! بلیز ہوشیار ہوجائے۔"
 "کیا بات ہے ہولو؟ میں نے سنبھل کر پوچھا۔
 "ہر انہیں کھولے اور بند کرنے سے ذہن مست ہو گیا تھا۔
 "پائلٹ مکین میں کچھ بڑے ماسٹر۔ لو بوسے سرگوشی کے
 انداز میں کہا۔
 "کیا مطلب؟ میں چوکتا ہوں۔
 "وہ دیکھتے ہیں کہ پائلٹ مکین کے پاس کھڑی ہوئی
 ہیں اور یہ شخص مکین سے باہر آیا ہے۔ چاروں کافی پریشان معلوم
 ہوتے ہیں۔ اس نے سناٹے اشارہ کیا۔ فاصلہ کافی تھا اس لیے
 ان لوگوں کی آوازیں تو نہیں سنا لی دے رہی تھیں لیکن اس بات
 کا اندازہ ہوئی ہو رہا تھا کہ وہ چاروں پریشان ہیں۔
 "اوپکا؟ میں نے پوچھا۔
 "معلوم نہیں چیف میں مکین معلوم کروں؟
 "نہیں رگ جان۔ میں نے جواب دیا اور خود اپنی سیٹ سے
 اٹھ گیا۔ ہم دونوں کے علاوہ تقریباً تمام مسافر سوئے ہوئے تھے
 اور ان میں سے کچھ جاگ بھی رہے تھے تو ماحول سے بیگانہ تھے۔ مگر
 ایک ہوشیار زیر رفتاری سے اسٹیورڈ مکین کی جانب بڑھی اسے میرے
 نزدیک سے گزرا تھا۔

"کیا بات ہے مس؟ کوئی خاص معاملہ ہے؟ میں نے سوال کیا
 اور وہ زیر زبانی مسکرایا۔
 "جس جناب، براہ کرم آپ آرام سے تشریف رکھیے؟ میں نے
 آگے بڑھ کر کوشش کی لیکن میں نے ہاتھ پھیلا دیا۔
 "ہوشیار، اگر کوئی نظر ناک بات ہے تو تمہیں اس سے
 مسافروں کو گاہ کر، چاہے تاکہ سب اپنے طور پر ہوشیار ہوجائیں۔
 "ابھی کوئی فیصلہ نہیں کیا جا سکا جناب۔ آپ مطمئن رہیں،
 اگر کوئی بات ہوتی تو ہم آپ کو اس سے مطلع نہیں کر سکتے۔ ہوشیار
 نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ اس کے چہرے کی پریشانی بتاتی تھی کہ وہ کوئی
 خاص معاملہ ہے۔
 میں خود باز نہ کر سکا اور برق رفتاری سے آگے بڑھتا ہوا
 پائلٹ مکین کے پاس پہنچ گیا۔ وہ لوگ جو تک کر مجھے دیکھنے لگے تھے۔
 میں نے ہوشیار کے کھانے اس شخص کو مخاطب کیا جو وہاں
 کھڑا ہوا تھا۔ معاون پائلٹ کے لباس میں ملبوس اس شخص کا
 چہرہ آگرا ہوا تھا۔
 "سمر، یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آپ لوگ کسی پریشانی کا
 شکار ہیں۔ میرے رکھنے سے اس شخص نے سرا سیدہ لگا ہوں سے
 دونوں ہوشیاروں کی طرف دیکھا۔
 "جناب عالی، آپ اطمینان سے تشریف رکھیے۔ ہم بھی بہت حال
 کا کچھ نہ کر کے آپ کو بتا دیں گے۔ اس نے قدم آگے بڑھ کر کہا۔
 میں کہا۔
 "ممن ہے میں تمہاری کچھ مدد کر سکوں۔ براہ کرم بھولتے حال
 بتاؤ۔ میں نے اج سخت کہے کہا اور وہ مسافروں پر نگاہ
 دوڑانے لگا۔
 "افراقی پھیل جانے کی جناب اور یہ افراقی حال سے
 لیے نقصان دہ بھی ہو سکتی ہے؟ اس نے تشویش ناک چہرہ بنا کر
 جواب دیا۔
 "ماتا ہوں لیکن سب لوگوں کو بتانے کی ضرورت نہیں
 ہے۔ صرف مجھے بتاؤ کیا معاملہ ہے؟ میں نے زری سے کام لیا۔
 اس میں کس شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہ گئی تھی کہ کوئی خاص ہی
 مسئلہ پیش تھا۔
 اس نے ایک لمحے کے لیے کچھ سوچا، پھر آہستہ سے ولایت میرا
 ہم میگ کار نہ ہے۔ معاون پائلٹ ہوں۔ میرے ساتھ ایک اور
 معاون پائلٹ ہے۔ اس کا نام ڈاکٹر ہے۔ بلکہ چیف پائلٹ
 مائیکل ہے۔ ان کو جاننے کا ہو گیا ہے جناب! ہمارا جانا بچا ہوا
 ہے لیکن اس نے مائیکل کی کشتی پر دیوار کو دھک دیا ہے اور وہاں سے
 کو کسی خاص سمت میں لے جانے کی ہدایت کر رہا ہے۔"

سربراہوں کو بھی اس خدشے کا شائبہ نہ ہو گا کہ راستے میں کوئی ایسی آزمائش پیش آسکتی ہے۔ وہ شاید مجھ اس طرح بے خبر نہ رکھنا چاہتا۔

بہر حال یہ اتفاقی آفت تھی، اس کا جو بھی نتیجہ نکلتے، اس میں میری کوئی ذمہ داری نہیں تھی۔ زندگی یا موت کا فیصلہ تو کسی بھی شخص کے ہاتھ میں نہیں تھا۔ اس معاملے میں تعلیم مجھے ناکام نہیں قرار دے سکتی تھی، کیوں کہ میں لاطرح تھا۔ ایک گہری نگاہ میں نے سکون سے سوتے ہوئے مسافروں پر ڈالی۔ بیشتر خواب پر گوش کے غمزے سے رہتے تھے۔ بس غلے کے افراد تھے، تم یا یو تو تھا جو اس انگ گھڑی کا اندازہ رکھتا تھا لیکن بے چارہ حقیقت سے ناواقف نہ تھا۔

میک نے اب مسلسل باہر دیکھنا شروع کر دیا تھا۔ وہ خود بھی پائلٹ تھا۔ اس لیے یہاں سے باہر کا اندازہ لگا سکتا تھا۔ رنگ پٹی عین ہے زمانہ جنگ میں فوجی طیارے آمارنے کے کام آتی ہوئیں اس طیارے کو آمارنے کے لیے وہ بہت چھپوٹی تھی۔ اس کے دونوں سمت میں بیک بیک چار میں سینٹر ہانے کھڑی تھیں اور طیارے کا کوئی بازو کسی جہان سے ٹکرا سکتا تھا۔

ایک بار پھر میک نے میرے بازو کا سہارا لیا۔ میرے لیے بھی کچھ سے بہتر مشکل ہو گئی تھی۔ میں نے سہارے کے لیے ایک سیٹ پر لڑی۔ طیارہ چل رہا تھا۔

”وہ.... وہ طیارے کو نیچے لا رہا ہے۔“ مائیکل والا خراس کی پراپرٹ پر مل کر سنے کے لیے مجبور ہو گیا۔ ”میک نے کہا اور پھر منظر یاد آواز میں بولا۔ ”میرے خیال میں اب اس مسافروں کو اس بائیں میں مل رہا جانا چاہیے۔“ لاطرح میں وہ زخمی ہو سکتے ہیں۔

”جیسا تم پسند کرو۔“ میں نے کہا لیکن میک شاید مسافروں سے کہہ کہنے کی ہمت نہیں کر پارہا تھا۔ انہیں تھوڑی دیر کے اندر سا فوٹا کو نو دہی صورت حال کا اندازہ ہونے لگا۔ طیارہ جھگڑ رہا تھا اور یہ بات وہ بھی نہیں رہ سکتی تھی۔ وہ سب ایک ایک کر کے جاگ اٹھے تھے۔ ان کی پریشان نگاہیں چاروں طرف مینٹلک رہی تھیں۔

”... یہ سب کیا ہے؟ ایک خاتون کی لڑکی ہوئی آواز سنائی دی۔

”یہ کیا ہو رہا ہے؟ آہ یہ کیا ہو رہا ہے؟“ دوسرے کو نے سنا ایک اور بھرائی ہوئی آواز ابھری۔ میں اور میک اس خوف متونہر تھیں۔ ”اب تو ہوش کون سے ہو سکتا ہے؟“ میں نے کہا۔

”اس میں ہوش کی کیا بات؟“ میں نے کہا۔ ”میرے ہوش کی بات نہیں تھی۔“

ایر پوسٹس مسافروں کو اس پائلٹ کے بارے میں بتانے لگیں جو اس وقت کاک پٹ میں موجود تھا اور طیارے کو انوار کے کہیں سے چلانا چاہتا تھا۔ مسافر کا کارڈ گئے۔ بہت سی فوجی بھی اس بات میں ابھری تھی۔ ایر پوسٹس ان میں سے ایک تھیں۔ ہر چیز کے حالات اچھے نہیں ہیں لیکن آپ لوگوں کا چر سکون رہنا ہم سب کے حق میں بہتر ہو گا۔ کاک پٹ کا دروازہ اندر سے بند ہے۔ کھولنے کی کوشش نقصان دہ ہو سکتی ہے۔ بہتر یہ ہو کہ سب کو اتر جانے دیا جائے۔

اٹھا کر نکلنے کی ہر عورتوں کی چیخیں مچ گئیں۔ مرد ایک ساتھ بولنے لگے۔

میں اور میک سب کا منہ دیکھ رہے تھے۔ طیارہ بازو بڑھا چکا تھا۔ چھپ کر کے ہمارے کاک پٹ اسی جی کی طرف ہو گیا۔ ایک کاپرہ دھتے ہوئے کپڑے کی مانند سفید ہو گیا۔ ”ناگن! یہ خود شے ہے... مکمل خود شے...“ اس کے ہونٹوں سے بڑا پائلٹ ابھری اور اس نے مضبوطی سے ایک سیٹ کا ہینڈل پکڑ لیا۔

طیارہ برقی رفتار سے نیچے آیا لیکن یہ تو کچھ بولنے کے بجائے وہ دن سے آگے نکل گیا۔ میں نے دیکھا، جہاں جی ٹیم ہوئی تھی، وہاں نیچے اور سفید رنگ کی ہزاروں فٹ گہری وادی کے سوا کچھ نہیں تھا۔ طیارہ اس وادی سے گزرتا ہوا پھر گھوم گیا۔ پہلے کا منظر نمایاں ہو گیا۔ اس کا مطلب تھا کہ پائلٹ طیارے کی رفتار کو کنٹرول کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور وہ اسے اسی خطرناک مقام پر آمارنے کے لیے تیار ہو گیا ہے۔ یہ خطرناک دھمکیوں کے ساتھ تھا۔ مسافر کو دیا گیا ہو گا لیکن کیا یہ خطرناک لینڈنگ تھی؟ آخر طیارے کو انوار کرنے والا اسے اس خوفناک ویرانے میں اتارنے کے لیے کیوں مجبور کر رہا ہے؟

میں نے ایک بار پھر میک کی جانب دیکھا۔ میک ابھی جنگ ساکت تھا۔ وہ تو بہر حال پائلٹ تھا۔ مجھے بہتر طور پر آفس صورت حال کو سمجھا ہوا تھا۔ میں جانتا تھا اس کی ذہنی حالت کیا ہو گی۔ اس لیے میں نے اسے مخاطب کرنا مناسب نہیں سمجھا۔

ایک بار پھر طیارہ کافی نیچے اتر کر اسی جی کی طرف آیا۔ پائلٹ اس کی رفتار کو کنٹرول کرنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ ساتھ ساتھ میک کی نگاہ بھی ابھری ہوئی تھی۔ وہ بے بسی سے حالت کا تماشا دیکھ رہا تھا۔ کوئی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ میں نے ایک نگاہ مسافروں پر ڈالی۔ وہ کچھ سمجھ رہے تھے، کچھ ذرا بے دماغی مانگ رہے تھے۔ چند عورتیں کاک پٹ میں بیٹھ کر رو رہی تھیں۔ ایک بوڑھی عورت تو شاید بے ہوش بھی ہو چکی تھی۔ کچھ لوگ تیراکی کی انتظامیہ کو برا بھلا کہہ رہے تھے۔

میرے تھے کہ انوار کرنے والا پائلٹ اس کی کا ملازم تھا۔ ابھی طیارے نے زمین کو چھوا تھا کہ دفعتاً باہر ایک ابھری ہوئی جہان اور اس پر چھپتی ہوئی برف کا تودہ اچانک دکھائی دیا۔ وہ میک کے حق سے ایک دہشتناک جھجک گئی۔ سر ادا لیں کچھ سا گیا تھا۔ شاید پائلٹ نے بھی اس خوفناک صورت حال کو سمجھ لیا۔ اگر ایک سیٹ کی بھی تاثیر ہو جاتی تو طیارے کا بازو اس جہان سے ٹکرا جاتا اور اس کے بعد کچھ ہوتا، وہ سوا چھپتی نہیں جاسکتا تھا۔ پائلٹ نے خطرناک پر پورا زور ڈال دیا اور طیارہ بدوق سے مچھلی ہوئی کوئی کی طرح پھر آسمان کی طرف اٹھ گیا۔ یہ دھچکا انداز پرست تھا کہ اس نے مسافروں کو اٹھل پھل کر کے رکھ دیا۔ پچھون کی آوازوں سے طیارہ کو گھٹا تھا۔ جو اس مسافر پرانی سیٹوں سے اٹھل کر کھڑے ہوئے۔ انھیں سنبھالنا ضروری تھا۔ ورنہ وہ نہ چلنے کیا کر سکتے۔

میک ایر پوسٹسوں کے ساتھ مسافروں کو سمجھانے لگا۔ آپ لوگوں نے حواس کو قابو میں رکھیں۔ پوریشن جلد ہمارے کنٹرول میں آجائے گی۔

کوئی اس کی بات سننے پر آمادہ نہیں تھا۔ سب برا بیگی سے اوٹ پانگ باتیں کر رہے تھے۔ سسکیوں اور جھجکیوں کی ایک آوازانی کیفیت پورے طیارے میں تھی۔

طیارہ پھر نیچے آ رہا تھا۔ یقینی طور پر اس پائلٹ سے آمارنے کا آخری فیصلہ کر چکا تھا۔ مجھے یوں ہی محسوس ہوا تھا کہ میری بیٹی کھڑی تھی۔ ہونٹ ایک دوسرے سے اس طرح جڑ گئے جیسے کبھی جدا نہ ہوں گے۔ طیارے کے پیٹوں نے برف پھولی اور پھر اس کے پچھونے برف میں گڑے۔ طیارہ کسی سمت یا تھی کی طرف دوڑتا ہوا اس جی کی کڑی سے تنگ جا رہا تھا، جہاں موت کے بھیانک سامنے منظر لا رہے تھے۔ کبھی پون محسوس ہوتا جیسوا وہ سیدھا کھڑا ہو گیا ہو۔ اہی اور اہی مجھے لگتا تھا۔ مسافروں کی حالت جہاں سے باہر تھی ایک مسافر کے ہاتھ میں کوئی بوتل بولی ہوئی تھی۔ براہ کمال ایک شخص طیارے کے چھلکے سے اس کے اوپر اڑا۔ وہی اس کے اٹھنے سے چھوٹ گئی اور دونوں اور تسلی سیٹ پر گر گئے۔ ایک مسافر ای کی گئے۔ پچھل کر طیارے کی کپٹ سے ٹکرایا۔ اس نے وہاں سے غلاباری کھائی اور نیچے آگیا۔ اس کی دہشتناک چیخیں بلند ہوئیں اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ مسافر ایک دوسرے سے لگدڑ ہو گئے۔ روئے چھپتے اور گراہنے کی آوازیں کان بھارے۔ دھتے رہی تھیں۔ کچھ طیارے کی باؤی برف سے رگڑ رہی تھی۔ کسی بھی وقت طیارہ تباہ ہو سکتا تھا۔ کھڑکیوں کے شیشے ٹوٹ رہے تھے اور اب ہر اوائلی بھی اندر آنے لگی تھیں۔ ان خاتون کاٹھو

بھی قیامت تھا۔ لوگ پائلٹ کو برا بھلا کہنے کے فرض سے بھی ناقل نہیں تھے۔

”میک ماسٹر! ہوئے کہاں گئے دھتے دھتے دیا لیکن میں نے خود کو سنبھال لیا۔ ایک لڑکی اپنی جگہ سے اٹھ کر کچھ پر اڑی تھی۔ وہ نے اس کی ذمہ دہی کے لیے مجھے دھتے دھتے دیا تھا۔ لڑکی میرے سہارے کھڑی تھی۔ اس نے مجھے مضبوطی سے جکڑ لیا اور پھر پائی انداز میں چپچپ گئی۔ میں اس کا شانہ جھکے تھپانے کے سوا کچھ کر سکتا تھا۔ دفعتاً ایک دھماکا ہوا۔ طیارے کا بازو کسی جہان سے ٹکرا رہا تھا۔ طیارہ ناخن لگی تھلا اس رقص کے نتیجے میں کچھ ہوا اس کی تھیں۔ پچھل کر اڑی تھیں۔ یو یویر اساتھ چھوڑ کر ایک اور لڑکی کی گوت میں چل پڑا تھا۔ اس کے بعد دوسرا اور پھر تیسرا دھماکا ہوا اور پھر ایک دم سکون چھا گیا۔ جیسے چلائے مسافر اچانک خاموش ہو گئے۔ یہ سکوت عارضی تھا۔ صرف چند مساعت کے لیے۔ اس کے بعد کا شور پھلنے سے زیادہ تھا۔ زخمی زیادہ زور سے چپچپے لگے تھے۔ وہ عجیب و غریب حرکتیں بھی کر رہے تھے۔ جہاں جہاں کسی آواز میں سنائی دے رہی تھیں۔ یہ پائلٹ ٹوکرا پڑے۔... یہ کیا کر رہا ہے؟ کیا یہ ہمیں ختم کرنے کے لیے لایا تھا؟...؟...؟ ہمیں مار دینا چاہتا ہے۔...؟ آخر اس ویرانے میں برف کی اس جی پر...؟ میں نے بول میں آ رہا تھا، کہہ رہا تھا۔ بہت سے لوگ بے ہوش ہو گئے تھے۔ مجھے علم نہیں تھا کہ طیارہ اب کس پوریشن میں ہے۔ بتائی جی کا آخری سرائیا اس لیے قریب نہیں آیا تھا کہ طیارہ جہان سے ٹکرا کر ٹھوٹ گیا تھا۔ یقینی طور پر اب وہ برف میں دھنسا ہوا ہو گا۔ پھر عقب سے کسی نے مجھے پکارا۔ یہ میک تھا۔ اس کا چہرہ زخمی تھا۔ پیشانی سے غلہ بہہ کر پورے چہرے پر پھیل گیا تھا۔ لباس پر بھی جڑ جڑو دھتے پڑے ہوئے تھے۔

میں نے ہمدردی سے اس کے بازو پر ہاتھ رکھا۔ وہ مسٹر میک آپ زخمی ہیں؟

”شدید زخمی نہیں۔ اس نے مسر کر جواب دیا۔

”لیکن سب سڑا میگ۔ یہ سب...“

”صورت حال کا کسی حد تک آپ کو اندازہ ہے جناب؟“

میک بولا۔ ”میری خواہش ہے کہ ہم کاک پٹ میں دیکھیں۔ تو ابھی ہمارے پاس کچھ ہوا تھا۔

”اودہ ضرور؟“ میں نے جواب دیا اور میک کے ساتھ اٹھے بڑھ گیا۔ پائلٹ کینن کا دروازہ کھلتا اور اندر سے لاک تھا۔

”مسٹر مائیک... میں نے یہاں ایک...“

مستقبل کے خوف سے لرز رہی ہوئی۔ بھائی چوہوں سے اترنے کے راستے ان کے علم میں نہ تھے اور وہ ہر اڑوں کی چوٹیاں سر کرنے والے ہم جو بھی نہیں تھے جو ہر قسم کی منتیاں جیل لینے کے مادی ہوتے ہیں۔ عام قسم کے لوگ ایک عام قسم کا گمراہ ہے جسے کئی تئیریں آئیں ہم جوئی کی آزمائش میں ڈال دیا۔ وہ جو مرچے تھے اس لحاظ سے بہتر تھے کہ ان کے حالات کے لیے ان کے لیے خوف سے بہرے ہوئے ہوں گے۔ جب کہ زندہ لوگوں میں سے ہر شخص اپنے اپنے طور پر مزدور سے موت پر ہو گا کہ اس کا کیا انجام ہو گا۔

میں اور لوہو عام انسانوں سے مختلف نہیں تھے۔ میں یہ نہیں کہوں گا کہ میں ان کے والے وقت کے لیے پریشان نہیں تھا۔ البتہ میری پریشانی میں خوف کا وہ عنصر شامل نہیں تھا جو ان میں سے بہت سے معصوم لوگوں کے ذہنوں میں ہو گا کہ یہ سوچ رہا تھا کہ زندگی کے اس سٹے موڑ کا دکھیں کیا انجام ہوتا ہے۔ البتہ میں لوہو کو دوا دوں گا کہ وہ اس قدر بے قرار نہ رہے۔ نظر آ رہا تھا کہ وہ اپنے گھر کے ڈرائنگ روم میں بیٹھا ہوا تھا۔ بالکل مطمئن۔ سکون اور اطمینان خدا کی دین ہے اور وہ شخص قابل رشک ہوتا ہے جسے ہر حال میں وقت گزارنے کا فن آجائے۔ مائیکل، میک اور دو دن ایر پوسٹ میں ایک جگہ کھڑے ہوئے بائیں کر رہے تھے۔ غالباً تین ایر پوسٹیں اور ان میں ان کے ساتھ لیکن وہ زندہ نہ تھے کسی تھیں۔ یوں بھی ہمارے مسافروں میں میرے اپنے انداز کے مطابق تین ٹھہرے فی صد لوگ ہلکے ہو چکے تھے جو چاہتے تھے ان میں سے تھیں یا تین فیصد شدید زخمی تھے اور دس فیصد زخمی تھے لیکن خود کو کھینچا لے سکتے تھے۔ بقیہ وہ لوگ تھے جو خوش بختی سے محفوظ رہے تھے۔ ان میں کوئی چوٹ ایسی نہیں آئی تھی جو قابل توجہ ہوئی۔ ان میں ایسی اور لوہو وغیرہ بھی شامل تھے۔ لوہو میرے پاس آکر بیٹھ گیا۔ اس کے ہاتھوں پر عجیب سی مسکراہٹ تھی۔ میں نے چونک کر دیکھا اور پھر ایک گہری سانس لے کر ہاتھوں کے اطراف میں نظر ڈرانے لگا۔

”ماسٹر! لوہو پر وہ توجہ نہیں دے رہے ہو جس کا وہ مستحق ہے؟“ اس نے آہستہ سے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

”نہیں لوہو، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ تمہیں یہ خیال کیسے آیا؟“

”اس ماسٹر آگیا۔“ غلط فہمی ہے۔ اسے ذہن سے نکال دو۔“

”نہیں ماسٹر، میں جہاز میں اپنی جگہ سے اٹھ کر تمہارے پاس آیا تھا۔ اس وقت جب تم مشین کے ساتھ کھڑے اندر کی

کیفیت سے واقف ہو چکے تھے تم نے مجھ کو ان سے ہٹا دیا۔ حالانکہ میں اس وقت بھی کوئی کوشش کر سکتا تھا۔“

”میں اس مطلب میں نے تعجب کیجی میں پوچھا۔“

”پائٹل! کہیں کا دوا دہ ہی بند تھا۔ اس وقت دوا دہ کسی نہ کسی ترکیب سے کھولا جاسکتا تھا۔ لیکن تمہارا ہم اندر اس شخص پر قابو پا لیتے ہو طیارہ اٹھا کر اسے کسی کوشش کر دے۔“

”مشکل تھا۔“ اس طرح یہی ممکن تھا کہ وہ چوٹی آؤں پائٹل پر حملہ کر دیتا اور طیارہ فضا میں ہی پھانسی ہو جاتا۔“

”بہر صورت پیٹ، جیسا تم پسند کرو۔ میں اس سلسلے میں تم سے کوئی فرمائش نہیں کروں گا۔ لیکن میری آرزو ہے کہ اپنے معاملات سے خود اہمیت سمجھ آگاہ رکھو تاکہ میں اپنے طور پر بھی کچھ نہ کچھ کر سکوں۔“

”ہاں۔“ میں نے ٹھنڈے دل سے لوہی اس درخواست پر جواب دیا۔ ”ٹھیک ہی لگتا تھا لوہو۔“ تنظیم مجھے معاملے سے باہر رکھتا تھا۔ اگر میں بھی لوہو کو اس سے باہر رکھوں تو اس میں کوئی برائی نہیں تھی۔ کم از کم تیار ہونا خیالات کے لیے کسی ایک شخص کی ضرورت تو تھا۔ اس کی تھی اور پھر ہر اوزن فٹ بند برف کے ان دیواروں میں کون سے ایسے راستے جو باہر جاسکے تھے۔ چنانچہ لوہو کو ترکیب دانا نہ تھے کوئی ہرج نہیں تھا۔ میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اگر کون کے کچھ اوقات تیرے مجھے تو لوہو کو اس بارے میں تفصیلاً بتاؤں گا۔

لوہو بھی پر خیال لگا ہوں سے چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اس وقت گہری جھک پیدا ہو جاتی تھی جب وہ جہاز کی لوک پر چھوٹے ہوئے طیارے کو دیکھتا تھا۔ دفعتاً وہ کھٹکھٹا کر ہنس پڑا۔ میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

”خیریت؟“ اس بات پر ہنسی آگئی؟ دیکھو میں اس بات سے متاثر ہوں تو لوہو کہ تم اس خوف ناک ماحول میں بھی ہنس سکتے ہو۔“

”ماسٹر، میں تو اس خوف ناک ماحول میں بھی ہنستا تھا۔ تمہیں شاید یاد نہیں رہا۔“

”ہاں، مجھے یاد ہے۔“ لیکن اس وقت کس بات پر ہنسی آگئی تھیں؟“

”میں اس جہاز کو چھوٹے دیکھ کر بے اختیار ہنس پڑا تھا۔ وہ دود جب ہم پار کوں میں اس قسم کے سختیوں پر کھینچے تھے جسے میں مانگا تھا۔ ایک بچہ ایک سرے پر، دوسرا دوسرے سرے پر کیا خیال ہے ماسٹر؟“ لوہو نے کہا۔ میں بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکا۔

دفعتاً ایک خیال میرے ذہن میں آیا میں نے لوہو کے اشارے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ”لوہو تمہارے ذہن میں اور کوئی خاص بات آئی؟“

”مثلاً ماسٹر!“

”تمہارا کیا خیال ہے لوہو، کیا جہاز کے اس حادثے سے زندہ بچ جانے والوں کے لیے آنے والے وقت میں مشکلات پیدا ہوں گی؟“

”شدید ترین مشکلات میں ماسٹر! جہاز کا یہ لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے۔“

”ہم خود بھی ان مشکلات کا شکار ہوں گے لوہو میں نے کہا۔“

”بے شک ماسٹر لیکن کیا کیا جاسکتا ہے؟“

”تمہارے ذہن میں ان سے بچنے کا کوئی طریقہ ہے؟ میں نے لوہو سے سوال کیا۔“

”نہیں ماسٹر لیکن کیا تم نے اس بارے میں غور کیا ہے؟“

”ہاں لوہو، میں نے بہت غور کیا ہے۔ ہم جلد و جہاز کے لیے یہ کچھ آسانیاں تو حاصل کر سکتے ہیں۔“

”دہ کیا حیثیت؟“ لوہو سنجیدہ ہو گیا۔

”جہاز میں لاشوں کے علاوہ بہت سا سامان بھی موجود ہے۔ زندہ بچ جانے کے لیے ہم قریبی طور پر جہاز سے باہر نکل آئے۔ لیکن جہاز جس انداز میں چٹان پر چھو رہا ہے اور جتنی دیر اسے گزر رہی ہے، اس سے اس بات کا قیاس بھی کیا جاسکتا ہے کہ کون سے کچھ ہرج مریض یا چٹان پر ٹک جائے۔“

”ہاں! امکان ہے جیٹ۔“

قریباً کہہ رہے تھے تو وہ تمہارے شکر گزار ہوں گے لیکن اس وقت اس جھوٹے ہونے جہاز کے ڈھانچے میں کسی ذی روح کا داخل ہونا ایک ناقابل یقین سی بات ہے۔ البتہ اگر تم چاہو تو جہاز کے علیحدہ سے بات کر سکتے ہو اس میں بھی صرف دو افراد ہیں۔ جھلا اور کون ہمارے ساتھ شامل ہوگا؟ یا پھر وہ دونوں جہاز کے کام کے نظر آتے ہیں جیٹ، جنہیں ہم نے پہلے جہاز کی کھڑکیوں سے باہر مار دیا تھا۔ ممکن ہے وہ ہمارے ہم خیال ہو جائیں۔ آؤ خدا ان سے بات کریں! لوہو نے کہا اور میں تیار ہو گیا۔

وہ دونوں شخص چوہوں سے خدا سے مذہب نظر کرتے تھے، اچھے خاصے تو قوس کے مالک تھے۔ ایک جگہ فلوریڈ سے گریں جھکائے بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے اور لوہو کو دیکھ کر ان کے چہروں پر کئی تہ خوش اخلاقی کے تاثرات پھیل گئے۔

”ہیلو! ان میں سے ایک نے کہا۔“

”ہیلو، میرا نام علی ہے اور میرا اگر دوست لوہو ہے۔“

میں نے ان کی طرف ہاتھ دھرا ہے ہوئے کہا۔ انھوں نے اپنا ہاتھ جیسوں اور فریڈ کے ناموں سے کرایا۔

”ماسٹر! میں بھی آپ کی طرح ایک مسافر ہوں لیکن جارہے تھے ہم لوگ لیکن ان حالات کا شکار ہوئے وہ آپ کے علم میں ہے۔ آپ نے جہاز کی کوئی ہونے کھڑکیوں سے باہر نکل کر لوگوں کی زندگیاں بچائے۔ میں ایک اہم کارواں کی قومی یہ بہت ہونے کو آپ کو مزید کالیف کے لیے تیار کروں۔ کیا آپ انسانی جہد و کوشش کی بنیاد پر خود اپنے اور ان لوگوں کے لیے کچھ کرنا پسند کریں گے؟“

”مثلاً؟“ جیسوں نے سوال کیا۔

”رات کو چوٹی جا رہی ہے اور ابھی لوگ اس قابل نہیں ہیں کہ سبز قدم بھی زندگی کی تلاش میں نکل سکیں۔ کیا برف پر کھنڈ والی رات ہمارے لیے زندگی کی علامت ہوگی؟“

”ہرگز نہیں!“ فریڈ نے جواب دیا۔

”ہم دونوں اسی موضوع پر بات کر رہے تھے۔ میرے ذہن میں ایک ناقص سا خیال آیا ہے۔ اور چونکہ آپ نے انسانی جہد و کوشش کے نام پر کچھ جہد و کوشش کی ہے، اس لیے سب سے پہلے ہم نے آپ ہی کا انتخاب کیا کہ آپ کو اپنا جہاز چاہو یا نہیں؟“

”مغزوہ ضرور۔ آپ کو کیا خیال آیا ہے مشر علی؟“

”جہاز کے اندر جو سامان موجود ہے اسے کسی طرح باہر نکالا جائے۔“ میں نے کہا اور فریڈ اور جیسوں چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔ انھیں میری ذہنی بحث پر شہرہ ہو۔

پھر فریڈ نے کہا۔ ”کاش ایسا ممکن ہو سکتا۔ جہان کی کیفیت

آپ دیکھ رہے ہیں۔ مجھے تو اس بات پر حیرت ہے کہ اب تک پشاور پر کیمپوں ہے؟ ہوا کے تیز جھوٹے جس طرح جھلا رہے ہیں اس سے تو یہ اندازہ لگانے کی کوئی دقت نہیں ہے کہ کوئی بھی حملہ ایسا ہو سکتا ہے جب یہ گھبراہٹوں میں چلا جائے۔ ان حالات میں کوئی ایسا کام کیا جاسکتا ہے؟

”بے شک آپ کا خیال درست ہے لیکن ابھی میرے دوست لوہو نے ایک بات کہی جس نے مجھے حیرت سے ذہن میں پید کر دی۔“ میں نے مسکرا کر کہا۔

”وہ کیا؟“

لوہو نے کہا کہ اس جھوٹے ہونے جھلاؤ کو دیکھ کر اسے بچپن یاد آگیا جب وہ ایک چھترے پر بیٹھ کر اس طرح جھولا کرتے تھے۔ مشرق پر، اگر ایک چترے کے سرے پر بیٹھ جائے تو مخالف سرا اٹھ جائے۔ لوہو کے بات کہنے ہی سے یہ تصور میرے ذہن میں آیا تھا کہ اگر ہم جہاز کے اگلے حصے میں زیادہ سے زیادہ وزن لاد دیں تو کیا وہ حصہ نیچے نہ بیٹھ جائے گا؟ اس طرح ہمارے خالی کرنے میں کیا برباد ہو سکتے ہیں؟

فرچہ اور جیکسن پر خیال رکھا ہوں سے مجھے دیکھنے لگے پھر جیکسن بولا ہاں یہ ممکن ہے لیکن بڑی مشکل پیش آئے گی جناب بطیار کے اندر بار بار جانا اور دھک کا سامان اُدھر کر کے بے حد مشکل کام ہو گا کیونکہ یہ کسی بھی وقت گھبراہٹوں میں ہلکا ہو سکتا ہے۔“

”ٹھیک ہے،“ گوشش کہے بیٹھے ہیں، کامیابی یا ناکامی تصدیق کی ہے۔ میں آپ لوگوں کو رٹے چاہتا تھا اور آپ لوگوں کو کافی مدد پر آمادہ کرنا چاہتا تھا۔ آئیے اب مشورہ مانگیں اور ان کے ساتھ مشورہ سے بھی بات کریں۔“

وہ دونوں تیار ہوئے اور ہم میگ اور مائیکل کیس پاس پہنچ گئے۔ میگ نے پسندیدہ لگا ہوں سے مجھے دیکھا اور پھر مائیکل سے کہنے لگے۔ ”میں اس بات کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ ہمارے دوست مشرعلی نے مجھے بہت بڑا سہارا دیا ہے جو حادثہ ہو چکا ہے اس کے لیے تو کوئی بھی کچھ نہیں کر سکتا یا کر سکتا لیکن وہ لوگ قابل احترام ہوتے ہیں جو ہر حال میں خود پر قابو رکھ کر دوسروں کے لیے کچھ کریں۔“

”بے شک، میں بھی مشرعلی اور مشرلو کو کرسٹوفر یاد رکھوں۔“ مائیکل نے کہا اور مجھے ہنس اٹھی۔ وہ لوگ بھی مسکرا کر بیٹھے دیکھنے لگے۔

”کیوں مشرعلی، آپ منہس کیوں دینے ہو؟“

”اس لیے کہ ہم ایسے پرتکلف ماحول میں گشتگو کر رہے ہیں

جیسے اپنے کسی مکان کے ڈرائنگ روم میں ہوں۔ دراصل ہم چاروں ایک جگہ بیٹھے کر آپ کے پاس آئے ہیں اور آپ سے اس موضوع پر گفتگو کرنا چاہتا تھا۔“

”جی جی، فرمائیے،“ مائیکل نے جلدی سے کہا۔

”آپ نے آئے والے وقت کا تصور کیا ہے مشر مائیکل؟“

یقینی طور پر مستقبل آپ کے ذہن میں بھی ہو گا۔ میں زیادہ دور نہیں جا رہا ہوں۔ رات کی بات کرتا ہوں۔ کیا یہاں رات کو ناقابل برداشت سردی نہ ہوگی؟ اس وقت ہم سب اور یہ زخمی کیا کریں گے؟“

”ہاں، اسے شک یہ ہونا کی مصیبت صرف چند لمحات کی نہیں ہے۔ بلکہ ٹھوڑی ہی دیر کے بعد ایسا وقت شروع ہونے والا ہے جس میں ایک ایک لمحہ زخمی کی گھڑی بھی اختیار کر سکتا ہے۔“

برفانی سلسلہ کوہ میں اس جہازوں فٹ کی بلندی پر رات کا کیا عالم ہو گا؟ اس تصور سے ہی ہمارے رونگٹے کھڑے ہونے لگے ہیں۔ آپ کا کیا خیال ہے مشرعلی، کیا اس سلسلے میں آپ کے ذہن میں کوئی تجویز ہے؟

”جی ہاں، تجویز صرف یہ ہے کہ جہاز کے سامان کو باہر لایا جائے۔“

”کیا؟“ مائیکل اور میگ اچھل پڑے۔

”جی ہاں، میں اس سلسلے میں اپنی خدمات پیش کرتا ہوں اور یہ خطرہ مول لینے کوئی کارہ نہیں ہے۔ ورنہ جیکس سب کی لاشیں لڑائی ہوئی ہوں گی۔ ہم ان کم گرم کپڑوں کا انتظام ضروری ہے۔“

”ٹھیک ہے لیکن سوال یہ ہے کہ آپ... آپ تمہارا؟“

”نہیں ماسٹر، اپنے دوست کے ساتھ میں بھی اندر داخل ہوں گا۔“

لوہو نے اگلے بھڑک کر کہا۔ مائیکل اور میگ عجیب سی لگا ہوں سے ہم دونوں کو دیکھنے لگے۔ انکی لگا ہوں میں عقیدت اور ہونٹوں کے اشارے تھے۔

مائیکل نے کہا۔ ”آؤں ہے آپ کی ہمت اور صبر ات پر! ہم سب آپ کا یہ احسان زندگی نہیں نہیں بھولیں گے لیکن یہی رٹے میں ان مسافروں میں سے کہہ دو کہ وہ اس کام کے لیے متنبہ کیا جائے تاکہ ہمدردی نہ بڑھ جائے۔“

”رہنے دی مشر مائیکل، ابھی آپ اس ٹیھی کی بڑبڑی برواشت کر رہے ہیں۔ ممکن ہے یہ جیکس بھولے لوگ اس وقت تک ایسا مادہ پر آمادہ نہ ہوں۔ میرا خیال ہے ہم خود ہی اس سلسلے میں جو کچھ کر سکتے ہیں کرتے ہیں۔“

”بہتر ہے، میں حاضر ہوں۔“ مائیکل نے کہا۔

ہم چار افراد کے بڑے بڑے دو دروازے پر کوشش بھی ہمارے دیکھتے تھے۔ مائیکل اور میگ نے خود بھی اندر جانے کی فرمائش کی لیکن میں نے انھیں روک دیا۔ میں نے کہا کہ میں اور لوہو ہمارے اندر جا کر کوشش کر کے سب سے پہلے ان کے اگلے حصے کو زخمی کیے دیتے ہیں اور اس کے بعد ہم سامان میں محسوس کر چکا تھا کہ کنگ اور مائیکل زیادہ دیر نہیں ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ اساتذہ ہمدردی کی بنا پر سب کچھ کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے لیکن ان کے ذہنوں میں خوف کی پرچھائیاں نمایاں نظر آنی تھیں۔ سب سے پہلے لوہو نے سہارا دیا اور میں ہمارے کی ٹوٹی ہوئی ٹیھی سے اندر داخل ہو گیا۔ دروازہ ابھی ذرا غریب تھا۔

”چاہتا ہوں میں نے ٹیھی کے راستے اندر جانا مناسب سمجھا تھا۔“

دفترا بھاگتے اندر دھڑکتے سے کھڑے کھڑے بڑی آواز میں سنائی دی۔ ان میں مٹی کی گڑبگڑ تھی۔ ایک دو منٹ کے بعد سامان کے نیچے سے ایک انسانی ہویلا نمودار ہوا جس کا چہرہ پہچان نہیں جاتا تھا۔ وہ خون سے رنگا ہوا تھا۔ آنکھوں اور رخساروں پر خون جم کر سیاہ ہو گیا تھا۔ ٹیھی کے قتلے قتلے سے وہ آگے بڑھتا تھا۔

”میں نے بچتی سے آئے سہارا دیا اور ابھی آواز میں کہا۔“

”مگر جو کئی اچھی ہمت کرنا اور ہمارے دروازے سے نیچے اترنے کی کوشش کرو۔“

لوہو نے اگلے بھڑک کر اس ٹیھی کو سنبھال لیا۔ مائیکل مائیکل، جیکسن اور فریٹ موجود تھے۔ انھوں نے اس شخص کو سنبھالا اور انتہائی احتیاط سے اسے زمین پر لٹا دیا۔ پھر جو کئی گرم کپڑے مل سکتے تھے، ان سے اسے ڈھک دیا۔ ایک انسانی زندگی کو جانے میں آجی ہوتی رت ہوئی وہ ناقابل بیان ہے۔ اس کام سے فائدہ ہو کر ایک بار پھر ہمارے کے اندر دھڑکتے میں پہنچ گئے۔ لوہو کے منہ سے ایک خوف زدہ سی آواز نکلی۔ ”خدا کی پناہ! اندر تو خون کی مریاں بہہ رہی ہیں۔ ہر طرف خون ہی خون بھر ہوا ہے۔ دیکھیں، ابھی سیٹ پر بیٹھے ہوئے دو آدمی... اوہ! یہ مر چکے ہیں۔ اور یہ سامان کے نیچے دیے ہوئے لوگ۔“

اس سے زیادہ خوف ان کی نظر پر کبھی نہیں دیکھا۔

”اس طرف تو بہت زبردلو، اپنا کام انجام دو۔ ہمارے کسی بھی وقت وادی میں گر سکتا ہے۔ اس سے پہلے ہم چھوڑ کر گئے ہیں، میں نے اس سے کہا۔

لوہو کی پشیمانی پر پسینے کے قطرے تھے۔ اندر کے مناظر نے اسے کسی قدر خوف زدہ کر دیا تھا۔ خیر ہم نے وہاں سامان چھوڑ دھکیں کر ہمارے گئے اگلے حصے میں پہنچایا اور یہ محسوس کر کے ہیں

سرت ہوتی کر ہمارے کاہن ڈک گیا تھا۔ اس کا اگلا سرا کافی دیر لگا ہوا تھا۔ اس صرف یہ خطرہ تھا کہ کہیں وہ ایک سمت میں اپنی سمت میں پھسل نہ پڑے۔ اس خطرے سے نشے کا عرف ایک ہی طریقہ تھا کہ ہم تندی سے اپنا کام انجام دیں۔ چنانچہ لوہو تیز رفتاری سے اپنے کاہن صوف ہو گیا۔ مسافروں کے لیے ترتیب دی گئیں اور سڑی تھیلے ہمارے کے اندر دھڑکتے میں بند اور کھلے پڑے گئے تھے۔ ہم نے انھیں سمیٹ سمیٹ کر جس حد تک ممکن ہو سکتا تھا، کاہن پر لٹا کر پہنچایا اور پھر ٹوٹی ہوئی ہڈیاں اس میں سے پھینکنا شروع کر دیا۔ نیچے موجود آدمی انھیں تھامتے گئے خالی سونے میں بھی پھینکے گئے۔ کھانے پینے کا سامان بھی... اور دوسری تمام چیزیں بھی۔

ہم ذرا پرورش ہو گئے تھے اور نون کا خیال نہ کر سکتے تھے۔ ایک ایک طباعہ زور زور سے ہلنے لگا۔ اس کی ہر حرکت اتنی غیر متوقع تھی کہ ہمیں اپنا زورہ بچانا ممکن محسوس ہونے لگا۔ لوہو نے ایک دم میرا بازو پکڑ لیا۔ چیف، جلدی۔ جلدی۔ ہلکو۔ طباعہ گرنے ہی والے تھے۔ طباعہ گرنے لگے۔ چیف، میری آواز سن رہے ہو؟ لوہو بیچ رہا تھا۔ جلدی کرو، اپنی جان بچاؤ۔ چھلانگ لگا دو۔“

”چلو لو، چلو پہلے تم۔“

”چیف، جلدی پڑاؤ اور یہ کرو۔“ لوہو نے گھیسے لگا دی وقت طباعہ کی لڑش تھم گئی۔

لوہو نے کون کا سانس لیا۔ ”میں تو سمجھا تھا ماسٹر...“

اس نے اتنا ہی کہا تھا کہ باہر سے مائیکل کی آواز سنائی دی۔ ”میں مریض، بڑا کم فوراً، بہت زہریلے ہوں۔ فوراً بڑا کم جلدی کرو۔ میں ہمارے کے نون میں تبدیلی محسوس کر رہا ہوں۔“

اس کے بعد ہم نے مزید ہمدردی دکھانا مناسب نہیں سمجھا۔ پہلے میں نے پھر لوہو نے نیچے چھلانگ لگا دی۔ یہ چھلانگ بوقت تھی۔ طباعہ کے اگلا حصہ بلند ہوتا تھا۔ وہ اس ٹیھی پشیمان پر پہنچ کر ہمت کر کے اور پھر قیلا بڑھاتا تھا۔ وہاں ہوا ہزاروں فٹ کی گہرائی میں جا کر، اس کے گرنے کی آواز دیر تک پہاڑوں سے گونگن کر رہی تھی۔ ہم نے جھک کر دیکھا کہ انچوں میں ایک وسیع پیمانہ پر ہمارے کاہن نظر آ رہا تھا، طباعہ کے بادل اٹھ رہے تھے۔ سب کے چہروں پر ہوشیاری اڑ رہی تھیں۔ میں نے گہری سانس لے کر سر فلک پر فیشوش پھاڑوں کو دیکھا اور میرے ہر من میں میری ہمدردی دھڑکتے تھیں۔ ان دیر لڑوں سے فائدہ نہ مل سکتا تھا۔

ہم وہاں سے ہٹ کر ایک جگہ آ بیٹھے۔ مائیکل اب مجھے

بہت زیادہ عزت اور شہیت دینے لگا تھا۔ دیر تک خاموشی طاری نہی، پھر وہ جھپٹکے انگڑائیاں کھانے لگا۔ ایک سوال ہم سب کے ذہنوں میں ہے۔ لیکن ابھی تک ہم میں کسی نے اس مسئلے میں زبان نہیں کھولی۔
مثلاً: چچین سوال کر رہا تھا۔

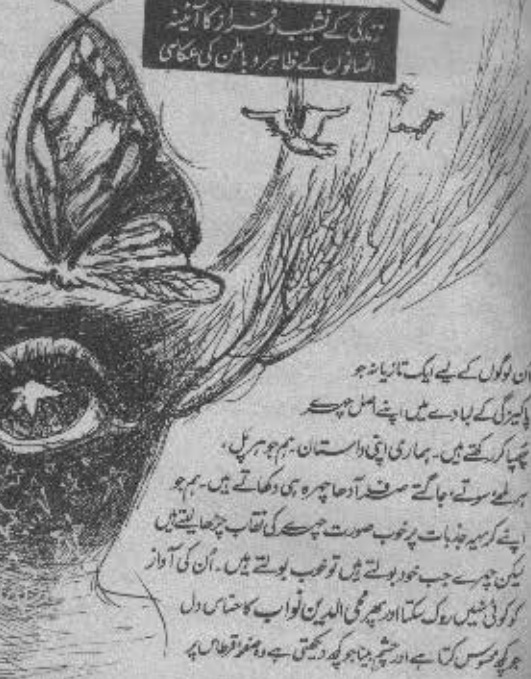
بات کا جواب دوہرا اس نے لوبلو کی طرف اشارہ کر کے کیا۔
 "اس ہم سب ہمسفر ہیں۔ یہ راستا ہی تعلق آپ سے ہے،
 جتنا اس سے زیادہ میں نے بدستور فرم بھیجے ہیں کیا۔
 "یہ تعلق اس وقت گہری دوستی میں بدل سکتا ہے جب
 آج رات اس سیاہ فام کے نکل میں تم میری مدد کرو۔ لوبلو کو گتے
 اس نے نفرت بھری نگاہوں سے لوبلو اور دوسرے لوگوں کو دیکھا۔
 "آپ نے اپنا نام نہیں بتایا میرے پاس؟ میں نے کہا۔
 "ایڈوریل۔ میرے دوست چھوٹے ایڈوریل کہتے ہیں۔
 "بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔ میں نے لوبلو اور میرے خوشی
 اس وقت ہوگی جب آپ یہ سامان واپس آکر بکر رکھ دیں گے۔
 "کیا مطلب؟" وہ فرمایا۔

اس سلسلے دوبارہ اپنی طرف کی اور دونوں طرف سے اللہ اس
کے کانوں کے عقب میں مارے گا کی جتنی اس کے لیے کہہ کر لے
کی صورت نہیں رہی تھی۔ وہ اندھوں کی مانند تھیں یا تھیں
لگا اور اسی گنڈ میں پر بھی چھو گیا۔

”اے شاہی کافی ہے مشہور آتش۔ فی احوال تو ہم بھوکوں کو اپنی
کام کرنے ہیں۔ آپ کو زندہ چکے جانے والوں کی تہہ اندک انداز ہے؟
”ستہ ترو ہیں، ایس عوریں اور جوہ پچے۔ جن کی حقیقت
عمر بہت آگستھن نے جواب دیا۔

ادھا چہرہ

تنبلی کے نشیب و بالا کا آئینہ
انسانوں کے ظاہر و باطن کی عکاسی



ان لوگوں کے لیے ایک تازیانہ جو
پائیز کی کہ لہادے میں پڑے اس چہرے
پہا کر رکھتے ہیں۔ ہماری اپنی داستان۔ ہم جو ہر پرل
ہرے سونے جاتے صفت آدھا چہرہ ہی دکھاتے ہیں۔ ہم جو
اپنے کر سیر جذبات پر خوب صورت چہرے کی نقاب چڑھاتے ہیں
لیکن چہرے جب خود بولتے ہیں تو عجب بولتے ہیں۔ ان کی آواز
کو کوئی نہیں روک سکتا اور میری معنی الدین نواب کا خاص دل
جو کہ مرسوس کن ہے اور سچو بیباک جو کہ دھتکتی ہے وہ موقوفہ اس پر

ادھا چہرہ کے روپ میں بکھر جاتا ہے

○ صفحہ ۶۸ ○ پائیز دار چم ○ عجب صحت گردوش ○ قیمت ۴ روپے ○ آئی بی ایک خط کو عذاب فرمائیں
معنی الدین نواب کے افسانوں کے دو اور مجموعے **ایمان کا سفر** ساٹھ اور **بچہ** ساٹھ بھی دستیاب ہیں۔
ایجنٹ حضرات جلد رابطہ قائم کریں

کتابیات سبلی کمیشن پبلیشرز کراچی نمبر ۳

”اوہ سٹرنگ! کیا آپ کو وہ کہیں یاد ہیں؟ میں نے بگ۔
”ہاں اچھی طرح اور انھیں یہاں سے دور بھی نہیں ہونا
چاہیے۔ کیوں سٹرنگ! آپ کو ان کی سمیت اچھی طرح یاد ہے؟“
”بہت محنت ڈالیں اس بات پر دیکھتا تھا کہ کیا وہ کسی چھوٹی سی بچی
پر اتار دیا جائے۔ میں نے اس علاقے کے کسی بچے کو لگے تھے، اس
لیے مجھے ان کی باتوں کی سمیت کا اندازہ ہے۔“ سٹرنگ نے جواب دیا۔
”تو پھر یوں کیا جانے کہ فوری طور پر چند لوگوں کو ان کی
مشق کے لیے روانہ کر دیا جائے اور باقی لوگ حرکتیں تبدیل کر لیں۔“
”میں اور فریڈ اس کے لیے تیار ہیں۔“ ٹیکس نے پیشگی۔
”اگر آپ اس پر آمادہ ہیں تو براہ کرم اس آؤٹ کے کوہان
کی طرف جائیں۔ ممکن ہے اس بلندی پر پتھر کو ہی آپ کو کیبنوں
کی وہ قطار نظر آجائے۔“ سٹرنگ نے برف کی ایک چٹان کی طرف
اشارہ کیا جو جیسے ہوئے آؤٹ کی شکل کی ہی تھی۔
”اوکے جیف۔“ جیکس بولا اور دونوں خوشدلی سے اس
طرف روانہ ہو گئے، تعدادن کرنے والے جوان تھے۔ دوسری طرف
اسٹن نے لوگوں کو صورت حال سے آگاہ کر کے انھیں منتقل کر لیا
تھا۔ چنانچہ شخص کی ضرورت کے مطابق اسے سامان فراہم کر دیا
گیا۔ تقریباً تمام لوگوں کو گرم لباس مل گیا اور خوراک مل گئی تھی البتہ
پہلے سے جو ہوش میں آگیا تھا ان کو کئی چیز قبول نہیں کی تھی اور
اس جگہ سے اٹھ کر دوڑ جانا چاہتا تھا۔ تاہم ہیں امید تھی کہ آخر کار
وہ ہم میں آکر شامل ہو جائے گا۔
”دو کیبل اور چند گرم کپڑے لے کر میں اس لڑکی کے پاس
پہنچا جس نے مجھ سے مدد کی درخواست کی تھی۔ لڑکی نے دونوں
چیزیں شکریہ کے ساتھ قبول کر لیں۔ پھر ایک دم بولی۔“ آپ سنا کچھ
مصرف ابھی جناب؟“
”نہیں۔ کیسے کوئی خاص بات؟“
”میں تو سخت مشکل میں تھیں جس کی ہوں زندگی عذاب لگ
ہوئی ہے میرے ذہنی کی حالت خراب ہے اور میں۔۔۔“
”یہاں سب ایک ہی صورت حال سے دوچار ہیں۔“
”میں نے کہا۔“
”میرا نام مورنا ولیم ہے۔“
”مجھے ملی گئی ہیں۔“
”میں یہ سامان لے کر ملیں میں نہ سکوں گی۔ کیا آپ ہمارے
لیے کوئی بندوبست نہیں کر سکتے؟ دیکھیے۔ آپ لوگ یہ سب
کچھ انسانی امدادی کی بنیاد پر کر رہے ہیں تو پھر اتنا کرم اور کوشش
”ٹیکس ہے میں مورنا۔ ضرورت پڑنے پر آپ کا یہ سامان

میں خود اٹھائوں گا؟ میں نے مسکرا کر کہا۔
”بہلے حد شکر ہے۔ میں اگر زخمی نہ ہوتی تو آپ کو یہ زحمت نہ
دیتا۔ دیکھیے میرے پاؤں میں مچ ہے۔ مجھے سوچ گیا ہے اس
نے اپنا پاؤں سامنے کر دیا مجھے یاد آگیا کہ جہاز کے پاس سے بھی
وہ نظر نہ ہوتی آتی تھی۔“
”اوہ! مجھے افسوس ہے۔ بہر حال آپ مطمئن رہیں میں آپ
کو تنہا نہیں چھوڑوں گا۔ میں نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔ وہ گزرا
لگا ہوں سے مجھے دیکھتی رہی تھی۔
جیکس فوراً پڑنے کیبنوں کی قطار تلاش کر لی اور اس کے بعد
اس طرف کا سفر شروع ہو گیا۔ رنجیوں کو اس طرح واپس لایا گیا
اور ان کو لوگوں نے ان کی فستہ داری سے نکال لی۔ برف کے اس
ہولناک ویرانے میں انسانی ہمدردی کی یہ روش بے مثال تھی۔ رنجیوں
کے دل مر چکے ہوئے تھے۔ وہ سڑی سڑی پسینے سے شاد ہو ج
رہے تھے کہ کچھ دیر کے بعد یہ صبح و سالم انسان اپنی زندگی سے
تنگ آجائیں گے تو پھر ان کی طرف تو ہر کون دے گا لیکن کیا
کیا جاسکتا تھا۔
کیبنوں کی اس قطار کی یہاں موجودگی سمجھ میں نہیں آتی تھی
لیکن اس وقت وہ بڑی لغت معلوم ہوئے تھے۔ ان میں سے
بعض کہیں کافی کشادہ تھے بعض چھوٹے اور سخت حال تھے کشادہ
اور مضبوط کیبنوں کے بائیں کے لیے ساف کر لیا گیا اور رنجیوں کو
دو چارے کیبنوں میں منتقل کر دیا گیا۔ باقی کہیں دوسرے لوگوں
نے لیے تھے۔ لوگوں کو ایسے وقت میں خوب کوشش اس نے
ایک بوسیدہ کہیں کو اپنی کسی سلاح سے توڑ پھوڑ ڈالا جو اس
وقت واحد تنہا برک حیثیت رکھتی تھی اور پھر اس کے نیچے جم
کر کے ایک جگہ بندھ بیٹھے۔ اس کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی
کیبنوں پر ٹوٹ پڑے اور درحقیقت برف کی خوفناک مردات
میں لڑتے ہوئے کیبنوں کی ان ٹکڑیوں نے زندگی کو حرات بخشی
ورنہ تنج بستر ہوا میں نہ جانے کیا سحر کرتیں۔
میں نے مورنا ولیم کو بھی ایک کیبن میں بھیجا دیا تھا۔ جہاں
تقریباً پندرہ افراد موجود تھے۔ ان میں چھ عورتیں بھی تھیں۔ مورنا
کے باپ کی حالت اب تنہا تھی اور وہ کہیں کی دیوار سے ٹک
ر کے کیبل پر ہوں پڑے لے خاموش بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں
گہرے غور و فکر میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ ان لوگوں کو جانو
لے کر میں سٹرنگ کی جانب واپس پلٹ رہا تھا کہ مورنا کی آواز پھر
”سٹرنگ! اور میں رک گیا۔ کیا آپ بہت مصروف ہیں؟“
”وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر میرے نزدیک آئی۔
”نہیں۔ کیسے آپ کو مجھ سے کوئی کام ہے؟“

”میں خود کو تنہا محسوس کر رہی ہوں کسی اور سے تعارف بھی نہیں ہے۔ کیا یوں نہیں ہو سکتا کہ اس پرمانا ہاؤس کے پاس رہیں؟“ لفظ بہار نے اس نے اصراراً استہلال کیا تھا۔

”میں آپ کے پاس خوشی سے رہنا پسند کرتا ہوں مگر اس مورتا لیکن جن حالات کا ہم لوگ شکار ہو گئے ہیں، ان سے نمٹنے کے لیے آپس کے صلاح مشورے ضروری ہیں اور اس کے لیے مجھے ان لوگوں کے پاس رہنا ہو گا۔ آپ مطمئن رہیں اگر ان سے فرصت ملی تو میں آپ کے پاس آ جاؤں گا۔ میں نے ملازمت سے کہا۔

مورتا نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے ان تمام لوگوں میں وہ مجھے اپنا کچھ بھی ہو اور باقی سب اس کے لیے اجنبی ہوں۔ بہر کیف میں نے اس کے اس احساس پر کوئی توجہ نہیں دی اور اس کے جواب کا انتظار کیے بغیر بار لنگل آیا۔ ان تمام باتوں سے زیادہ ضروری مائیکل، امیگ اور دوسرے لوگوں کے ساتھ آئندہ کاروبار مانتا تھا۔

کیبن میں مائیکل، امیگ، جیکسن، مگرچہ دونوں ایئر ہوس اور دوسرے چند افراد موجود تھے۔ تین آدمی جواب تک ہم سے تعارف کرتے رہے لیکن جن سے پہلا تعارف نہیں ہوا تھا، اطواروں سے پشت لگائے خاموش بیٹھے تھے مائیکل نے کمر لگائی ہوئی نگاہوں سے مجھے دیکھا اور اس طرح اپنے قریب بیٹھنے کے لیے جگہ دی

خوبی سے اپنائیت کا احساس دلاتی ہے۔ میں اس کا شکریہ ادا کر کے اس کے قریب بیٹھ گیا۔

”ہم غور کر رہے تھے حالات پر ڈانٹر کے بارے میں ابھی تک میرا ذہن الجھنوں کا شکار ہے۔ اس نے کہا۔

”ہاں اس میں کوئی شک نہیں کہ اس نے کچھ سمجھ لیا اور جتنا کچھ مجھے معلوم ہے وہ سب عجیب ہے۔“ میں نے جواب دیا۔

”میں تو اب بھی سمجھتی ہوں کہ اس پر کوئی دورہ پڑا تھا۔ ڈانٹر میرے اور امیگ کے لیے اجنبی نہیں ہے۔ وہ ہمارے ساتھ کام کرتا رہا ہے اور اس سے قبل کبھی اس کے اعزاز میں کوئی ایسی بات نہیں ہوئی تھی، پھر مجھ نے اسے کہا ہوا۔“ مائیکل نے کہا۔

”میرا خیال ہے وہ ذہنی توازن کھو بیٹھا تھا۔“ امیگ بولا۔

”کیا یہ ممکن نہیں کہ آپ تفصیل سے اس کے بارے میں کچھ بتائیں؟ میں نے خفا میں لگ کر تعاقب کر کے کہا۔

”بس اس مسئلے میں اور کیا تفصیل ہو سکتی ہے؟ درحقیقت اس پر ہمارے اس پر ہمارے ساتھ تھا۔ چانگ اس پر میرے جنوں کا دیرپا اثر کیا۔ حالانکہ وہ بخوبی جانتا تھا کہ ان پہاڑوں میں تنہا سی پیش کے اوپر اتنے بڑے طپاسے کو اتارنا ممکن نہیں اور اگر میرا تہاد ہو گیا

تو سب کے ساتھ وہ بھی مارا جائے گا۔ مگر اس نے اس کی پرزور
نہیں کی اور حقیقت یہ ہے کہ اگر میں اس کے حکم کی تعمیل نہ کرنا
تو وہ مجھے گولی مار کر خود ہی مار دے گا۔ اس نے کہا کہ میں
ایک ماہر پاکستان نہیں تھا اور تیرہویں تک نہ تھا، ہم سب ملے کر
اور سب سے پہلے۔ یہ محض دیوانہ گی اور پاگل پن تھا اور کچھ نہیں تھا۔
"نہیں مہر شاہل! یہ دیوانہ گی اور پاگل پن نہیں تھا۔ مجھے
یقین ہے کہ یہ سب کچھ ایک سوچے سمجھے منصوبے کے مطابق کیا
گیا۔" میرا کہنا کہ وہ ان برفانی پہاڑوں میں غائب مقام پر ظاہر
ہونے کے لیے ایک چھوٹا سا راز دے بنا ہوا ہے اور وہ آپ کو
مجبور کر کے اسی راز دے پر لے آیا۔ آپ حقیقت نہیں سمجھ سکتے
اس کے پس منظر میں اور بھی کوئی بات ہے۔ حالانکہ میرا آپ کو ان
کے ساتھ صرف غلط فہمی وقت گزرا ہے لیکن میں جانتا ہوں کہ وہ
کی بہ حرکت ہے سب نہیں تھی۔ میں نے کہا تو مائیکل ایزن برگ
چونکہ کچھ دیکھنے لگے۔

مائیک نچلا ہونٹ داخل میں دبا کر خیر خیال الفاظ میں گونان
ہلا رہا تھا۔ پھر آہستہ سے بولا کہ میری خیال درست مان لیا جائے
تو پھر یہ بھی تسلیم کرنا ہوگا کہ وہ اس کی اس حرکت کے پس پشت کوئی
سازش کام کر رہی ہے۔

"اوہ ابھی اس کے وہ الفاظ یاد آ رہے ہیں۔ مہر علی
آپ بھی تو اس وقت اس کے پاس موجود تھے جب وہ دم توڑ
رہا تھا۔ مائیکل بولا۔

"ہاں۔ میں وہاں تھا۔"

"آپ کو اس کے الفاظ یاد ہیں؟"

"شاید اس نے کہا تھا کہ تم میں سے کوئی نہیں بچے گا۔ وہ
تصنیق قتل کر دیا گئے اور شاید اس نے یہ بھی کہا تھا کہ وہ اسے
نہیں مرنے دیں گے انھوں نے وعدہ کیا ہے۔"

"سو فیصلہ۔ آپ کی یادداشت قابل رشک ہے اس نے
یہی الفاظ ادا کیے تھے۔" مائیکل نے کہا۔

"اوس اس کے باوجود آپ اسے صرف ذہنی توازن کی خرابی
بتاتے ہیں مہر شاہل! آخر میں نے گری سانس لے کر کہا۔ مائیکل نے
کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بھی پریشان سے میں کئی سانس لے رہا تھا۔
"میرا دعویٰ ہے کہ ظاہر ہے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ہوا کہ
ہے اور اس کے پس پشت کچھ مہر شاہل ہیں لیکن میں نے اس کو اس
انکار سے انھیں کیا فائدہ ہو سکتا ہے اس کا تجربہ کرنا ہے۔"

مائیکل بولا۔

"خدا کی پناہ! اس کا مقصد ہے کہ کچھ لوگ برف کے ان
ویرانوں میں پوشیدہ ہیں۔ انھیں غلے کے گڑھا ہلا کر پیچھا کرنا

[illegible]

ہے ہم اس یوں کہ اس سال خدا تعالیٰ نے اس کو اپنے
نیچے کی جانب سفر شروع کر دیا چاہے ناگزیر ہو وہ سفر
دواؤں میں نہ رہیں۔ مائیکل نے بتایا۔
"بہتر یہی ہے کہ ہم کو کچھ بھی کھانے کی طرف سفر شروع کر دیں
وہ نہ یہ بدل دیں تو لوہا بھی ہماری زندگی کا گناہ بن سکتی ہیں سفر
کی ابتدا تو کی جائے" اس کے بعد حالات ہماری قدر کا جو بھی
فیصلہ کریں گے فریڈ نے گہری سانس لے کر کہا۔ میں اپنی جگہ سے
اٹھ گیا تھا۔
مائیکل نے چونک کر مجھے دیکھا اور بولا کہ اس
مشرعی کیس کے باہر شدید سردی ہے۔
"اے اے یقیناً میں دوسرے کیس میں جا رہا ہوں۔ جہاں میرا
ساتھی لوہو ہے۔ میں نے کہا۔
"اوہ بہتر۔ مائیکل بولا اور میں وہاں سے باہر نکل آیا۔ لوہو
تیسرے کیس میں تھا لیکن جو گم میں مونا سے وعدہ کر آیا تھا
اس لیے تھوڑی دیر کے بعد میں اس کیس میں داخل ہو گیا۔
گمر کیس سے باہر نکلتے ہی شدید سردی نے کچھ پیچھا کر
دی تھی میں نے جلدی سے اس کیس میں داخل ہو کر دوڑتے بند
کر دیا۔ مونا جاگ نہی تھی کیس میں تقریباً تمام ہی لوگ جاگ رہے
تھے۔ یہ دوری بات ہے کہ وہ دم سادھے خاموش پڑے مستقبل
کی فکر میں غرق تھے۔ مونا کا باپ بھی آنکھیں بند کرے ہوئے
نیچے زمین پر دوڑتا تھا۔ مونا کی آنکھوں میں ابتر تھے دیکھ کر
چمک پیدا ہوگئی تھی اس نے جلدی سے میرے لیے اپنے قریب
لگ کر بتائی اور میں وہاں جا بیٹھا۔
"مشرعی مشرعی" اس نے آہستہ سے کہا۔
"آپ کے ڈیڈی ہو گئے؟ میں نے مونا سے سوال کیا۔
مونا نے ایک گہری سانس لے کر کھڑنگا ہوں سے
نیچے بیٹھ ہوئے شخص کو دیکھا اور پھر میری جانب دیکھنے لگی۔
"میں محسوس کر رہی ہوں کہ سر ہائیکر ذہنی طور پر شدید متاثر ہوئے
ہیں۔ ان کی گفتگو بہت رعب ہے اور وہ کچھ کھوئے کھوئے سے
ہیں۔ عام دنوں میں وہ کافی باوقی آدمی تھے۔ بے حد خوش مزاج
اور دلبرخ لیکن حادثے کے بعد اسے اب تک میں نے انھیں
ایک بھی قاعدے کی بات کرتے نہیں سنا۔
"مشرعائیکر؟ میں نے سوال کیا ہوں سے مونا کو دیکھا۔
"ہاں میرے ماس کا نام مشرعائیکر ہی ہے۔ وہ پُر اصرار
انداز میں بولی۔
"ماس؟ ایک بار پھر میں چونک کر بولا۔

”اوہ گویا۔ گویا یہ تھا اسے ڈیڑی نہیں ہیں؟“

”نہیں، مورنا اہستہ سے بولی۔“

”لیکن تم نے تو کہا تھا، مورنا کہ۔۔۔“

”ماں مٹھی، ہم لوگ باپ بیٹی کی حیثیت ہی سے سفر کر رہے تھے۔ مٹر بائیک کے جاتے والے اس بات سے بکری واقف ہیں کہ ان کی کوئی اولاد نہیں ہے لیکن ہم دونوں اینڈرسن اور سولٹر اینڈرسن کی حیثیت سے اس جہاز میں سوار ہوئے تھے۔ صرف اس لیے کہ مٹر بائیک کی اصل شخصیت کسی کو معلوم نہ ہو سکے۔ مورنا نے جواب دیا اور میرے ذہن میں پھر پکار مار گونشیاں اُبھرے گئیں۔“

”اس کی ضرورت کیوں نہیں آئی اس مورنا نے؟ میں نے سوایہ نماز میں کہا۔“

مورنا خاموش ہو کر فلاں میں گھومنے لگی پھر اس انداز میں دیکھتی ہوئی بولی: ”نجانے کیوں ایک دم سے مجھے یوں محسوس ہونے لگا ہے مٹر مٹھی کے ہزاروں فٹ کی بلندیوں پر جہاز کے اس حادثے سے نکلنے والے جانے کے باوجود ہم پندرہ منٹ پہلے اور پندرہ منٹ بعد ہی موت ہی ہے۔ میں خود کو شدید بدل محسوس کر رہی ہوں۔“

آپ اسے بڑی قدر فرمائی۔ بس میری اپنی کیفیت ایسی ہی ہے۔ کیا آپ اس بات کا یقین کریں گے مٹر مٹھی کہ جب میں کوئی غیر معمولی بات محسوس کرتی ہوں تو وہ غلط نہیں نکلتی؟“

”آپ کو اس قدر بدل میں ہونا چاہیے کہ مورنا بہت سے لوگ ہیں یہاں، آپ تو مجھے عام لوگوں سے بہادر محسوس ہوتی ہیں؟“

”نہیں۔ میں عام لوگوں سے بہادر نہیں ہوں۔ میں نے زندگی میں بہادری کا کوئی کام نہیں کیا۔ بس میں مٹر بائیک کی سیکڑی ہوں۔ ان کے ساتھ ہی رہی ہوں۔ میرے والدین بچپن ہی میں مر چکے تھے۔ خالصی پریشان کن زندگی گزر رہی تھی، مٹر بائیک کی ملازمت میں رہتی اور انھوں نے مجھے خالصی باعزت زندگی متا کر دی۔ آپ یقین کریں مٹر مٹھی کہ زندگی میں بہت کم ساتھی ہیں میرے اور کوئی بھی میرے اس قدر۔۔۔ قریب نہیں ہو سکا کہ میں اپنی زندگی میں۔۔۔ کوئی تیز محسوس کرتی۔ لیکن دل چاہتا ہے کہ موت سے پہلے۔۔۔ موت سے پہلے کچھ اور تو دیکھوں۔ کچھ اور کیفیت تو محسوس کروں۔ ممکن ہے آپ میرے بارے میں کوئی غلط رائے قائم کریں۔ یہ آپ کی مرضی ہوگی لیکن میں۔۔۔“

”اوہ۔ میں نے اس کی طرف دیکھا۔ اس کی نگاہوں میں درحقیقت مٹھی کے سامنے نظر آ رہے تھے۔ بظاہر وہ کوئی غلط فہمی نہیں معلوم ہوتی تھی۔ تاہم اس نے مٹر بائیک کے بارے میں جو کچھ بتا دیا وہ میرے لیے بے حد قیمتی چیز تھا۔ کیا بائیک ہی وہ شخصیت تو

نہیں ہے جس کے تحفظ کے لیے مجھے بھی لیا ہے؟ امکان ہو سکتا تھا اس بات کا اور اس کے لیے مورنا کو کس نہ نام ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے اپنے ہونٹوں پر ایک دلاوریز مسکراہٹ پیدائی۔

”میں مورنا، میں آپ کے جذبات کی قدر کرتا ہوں۔ آپ کی شخصیت درحقیقت ایسی ہے کہ کوئی بھی شخص آپ کا گرویدہ ہو سکتا ہے۔ آپ بہت خوبیوں کی مالک ہیں۔ آپ زندہ رہیں گی۔ ہم لوگ یہاں سے نکل جائیں گے اور آزاد دنیا میں پہنچنے کے بعد اگر آپ مجھے اپنے دل میں جگہ دیں گی تو میں اسے اپنی خوش فہمی تصور کروں گا۔“

میرے الفاظ سے متاثر ہو کر مورنا نے مجھے غوریت سے دیکھا کچھ دیر تک خاموش بچائی رہی پھر میں نے اس سے پوچھا: ”تم کو میری موت سے سوار ہونے تھے؟“

”ہاں۔“

”اچھا، چاہیے تھے؟ میں نے پھر پوچھا۔“

”ہاں۔ وہ بولی۔“

”کوئی خاص بات تھی؟“

”شاید۔“

”کیا مطلب؟ کیا یہ بات تم واثقی سے نہیں کہہ سکتیں؟“

”ہاں، واثقی سے نہیں کہہ سکتی مٹھی، مٹر بائیک ایک اہم شخصیت کے مالک ہیں۔ بہت سے مالک ہیں ان کی اپنی ایک حیثیت ہے۔ اس بار مجھے کس مفقود کے تحت وہ آہن کا سفر کر رہے تھے، انھوں نے خود کو بالکل پوشیدہ رکھا تھا۔ مجھے بھی ہدایت کی تھی کہ میں اپنی ذات سے کسی کوریوشن نہ کروں۔ اس طرح میرا اندازہ ہے کہ مٹر بائیک کسی خاص ہی مہم پر جا رہے تھے۔“

”اوہ، ان کا سیاسی حیثیت کیا ہے؟“

”بس ایک بہت بڑے صنعت کار ہیں اور بڑے شہر مالک ہیں ان کے کاروبار پھیلے ہوئے ہیں۔ مٹھی مالک کے سر پر ان سے بھی ان کے تعلقات ہیں۔ مجھے بس ایک حد تک ان کے بارے میں معلومات حاصل ہیں۔ میں ان کے خاص افسروں ان کی سیکڑی ہوں۔ آپ شاید تین۔ دو تین مٹر مٹھی کے ان کی سیکڑیوں میں کوئی بھی یہ نہیں کہہ سکتی کہ وہ مٹر بائیک کے بارے میں کھل معلومات رکھتے ہیں۔ یہ مٹر بائیک کے معاملات سے کھل واقفیت رکھتی ہے۔ مٹر بائیک جس معاملے میں غور کی جھکتے ہیں کسی بھی سیکڑی کو ساتھ لے جیتے ہیں لیکن تفصیلات سے لبر۔“

”اس صوف وہی معلوم ہوتا ہے جو مٹر بائیک مہم سے چاہتے ہیں۔“

”اوہ، تو آپ لوگ اسپین چاہتے تھے؟ میں نے جیسے خود کہا۔“

”کوئی خاص بات ہے علی؟“

”ایں انہیں نہیں تو ایں پوچھی سوالات کر رہا تھا مجھے حیرت ہے۔ بڑے عجیب واقعات بتاتے ہیں تم نے مورنا میں نے وہاب دیا میرا دل اندر سے چیخ چیخ کر کہہ رہا تھا کہ مٹر بائیک ہی وہ چرماں شخصیت ہے جس کی مجھے اسپین میں مخالفت کرنا تھی۔ میں نہیں جانتا تھا کہ تنظیم کے افراد اسپین میں میرے اور مٹر بائیک کے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے یقینی طور پر وہ وقت گزر چکا ہے جب حیارے کو اسپین پہنچ جانا تھا اب اس کی تباہی کا اعلان ہو چکا ہوگا۔ ممکن ہے اسلادی پاریشال بھی روانہ ہو چکی ہوں اور یہ بھی ممکن تھا کہ میں ان بلندیوں پر دیکھ لیا جاتے لیکن اس طرح کیا اسلادی پاریشال ہماری کچھ مدد کر سکی ہیں؟ کیا اس جھوٹے سے رن سے پر کوئی اور حیارہ بھی اترنے کی کوشش کر سکتا ہے؟ ممکن ہے ہیل کا پڑھاری مدد کو آجائے۔ اوہ، مٹھیل کے اس بارے میں کیوں نہیں سوچا؟ یہ بات اسے سمجھائی جانی چاہیے۔“

میں نے اٹھ کر مٹھیل کے پاس جانا چاہا لیکن یہ سوچ کر کہ اب سردی زیادہ ہے مٹھیل بھی کھل میں دیکھا سورہا ہوگا، میں نے کہیں سے ابرجلنے کا ارادہ بدل دیا اور اس کے ساتھ بات چیت کو صبح تک کے لیے ملتوی کر دیا۔ مورنا کا شاید مجھ سے بات کہنے کے دل ہلکا ہو گیا تھا، وہ سو گئی تھی۔ میں بھی اوجھلے لگا اور پھر نہ جانے کب اٹھ گیا۔“

رات کا تیسرا پہر تھا کہ مورنا نے مجھے جھجھور دیا۔ اسلادی ہی مٹھیل اور دوسرے لوگ نظر آ رہے تھے۔ مٹھیل نے مجھے جگان دیکھ کر کہا: ”ہمیں فوراً سفر شروع کر دینا چاہیے مٹر مٹھی، ان افراد کی حالت بگڑ چکی ہے اور وہ قریب موت کا شکار ہو چکے ہیں۔“

میں اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ”کیا واقعی؟“

”ہاں۔“

”رات کو تو تم سوئے رہے ہو مٹھیل؟ میں نے پوچھا۔“

”ہاں کیوں؟“

”یہ امر مفقود ہے کیا اسلادی پاریشال ہماری تلاش میں نہیں آئیں گی؟“

”اوہ۔ نہیں۔ اس کا کوئی امکان نہیں ہے۔“

”کیوں؟“

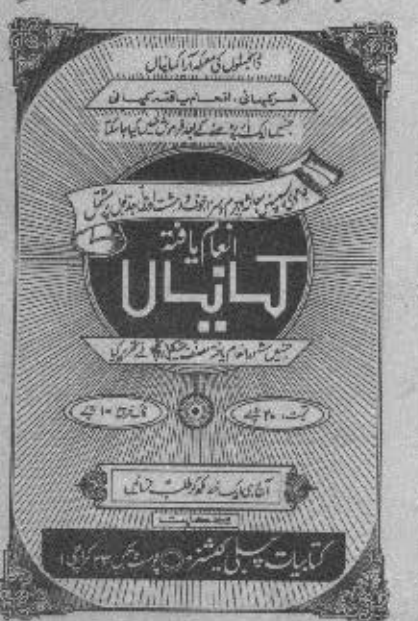
”یہاں کی برقع پوش عورتیں عموماً گزرگاہ نہیں ہوتیں اور یہاں سے انھیں بے بسائی نہیں دیکھا جاسکتا۔ ممکن ہے ان لوگوں کو ہمارا کی تباہی کی سمت کا پتا نہ چل سکے اور ہم اسلادی پاریشال کے انتقام میں یہاں موت سے ہٹکار ہو جائیں۔“

مٹھیل کا کہنا بھی درست تھا۔ میں نے اس سلسلے میں ان سے بحث کرنا مناسب نہ سمجھا البتہ لوگو کو میں نے اس بات کے لیے تیار کر لیا کہ مٹر بائیک اور ان کی سیکڑی مورنا کا خاص خیال رکھا جائے اور کسی بھی ضرورت پر ان کی ہمراہی مدد کی جائے۔ لوگو انھیں بند کر کے بات ماننے کا عادی تھا۔ اس نے یہ سوال بھی نہ کیا کہ میں اسے یہ ہدایت کیوں نہ رہا ہوں؟ پھر اس کے بعد میں مٹھیل کے ساتھ کھڑے رہا جاترہ لینے لگا۔ اس نے چند لوگوں کو اس بات کے لیے آمادہ کر لیا تھا کہ وہ انھوں کے اسلادیوں کو لے کر نچے اتریں۔ کچھ شریف الطبع لوگ اس کے لیے تیار ہو گئے تھے۔ ایڈلر سے بھی یہ بات کہی گئی۔

اس نے نفرت سے نگ پڑھا تے ہوئے کہا: ”میں تمھاری طرح احمق نہیں ہوں اور نہ ہی کسی کے باپ کا نوکر۔“

مٹھیل نے اس کے بعد کچھ نہیں کہا۔ بہر صورت ایڈلر اس کے بعد ہاتھ ساتھ ہی لگا رہا۔ وہ اب سے آگ تھا۔“

ایک اسلادی پھر پڑے ہوئے زخمی کو میں نے اور فریڈ



مالیکل نے بھی ایک زخمی کو اٹھا رکھا تھا۔ اس طرح ہم لوگ ان یسٹوں سے ہٹ کر اس غیر فنی ملک پر آ گئے جسے ہم نے صبح ہی کو دیکھا تھا۔ مالیکل راستے میں اس جگہ کے بارے میں تبصرہ کرنے لگا۔ میرا دعویٰ ہے، علی، یہ چھوٹا سارن و سے اور یہ لوسیدہ لین دھیری پرگسٹیک کی نشانیاں ہیں۔ لیکن طور پر مرنوں یا اتحادیوں نے اس پٹاری مقام پر بھی حالات میں طیارہ اترنے کے لیے یہ چھوٹا سارن و سے بنایا ہوگا اور اس کے کچھ فاصلے پر مینوں کی یہ قطار غار پر کرنی ہے کہ انھیں عارضی پناہ گاہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہوگا یا پھر یہ ممکن ہے کہ ان کے مفاہک اور کچھ دوسرے افراد نے اپنے رہنے کے لیے یہ لین تعمیر کیے ہوں، چونکہ یہاں سردی سے بچاؤ کا کچھ اور نہایت نہیں ہے۔ وہ تو شیک ہے مگر مالیکل لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اب یہاں ان ویرانوں میں ان کیون لوگ رہتے ہیں؟ فریڈ نے سوال کیا۔

”کیا کہا جا سکتا ہے اس بارے میں، جب تک یہ اندازہ نہ ہو جائے کہ وہ شخصیت جس کے لیے یہ سارا ڈراما کیا گیا کوئی ہے؟ زندہ ہے یا مرنے والوں میں شامل تھی؟ میں تو کہتا ہوں کہ وہ لوگ جلد ہی ہر تک پہنچ جائیں تو میرے کم از کم ہم ان سے یہ کہہ سکیں گے کہ کئی بے گناہ لوگوں کو موت کے گھاٹ اترنے کی کوشش کیوں کی گئی؟“ مالیکل نے کہا اور چند لمحات کے لیے خاموشی چٹائی۔

”شک“ جس پر ہم اتر رہے تھے، برائے نام ایک چھوٹا سا راستہ تھا۔ قوشے ٹھوسے فاصلے پر بے شمار قوشے اور یہیں یقین تھا کہ یہ شکر بندنے کے لیے خامی تک و دو گئی ہوگی۔ یقینی طور پر درمیان میں چٹائیں بھی ہوں گی جو ڈانٹا مائٹ سے اڑتی تھی ہوں گی۔ شکر بہت تنگ اور کھردری تھی، اتنی تنگ کہ بالکل ایک وقت میں ایک گاڑی گزر سکتی تھی۔ ایسے قوشے ٹھوسے فاصلے کے بعد ایسی جگہیں آتی تھیں جہاں دو گاڑیوں کے ایک دوسرے کے قریب سے گزرنے کی گنجائش کبھی تھی۔ لوگ آپس میں باتیں کرتے چلے جا رہے تھے کہ دفعتاً میری نگاہ ایک جگہ جم گئی۔ شکر پر جمی ہوئی تھی، ہلکی برف کے اوپر ایک حرکت کے ٹائز کا تازہ نشان دکھائی دے رہا تھا۔ میں نے مالیکل کو اس نشان کی جانب متوجہ کیا اور وہ بھی جھٹک گیا۔

”یقیناً یہاں سے کچھ دیر قبل یہ شکر گزرا ہے۔“ اس نے کہا۔ ”کچھ دیر قبل کیوں؟ ممکن ہے یہ پرانا نشان ہو؟“ بیگ بولا۔ ”نہیں، یہ بالکل تازہ ہے۔ مجھے اس لیے یقین ہے کہ میں

پتلی پر میں نے طیارہ اترنا تھا وہاں برف نہیں تھی۔ تم اس کا کیا جواز پیش کرتے ہو؟“ ”اوہ“ میں چرنگ پڑا۔ واقعی یہ تو قابلِ غور بات ہے؟“ ”لیکن اسے صرف تم سمجھ سکتے ہو۔“ بیگ نے کہا۔ ”نہیں تم بھی سمجھ سکتے ہو۔“ جیسا کہ تم نے کہا تھا کہ تم نے جہاز کی گھڑکیوں سے برف کی زمین کو دیکھا تھا اور اندلی مورتی حال کا اندازہ لگا رہے تھے لیکن تم نے غور نہیں کیا کہ اس پتلی پر سے برف صاف کی گئی ہے تاکہ طیارہ اترنے والے کو یہ پتلی نظر نہ آئے۔ اس بات کا ثبوت یوں بھی ملتا ہے کہ پتلی کے دائیں بائیں برف پتھر جمی ہوئی تھی۔“

بیگ غور کرتا رہا، پھر اس نے کہا: ”ہاں یاد آیا لیکن اس وقت ایسی زحانی کیفیت تھی کہ میں نے اس بات پر توجہ نہیں دی تھی۔ اوہ میرے خدا! اب اس بات میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہی کہ قریب و دور میں کچھ لوگ موجود ہیں اور ہمارے تمام اقدامات پر نگاہ رکھ رہے ہیں۔ انھیں ہمارا انتظار بڑا قیداً انھوں نے ہی پتلی پر سے برف صاف کی ہوگی۔“ ”مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ لوگ ہیں کہاں؟ اگر یہیں کہیں ہیں تو ابھی تک سامنے کیوں نہیں آئے؟ انھیں کس بات کا انتظار ہے؟“ لیکن نے بے چینی سے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہا۔

اس سوال کا جواب کسی کے پاس نہیں تھا۔ ہم سب خاموش سے چلتے رہے۔ میرے اسٹریچر پر چڑھے ہوئے زخمی نے آہستہ سے مجھے آواز دی اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔ یہ وہی شخص تھا جو سب سے بعد میں ہمارے سے بڑا ہوا تھا اور جس کی زندگی اتفاق سے اس وقت بڑھ گئی تھی جب طیارہ تباہ ہونے میں چند لمحات رہ گئے تھے۔

”کیا بات ہے؟“ میں نے اسے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔ ”جناب عالی میں خود کو میزمرعوں کر رہا ہوں۔ یوں بھی میرے پیروں میں کوئی تکلیف نہیں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ پیرل پلوں۔ کسی اور کو یہ اسٹریچر دے دیا جائے تا اس نے کہا۔ ”لیکن آپ کے زخم“ میں نے اس شخص کے جذبے کو مارتے ہوئے کہا۔

”نہیں جناب، میرے زخم بہتر ہیں کیا آپ اسٹریچر پیچے لے کر مجھے ترسنے کی اجازت دیں گے؟“ وہ بولا۔ ”غور“ میں نے کہا اور ذرا غور کیا۔ زخمی اسٹریچر سے نیچے اتر آیا۔ میں نے اس کے بازو پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ”اے اے“ باوجود گر آپ عموماً کہیں نہیں چل سکتے تو بلا تکلف

”بہت بہت مشکوک“ وہ آہستہ سے بولا۔

”تقریباً ایک میل چلنے کے بعد ہمارے قافلہ تھوڑی دیر آرام کرنے کی ضرورت سے شکر کے کنارے رک گیا۔ مالیکل اور بیگ ایک صاف سی جگہ دیکھ کر بازو پر ہاتھ رکھنے دوایں اور پتلیوں کے اوپر چاری ایک تنگ بالکل خاموش رہی تھیں اور جن کے چہروں سے مسل خوف و وحشت کے آثار جھلکتے رہے تھے۔ ان کے نزدیک ہی بیٹھ گئی تھیں۔ میں نے اس موقع سے فائدہ اٹھایا اور زونڈ کے پاس پہنچ گیا جو اپنے پاس کے نزدیک بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کی ہاتھیں بھی ہوتی تھیں۔ وہ کسی گہری سوچ میں غرق تھی۔ میرے قدموں کی چاپ سن کر اس نے مراٹھا اور اس کے ہونٹوں پر ایک سی سکاہٹ پھیل گئی۔

”نکھرے“ اس نے آہستہ سے کہا۔ ”اے اس بات کا مورنا؟ میں اس کے نزدیک بیٹھ کر بولا۔ ”اس کا کہ تم نے مجھے فراموش نہیں کیا اور فرصت ملنے آگے سے پاس آ گئے۔“

”میں تم سے پہلے بھی کہہ چکا ہوں مورنا کہ اگر قافلہ برسنے میں زندگی بخش دی تو میں تمھارا ساتھ نہایت خوشگوار عرصہ کروں گا۔“

مورنا نے کوئی جواب نہ دیا۔ تب میں نے مڑ کر بائیں جانب دیکھا۔ ”مڑنا بائیں کسی طبیعت ہے آپ کی؟“ بائیں خالی خالی نگاہوں سے میری جانب دیکھنے لگیوں عموماً ہوتا تھا جیسے وہ اپنا دفاعی توازن کھو بیٹھا ہو۔ میں آہستہ سے ایک جانب جھکا اور دھیمی لہجے میں بولا: ”میرا نام علی ہے مڑنا بائیں ممکن ہے اس سے قبل آپ یہ نام سن چکے ہوں کسی نے آپ کو اس نام کے بارے میں بتایا ہو کیا آپ فین برزور دینا پسند کریں گے؟“ بائیں نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ وہ دبستور خالی خالی نگاہوں سے مجھے دیکھتا رہا۔

”مکن ہے وہیں میں ہماری ملاقات ہونے والی ہو۔ آپ بھی تو وہیں ہی جا رہے تھے نا؟“ میں نے بائیں کے چہرے پر نگاہ جمائی ہوئی تھی لیکن اس کے چہرے کے حشرات میں کوئی تبدیلی ہادیانہ ہوتی اور مجھے کسی قدر ایسی کا سامنا کرنا پڑا۔ میں نے دوا کر کے اس کے باوجود مڑنا بائیں کہ آپ نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا اگر آپ ضرورت عموماً کسی کو مجھ سے رابطہ قائم کر سکتے ہیں تو میں آپ کے ساتھ ہی ہوں۔“

”کیا بائیں کر رہے ہو بول؟“ میں مڑنا بائیں کو اسی طرح ایک کہانی کہوں۔ وہ یقینی طور پر اس عادت سے شدید متاثر ہونے

شروع کوئی بات نہیں کہتے تھے۔ ایک لڑکا بھی نہیں بولے اس دوران وہ مورنا میری سرگوشی نہیں سن رہی تھی۔ اس نے عموماً گہری تنگی میں مڑنا بائیں کے گھٹنے پر گر رہا ہوں۔ میں سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

”ہاں مورنا بائیں کیوں ہوتا ہے۔ میں پناہ لے رہا تھا اس بات کا کہ مڑنا بائیں کی ذہنی کیفیت کیا ہے؟“ ”وہ بہت اچھے انسان ہیں۔ میں ان کے لیے بہت زنجیر ہوں لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا۔ ہم سب پرانی ہی زندگیوں ہی بھاری ہیں، ہم کسی کے لیے کیا سوچیں؟“ ”نہیں مورنا، میں ابھی مایوس نہیں ہونا چاہتا۔“ ”دیکھو حالات کوئی کمی کر دیتے ہیں۔“ ”تجربہ زندگی کی امید ہے علی؟“

”ہاں مورنا۔“ ”یہ اتنا آسان نہیں ہوگا ممکن ہے ہم میں سے کچھ خوش نصیب بچ جائیں لیکن وہ کون ہوں گے اور کس طرح بچیں گے؟ اس بارے میں کچھ کٹا شکل ہے۔“ ”مورنا کے لیے یہ مایوسی تھی۔“ ”میرا اندہب دوسرا ہے مورنا اور ہم لوگ کبھی مایوس نہیں ہوتے۔“ ”تم مسلم ہونا علی؟“

”ہاں۔“ میں نے جواب دیا اور مورنا گہری سانس لے کر خاموش ہو گئی۔ اس کے بعد ہمارے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی میں مورنا کے پاس سے ہٹ گیا تھا۔

کچھ دیر تک تنہائی ملی تو میرا ذہن اپنی اس قسم کی کھوگی۔ اب کوئی امکان نہیں رہا تھا۔ برف کے زیرِ پتے کئی کمانیاں تخلیق کر رہے تھے اور پرانی کمانیاں اس میں کھو گئی تھیں۔ مڑنا بائیں پر مجھ پر ہوا تھا اور مورنا کا گفتگو سے بھی مڑنا بائیں ایک پڑاوار شخصیت ابھری تھی لیکن مڑنا بائیں کی کیفیت... اگر یہ وہی شخص تھا تب بھی اب صورت حال بدل گئی تھی۔ صرف ایک سوچم آئندہ پر تو کسی کے لیے اتنا کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہاں تو سب ہی مند کے قابل تھے۔ ذہن کی قدر گھڑا کا شکار ہو گیا لیکن پھر خود کو سمجھایا کہ ظاہر ہے کسی غریبی دور سے پریشان نہ تھا۔ پہلی ہم میں بھی جان کی بازی لگائی تھی۔ حالات کسی کے تابع تو نہیں ہوتے۔ یہی سب کچھ کرنا تھا۔ کیونکہ خود کو اس کے لیے وقت نہ دیا تھا۔ اس طرح کسی دن زندگی موت کے سپرد ہو جائے گی۔ ان حالات میں مجھ سے زیادہ دلیر تو کسی کو نہیں ہونا چاہیے۔ اپنے ہی احساس نے تقویت بخشی۔ اداوں کو استحکام ملا اور دل کا کلندر کسی قدر کھینچا ہوا دلور ہو گیا۔

چھائی ہوئی ہے فکری بہت دلچسپ محسوس ہوتی دل چاہا کہ اس سے کچھ باتیں کی جائیں۔

”ہیلو لوبو! میں نے اس کے قریب پہنچ کر کہا۔ لوبو کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”ہیلو ماسٹر“

”بہت پُر سکون ہو؟“

”ہاں ماسٹر یہ مناظر بہت دلکش ہیں۔ میں نے اس سے قبل برساتی علاقے نہیں دیکھے تھے“

”زندگی اور موت کی یہ کشمکش تمہیں دلکش محسوس ہو رہی ہے؟“ میں نے حیرت سے کہا۔

”زندگی۔ موت۔“ لوبو نے حیران انگیز لہجہ میں کہا۔ وہ لہجہ اتنی باریک دیکھ کے سامنے آچکے ہیں ماسٹر کہ اب ان کی کوئی حقیقت نہیں رہی ہے میری نگاہ میں موت بہت آسانی سے آجاتی ہے کہیں بھی کسی بھی وقت اور زندگی لوبو ہٹنے لگا۔

”فلسفی بن گیا ہے تو“

”ہر ذی روح فلسفی ہے چیف! بشرطیکہ خود پر غور کرے۔ لوگ غور نہیں کرتے۔ ویسے یہ مشرکین تمہارے پاس ہیں۔“

”مشرکین؟“

”ہاں! نہایت خوش اخلاق اور عظیم الطبع انسان ہیں“

”مگر میں کون سے؟“

”وہی ماسٹر جو سب سے بعد میں انسانی حالت میں رہا ہے سے برگزیدہ ہونے لگے اور انھوں نے اس طرح پھر لینے سے انکار کر دیا تھا۔ لوبو نے جواب دیا۔ میرے ذہن میں بھی دلچسپی اور تجسس کی ایک لہر دوڑ گئی۔ میں نے دُور دیکھا ہوں سے کہیں کو دیکھا جو اس وقت ایڈلر سے باتیں کر رہا تھا۔

”کیا تجھے تھا انھیں میرے بارے میں؟“ میں نے لوبو سے سوال کیا۔

”میرے اور تمہارے درمیان تعلق کو پوچھ رہے تھے چیف“

”کیا پوچھ رہے تھے؟“

”میں کہ ماسٹر علی سے تمہارا کیا تعلق ہے مشر لوبو؟“

”پھر تمہارے کیا جواب دیا؟“

”میں نے جواب دیا کہ ہمارے درمیان گہری دوستی ہے۔ تو پھر دوسرے حالات کہنے لگے۔ وشن جانے کہ مقصد دریافت کیا اور بڑی دیر تک تمہارے بارے میں باتیں کرتے رہے کہ تمہارا تعلق کون سے ملک سے ہے؟ یہ روت میں تمہارا کیا کام رہا ہے؟

”یہ تو عام سی باتیں ہیں لوبو جو کوئی بھی جانتی ہو اور سے کر سکتا ہے تمہیں اس میں ایسی کون سی خاص بات محسوس ہوتی جو تم نے مجھ سے ان کا تذکرہ کیا؟“

”میں نے کہا ماسٹر ان کے انداز میں تجسس تھا جیسے وہ تمہاری اندرونی شخصیت کا پتہ چلانا چاہتے ہوں۔“

”ہوں۔ خبر کوئی بات نہیں ہے۔“ لوبو کی بات پر میں نے کوئی خاص توجہ نہیں دی لیکن وہاں سفر ایک باریک دیکھ کی قربت حاصل ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ عجیب سے انداز میں مسکرایا تھا۔

”ہیلو ماسٹر علی!“

”ہیلو! میں نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا دلچسپ مرحلو ہے۔ ہم نے قسمت کا فیصلہ کر سکتے ہیں۔ ایک دن پہلے اگر ان بد فیصلوں کو کوئی بتا کر ان پر کیا ہونے والی ہے تو کون یقین کرنا لیں اب انھیں دیکھ کر دیکھ جوتا ہے۔“

”ہاں! تقدیر کے فیصلے دلچسپ ہوتے ہیں۔ آپ کہاں جا رہے تھے مشرکین؟“

”ہائیوں کی سرزمین وشن میں۔“

”اوہ! میں بھی وہیں جا رہا تھا۔“

”مجھے علم ہے۔“ مشرکین نے کہا۔

”کیا مطلب؟“ میں چونک کر انھیں دیکھنے لگا۔

”تمہارے دوست مشر لوبو اس سلسلے میں بات ہو چکی ہے۔“

”کیوں نے فوراً جواب دیا۔

”اوہ! اچھا۔ ویسے آپ کسی خاص مقصد کے تحت وشن جا رہے تھے؟“

”ہاں۔ افسوس کہ بعض اوقات حالات ہمارے کنٹرول میں نہیں ہوتے اور ہم ہر موقع طور پر اپنی شخصیت کھو بیٹھتے ہیں۔ میرا جو بھی مشن تھا اب میں اس کے بارے میں سوچنا چھوڑ چکا ہوں۔

”ہاں اگر زندگی نے وفا کی تو میں اپنے مقاصد پورے کر لوں گا۔“

”میں پُر خیال لگا ہوں سے کہیں کو دیکھا کہ وہاں پھر میں نے خود پر غور کیا کہ کیا احمقانہ بات ہے کہ میں شرمش کوئی تک نہنگ ہوں سے دیکھنے لگا ہوں۔ اس کے بارے میں تجسس کرنے لگا ہوں۔ مجھے وشن پہنچ کر غلط فہمی کے مقاصد کا فیصلہ کرنا تھا لیکن اب درمیان میں جو پھر ہو گیا تھا اسے روکنا میرے پس کی بات نہیں تھی جیسا کہ حالات و شواہد سے ظاہر ہوتا تھا۔ یہ سراسر میرے اور اس شخص کے خلاف ہی ہو سکتی ہے تو پھر واقعات اور ماحول کے بدلنے میں دیر نہیں لگی چاہیے تھی۔ چنانچہ اب یہ احمقانہ تجسس بے کار تھا۔

”ہوں ہوں ہمیں بچنے کی جگہ ہے۔“ وہاں اچھا حالت بہتر ہوتی جا رہی تھی۔ اس دور میں اس قلعے نے میں ہر قسم کا نقصان۔ بلکہ کھاتے پھانسیوں پر لڑو کوئی ایسا نشان نظر نہیں آتا تھا۔ جیسے دیکھ کر یہ احساس ہوتا کہ قرب و جوار میں کوئی موجود ہے۔ ہر قسمی مرتبہ آرام کرنے کے بعد جب ہم آگے بڑھے تو دفعتاً پہاڑوں سے گویاں برستے لگیں۔ لافانی لہرو گویاں سنائی دیتی تھیں۔ ایک سروں سے گزرتی تھیں اور تمام مسافروں پر بخورہ گئے تھے۔ ایک لمحے کے لیے کسی کی آنکھ میں نہ آیا کہ یہ گویاں اور یہ آواز کیسی ہیں لیکن دوسرے لمحے مائیکل نے جیچ کر لوگوں سے ایک بڑی چٹان کی آڑ میں ہوجانے کے لیے کہا اور کھسکے ہوئے دھشت زدہ مسافر چٹان کی آڑ کی طرف دوڑ پڑے۔ گویاں جس سمت سے آ رہی تھیں، یہ چٹان ان سے بچاؤ کا بہتر ذریعہ تھی۔ فائرنگ جس انداز میں ہو رہی تھی اس سے پتا چلتا تھا کہ ایک بڑی تعداد نے ہمیں گھیرے میں لے لیا ہے۔

”مائیکل میگ اور دوسرے لوگ اپنی جگہ سے سر و حرکت تھے اور فائرنگ کی آواز پہاڑوں میں اس طرح گونج رہی تھی جیسے گویاں نہ چل رہی ہوں بلکہ گولے پھٹ رہے ہوں۔ چٹان تک گویاں مسلسل برقی برقی اور اس کے بعد ایک فٹ خاموشی چھا گئی۔ میں اس پاس کسی آہٹ کا منتظر تھا میرے اندر وہی جنونی کیفیت ابھرتی آ رہی تھی جو مجھے اندھے اقدامات کرنے پر مجبور کر دیتی تھی۔ میں نے چٹان کی آڑ سے نکل کر اس سمت میں نظر دوڑانے کی کوشش کی مگر دھڑکتے گویاں برس رہی تھیں تو حورنا نے جلدی سے میرا بازو پکڑ لیا۔

”خبردار کے واسطے! خبردار کے واسطے! میں نے چونک کر حورنا کی صورت دیکھی۔ اس کی آنکھوں میں خوف و دہشت اور پیار و محبت تھا۔

”حورنا؟“

”ہاں علی! امت جاؤ پلے! ہمیں کوئی گولی نہیں مارے نہ لگے جانے۔“

”اوہ! کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہے۔“ میں نے کہا اور اسی وقت مائیکل میرے پاس پہنچ گیا۔

”مائیکل لوگ ہو سکتے ہیں وہ؟ آخر کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟“ وہ پُریشان لہجہ میں بولا۔

”وہ کون ہیں؟ مائیکل! یہ تو شاید میں نہ بتا سکوں لیکن کیا چاہتے ہیں؟ اس کا اندازہ تمہیں خود بھی ہو گا۔ میرے جواب دیا۔

”ہاں نہیں سمجھا۔“ مائیکل نے کہا۔

”گویاں چلانے کا مقصد ہماری موت ہی ہو سکتا ہے۔“

”یہاں سے کہا۔

”مگر... مگر مائیکل... یہ پتہ تو اب تک مجھ سے بولا۔“

”میں نے شدید ذہنی چٹان کے باوجود یہ کام کر ڈالا تھا۔“

”کیونکہ میرا خیال تھا کہ ممکن ہے مجھے خطرناک حالات سے نمٹنا پڑے۔“

”لیا سے کی تباہی کے بعد میرے بے پناہ دشمن ہو سکتے تھے۔“

”مشر ایڈلر۔ اس لیے میں نے یہ پتہ تو اپنے قبضے میں کر لیا جس کے بل پر تو اس مجھے یہاں تک لایا تھا۔ یہ پتہ تو اس کے مائیکل نے جواب دیا اور میں نے سہارے ہوئے گردن ہلا دی۔

”واقعی مشر مائیکل! آپ نے یہ کام شاندار کیا۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو یہ مجھے سے دیں۔ شاید میں اسے بہتر طریقے سے استعمال کر سکوں۔“ میں نے کہا اور مائیکل نے پتہ تو میرے حوالے کر دیا۔

”میں چٹان کی آڑ سے ایک بار پھر گردن نکال کر ادھر ادھر دیکھنے لگا۔ کوئی چھپن فٹ آگے بڑھنے کے بعد چٹان کو اس کی طرح ٹھوڑی تھی۔ میں ابھی چٹان کی آڑ سے نکلا ہی نہ تھا کہ دفعتاً پھر گویاں چلنے لگیں۔ کئی گویاں میرے سرے شاہیں ٹانہیں کرتی ہوئی گزر گئیں۔ میں پھر قے سے زین پر لیٹ گیا۔ اب لگتا تھا جیسے کسی نے بہت قریب سے فائرنگ کی ہے۔ ہوں پھر ایک سانس سے ایک آدمی کی گولی بڑی بڑے سے پتھر کے عقب سے آتی ہوئی دکھائی دی اور میں نے شست باندھ کر فائر کر دیا۔ معلوم دشمن کے حلق سے ایک کریمہ پرنسنگ اٹھ رہی تھی جھانکی۔ کئی لمحات گزر گئے لیکن اس طرف اب بالکل خاموشی تھی۔

”میں چٹان کی آڑ سے نکل آیا اور دیکھا ہوا آگے بڑھنے لگا۔ میرے پیچھے مائیکل اور میگ نے بھی آگے بڑھنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔

”اس بڑے چٹانی پتھر کے پیچھے ایک شخص لیٹے ہی خون میں نہایا ہوا شرہ پڑا تھا۔ میرے پتھوں سے نکل ہوئی فائر گولی نے اس کے دماغ کو پھاڑ ڈالا تھا۔ مائیکل نے کہا اس میں دیا اور

بھرنے سے لاش کے پہلو میں ٹھوکر ماری۔ شخص مر چکا تھا اور اس میں زندگی کی کوئی روح باقی نہیں تھی۔ ہم نے آگے بڑھ کر اس کی رافٹل پر قبضہ کر لیا لیکن رافٹل کا میکانیزم خالی تھا۔ وہاں سے نیچے گرائی میں بلکہ دور دور میلوں تک کا منظر ہمارے سامنے تھا۔

”خدا کی پناہ! مائیکل نے مانگتے ہوئے کہا۔ اور یہی کہیں؟“

ہم نے اس کی بات پر حجب کر کے گرائی کی طرف جھانک کر دیکھا۔

”کیٹیوں کی ایک قطار دور تک چلی گئی تھی۔“

”مگر سوال یہ ہے کہ شخصیت تنہا یہاں کیا کر رہا تھا؟ ممکن ہے وہ ابھی کیٹیوں کے اندر ہو کر وہاں سے دور سے توپوں لگ رہا ہے جیسے یہ اندر سے بالکل ویران پڑے ہوں۔“ مائیکل خود سے سوالات کر رہا تھا۔

”مگ اس دوران میں تیری سے ملنے والے کے کپڑوں کی تلاش میں رہا تھا۔ چند لمحوں سے گزرتے گزرتے لوگوں کے سرواں کی جیب سے کچھ نہ نکلا۔“

”میں فوراً دھڑا دھڑا دیکھ رہا تھا۔ اگر یہ شخص بھی ان ہی لوگوں کا سامنے تھا جو میرے یا اس پر اس شخصیت کے تواق میں تھے تو یقیناً طور پر کچھ اور لوگوں کو بھی یہاں بوناچا پیسے کیا مائیکل کے خیال کے مطابق وہ لوگ ان کیٹیوں میں موجود ہیں۔“

واقعات عجیب و غریب انداز میں پیش آ رہے تھے۔ اگر یہ شخص تنہا تھا تو اس نے ہم پر فائرنگ کیوں کی؟ اس فائرنگ کا مقصد کیا تھا؟ بات کسی طرح سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

”مگ کی آواز ابھی؟“ اس کا خیال ابھی میرے منظر پر تھا۔

”مجھے شک ہے کہ شخص یہاں آگیا تھا۔“ مائیکل نے کہا۔

”نہیں مگر مائیکل۔ اگر یہ شخص واقعی یہاں آگیا تھا اور اس کے ساتھی یہاں سے کہیں دور ہیں تو پھر اس نے فائرنگ کر کے حماقت کا ثبوت دیا ہے کہ وہ کچھ لوگ کوئی نہ ہو گئے۔“ میں نے کہا۔

”یہی تو ممکن ہے کہ وہ اس فائرنگ سے ہمیں یہیں روک کر رکھنا چاہتا ہو اور اسے اپنے ساتھیوں کا انتظام نہ مائیکل نے رائے ظاہر کی۔ پھر بولا۔ ”ویسے شرعی میں سوچنا ہے کہ پربک کو مبارک باد دیتا ہوں۔ اس نشانے نے اس وقت میں ایک بدبختی سے غلطی سے نجات دلائی۔ ورنہ یہ کیا ہم میں سے ایک آدھ کو فروز لے رہا۔ میں خود بقول سے صحیح نشانہ نہیں لگا سکتا کبھی اٹھال کرنے کی ضرورت ہی نہیں پیش آتی۔ آپ بلاشبہ حیرت انگیز ہیں شرعی۔“

”ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ عمل بہترین نشانہ باز ہے۔ ویسے یہ شروع ہی سے خود کو حیرت انگیز ثابت کرتے رہے ہیں۔“

”مگ نے بھی مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر بولا۔ ”میرا خیال ہے کہ میں وقت ضائع کیے بغیر یہاں سے آگے بڑھ جانا چاہیے۔ ان کیٹیوں

کی سمت میں چلتے ہیں۔ جو ہوگا دیکھا جائے گا۔“

”لاش پر آخری نگاہ ڈالنے کے بعد چاروں نے ہل پڑے۔“

”کہنوت کیٹیوں سے لڑنے کے لیے تیار ہو جانا تو یہ بتا تو چیل جاتا کہ یہ یہ کون؟“

”ایک سے بڑا تھوڑے جوتے کا۔ اس کی بات کاٹنے نے مائیکل نے کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ ہم سب نے کھانے کے نزدیک پہنچ گئے۔ انھیں اطمینان دلا کہ خطرہ دور ہو چکا ہے۔ پہلے تو کسی کو یقین نہ آیا کہ اتنی جلدی خطرہ کیوں کر دور ہو سکتی ہے جب آگے بڑھ کر انھوں نے اپنی آنکھوں سے خود اس نا معلوم شخص کی لاش اور اس کی رافٹل بھی دیکھ لی تو انھیں یقین آ گیا۔

ہم نے راستے طے کرتے ہوئے لاش اٹھا کر ایک گھر سے کھڑی میں اچھال دی اور جتنی امکان وہاں سے غن کے دھبے بھی صاف کر دیے۔ احتیاط کا تقاضا یہی تھا مائیکل نے میری اس بات سے اتفاق کیا اور کہا۔ ”میرا خیال ہے اب ہم مزید احتیاط سے کام لینا چاہیے اگر ان کیٹیوں میں دشمن کے کچھ اور ادا ہو چکے ہوں تو ہم سے قریب آئے۔“

”کاٹنا؟“

”مگ نے تشویش ناک لہجے میں کہا۔ ”ہاں اس بات کا امکان ہے۔ میرا خیال ہے میں مرکز چھوڑ دینی چاہیے اور ان چٹانوں کے عقب میں چلتے رہنا چاہیے۔“

”مگ بالکل ٹھیک کر رہا ہے۔“ میں نے اس کی بات کو تسلیم کرتے ہوئے کہا۔

چنانچہ ہم نے مرکز کے دیرے سفر کرنے کا پروگرام شروع کر دیا اور نیچے ان کے چٹانوں کے عقب میں چلنے لگے۔ لہذا کرنے میں اگرچہ وقت فراہم نہیں لیکن دشمن کے اچانک اور فوری حملے سے ہم محفوظ رہ سکتے تھے۔ ایک لمبا اور شورگراں راستہ طے کرنے کے بعد ہم ان کیٹیوں تک پہنچ گئے مگر وہاں کسی انسان کا وجود نہیں تھا۔ ہر طرف ویرانی اور تباہی پھیلا ہوا تھا۔ لوگوں لگتا تھا جیسے میلوں سے اس علاقے میں کسی انسان کا گزر نہ ہوا ہو۔ ہم پریشان لگنا ہوں گے ان کیٹیوں کو کھتے رہے۔

”اچھے یقین ہے یہاں کوئی نہیں ہے۔“ فریڈ نے زیر زبان کہا۔

”کوئی دھواں دیکھو؟“ میں نے کہا۔

”نہیں اٹھ رہا جس سے اندازہ ہو کر یہاں کوئی ہے۔“ مائیکل بولا۔

”بڑا عجیب سا ماحول لگتا ہے۔“ مگ نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

”ممکن ہے ان بد سائروں نے ہمیں پھنسانے کے لیے کوئی گہری چال چلی ہو۔ یہیں جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔ ان کیٹیوں میں داخل ہونے میں بھی ممکن احتیاط کرنا ضروری ہے۔“

”مگ کیوں کرتے ہیں کہ باقی لوگوں کو یہیں چھوڑ دیتے ہیں۔“ میں نے مائیکل اور عملی وہاں چلنے میں۔

”یہ بہت بہتر ہوگا۔“ میں نے جواب دیا۔ ”بہتر آسٹن! کا کہنا۔ ان لوگوں کا خیال کھینچے گئے۔“

”یقیناً آپ لوگ اطمینان سے جائیں۔ اگر کوئی گڑبڑ ہو تو ہم یہاں کم از کم ان لوگوں کے تحفظ کا بندوبست تو کر سکتے ہیں۔“

”یوٹھی آسٹن نے کہا۔

”ہم لوگ گھر سے کھڑی میں ان کیٹیوں کی جانب بڑھنے لگے۔ کبھی کبھی ہمارے سامنے ٹپے آ جاتے تھے اور پھر کھڑے ہوتے لوگ ہماری نگاہوں سے اوچھل جاتے تھے۔ میں توجہ سے دیکھتا تھا اور اس طرح آگے بڑھ رہا تھا کہ اگرچہ ہر خانہ میں کیا جاتا تو اپنا بچاؤ کر سکتا تھا۔ مائیکل اور مگ نے یہاں بھی میری تکنیک استعمال کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ اس کے ماہر نہیں تھے۔ چنانچہ انھیں اس طرح چلنے پھرنے میں وقت بیکش آ رہی تھی۔ چند لمحوں بعد ہم بالکل نزدیک پہنچ کر کیٹیوں کی مشین کھینچنے لگے لیکن وہی خاموشی وہی سا خاموشی انسانی وجود کا پتا نہیں چلتی تھی۔ میں ایک کین میں جھانک کر دیکھ کر دیکھا۔ مائیکل اور مگ بھی قریب آ گئے اور ہم چاروں طرف گھوم پھر کر ان کیٹیوں کو دیکھنے لگے۔

”قطعاً کوئی بات نہیں تھی۔ چنانچہ ہم نے ایک بلند جگہ کھڑے ہو کر آسٹن کو اشارہ کیا۔ مقصد یہ تھا کہ وہ لوگ بھی یہاں پہنچ جائیں۔ ہمارا یہ اشارہ دیکھ لیا گیا اور کچھ دیر بعد انھوں کا قبا قرا اس طرف آنے لگا۔ ان لوگوں کے راستے میں کوئی مزاحمت نہیں تھی۔ چنانچہ میں ایک اور مائیکل کو بھی چھوڑ کر خود ایک کین کی جانب بڑھ گیا۔ لیکن دوسروں کی نسبت زیادہ کشادہ اور مربوط تھا۔ کین میں داخل ہو کر میرے منہ سے حیرت و مستی کی ایک بچھ نکل گئی۔

”نہایت آرام دہ کین تھا۔ ضرورت کی چیزوں سے بھرا ہوا۔“

”مفی سے چلنے والا استواور کئی چیز موجود تھیں۔ گرم اور تھیں کیلوں کا ایک انبار تھا۔ دیواروں پر کڑی کے لمبے پٹے تھے۔ جڑ کر دو ڈبے رکھے گئے تھے جن میں کھانے پینے کی چیزیں تھیں۔

”تھیں میں مشہور رہ گیا۔ جن کیٹیوں میں میں نے سب تک جھانکا تھا ان میں کچھ بھی نہیں تھا۔ ممکن ہے صرف چند کیٹیوں میں زندگی کے آثار ہوں۔ میں اس کین سے نکل کر اس کے بالکل قریب ایک دوسرے کین میں داخل ہوا۔ یہ بھی بڑے اور کشادہ کیٹیوں میں سے ایک تھا۔ وسط میں کڑی کی ایک بہت بڑی میز چھائی ہوئی تھی اور اس پر کھانے کے کھوتے برتن۔ مین کی ہڈیاں اور مگ پرے ہوئے تھے۔ ان پیالیوں اور گلوں کی تر میں جو قندہ بچ گیا تھا، وہ مروی کے باعث جم گیا تھا۔

”میں نے ایک مگ میں اٹھل ڈال کر قندے کی حالت کو توڑنے کی کوشش کی۔ اس نے میری اٹھل کے دباؤ کو فوراً قبول کر لیا اور شر توٹ گئی۔“

”خاف خاف تھا کہ لوگ ان کیٹیوں میں رہ رہے تھے۔ انھیں یہاں سے گئے ہوتے زیادہ مہر نہیں گزرتا تھا لیکن وہ کہاں چلے گئے؟ یہاں یہ خاموشی کیوں ہے؟ میں نے پریشان ہو کر سوچا اور پھر دوسرے کیٹیوں کا جب نرہ لینے لگا۔

”چاک کیٹیوں میں یہ سامان موجود تھا۔ باقی کین خالی پڑے تھے۔ ان میں کوئی سامان نہیں تھا لیکن یہ چاک کیٹیوں کے تھے جن میں ضروریات زندگی کی تقریباً تمام چیزیں موجود تھیں اور یہ سب ہمارے کام آ سکتی تھیں۔

”میں نے باہر نکل کر دیکھا۔ اقدار ابھی کیٹیوں کے نزدیک نہیں پہنچا تھا۔ البتہ وہ خاموشی طے کر چکا تھا۔ مگ اور مائیکل ان لوگوں کی گھرائی کر رہے تھے اور قریب و جوار پر نگاہ بھی رکھ رہے تھے۔ مائیکل کیٹیوں کے عقب میں ادھر ادھر کھائیاں دوڑنے لگا۔ کئی جگہ برف پر چھٹے ٹائروں کے نشان نظر آتے دیر سے اس شبہ کی تصدیق ہو گئی کہ ان لوگوں کو یہاں سے گئے ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری۔ پھر میں بھی مائیکل اور مگ کے پاس پہنچ گیا۔ قندے والے اب بالکل نزدیک آئے جاتے تھے۔ ان کیٹیوں پر گورنمنٹ سپلائی ہوا تھا۔ مائیکل نے گھوم کر دیکھا اور بہت سے مسکرایا۔

”آپ ان کیٹیوں میں کیا تلاش کر رہے تھے شرعی؟“ اس نے سوال کیا۔

”ضروریات زندگی کا سامان۔“ میں نے جواب دیا۔

”اوہ! کیا وہ ان کیٹیوں میں موجود ہے؟“ مائیکل نے پھر مزاح انداز میں کہا۔

”ہاں! میں نے جواب دیا اور مائیکل جو کچھ کر چکے دیکھنے لگا۔

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ کہ ضروریات زندگی کا تمام سامان ان کیٹیوں میں موجود ہے۔“

”کیا واقعی؟“ مگ حیرت سے بولا۔

”ہاں! آپ کو واقعی حیرت ہوئی ہوگی۔“

”لیکن جن کیٹیوں میں ہم نے دیکھا تھا۔ وہاں تو کچھ نہیں تھا۔“

”یہ بھی دلچسپ اتفاق ہے کہ جب ہم کیٹیوں کے عقب سے جھانک رہے تھے تو ہم میں سے کوئی ایسے کین کو نزدیک

مکہ جس میں وہ مسلمان موجود ہے، ابھی جب یہ لوگ قریب آجائیں تو آپ ذرا ان کینوں کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ وہاں کیا کچھ موجود نہیں ہے؟

"خدا کی پناہ! لیکن کوئی انسان نہیں ہے یہاں؟" مائیکل نے سوال کیا۔

"یہ تو دلچسپ بات ہے مائیکل! لیوں گناہ سے بچے انہیں یہاں سے گئے ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا لیکن وہاں گئے ہیں، اس کا اندازہ نہیں ہو رہا ہے۔ جب کہ برف کی سفید سطح دور دور تک سنسان پڑی ہوئی ہے؟"

"تو جب کی بات ہے واقعی تو جب کی بات ہے مائیکل! اگر آپ یہاں رکتے تو میں جا کر ان کینوں کو دیکھ لوں۔ مجھ سے صبر نہیں ہو رہا ہے۔" مائیکل بولا اور ایک نکرار گون بھائی۔

مائیکل میرے ساتھ بڑے کین کے اندر گیا۔ اس نے اس کین کو دیکھ کر شہ پر تعجب کا اظہار کیا۔ ایک ایک چیز کو چھو کر دیکھنے لگا۔ جی ہوتی پالی سے تو اسے ایک گولڈن کربان پر رکھا اور خزاں تھوک کر بولا: "اب میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ قہور دوروز سے زیادہ پرانا نہیں ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ انھوں نے دوروز قبل ہی جگہ چھوڑ دی تھی؟"

"لیکن وہ غائب کہاں ہو گئے؟ انھوں نے یہ ساری ملائجٹ خیارہ پھاڑوں میں اتارنے کے لیے کی تھی تو پھر وہ یہاں سے غائب کہاں ہو گئے؟" مائیکل نے سوال کیا۔

اس سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔ قافلہ پہنچ گیا۔ آوازیں قریب ہی سنائی دے رہی تھیں۔ اس لیے ہم دونوں بھی باہر نکل آئے۔ سردی کے مائے ہوئے بڑی تیزی سے کینوں میں گھسنے کی کوشش کر رہے تھے۔ انھوں نے اپنے لیے چائے پناہ تلاش کر لی۔ اتفاق سے ایڈلر اس بڑے کین میں جاگسا تھا جو سامان کے کینوں میں سے ایک تھا۔ چند لمحوں کے اندر رہا چھوڑ کر جوں چڑھانا ہوا باہر نکل آیا۔

"براؤ کرم اس کین کا دروازہ بند کر دو۔ بڑا تعجب ہے یہاں۔ بہانہ ہی ہو ہو کی ڈالیں مڑ رہی ہیں۔ اس سے بھاری کے جاریم بھی ہماری دگوں میں داخل ہو سکے ہیں۔ اس نے باہر نکل کر کین کے دروازے کو بند کر دیا۔

مجھے اور مائیکل کو اس بات پر زور سے ہنسی اچھی لگی مائیکل نے اس کے پاس پہنچ کر کہا: "اوہ! مشرا ایڈلر! میرے خیال میں آپ کو فوراً غسل کرنا چاہیے۔ آپ اندر سے آئے ہیں؟"

"میرے بارے میں آپ فکر نہ کریں مشرا پلاٹ، میں ٹھیک ہوں۔" ایڈلر نے تیزی سے چڑھ کر کہا۔

"میرے نہیں۔ آپ بھی دوسروں کے ساتھ ہیں۔ آپ کو وہ سب کچھ کرنا ہوگا جو دوسروں کے خدا میں ہے۔" مائیکل بولا۔

"دیکھو مشرا پلاٹ! اچھے آگے بڑھنے کی کوشش مت کرو۔ میں ذرا مختلف خراج کا نشان ہوں۔ اگر تمنا خیال ہے کہ ایک گردہ بنا کر اس خطرات کا ماحول میں تھری ڈی مڈل جاتے گی تو یہ تھری حاکم ہے۔ میں تم سے ڈرتی ہوں کہ وہ جو جاؤں گا اور اس کے بعد خواہ کچھ بھی ہو جائے، میں تمہیں ضرور ہلاک کر دوں گا؟"

مائیکل بلاشبہ ٹھنڈے دمخ کا نشان تھا۔ جنس کرکٹس لگا "نہیں مشرا! لڑنے میں آپ کی دشمنی چاہتا ہوں، نہ ہی ہلاک ہونے کا خواہش مند ہوں۔ صرف ایک اطلاع قبول فرمائیے۔ یہاں اور بھی کئی کینوں میں وہ سب کچھ موجود ہے جو آپ نے اس کین میں دیکھا ہے؟"

"ہیں؟" ایڈلر کا منہ تعجب سے کھل گیا اور ہمارے حلق سے قہقہے اُبل پڑے۔

سافروں کی قویاں بن گئی تھیں۔ انہیں ضرورت کا کوئی سامان لینے سے نہیں روکا گیا تھا۔ ظاہر ہے اب ان پر مسلسل کنٹرول تو نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ایڈلر کی طرح دوسرے لوگ بھی باقی ہو سکتے تھے۔ بڑے کین میں ہمارے ساتھ مورنا اور شرا ایک جی تھے۔ لوہو بھی یہیں موجود تھا اور باقی وہ تمام لوگ موجود تھے جو پہلے بھی ساتھ رہے تھے۔

"کاش ہمیں ان کینوں سے ہتھیار وغیرہ مل سکتے۔" مائیکل نے کہا۔

"میں نے وہ دکھا ڈالیا اور چار چاقو قبضے میں کر لیے ہیں۔ خاص طور سے سافروں کے اندر داخلے سے قبل میں نے سامان کے تمام کینوں کی تلاشی لی تھی۔ صرف اس قہقہے کے تحت کہیں ہتھیار جیسی خطرناک شے ایڈلر جیسے بدعاش لوگوں کے ہاتھ نہ لگ جائے؟" فریڈ نے کہا اور بپ چوکس بڑے۔ ہم نے تمہیں آمیزنگا ہوں سے فریڈ کو دیکھا۔

"ہمت عہدہ کام کیا ہے تم نے فریڈ۔ بلاشبہ اس وقت یہ چیزیں بھی بہترین ہتھیار کی مانند ہیں۔" مائیکل نے کہا۔

"وہ ایسے کیا بدو گرام ہے دو تو وہ ہیں۔ اس جگہ تک نکرنا ہے؟ یہاں طویل آئلز کریں گے یا بس تھوڑی دیر کے بعد چل دیں گے؟" آسٹن نے سوال کیا۔

ہر چند کہ موسم خوشگوار اور آسمان صاف ہے لیکن ہر لوگ اسی بری طرح خشک گئے ہیں کہ اب آرام کیے بغیر چار نہیں ہٹا سکتے۔ اور جی اس اندازہ وغیرہ اس سفر سے خاص طور پر

"اس لیے میرے خیال میں ہمیں کل تک یہاں رہنا ہے۔ یہاں سردی سے بچنے اور استعمال کے لیے دوری کا سامنا کرنا ہے۔ اس لیے کوئی تکلیف بھی نہیں ہوگی۔" مائیکل نے کہا۔

ہم سب اس بات پر متفق ہو گئے۔ جیسن نے کہا: "یہاں دیکھو! اس ساری چیزیں مل گئی ہیں لیکن اس کے باوجود میں ان لوگوں کو کونفر لڑائیں کرنا چاہیے جو یہ چیزیں چھوڑ کر چاری لگا ہوں سے روک پڑے ہو گئے ہیں۔ کسی بھی وقت..."

"تمنا خیال بالکل ٹھیک ہے جیسن۔ اس کے لیے ہمیں باری باری پرہ دینے کا بندوبست کرنا ہوگا۔" مائیکل بولا۔

"ایسا ہی ہوگا۔" مائیکل نے کہا۔

مورنا اپنی جگہ سے اٹھی اور دونوں آئے ہوٹھوں کی مدد سے پڑے شرا کو جگہ کر کے سوپ تیار کرنے لگی۔ لوہو بیٹھوں سے اٹھا ہوا تھا۔ دیر میں اس نے شرا پر جگہ کر دی اور گردی اور کھڑکھڑکے قہقہے کھول کھول کر دیکھنے لگا۔

"جب تک یہ لوگ کھانا تیار کریں، آؤ ہم لوگ باہر چل کر پرہ دینے کی جگہ منتخب کریں۔ جیسن نے تجویز پیش کی اور ہم لوگ باہر نکل آئے۔ دوسرے کینوں کے کین بھی اپنے مشاغل میں مصروف تھے۔ ہم نے پرہ دینے کے لیے ایک عہدہ جگہ منتخب کی جہاں سے ہم روک اور اس سے ہٹ کر دوری جگہوں پر رہنا سہاں نگاہ رکھ سکتے تھے۔ پرہ کے معاملے میں ضروری امور طے کر لیے گئے۔ اسی وقت ایک ہوش ویلی سن نے باہر آکر اطلاع دی کہ کھانا تیار ہے۔

ابلی خاندان کی طرح ہم لوگ کھانے کے گرد بیٹھ گئے۔ اس ہولنگ کا ماحول میں بھی اس وقت کھانے میں وہ لطف آتا کہ ناقابل بیان ہے۔ اس کے بعد ہم آپس میں مصروف ہو گئے۔ مشرا مائیکل کی حالت بہتر تھی لیکن ان کی زبان بدستور خوش تھی۔ ہماری باتوں میں انھوں نے کوئی دخل نہیں دیا۔ کچھ دیر بعد مورنا سے گفتگو کرنے کا موقع مل گیا۔ ہم کین کے ایک گوشے میں اٹھ بیٹھ کر کھانے کے سامنے جا کھڑے ہوئے جس سے باہر کی سفید لٹا ہمت غرضگوں لگ رہی تھی۔ اس کھڑکی کے پرہ نہیں تھے اور اسے بند کرنے کا کوئی اندازہ بھی نہیں تھا۔ اس لیے صرف اس کھل رہی تھی اور اس سے باہر کا موسم اندر بھی اثر انداز ہو رہا تھا۔ اس نے بڑی کارکردگی دکھا کر کھڑکی کے گردی تھی۔

"مشرا! شرا کی حالت بہت تر معلوم ہوتی ہے۔ میں نے کہا۔

"ہاں، یہ مورنا سے قدر سزا لے رہی ہیں۔

"تم سے گفتگو کی انھوں نے؟"

"کوئی خاص نہیں؟"

"تم ان کے لیے پریشان ہو گے؟"

"مجھے زیادہ تو تم ان کے لیے پریشان معلوم ہوتے ہو؟"

مورنا نے کسی قدر جھگڑا کر کے جیسے جیسے کہا اور میں چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

میں نے سفدرت آہستہ آہستہ میں کہا: "سوری مورنا! میرے خیال میں تم اس وقت تنہا ہی چاہتی ہو۔ ایسی بات تھی تو کہہ دیجیے مجھے؟" ویری سوری ڈالیں واپس کے لیے شرا تو مورنا نے میرا بازو پکڑ لیا۔

"اپنی طرف سے ہی فیصلہ کر لیا۔ میں نے ایسی کون سی بات کہہ دی؟"

"نہیں! تمنا! مورنا! تمنا! کوئی تکلیف نہیں۔ ظاہر ہے میری حماقت ہے۔" میں نے کہا۔

"علی پلزز۔ یہ بات نہیں ہے؟"

"پھر کیا بات ہے؟"

"تم صرف مشرا جگہ کے بارے میں ہی بات کیوں کرتے ہو؟"

"پھر کس کے بارے میں کروں؟"

"میں کسی قابل نہیں ہوں؟"

"یہ بات نہیں ہے مورنا۔ میں... مجھ میں نہیں آتا، میں تمہارے بارے میں کیا بات کروں؟"

"میں کسی قابل نہیں ہوں؟ اس نے پھر بات دہرائی۔

"دیکھو مورنا! ہم دونوں میں سے کوئی نہیں کر سکتا کہ آئندہ حالات کیا ہوں۔ اگر ہم زبردست سلامتی کی منزل پر پہنچ جائیں تو پھر ہمارا ملنا ہو یا نہ ہو۔ اتنی مختصر ملاقات اگر دل کی گولڈن تک پہنچ جائے تو ساری زندگی کی سکسٹن جاتی ہے؟"

"ساری زندگی کی؟"

"ہاں۔ ہم ایشیائی لوگ ایسے ہی جاہل ہوتے ہیں۔ محبت کرتے ہیں کسی سے تو اسے زندگی کی آخری حد بنا لیتے ہیں۔ یہ ہماری کمزوری ہے یا پھر اسے ہماری شناخت کہہ لو؟"

"نہیں علی! یہ تو قابل قدر بات ہے؟" مورنا شرا کی طرح میں بولی۔

"مجھ کو بھی قرار دو؟"

"علی! کیا میں تمہاری محبت کے قابل نہیں ہوں؟"

"میں خود کو تمہارے قابل نہیں سمجھتا؟"

"کیوں؟"

"بس! میں ایک معمولی سا انسان ہوں اور پھر صاف کرنا مورنا میں تمہارے بارے میں کچھ جانتا بھی تو نہیں ہوں؟"

”مزید کچھ کہنا چاہتے ہیں مہر مجھ؟“

”اوہ! معافی چاہتا ہوں علی! میں نے سوچا اس شخص نے ماعول میں کچھ جوش پیدا کیا جو بائیں دھیری سواری اس کے بعد رکھیں نہ کوئی بات نہیں کی۔ میں بھی انھیں بند کر کے سونے کی خوش کرنے لگا۔“

صبح کو تمام کیمپوں کے مسافر باہر نکل آئے اور کوہ کی تپاں شروع ہو گئیں۔ صبح کا دور دور تک نام و نشان نہیں تھا آسمان پر اڈوں کے حوالے ماسخ کر رہے تھے۔ یوں بھی اچھی طرح صبح کا آلا نہیں پھیلا تھا لیکن اس سے زیادہ یہاں سے کا ارادہ کسی کا بھی نہیں تھا۔ ضرورت کی جتنی چیزوں کا انتخاب کیا گیا غدا کے علاوہ چند اسٹو، مٹی کا ٹیل، گرم پیرے اور کبھی وغیرہ سے لیے گئے۔ مائیکل نے کئی چھوٹی چھوٹی چیزیں اپنے کوش کی جیب میں چھوٹی لیں۔ زمینوں کا جائزہ لیا گیا۔ پیرچے پرانے کے قابل ہو سکے تھے۔ خاص صورت میں وہ اپنے تھکے ہوئے پہاڑوں میں کوئی بھی زیادہ دور تک کسی کا پتہ نہ دینا سکتا چنانچہ اس سے قبل کہ پوری کرنے والے صبح کی سختی اور تھکن سے جھنجھلا کر انھیں کسی کھڑی اچھا دینے پر توجہ دینا خود کوئی اتنی ہمت پیدا کر لی جاسے کہ زندگی کی تلاش کے سفر میں وہ اپنے قدموں سے آگے بڑھ سکیں۔ چنانچہ چند اور مشرک خالی ہو گئے۔

صبح کے تقریباً چھ بجے تھے جب ہم نے دوبارہ سفر کا آغاز کیا۔ دروازہ کا اندازہ لگا لیا گیا تھا کہ زمینوں اور مشرکوں کے چھنے والوں کو بھی تکلیف نہ ہو اور قاصد بھی مناسب ملے جو ہمارے مشرک یا دیگر کسی مست و فراری سے دوسروں کا ساتھ دے رہے تھے لیکن ان کی خاموشی بدستور تھی۔

دوپہرے رات کے آرام کا اثر سب پر پڑا تھا۔ بیٹ بھی جھڑپے ہوئے تھے اور بدن پر گرم کپڑے بھی تھے چنانچہ کوشش سفر کے برعکس اس وقت سب بہت خوش گوار ہو گئے تھے۔ مائیکل کے قبائیل کے مطابق ہم زیادہ سے زیادہ چار یا پانچ میل دوری جاسکتے تھے۔ ڈھلان کا سفر بے شک اندازہ گوارا نہیں ہوتا تھا۔ چڑھائی کا لیکن پھر بھی بل کھاتی ہوئی تنگ مڑک پر چڑھنا آسان نہیں ہوتا۔ اگر ہم ایک دن میں دس میل کا سفر کر کے کر لیتے تب بھی ہیں بالکل تھکے ہوئے۔ صبح کے لیے طویل وقت درکار تھا۔ اور پھر یہ بھی نہیں کہا جاسکتا تھا کہ پہاڑوں کی ان بلندوں سے نیچے پہنچنے کے بعد ہمیں کوئی مناسب راستہ بھی مل سکے گا یا نہیں۔ جگہ کے بارے میں اندازہ کسی کو نہیں تھا۔ یہاں تک کہ ٹارٹ، مائیکل کو بھی نہیں۔ یہ راستہ عام ہوانا راستوں سے ہٹ کر تھا اور مائیکل بھی ان راستوں سے نہیں گزرتا تھا۔ البتہ تین

سے نیچے پہنچنے کے بعد کوئی ایک سمت اختیار کرنے کے بارے میں سوچا جاسکتا تھا کہ انہیں اس کا ابتدائی ہو۔

جون جوں ہی نیچے ترے گئے منظر بدلتا گیا۔ برقی علاقے بے شک تاخیر نگاہ جیسے ہوئے تھے لیکن اب کہیں کہیں ان میں درخت وغیرہ بھی نظر آتے تھے۔ فضا کثیف ہوئی چل گئی اور سانس لینے میں اب کوئی وقت نہیں ہو رہی تھی۔ اس کے علاوہ مسلسل سفر کرنے کے باوجود کوئی خاص تھکن محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

مڑک کو نظر نہ نظر پڑا جو اب چار ہی تھی۔ یہاں تک کہ ایک مقام پر ہمیں رکتا پڑا۔ پہلی نگاہ بائیں سمت گھراؤں میں آگئی تھی۔ ان گھراؤں میں ہمیں ایک دیرانہ نظر آ رہا تھا جو کہ راستے میں جا چکا تھا۔ یعنی نیچے ایک مخصوص فاصلے کرنے کے بعد یہ دریا عبور کرنا ضروری تھا۔ لیکن وہاں پر ایک ہی نظر آ رہا تھا۔ گویا وہاں سے دریا اور پہاڑ کا فاصلہ کافی تھا لیکن ہم بلندی پر تھے۔ اس لیے یہ منظر دیکھ سکتے تھے۔ البتہ ہماری نگاہ اتنی تیز نہیں تھی کہ ہم اس کے قریب وہاں کے منظر کا بھی اندازہ لگا لیتے۔ ”سندریلہ سے اس کی بلندی کتنی ہوگی؟“ مائیکل نے پوچھا۔

پوچھا۔ ”میرا خیال ہے کہ تین ساڑھے تین ہزار میٹر سے کسی طور کم نہیں ہوگی۔“ مائیکل بولا۔ اس کے جواب پر خاموش ہو گیا تھا۔

تقریباً چھ بجے تک مسلسل سفر کرنے کے بعد ہم نے ایک جگہ سناٹے، کھانے پینے اور تھکن دور کرنے کا فیصلہ کیا۔ یہاں کے رائے دی کر دیا اب چوں کہ قریب ہے اس لیے یہاں ہر دینے پار کے ہی ڈیرے ڈالے جائیں۔ مائیکل نے اس بارے میں رائے جاننے کے لیے میری جانب دیکھا اور میں نے سر ہلایا۔ مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ چنانچہ ہم لوگوں نے رفتار بڑھادی۔

جیسے نہ سرت سے آتے تھے ہوئے کہا۔ اس دریا کو دیکھ کر مجھے بڑی مسرت ہو رہی ہے۔ یہاں تو کھانا ہی کھانا ہوتا ہے۔ میں اس میں دوچار غوطے ضرور لگاؤں گا۔ اس نے اپنی سر کی طرف دیکھا جو میری طرح باپ رہا تھا اور مسکرا کر بولا۔ ”میرا بیٹا! آپ بھی میرے ساتھ نہ جائیں گے؟“ لیکن کہیں ساری تھکن و درد ہو جائے گی۔“

”جو اس منت کرو۔ میں اس شخص سے پانی کے قریب کھانا بھی نہیں ہو سکتا۔“ اپنی طرف زدہ انداز میں جیسے کسی کو ہم پیچھے چھوٹ گیا اور سب کے قدم لگا کر ہمیں بڑے۔ مورنا۔ دوسری ڈوکیاں بھی بے اختیار ہمیں دہی تھیں۔ کچھ دیر کے بعد فضا بالکل

دلی تھی۔

”سوال یہ ہے کہ اس دریا کو عبور کرنے کے بعد کیا ہیں کوئی مناسب جگہ ملے گی؟“ آئینہ نے کہا۔

”میرا مشن! ہم سب کے سہارے چل رہے ہیں لیکن یہ ہیں کوئی پہاڑی آبادی مل جائے۔ اگر زمین کوئی آبادی مل گئی تو ہم مشکلات دور ہو سکتی ہیں۔“ مائیکل نے جواب دیا۔

سفر جاری رہا۔ یہاں تک کہ ہم دریا کے قریب کی وادی میں داخل ہو گئے۔ کھدوری اور انہمازی زمین پر چٹانیں بکھری ہوئی تھیں اور چھوٹے چھوٹے ٹیلوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ یہاں برف بھی کچھ تھی۔ مگر بعض جگہوں پر تو سمجھوری زمین بھی نظر آرہی تھی۔ ہم سب سے ادھر ادھر راستے تلاش کرتے ہوئے دریا کی جانب بڑھتے رہے۔ مورنا میرے بالکل پیچھے تھی۔ اس موسم کے باوجود اس کے چہرے پر ہمتا نہیں تھی۔ لیکن وہ تھک چکی تھیں کہ وہ لڑی تھی لیکن اس نے ایک ہلچل اس کا اعلا نہیں کیا تھا۔ پھر مڑک ایک طرف مڑی۔ یہاں شاید بالکل قریب آ گیا تھا۔ ہم سب ہوا کے جھونکے آ رہے تھے۔ ہم سب کی رفتار ایک دم تیز ہو گئی۔ سب ہی دریا کے قریب پہنچنے کے خواہش مند تھے۔ ایک اونچی جگہ پہنچ کر ہم نے دریا پر پہلی نظر ڈالی اور..... دم بخود ہو گئے۔ لوہو کے حلق سے عجیب سی آواز نکل گئی۔ ہم پھرتی سے نیچے بیٹھ گئے۔ لوہو دوسرے لوگوں کو اس منظر کے آگے سے روک رہا تھا۔ سامنے کا منظر واقعی ہمارے لیے حیران کن تھا۔ بلندوں سے جب ہم نے پہلی بار دریا دیکھا تھا تو کچھ محسوس نہیں ہوا تھا اور پھر گھومتی ہوئی مڑک سے نیچے آ رہے تھے اس لیے یہ دریا نظروں کے سامنے نہیں رہا تھا اور حقیقت نگاہوں سے اوجھل ہو چکی تھی۔

ناچار ہواڑی راستوں نے اب تک اس خوف ناک حقیقت کا علم نہیں ہونے دیا تھا کہ دریا کے اوپر بنا ہوا پہاڑی علاقے سے قوت ہوا تھا اور اس کے دوسرے کنارے پر دریا کی انہوں کے شور میں بہت سی انسانی آوازیں بھی شامل ہیں۔ یہ آوازیں ہمیں یہاں سنائی نہیں دے رہی تھیں لیکن ہم بہت سے آدمیوں کو بھیگا دوڑ کرتے تو دیکھ سکتے تھے۔ دوسرے کنارے پر ایک بڑا سا مڑک بھی نظر آ رہا تھا جو فوجی قسم کا تھا۔ اس طرف موجود لوگوں نے شاید یہی ہمیں دیکھا تھا۔ اسے بھی خوش فہمی ہی کہا جاسکتا تھا۔ وہ ہم سے لاعلم تھے لیکن جس جگہ ہم تھے، وہ دور دراز بلندی پر تھی۔ مکمل طور پر ان کی نگاہوں سے چھپنے کے لیے ہمیں کوئی چھپنے کا سامان جو ایک لمحے میں ممکن نہیں تھا لیکن یہ ضروری تھا، چنانچہ میں نے لوہو کو اشارہ کیا اور وہ تیزی سے چل پڑا۔ مگر اتنی دیر میں کام بگڑ گیا۔ انھوں نے ہمیں دیکھ لیا تھا۔

ایک لمحے کے لیے تو وہ بھی ساکت رہے لیکن دوسرے لمحے وہ سنبھل کر مڑک کی طرف دیکھے۔

”لوہو! پھرتی سے! ان لوگوں کو.....“ میں نے آوازیں کیا تھا کہ ایک فائر جوا اور کوئی سنسناتی ہوئی میرے سر سے صرف چند انچ کے فاصلے سے گزری۔

”اوہ..... چیت! ہم..... تم تیرا سہ تو ہونا.....“ لوہو نے اختیار دہری طرف لپکا۔

”ان لوگوں کو لوہو..... ان لوگوں کو.....“ ”تو مجھے کس کو چیت..... یہ بلندی خضر ناک ہے۔ جلدی سے پیچھے ہٹ جاؤ۔“ لوہو نے کہا۔

”دو تین گولیاں اور پچیس سو لوگ بھی بدحواسی میں فائر کر رہے تھے۔ ورنہ ان کی کوئی نہ کوئی نہیں ضرور چھوٹی۔“ زمین سے چپک جاتے چیت! اس قدر جلد میں زمین سے چپک جاتے۔ لوہو پھر لولا اور میں نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ گولیاں سنسناتی ہوئی ہمارے سونے سے گزرنے لگیں۔ ان کی تعداد اور تیزی میں اضافہ ہوتا گیا۔ یوں لگتا تھا جیسے اب بہت سے لوگوں نے ہتھیار سنبھال لیے ہوں۔

ہم دونوں اپنے پاؤں رینگنے لگے۔ گولیاں طوفانی رفتار سے ہمارے دائیں بائیں زمین پر لگ رہی تھیں اور پتلی زمین اڑھڑ رہی تھی۔ پتھروں کی بار بار کڑیاں ہمارے بدن کے کھٹے ہوئے حصوں پر غوب زور سے لگ رہی تھیں۔ یہی شکر تھا کہ وہ لوگ صبح نشا نہیں لے پا رہے تھے، ورنہ اس کھٹے علاقے میں، ہمیں نشا نہ لیا ایسا اس قدر مشکل بھی نہیں تھا۔

گولیوں سے کسی قدر محفوظ ہو کر ہم ایک لمحے کے لیے ٹکے میں گدگد کر دیکھا۔ قافحے والوں کو صورت حال کا اندازہ ہو گیا تھا اور انھوں نے ایک بڑی چٹان کی آڑ میں پناہ لے لی تھی۔ مائیکل جھومے کی طرح رکتا ہوا پہاڑی طرف ہاتھ پیرچ کر رہا تھا۔ ”کون..... کون ہیں وہ.....؟“ اس کے پاس قریب پہنچ کر پانچتے ہوئے پوچھا۔

”وہی ہوں گے جن کے بارے میں ڈاکٹر نے پیش گوئی کی تھی اور جن کے دو آدمی ہمارا نشانہ بن چکے ہیں۔“ میں نے جواب دیا۔

”کتنے ہیں؟ اور کیا وہ گولیاں برساتے ہوئے ہماری طرف بڑھ رہے ہیں؟“ مائیکل نے پوچھا۔

”میرا خیال ہے وہ آگے نہیں بڑھ رہے ہیں۔ اگر وہ دریا پار کر کے آگے آئے ہیں میں کاٹا ہوا ہو گئے ہوتے تو ہمیں نشا نہ لانا میں انھیں کوئی وقت نہ ہوتی۔“

”ان کی تعداد کا کوئی اندازہ ہے؟“
 ”نہیں۔ ہمیں فوراً ہی دیکھ لیا گیا تھا اور فارنگنگ کرنے میں بھی نہایت محبت سے کام لیا گیا۔ اس لیے ہم ان کی تعداد اور پوزیشن کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکے۔“ میں نے جواب دیا۔
 ”ماٹیکل خشک چٹوڑوں پر نہ ان پھرنے لگا، پھر بول۔“
 ”یہ اندازہ لگانے کی کوشش تو کی جائے، امیر انیاں بے قائلے کو وہیں رکنا چاہیے۔ میں نے میگ کو ہدایت کر دی ہے کہ وہ ان لوگوں کو کنٹرول میں رکھے۔ ویسے بھی گولیوں کی اس بچھاؤ میں کوئی اس چٹان کی آڑ سے نکلنے کی کوشش نہیں کرسکے گا۔ اس نے قافلے والوں کو وہیں لٹکنے کا اشارہ کیا اور سبے پہلے لگا ہوں سے اوھر اوھر دھکے لگا۔ پھر اس نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا، ”امیر انیاں بے چارے اس دسے کی طرف چلتا چاہیے۔ وہاں سے ہم محفوظ رہ کر دیر کا کتا رہ دیکھ سکتے ہیں۔“

کیا تم بد دل ہوئے جا رہے ہو؟
 ”ہاں۔۔۔؟ ماٹیکل جیسے چونک پڑا۔ وہ نہیں، یہ بات نہیں ہے۔ سواری علی ایس نہ ہانپنے کیوں....؟“
 ”خصوصی ہماری زندگی ہے ماٹیکل، اگر ہم حوصلہ نہ کریں تو پھر کوئی دیکھیں گے۔“
 ”میں اپنے الفاظ پر شرمندہ ہوں مسٹر علی، انتہائی شرمندہ۔“
 اس نے ادھر ادھر دیکھا اور ایک بلند چٹان، مائی کی اس کے بعد وہ آہستہ آہستہ سرکنا ہوا جیسے ہوا اور دوسرے لمحے اس نے خشک کر دوڑ لگا دی۔ چٹان کے قریب پہنچ کر وہ آہستہ آہستہ اوپر چڑھ گیا۔ گولیوں کی پوچھا اس کے سر پر سے گزرنی وہ چٹان سے چپک گیا تھا اور ہتھوڑی میں تھا۔ میں اور وہ بھی ریشٹے ہوئے اسی چٹان کے نیچے چپک گئے۔
 ”میں اس سے ان لوگوں کو اچھی طرح نہیں دیکھا جاسکتا علی لیکن تھوڑا بہت اندازہ ہو رہا ہے۔“ ماٹیکل بول۔
 ”مثلاً؟ میں نے پوچھا۔“
 ”کنارے پر پئی ترک ٹکڑے ہوئے ہیں اور ان کے احران تقریباً بیس ساٹھ آدمی ہیں وہ سب مسلح ہیں میگن آفری کی شکار نظر آتے ہیں۔“

میں سنا اس کی بات سے اتفاق کیا تھا اور ہم بیٹوں ریگتے ہوئے آگے بڑھ گئے۔ تنگ اور لمبے دسے سے دوسری طرف نکلے ہوئے دو نظر آئے۔ اس کا تیر ہوا بے حد تیز تھا جھاک اڑا کر اسی طرف سے نکلا اور اس کے ساتھ پھر رہا تھا جب وہ دوسری طرف سے نکلا اور اس کے ساتھ پھر رہا تھا۔
 بلند ہوا اس کی جالی اور بالائی اس کی پورائیں سے سورج کی کرنیں پڑ چکی تھیں۔ تنگ اور بولوں کو نہ جاتے۔ یہاں بھی ہم ڈھنگ کی نگاہ سے پوشیدہ رہ سکے۔ فارنگنگ کا رخ اسی طرف ہو گیا تھا اور جن چٹوڑوں کی آڑ میں ہم پوشیدہ تھے، گولیاں ان کے پیچھے لٹنے لگی تھیں پتھروں کے ریزے چٹوڑوں کی طرح جا رہے بدن پر لگ رہے تھے۔
 ”ماٹیکل جیسے انداز میں مسکایا۔ یوں لگتا ہے ان کی تعداد کافی ہے اور ان کی پوزیشن کی کمی بھی نہیں۔ ان کے پاس۔“
 ان کے مقابلے میں ہمارے پاس ایک پستول ہے جس میں اب صرف چار گولیاں ہیں اور ایک رائفل۔ مسٹر علی، کیا ہم ان ہتھیاروں سے ان کا مقابلہ کر سکتے ہیں؟
 ”حالات کا اندازہ لگائے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کیا جاسکتا۔“ میں گہری سانس لے کر بولا۔
 ”حالات؟ گویا اب بھی حالات کا اندازہ لگانے کی گنجائش ہے۔؟“ ماٹیکل نے آہستہ سے کہا اور میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔
 ”تمہارے منہ سے یہ الفاظ حیرت انگیز لگتے ہیں ماٹیکل!

”کنارے پر پئی ترک ٹکڑے ہوئے ہیں اور ان کے احران تقریباً بیس ساٹھ آدمی ہیں وہ سب مسلح ہیں میگن آفری کی شکار نظر آتے ہیں۔“
 ”ماٹیکل کی بتائی ہوئی اس تفصیل نے میرے دل میں بھی اشتیاق پیدا کر دیا۔ میں خود اپنی آنکھوں سے یہ منظر دیکھنا چاہتا تھا۔ اس چٹان پر چڑھنا خطرناک تھا جہاں ماٹیکل تھا کیوں کہ گولیاں اب بھی اس کے اوپر سے گزر رہی تھیں۔ اس سے چند گز کے فاصلے پر میں نے ایک ہندو جگر بھرت کر لی اور بولو کو اپنے ارادے سے آگاہ کر دیا۔
 ”اگے چیف، میں بھی چلوں؟ تو بولو لگا ہوں میں جیسے اس سارے ہنگامے کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ ایسے بے جگر لوگ کم ہی لگا ہوں سے گزرتے ہیں۔“
 ”نہیں بولو نہ نہایت پوشیدگی سے یہاں رکھنا چاہیے۔“
 ”اگے ماسٹر؟ تو بولو نے جواب دیا۔ میں نے اپنا بدن تو لٹے گا اور پھر اس چٹان کی طرف دوڑ لگاؤں گا۔ ان کم بختوں کی بھرتی اور ہمارے قابل وادھی۔ جوں ہی انھوں نے مجھے دوڑنے دیکھا، اس طرف فارنگنگوں دیا لیکن میں نے چپکے چپکے ہتھوڑی میں سے لے کر گولیوں سے محفوظ ہو گیا۔ اس چند چٹان سے دو بار بار کا منظر بھولی نظر آ رہا تھا۔ میں پستول کی ایک ٹرک سے گولی کے ٹھٹھے آواز سنے تھے اور مجھے ہونے والے ہونے کے محسوس ایک خاص ناپ سے کالے جا رہے تھے۔ میں درمیان سے ٹوٹا ہوا

ہاتھ اور اس ٹوٹے ہوئے حصے کے عین نیچے ایک ٹرک بانی لہا ہوا تھا۔
 تو یہ بھی وہ فیلیم امداد جس نے اب تک اپنی بجائے رکھا تھا، وہ دونوں آدمی چہا را نکار ہو گئے تھے افغانا۔
 لوگوں پر غور کرتے۔ ہائی لوگوں نے وقتاً فوقتہ پر اس خشک پہاڑ کی کوشش کی ہوگی جہاں قاتل پر تیار سے کوا مار کر لایا تھا لیکن ختوں کا پل ٹرک کا وزن برداشت نہیں کر سکتا تھا یہ لوگ نہ بچیں گئے۔ اگر یہ پل ٹوٹنا تو شاید صورت حال بدل بھی نہ سکتی۔
 درحقیقت اتنے آدمیوں سے اس بے سرو سامانی کے عالم میں مقابلہ مشکل تھا۔ اس وقت صرف ایک ہی ترکیب تھی، کسی مرتبہ انھیں پل کی مرمت سے روکا جائے۔ میں اس معاملے پر غور کرنے لگا۔ میری نگاہیں ان لوگوں کا بغور جائزہ لے رہی تھیں۔ ان میں سے چند لوگ جگر جگر چپے ہوئے گولیاں برسا رہے تھے۔ باقی تھپی سے پل کی مرمت میں مصروف تھے۔
 تقریباً پندرہ آدمی ختوں کی ایک بڑی تعداد کو رتوں کی مدد سے پل کے ٹوٹے ہوئے حصے کی طرف کھسکا رہے تھے۔ وہ نہایت احتیاط سے خود کو سمجھاتے ہوئے ایک ایک آہ آگے بڑھ رہے تھے۔ ان کی ہر جنبش اس بات کا مظہر تھی کہ وہ خوف زدہ ہیں اور نہایت سراسیمگی کے عالم میں یہ کام کر رہے ہیں۔ کاش ہمارے پاس اسلحہ ہوتا، اگر ہم بھی کسی طرح مسلح ہوتے تو پھر ان لوگوں کا کیا مشکل تھا۔ سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ سازش کس کے خلاف تھی اور یہ لوگ کیا جانتے تھے؟ پل اگر تعمیر ہو گیا اور یہ اس کی مرمت میں کامیاب ہو گئے تو تباہ شدہ جہاز کے

نیم زدہ مسافروں کی زندگی کے لئے یہاں تک اس کی کمی نہیں رہا کہ دوسرے کنارے پر ہی روکنا تھا۔
 میں نے اشارے سے بولو کو اس بلایا۔ بولو جیسے اس کا مظہر ہی تھا۔ یہ سیاہ خام زمین پر بیٹھنے کے سلسلے میں ہم دونوں سے زیادہ تیز نکلا۔ وہ تیز رفتار چھپکلی کی مانند زمین پر لپکتا ہوا چٹان تک آیا اور پھر اسی طرح اوپر چڑھ گیا۔
 ”بلایا تھا چیف؟“
 ”ہاں بولو۔ وہ دیکھو۔“ میں نے کہا۔
 بولو خاموشی سے ادھر دیکھتا رہا، پھر بولو اپنی کی مرمت کر رہے ہیں۔
 ”ہاں نشا نہ کیسا ہے بولو۔“
 ”نسی بخش ہو گا ماسٹر۔“
 ”ماٹیکل کے پاس بیٹھ سکتے ہو؟“
 ”بائے دوسری طرف بھی جا سکتا ہوں۔“ جالوں کا وہ انہیں اچھوچھو میں کھدایا ہوں، غور سے سنو اور پھر پھرتی سے اس چٹان پر بیٹھنے کی کوشش کرو یہاں ماٹیکل سے اس سے پاس پستول ہے۔ ان لوگوں کو گولیاں چلانے دو اور انہیں ایک ہی کارٹوس مت ضائع کر دو۔ انھیں نگاہ میں رکھو جو نکلے اور رستے سے گزر رہے ہیں جوں ہی وہ سفید نشان تک پہنچیں، فوراً ان پر کم از کم دو فائر کرو اور ان میں سے دو کو ہلاک کر دو یہی ہونا چاہیے جوں تک رہا ہوں۔“
 ”جھجکا چیف؟“
 ”سفید نشان کے باسے میں سمجھ گئے؟ وہ جو ٹوٹے ہوئے تھے

مقبول ناول نگار ایچ اقبال کی دونوں کتابیں۔ ہر کتاب میں دو مشکل ناول

عجیب ہنگامے	ریکارڈ کی چوری
ایک جلد میں	ایک جلد میں
پانچواں کالم	موت کا راستہ
صفحات: ۳۲۰ قیمت ۲۵ روپے	صفحات: ۳۲۰ قیمت ۲۵ روپے

دونوں ناول ایک ساتھ گئے ہر ڈاک خرچ سات

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۱۰ کراچی

کے پاس ہے غالباً انھوں نے نشانی کے لیے کوئی سفید پتھر بانجھا ہے۔
”مجھ کو چیت“ کو بولنے کہا اور چٹان سے نیچے چھلانگ لگا دی۔

لوہی پھر معمول صلاحیتوں کا مجھے سب کوئی اندازہ پہنچا تھا۔ وہ حقیقت اس شخص کی دریافت پر فخر کیا جا سکتا تھا مگر ذہنی طور پر وہ جو کچھ بھی سوچ لیتا تھا تو فوراً اسے نظر نہ آتا۔ وہ دوسرے لوگوں اور کسی قسم کے خطرات کی پروا نہیں کرتا تھا۔ اسی لیے اس کی کارکردگی سے مثال تھی۔ ان کی آن میں وہ اس چٹان پر بیٹھ گیا جہاں مارٹین موجود تھا۔ میں نے یہ بھی دیکھ لیا کہ مارٹین نے سرواڑے سے دیا تھا۔

ہم انتظار کرتے رہے۔ تھکنے لالچہ الے آپل کے ٹوٹے ہوئے ٹھٹھے کے بالکل نزدیک آگئے تھے۔ میں نے راضی بیوی کر لی اور ان کے سفید نشان تک پہنچ جانے کا انتظار کرنے لگا۔ پھر پہلی بار ہماری طرف سے چار فائر ہوئے اور کیا ہی عمدہ نتیجہ برآمد ہوا تھا۔ ان فائرول کا ہم ان چار گولیوں کو سیکھ لیا۔ گولیوں پر ہماری کر سکتے تھے۔ بل پر موجود لوگوں میں سے چار آدمی بیٹھے آگے لیکن اس کے بعد باقی جو بچے، وہ ان لینا اور دینی شہزادوں کی زد میں آگئے۔ انھیں وہ سنبھالے ہوئے تھے۔ فٹنہروں میں آگے بڑھے وہ لٹکے ہوئے بل سے پھمکے گا۔

آن کی آن میں پانی کے تیرے چارے کے ساتھ بہتے ہوئے دور نکل گئے۔ ان کی دل فرامیوں میں گم ہو کر وہ اپنے گھر دیا کے دوسری طرف ہنگامہ مچا گئی تھی۔ وہ لوگ بڑی طرف دھواں ہو کر دوڑ پڑے تھے۔ دیا کے دوسرے کنارے پر جو ساڑھو سامان اور ترک وغیرہ تھے، سب کے سب جوں کے توں رہ گئے تھے۔

یہ لحاظ ہمارے لیے افسوس ناک تھے۔ کاش کسی طرح ہم دیا کے دوسری طرف پہنچ سکتے اور اس سامان پر قبضہ کر سکتے۔ خاص طور سے ترک جو ہمارے ہر دھک کا دواوا بن سکتے تھے۔ اسی تعداد میں ہونے کے باوجود ان کی بددعا بھی تھی۔ نیز تھی۔ اس سے صرف ایک ہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ ہر فانی ویرانوں کی اس زندگی نے ان کے اعصاب کو متاثر کیا تھا۔ ادراپ ان میں مذہبی خواہش مدافعت باقی نہیں رہی تھی۔ ان کے دل کمزور ہو چکے تھے۔

ہر گز دوسری طرف کی اندھا دھند فائرنگ بند ہو گئی۔ وہ کنارے سے کافی دور ہٹا کر گئے۔ اس طرح میں نے علاقے میں نقصان و حرکت کی آزادی مل گئی۔ صرف یہ ہوا لیکن غصہ وغیرہ پانی میں بہرے سے پل کی مرمت بھی کچھ دیر کے لیے رک گئی تھی۔

فریڈ اور میگ وغیرہ نے زلزلے کی طرح صورت حال کا اندازہ کر لیا۔ وہ دوڑے ہوئے ہمارے پاس آگئے۔ دوسری طرف سے مارٹین اور لوہی بھی آگئے۔

”میں اس طرح بے فکر تھا ہونا چاہیے دو تو اب یہاں ہم ان کی گولیوں کی زد میں ہیں۔ میں نے کہا۔

”کیا موت حال ہے؟ فائرنگ اور نہیں۔ میرا خیال ہے ہلکی طرف سے بھی فائر ہونے میں۔“ میگ نے کہا۔

”یہ جو چلے گا، میگ، یہ عام انسان نہیں ہے۔ اس کا جو کچھ ہوا ہے اس پر غور کرو تو جو بڑا اندازہ ہو جائے گا۔ میں نے مارٹین نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا اور پھر ان لوگوں کو تفصیل بتانے لگا۔ میگ نے چٹان پر چڑھ کر دوسری طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ ”تمام سامان جوں کا توں موجود ہے۔ قرب و جوار میں کوئی نظر نہیں آ رہا ہے۔ وہ چٹان سے نیچے آ رہا ہے۔“

”آپ مجھے اجازت دیں۔ ماسٹر میں دوسرے کنارے پر جا کر اسکو حاصل کرنے کی کوشش کروں۔ اگر یہ دیکھ لیا تو کم از کم اتنا مزدور کروں گا کہ ان کی پل کو مرمت کر کے کی ساری تدبیریں۔“

”نا کام ہوں گا۔ یہ سارے ٹلگ ہی تباہ کر دیں گا۔ اس کے بعد وہ بالکل ہی حواس کھو نہیں گئے۔“ لوہے نے کہا۔

”لیکن تمہارا کیسے جو کر دے لو؟“ میں نے پوچھا۔

”ایک تمہارے ہی سے ذہن میں۔“

”وہ کیا ہے؟“

”میں یہاں سے دریا کی مخالف سمت میں دو ترک نکل جاتا ہوں۔ وہاں سے دریا میں آ کر جوں کا اور پھر تیرا اتحاد دوسرے کنارے پر جانے کی کوشش کروں گا۔“

”اوہ، انہیں لوہا جان بوجھ کر میں تمہاری زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتا۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے میں کہا۔

دوسرے لوگ بھی لوہی اس قربانی کو قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہوئے تھے۔ آخر میں میں فیصلہ کر لیا کہ کئی لحاظ

پوری تو جس بات پر صرف ہونی چاہیے کہ وہ لوگ پل کی مرمت نہ کر سکیں۔ اس دوران میں کوئی اچھی ترتیب سوچ لی جاتی چنانچہ لوہا اور فرنی کو وہاں تعینات کر دیا گیا۔ پل کی تعمیر کے لوگ جب بھی تعین پل کے قریب دیکھیں تو ان کی پل کو مرمت کرنے کی کوشش کا کام فرما دیں۔ اس کے بعد ہم دوسرے لوگوں کی طرف واپس چل پڑے۔ سب سے پہلے لوگ زندگی سے مایوس، موت کے منتظر، آنکھوں میں خوف و ہراس کی کیفیات لیے بیٹھے تھے۔ انھوں نے مایوس نگاہوں سے ہماری طرف دیکھا۔ ایک سے کے لیے انھیں دیکھ کر دل کو تکلیف ہوئی لیکن پھر

میں نے خود کو سنبھال لیا۔ انھیں کوئی تسلی بھی نہیں دی جا سکتی تھی۔ میں خاموشی ہی بستر تھی۔ جیڑوگ ایسے بھی تھے ان کے چہروں پر یہ فکری تھی۔ میں نے ایڈا کو ”فریڈ“ کہا۔

”دیکھیں نے میرے نزدیک آکر کہا۔“ اسید کی کوئی حرکت نظر آتی ہے؟“

”ماریا گناہ ہے ماسٹر لیکن۔“

”افسوس، میں تو اپنی قراب حالت کے باعث آپ لوگوں کی کوئی مدد بھی نہیں کر سکتا جب کہ میری دلی خواہش تھی کہ آپ کے شانہ بشاد رہوں۔“

”کوئی بات نہیں ماسٹر لیکن، آپ ان لوگوں کو سنبھالیں۔ زبان تسلی دے کر کہا آپ انھیں پر سکون رکھ سکتے ہیں۔“

مجھے احساس ہے کہ صرف انسانی ہمدردی کے تحت آپ لوگوں سے اتنی ذمہ داریاں قبول کر لیں، حالانکہ یہاں کچھ لوگ۔۔۔۔۔

”کچھ لوگ کیا۔۔۔؟ میں نے دلچسپی سے پوچھا۔

”ہیں، کچھ لوگوں کی زبانیں صرف نہر اگلی تھیں لیکن ان کی یہ نہر افشان کسی پائرا ناز نہیں ہوتی۔“

”مثلاً؟ کیا خیالات ہیں لوگوں کے؟“

”آپ اپنے ذہن کو تنقید کا شکار نہ کریں ماسٹر علی! کیا فائدہ؟“

”کیا ایڈا کے علاوہ کچھ اور لوگ بھی ہمارے مخالف ہیں؟ میں نے مسکرا کر پوچھا اور دیکھ کر بھی مسکرائے۔

”سربراہ ایڈا کی ہے۔ پریشان حال لوگ اس کی بھی تھے ہیں۔ دراصل وہ ان گھناہی قسم کے لوگوں میں سے ہے جو کچھ

میں ہوتے لیکن بدترین حالت میں بھی لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ ایڈا نے اس خاموشی سے کہا کہ ایک کہاں تو تڑپ رہا ہے۔“

”بہت خوب کیا کہانی ہے؟“

”کہتا ہے، یہ بہت بڑی سازش ہے جس میں اس جہاز کا عمل بھی اور لوگوں کے ساتھ قوت ہے۔ خباثت کے واسطے مقصد کے تحت اس ویرانے میں اتارا گیا ہے کہ مسافروں کو ہیک مل کیا جائے۔ ان کے دماغ پر بڑی بڑی قیاس و حصول کی جائیں۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس نے بہت سی دلیلیں بھی گھر لی ہیں اور چند لوگ اس کی باتوں پر سنبھید ہو گئے ہیں لیکن صرف چند لوگ۔“

”ہر شخص کو انہماک ہمارے کی آزادی ہے ماسٹر لیکن۔“

بظاہر ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں بھی حیرانہ کا ایک مسافر ہوں۔ ایک ایسے مشن پر نکلا تھا جس کی تکمیل کے لیے صرف دو ماہ کا وقت ہے۔ میرا قیمتی وقت ان ہڈیوں میں ضائع ہو رہا ہے۔ یہ تو میرے لیے بے چینی کا باعث ہے لیکن۔۔۔ میں نے۔۔۔

اوجھڑا ہوا کر دیکھ کر شکل و دھاری اور پھر گہری سانس سے ر خاموش ہو گیا۔ کم بخت کا چہرہ سپاٹ تھا۔ اس کوئی تاثر نہیں ابھرا تھا۔ اس وقت بھی مجھے مایوسی ہوئی۔

یہاں سے ہٹ کر میں دوسرے لوگوں کے پاس گیا۔ مورنا۔ ماسٹر بائیکر کے پاس تھی۔ ماسٹر بائیکر کی حالت متزلزل تھی لیکن وہ اب بھی خاموش تھے۔ مجھے نزدیک دیکھ کر مرنے لگے تھے۔

یہ مزے کھولا لیکن پھر خاموش ہو گئی۔ اس نے سوچا جو کچھ میں خواہ خواہ اس سے بدلہ ہو جاؤں گا۔ اس کی تسلی کسی بھی طور میری ذمہ داری تو نہیں ہے۔ میں ایک رواداری کا معاملہ ہے۔ دیا

بھی اس نے محسوس کر لیا جو گا کہ میں اس کے صحن و مجال سے متاثر نہیں ہوں اور اس طرح بھی اس کے حال میں میں نہیں

سکتا۔ بہر حال وہ خاموش رہا۔ ابتداء میں میری اس سے دلچسپی کی وجہ دوسری رہا تھی لیکن اب میں اس خیال کو ذہن سے

کھینچ کر دیکھنا چاہتا تھا۔ کسی اور طرف ذہن لپکھانے کے بجائے اگر موجودہ معاملات میں پوری دلچسپی لی جائے تو میرے غور و

ادب و اسان مسافروں کی بے بسی نگاہیں ہمارا جائزہ لے رہی تھیں۔ سو ہمارے چہروں سے اپنا مستقبل پڑھنا چاہتے تھے۔

میں نے مسکراتے ہوئے ان سب کو مخاطب کیا۔ ”میں اب لوگوں کے چہروں پر پریشانی اور خوف کے آثار دیکھ رہا ہوں۔ ایسا کیوں ہے؟“

”کیا ہم ان خوف پوش ہڈیوں سے زندہ بچ کر نکل سکیں گے؟ ایک آواز اُبھر گئی۔

”کیا آپ جیڑو کے اس خوف ناک حادثے سے زندہ بچ سکتے تھے؟ آپ نے دیکھا کہ آپ کے باہر کھٹکتے بیڑے

کس طرح گہرائیوں میں جا کر تھا! کیا اس خوف ناک حادثے سے بچنا ممکن تھا؟“

”میں سمجھ نہیں سکتا۔“ تو فوہ شخص بولا۔

”جن لوگوں کو جیڑو کے اس حادثے میں ہم سے بچھڑا تھا وہ بچ گئے۔ تیرا زخمی گئے ہیں، وہ زندگی کی شے

ترقی صورتوں سے گزر رہے ہوئے یہاں تک آپ پہنچے ہیں۔ راستے میں انھیں قتل و املاوہل ہے۔ غدا، تیل اور دوسری چیزیں۔ آپ اس سے انکار کر سکتے ہیں؟“

”نہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے۔“

"تو پھر اس حقیقت کو بھی ذہن میں رکھیں کہ جب کہنے لگا ہے آپ لاکھوں صنعتوں کے بعد بھی زلزلہ نہیں گئے اور جب موت آئے تو آپ کی ایک کنڈیشن نہ خواب گاہ بھی اسے نہیں روک سکے گی۔"

"تمہارا کہنا درست ہے۔"

"تو پھر برف کے ان دیرافلا میں ذمہ دلی سے قہقہے لگائیں۔ موت کے خوف سے زلزلہ کو عذاب بنانے سے کیا فائدہ؟ میرے ان انصاف سے بہت سے چہرے ہر سکون ہو گئے، ایڈیٹر کے چہرے پر ابتر طرے کا شام تھے۔ میری نگاہ اس پر پڑی تو میں نے مسکراتے ہوئے کہا: "بعض لوگ اپنی بے جا خواہشات کے حصول میں لگنا کافی کے بعد حالات کو مزید پیچیدہ بنانے کے خواہاں ہوتے ہیں، ان کی یہ کوشش شہت نہیں ہوتی۔ آپ کو خوف و ہشت میں مبتلا کرنے والے آپ کے دوست نہیں ہو سکتے، ان کی باتوں پر توجہ دیں۔"

ایڈیٹر غصے سے منہ نہ کر رہا تھا۔

"میں نے کدوسری طرف پڑا سرسرا خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ ان کی تمام سرگرمیاں کلاوت ختم ہو گئیں اور اذیتناں پر بھی ہرگز ہمت نہ رہی تھی۔ وہ اپنے کونوں وہ اس قدر خوف زدہ ہو گئے تھے کہ ان کے سر پر ہاتھ رکھنا بھی ان کی کلاوت جا رہا تھا۔ زلزلہ کی حالت کا مطالعہ تھا اور اگر وہ کلاوت جا رہا تھا بھی خدائی ادا میں ہی کی مرمت کا کام لگا رہا تھا۔"

صورت حال زیادہ وہ نہیں رہی۔ فضا دوسری طرف سے بے تحاشا فائرنگ شروع ہو گئی۔ اس فائرنگ کی شدت سے ہمارے لیے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں تھا کہ وہ لوگ کس قدر خوف زدہ اور کھیلنے ہو گئے ہیں۔ ان کی اس فائرنگ سے چٹانوں کے ذریعے اور چھوٹے بڑے پتھر ٹوٹ کر فضا میں اڑ رہے تھے۔ وہ کوئی نشانہ دے کر فائر نہیں کر رہے تھے۔ بس انہماک دھند کو لیاں فضا تک رہے تھے۔ میں نے اس موقع پر بویور اور فائرنگ سے دور رہنا مناسب نہیں سمجھا۔ اس خوفناک فائرنگ کے دوران میں اکثر انھوں نے تنہا ہی کی توان کے جسموں میں لا تعداد سوراخ ہوجائیں گے۔ اور کوئی بھی ایسی احمقانہ کوشش نہ کر سکا تھا۔ میں ہیٹ کے تلے دیکھا جو ان ڈولہ کے پاس پہنچ گیا۔ لوہا اور فائرنگ مطلق تھے۔

"اکرم لوگ تنگ گئے ہو تو ڈیوٹی بدل دی جائے، میں نے کہا اور فائرنگ بند ہو گئی۔"

"لو جیسے دلچسپ آدمی کو اگر آپ میرے ساتھ نہ ہوتے تو میں کم از کم جو ہیں گئے بغیر گئے یہ ڈیوٹی انجام دے

سکتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"کیا واقعی؟"

"خود مشرقی خطے جہز ذمہ دل انسان ہیں۔ وہ بڑے کھلم کھلا ہیں۔ اس مسئلے میں مشرقی۔ اقل تو ہیں۔ یہاں دیکھی تھی ہوتی ہے اور دیکھ سب کچھ آتا مشکل ہی نہیں ہے۔

وہ میرے پاس لیے اور کوئی چاہت ہو تو۔۔۔"

"نہیں۔ فی الحال اسی میں باری باری ہے کہ ہم انھیں بل کی مرمت سے روکیں۔ اگر وہ دوبارہ بل کی طرف بڑھیں تو تم جانتے ہو کہ تمہیں کیا کرنا ہے۔ صرف ایک فائر۔ ایک کامیاب فائر۔ بدحواسی دشمن کے لیے فی الحال ایک ہی فائر کا ہے۔ اس کا وہی توازن لگاؤ ضروری ہے اور اسی میں ہماری کامیابی پوشیدہ ہے۔ دشمن کو فائر کر کے کامیاب سے بددست طریقہ ہے کہ اس کا عصاب کمزور کر دو۔"

"اوسکے چیٹ، اوسکے پاس بھی ایک فائرنگ کی کمی نہیں ہے۔ بشرطیکہ وہ اپنی قربانی دینے پر آمادہ نہ ہو جائیں۔" لوہنے کہا۔

"اس وقت تک ہم کوئی مناسب بندوبست کر چکے ہیں گے۔ میں نے کہا اور ایک بار پھر میں ہیٹ ہی کے بل کھینچا ہوا تھا۔ وہاں اس کی سب ایک ہی جگہ بیٹھے ہوئے تھے۔ دوسری طرف سے فائرنگ رک گئی تھی۔ غالباً انھیں اپنی حماقت کا احساس ہو گیا تھا۔ شام ہونے لگی۔ فضا بدل کر خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ مائیکل نے کہا: "میرے خیال میں خاصا وقت گزر چکا ہے۔ ان لوگوں کی خاموشی کے بارے میں آپ لوگوں کی کیا رائے ہے؟"

"صرف یہ کہ دشمن کو سوچنے کا موقع مل گیا ہے۔ اس نے اپنے خوف اور اپنی ہولناکیوں پر قابو پایا ہے۔ ایک فائرنگ نہ کرنے کے بجائے اب وہ ہمارے بارے میں غور کر رہا ہے۔ دشمن نے کہا۔"

"اور یہ بات ہمارے حق میں بہتر نہیں ہے۔ اگر اس نے ہمارے بارے میں کوئی فیصلہ کر لیا تو نقصان ہمارا ہے۔ کیونکہ ہم جیتے ہیں۔ جیسکس بولا۔"

"اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ یہ رات کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ رات کو وہ لوگ یقیناً بل کی مرمت کرنے کی کوشش کریں گے۔ کیونکہ ان کی تمام تر کامیابی اسی پر منحصر ہے کہ وہ بل کی مرمت کریں۔ اب تک ہمارے نزدیک پہنچنے کی شہ پہل ہی مانع رہا ہے۔" میگ بولا۔

"تمہارا خیال ہے وہ رات کو بل کی مرمت کرنے کی کوشش کریں گے؟"

"اسی کا امکان ہے۔"

"مگر کیا رات کی تاریکی اس کو ہمیں مانع نہیں ہوگی؟"

"مکان ہے انھوں نے اس اس میں کچھ سوچ لیا۔ جو۔۔۔ میں نے کہا۔ انہماک ہوتا ہوں کہ میں اس میں گر وقت مل جائے تو میں اس کی خامیاں دور کر دیتی ہوں، جب کہ اس دوران میں ہم کچھ نہیں کیا۔ انھوں نے زخمی ہو کر زور مچا ہوا۔ ہم کامیابی کے لئے میں چور ہیں۔"

"میں تم سے متعلق ہوں میگ۔" میں نے کہا۔

"رات جوڑنے سے قبل میں بھی کچھ ضرور سوچنا چاہیے۔ ورنہ تم نقصان اٹھا جائیں گے۔"

"مثلاً کیا کر سکتے ہیں؟"

"ہم یہاں سے دور بھی چل سکتے ہیں۔ ہم اپنی اس چاہ گاہ میں ایسی روشنی کر دیں جس سے دشمن کو اطمینان ہو جائے کہ ہم یہاں موجود ہیں، چنانچہ وہ اپنی کوششوں میں مصروف ہے اور اس دوران میں ہم یہاں سے دور چل جائیں اور بعد میں وہ اپنی دھانچے کی آسٹن بولا۔"

"نہیں مشرق آسٹن۔ اقل تو رات کی تاریکی میں ان اجنبی برغان راستوں پر چار اسٹروٹ کا سفر ہو گا۔ جمع کئے ہیں گے کہ وہ لوگ زندہ نہیں رہ سکیں گے۔ دوسری بات یہ کہ میں راستے کا مل بھی نہیں ہے۔ دریا کے دوسری طرف پہنچنے کا اگر کوئی راستہ ہوتا تو وہ لوگ ہم سے قبل اس طرف چلے جاتے اور ہمارے سروں پر پھینچے میں کامیاب ہوجاتے۔ ایسی شکل میں ہم کہاں جاسکتے ہیں؟ مائیکل نے کہا اور پھر تائید طلب لگا ہوں سے میری طرف دیکھنے لگا۔ میں نے گہری سانس لے کر گردن ہلا دی۔ بات آسٹن کی گئی تھی۔ وہ شور مچا رہا تھا۔

"پھر اس بارے میں کوئی آخری فیصلہ ضروری ہے۔"

اس نے کہا۔

"مشرق آسٹن، یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ہمارے کچھ دشمنوں نے ہمارے خلاف سازش کی، ایک ہاشٹ کر انھوں نے اپنے حال میں چانس کر لیا۔ اس برغان علاقے میں انارکے پر مجبور کیا۔ اس کے بعد جو حالات ہوئے، آپ سب کے علم میں ہیں۔ ہم میں سے کوئی نہیں جانتا کہ کس کی وجہ سے یہ وقت ہم سب پر نازل ہوئی۔ لیکن ہے وہ شخصیت طلبانے کے بعد میں مر جی پڑا۔ اور اب ہمارے درمیان میں جو ہوتا ہو لیکن دشمن ابھی تک اس کی تلاش میں ہے۔ بہر حال کچھ بھی ہے۔ ہماری زندگیوں خطرے میں ہیں اور اگر وہ بل مجبور کر کے ہوتے تو اب تک ہمارا وجود نہ ہوتا۔ ہمارا تمام تر کوشش اس بات پر مرکوز ہونا چاہیے کہ وہ ڈھٹے ہوئے بل کی مرمت نہ کر سکیں۔ اگر ہم یہاں

آگے بڑھ کر دوسرے راستے تلاش کرنے کی کوشش کریں تو کون کر سکتا ہے کہ کہاں پہنچیں۔ اس دوران میں دشمن بل کی مرمت کے باوجود عموماً کھڑے اور پھر اچانک ہی عقب سے ہم پر چڑھے۔ کیا خیال ہے آپ لوگوں کا؟"

"ہم جیسے انھوں کو بھی کچھ ہونے کی اجازت ہے؟"

ایڈیٹر کی زہریلی آواز ابھری اور سب کی گردن اس کی طرف گھوم گئیں۔

"فرطیہ" میگ ہونٹ بھیٹ کر بولا۔

"میری رائے ہے کہ ان لوگوں کو بل تعمیر کرنے کا پورا پورا موقع دیا جائے۔"

"بہت خوب، کیا آپ کی رائے ہوش مندانہ ہے؟ مائیکل نے سوال کیا۔

"سو فیصد۔"

"بھلا وہ کس طرح؟"

"آپ کے پاس مشرق جیسکس کے کہنے کے مطابق وہ ہم سب کے دشمن نہیں ہیں بلکہ کوئی ایک شخصیت زندہ یا مردہ ایسی ہے جس کی انھیں تلاش ہے۔ پھر میں ان سے دشمنی مول لینے کی کیا ضرورت تھی؟ یہ زیادہ سے زیادہ وہ اپنی غلط فہمیت کو گرفتار یا پاک کر لیتا ہے۔ ہم سب کی توصیفیت ذاتی۔"

"اس سے زیادہ محوہ فعل اور کوئی نہ تو مشرقی اور اس سے زیادہ ذلیل بات اور کوئی نہیں ہے جو آپ نے کہا ہے جو لوگ زندہ ہیں، وہ سب ایک دوسرے کے ماضی ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کہنے کر سکتے ہیں کہ وہ دوسروں کو ماف کر دیتے انھوں نے کسی ایک شخصیت کے لیے ایک پورا طیارہ تیار کیا کہ اپنی بہت ذہنیت کا ثبوت دے دیا تھا اور میں دھم سے کہتا ہوں کہ اگر وہ بل مجبور کر کے اس طرف آئے تو ہم میں سے ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ مائیکل پر جوش بھج میں بولا۔

"بہتر ہے ستر ایڈیٹر، کہ آپ اپنی زبان بند رکھیں۔ ورنہ آپ کے سسٹے میں جو رائے فائر کر گئی ہے اس پر عمل کر لیا جائے گا۔ جیسکس نے انھیں نکال کر کہا۔

ایڈیٹر غصے سے ہونٹ سکڑ کر رہ گیا۔ اس کے بعد اس نے کچھ کہنے کی کوشش نہیں کی۔

"ہاں تو بات رات کی تاریکی کی پوری تھی۔ لیکن ہے وہ کسی طرح اس تاریکی سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں؟ اس میں میں بھی رات کے لیے کوئی معقول فیصلہ کرنا ہو گا۔ جیسکس نے کہا۔

”مشتاق“ مائیکل نے پوچھا۔

”میرے ذہن میں ایک تصویر ہے۔ میں نے ان گنگو میں دخل دیتے ہوئے کہا۔ میں اسی سلسلے میں غور کر رہا تھا۔ سب سے زیادہ میری طرف ہو گئے۔ ”پل کا خطرہ ہی دور در پہلے کیوں نہ ہم کچھ پل کو لگا دوں۔“

”بھلا وہ کس طرح؟ بہت سی آوازیں ابھریں۔“

”مجھے اس صحرانہ پکار کا انداز یاد ہے۔ میں یہ کام انجام دے لوں گا۔ فی الحال اس پر غور کر لیا جائے کہ کوشش کسی طور موثر رہے گی یا نہیں؟“

”صرف ٹوٹر، بکر انتہائی کارآمد ہوگی۔ مائیکل نے کہا۔“

”تو پھر متفقہ طور پر مشرعی کو ان پکار کا بنا دو۔“ آسٹن نے کہا۔

”ہمیں منظور رہے اور ہماری تمام تر ذریعات مشرعی کے لیے حاضر ہیں۔“

اسی وقت پل کے عمارتوں سے لوہی سیٹی سنا دی۔ کوئی خاص ہی بات تھی۔ یہ سیٹی شدت تھی، چنانچہ میں نے آہٹیں اوجھڑیں سینے اور گھٹنوں کے بل اُدھر چلے جس کی جہاں اب خوب مشتق ہو چکی تھی۔

سورج آہستہ آہستہ مغرب کی چٹانوں کے پیچھے چمک رہا تھا اور مشرقی پہاڑوں کی چوٹیوں پر ایک مسوکرانہ نظارہ بننے لگا تھا۔ برافانی چوٹیاں دھستری ہوئی دھوپ میں چمکے ہوئے سونے کی کٹھنیاں بن گئی تھیں اور ان کے اعز میں سنہرا شعلہ آبی پال رہ گیا تھا۔

ہم اس جگہ پہنچ گئے جہاں لوہو وغیرہ پوشیدہ تھے۔ لوہو نے سرگوشی کے عالم میں کہا۔ ”جیسے دوست پر جاگ رہے ہیں۔“

”اوہ۔۔۔“ میں نے گڑن داڑیاں اٹھا کر پل کی طرف دیکھا۔ وہ لوگ واقعی پل کی مرمت کے لیے شدید بے چین تھے۔ انہی درختوں میں رہ کر انھوں نے نہالے کیا انداز لگایا تھا۔ ہر جہاں اب وہ پھر معروف عمل پورے تھے۔ کئی آدمی انھوں میں لیے لیے گئے اور دستے سمجھائے پیٹ کے بل لیگے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے۔ ٹوٹے ہوئے پل سے ان کا فاصلہ کم ہوتا جا رہا تھا۔

میں نے لوہو کے ہاتھ سے راضی سے لی۔ ”دوسری طرف۔۔۔“

”میں سنبھل گیا تھا۔ میں نے اسے ٹوک دیا۔“ انہیں مشر فریڈ ایسٹن کی گولیاں محفوظ رکھیں۔“

”گد۔ بات درست ہے۔ فریڈ نے مجھ سے اتفاق کیا۔ میں نے نشانے کر پہلا فائر کیا۔ رینگتے ہوئے آری رگ گئے۔ انھوں نے فائر کا شکار ہونے والے کو خاک و خون میں مٹا دیا۔“

ہوئے دیکھا اور دوسرے ہی لمحے وہ جتنے وہیں چھینک کر ہاتھ اور پیروں کے بل چمکے۔ دوسرا فائر بھی غنجدی تھا۔ ہر بار وہ فائر کی تعداد کم ہونے کا احساس باقی رہتا اور وہ پل کی طرف بڑھتے ہوئے کم از کم دو آدمیوں کی زندگی سے منہ مایوس رہیں۔ یہ نفسیاتی حربہ تھا کہوں کس طرح ان میں کوئی آگے بڑھ کر پل کی مرمت کے لیے خودکوش نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ بھاگتے ہوئے لوگوں میں سے ایک پریش نے دوسرا فائر کیا۔ گولی نے اس شخص کی ریشم کی ٹیڈی کوڑھی اور وہ گیند کی طرح اچھل کر گرا۔ اس دوسرے فائر سے مزید کھلبلی مچادی تھی۔ ایک دو چوڑے دور نہیں گئے تھے اور وہیں زمین سے چمٹے ہوئے تھے، وہ بھی اٹھ کر بھاگے اور پل خالی ہو گیا۔

”برا صبح نشا زبے“ جیکسن نے تعجب سے جیسے میں کہا۔ ”میرے خیال میں اب یہ کئی گھنٹے قبل کا واقعہ نہیں کریں گے۔ مائیکل نے وطن گئے ہیں۔“

سورج غروب ہو گیا تھا اور کس کے ساتھ ہی سردی پڑنے لگی تھی۔ اندھیرا تیزی سے چاروں طرف پھیل رہا تھا۔ ڈرامی ویر میں یہ حالت ہو چکی کہ ہاتھ کو اچھٹائی دیتا تھا۔ آسمان پر گری جانے لگی ہوئی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے برت ہادی ہوگی میں نے اپنے کام کے لیے وہ بوجھیں اور دیگر کو ساتھ لے لیا تھا۔ مائیکل اور فریڈ کبھی نہ اس چٹان پر چبے ہوئے پل کی کھراکی کر رہے تھے۔ ہم لوگ بھی چٹان سے کچھ زیادہ فاصلہ پر نہیں تھے۔ لوہو ہی طور پر مجھ سے زیادہ قریب تھا۔ اس لیے میں نے اسے چٹان سے ہٹا کر اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ ڈرامی ویر میں اس نے ایک اور ڈھیر گھوڑی پتھروں کا ڈھیر جمع کر لیا۔ اور پھر ہم نے ہرگز کم کے دوسرے مرحلے کا آغاز کر دیا۔ اس کے لیے چھپے پرانے کپڑے اور تقریباً تین تین فٹ لمبی ریشموں کا بندہ درست ہمیں کیا گیا تھا۔ جیسے پتھر سے بڑی مضبوطی سے ان پتھروں پر بیٹھے گئے اور پھر ان پر ریشمیں باندھ لی گئیں۔ اسٹوڈیو جلائے کے تیل کے برتن ہمارے پاس موجود تھے، میں نے انھیں اسی جگہ منگوایا۔

دفعتاً مائیکل کی سرگوشی ابھری۔ ”عل! میں تمہارا پوڈیولام سمجھ گیا ہوں۔“

”تو نے اپنے بارے میں کچھ بتاؤ گے؟“

”میں مطلب؟ میں نے کہا۔“

”شروع ہی سے میرا اور مائیکل کا خیال ہے کہ عام انسان نہیں ہوں۔ اس نے جھین سی مسٹراہٹ سے کہا۔“

”مجھے ہنسی آگئی۔ یہ وقت ان باتوں کا نہیں ہے مائیک۔“

”مائیکل کی ترکیب کارگر ہو سکتی ہے یا نہیں؟“

”مرد ہونے چاہیے۔ ان لوگوں کو۔۔۔۔۔“ مائیکل کی بات کو میں نے نہیں سنا۔ ”جہنم کے لیے تو سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ کس کی آواز تھی۔ میں نے فریڈ کو آواز دی۔“

”میں مشر علی؟“

”یہ آواز تھی ہے فریڈ؟“

”کچھ نہیں چلتا مشر علی۔ غالباً وہ فرار ہو رہے ہیں۔“

”میں ان کے انجمن اشتراک کے ہیں۔“ فریڈ بولا۔

پھر سب کچھ سمجھ میں آ گیا۔ پل کے دوسری طرف سے ٹوٹر کا سلاطین اٹھا رہا تھا۔ یہ ٹوٹر اور پتھروں کی روشنیاں تھیں جو پل کا احاطہ کیے ہوئے تھیں۔ غالباً انھیں بھی پل کے بارے میں اندازہ تھا اور ان کا یہ خدشہ یہ سب نہیں تھا۔ وہی ہونے والا تھا جو انھوں نے سوچا تھا۔ انھیں میرے ذہن میں جو تھا، اس کا ایک ہی سرے قریبی ساتھیوں کو بھی مسلمہ نہیں تھا۔

فریڈ کی آواز دوبارہ میرے کانوں میں ابھری وہ مجھے پرکار رہا تھا۔ مشر علی، مشر علی؟

”کیا بات ہے فریڈ؟“ میں نے کہا۔ ”میں باتیں کرنے میں کوئی خطرہ نہیں تھا۔ ہماری آواز کسی قیمت پر ان کے کانوں تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔“

”ٹوٹر کی روشنی میں وہ کوئی اور سرگرمی دکھانے والے ہیں۔ خاصی بھاگ دوڑ ہو رہی ہے۔ معلوم ہوتا ہے وہ کئی اور منصوبے پر عمل کر رہے ہیں۔“

”ایک منٹ فریڈ، میں نے کہا اور ہندوں جیسی پتھری کے ساتھ چٹان پر پہنچ گیا۔ درحقیقت وہ لوگ نئے عزم اور نئے عہد کے ساتھ آئے آئے تھے۔ روشنی میں پل کے دونوں سرے صاف نظر آ رہے تھے اور وہ لوگ تیزی سے اوپر اُدھر گھومتے جاتے مانتے دیکھانے دیتے تھے۔“

”واقعی۔ لوگ بڑی مرگ سے کام کر رہے ہیں۔ مقصد پل کی مرمت کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوگا۔“ میں نے کہا۔

”لیکن یہ خوفی اور بے جا ہے۔ جیسی عزم بڑھ رہی ہے۔ روشنی میں وہ صاف نظر آ رہے ہیں اور ہم براہ راست ان کا نشانہ لے سکتے ہیں۔“

”جیسے اس کے کردہ خاموشی سے کچھ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔“

”میں ان کا اعلان کام کرنا کیا نہیں کرتا ہے؟“

”میں نے انھوں نے سکون سے بیٹھ کر اس بارے میں سوچا ہوں۔ میں نے گہری سانس لے کر کہا۔“

”کیا مطلب؟“

”جیسا صاف تھا۔ میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

”میں نے اسے اس کے ہاتھ میں لے لیا۔“

نے پوچھا۔

یقیناً، مگر علی الصباح۔

یہ طے کر کے ہم سب لوگ بھی آرام کرنے لیٹ گئے۔ شاید سب کے ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بنے ہوئے تھے۔ جانتے تھے کہ یہ موت کا سفر ہے، انہیں طوفانی ہواؤں برف پوش چوٹیوں اور انجانے راستوں پر سفر کرنا تھا۔ جو انہیں کہاں لے جائیں گے اس کا کوئی اندازہ نہیں تھا۔ صبح کو سفر کا آغاز ہو گیا۔ ہمارے سامنے کوئی منزل نہیں تھی۔ بس ایک جڑ بٹھا، شاہراہ حیات تلاش کرنے کا تعلیم یافتہ اور سمجھدار لوگ تھے اور حقیقت سے پوری طرح واقف تھے اور کچھ بھی تو نہیں جاسکتا تھا، اس لیے گھسٹ رہے تھے جوڑی تھے ان کی امنگیں بھی یہی تھیں کہ وہ اوروں کے بغیر اپنے پیروں پر چلی سکیں۔ صرف چند لوگ ایسے تھے جو دیکھ کے دم دم کہہ رہے تھے لیکن خدا ترس انسان انہیں بھی منجھانے ہوئے تھے۔

صبح کو جب ہم رواد ہوئے تو سان صاف اور دوہم خوش گوار تھا لیکن دن کو دس بجے کے قریب بادل چھا گئے اور موسم میں یکایک تبدیلی پیدا ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد برف بادی شروع ہو گئی لیکن ہم چلتے رہے۔ مگر مگر پہاڑی ڈھلوان آئے۔ ان پر چلنا خاصا دشوار رہا لیکن کسی نہ کسی طرح ہم سستہ طور پر گزرے۔ دوپہر کے بعد ایک حادثہ ہو گیا۔ ایک خط ناک ڈھلوان سے اترتے ہوئے ایک زخمی اسٹرپر سے گر کر ہلاک ہو گیا۔ اسے برف میں ہی دفن کر دیا گیا اور پھر ہم آگے بڑھ گئے۔ یوں لگتا تھا جیسے یہ سفر کبھی ختم نہ ہو گا اور ہم ہڈ بڈب ڈب سے دوڑان برف پوش پہاڑوں میں مار کھینچ جائیں گے۔ پھر ایک دشوار بلندی طے کرتے ہم پوٹی پر پہنچ گئے۔ آگے راستی ڈھلوان تھی اور اس کے بعد ایک ٹھکے سے لے جا رہے ذہن شدید مایوسی کا شکار ہو گئے۔ تقریباً پچیس فٹ بلند گلیشیر راستہ رکھ کر ٹھکانا۔

مائیکل نے گہری سانس لے کر مری طرف دیکھا لیکن گہری سانس لے کر کہا: "پچھتے رہنا ہے مائیکل! ہم راستہ کٹ کر چلیں گے۔"

"سوئی مشعل! آئیے اس نے کہا اور ہم پھر چلے گئے۔ کلیشے کے ساتھ ساتھ چکر کاتے ہوئے ہم گئے بڑھ رہے تھے۔ ایک طرف گلیشیر تھا، دوسری طرف گہری ٹوٹی ڈھلوان۔ ذرا سی تعزیر میں ہزاروں فٹ کی گہرائی میں پہنچا سکتی تھی۔ تقریباً چار گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد ہم

دوبارہ اپنے راستے پر آئے اور سب سے آگے دھننے لگے۔ زلزلہ بڑی عجیب محسوس ہو رہی تھی۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ ہر لمحہ تک جاری رہے گا۔ بالآخر رات ہوئی۔ کسلے آسمان کے نیچے برف باری میں بسر ہوئے وہاں رات بے حد خوف ناک تھی۔ برفاں میلے آواز زلزلہ چھوٹے ہوئے تھے۔ کوئی جانے پہانہ نہیں تھی۔ رات ہمارے موجودہ مشب و روز کی سب سے خوف ناک اولیاء رات رہی۔ تین اور زلزلے چلے گئے۔ صبح کوئی آریسا زلزلہ نہیں رہا تھا جس کے لیے اسٹرپر کی ضرورت نہ تھی۔ جو زندہ تھے رات بھر میں وہ بھی اُدھ موٹے ہو گئے تھے۔ لیکن سن سے محسوس ہونے لگے۔ یوں لگتا تھا جیسے ہاتھ پاؤں سوخ کر من بھر کے ہو گئے ہوں۔ برقی سیب ہواؤں کے جھکواب بھی چل رہے تھے اور برف کے ذریعے ہم میں گویا سوراخ کر رہے تھے۔ ہر چند کہ ہم نے خود کو کمبلوں وغیرہ سے ڈھکا ہوا تھا مگر سب کچھ ان ہواؤں کے سامنے بیکار تھا۔

کیا ان حالات میں آگے سفر کیا جاسکتا ہے؟ مائیکل نے مدد مانگنے میں کہا۔

"ہاں۔ سفر جاری رکھا جائے گا۔" میں نے عزم سے جواب دیا۔

"چل سکیں گے یہ لوگ؟"

"چلنا ہو گا انہیں۔"

میری آواز دوسرے لوگوں نے بھی سن لی تھی۔ ایڈلر نے حلق بھاڑ کر کہا: "میرے لیے ممکن نہیں ہے میرا بدن ناکارہ ہو چکا ہے۔"

"کوئی ہرج نہیں ہے مشر ایڈلر۔ جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں ان کا چاہیے ان کے ساتھ کوئی ذبردستی نہیں ہے۔ نہ طے آپ نے خود کو کس کا حکم کیوں سمجھا ہے۔ آپ جس طرف سوچیں محسوس کریں اس طرف ہم چلتے ہیں۔ میں نے یہ دیکھ لیا ہے کہ گویا میں... گویا میں تمہارا جاقول گا۔ اے جی ٹرین

اس لیے اس نے پریشانی سے کہا۔

"اگر میرے ساتھ کوئی بھی چلنا پسند کرے تب بھی اس آگے بڑھ جاؤں گا۔"

"اب کیا خیال ہے مشر ایڈلر؟" مائیکل نے مسکرا کر پوچھا۔

دوبارہ اپنے راستے پر آئے اور سب سے آگے دھننے لگے۔ زلزلہ بڑی عجیب محسوس ہو رہی تھی۔ کوئی نہیں جانتا تھا کہ ہر لمحہ تک جاری رہے گا۔ بالآخر رات ہوئی۔ کسلے آسمان کے نیچے برف باری میں بسر ہوئے وہاں رات بے حد خوف ناک تھی۔ برفاں میلے آواز زلزلہ چھوٹے ہوئے تھے۔ کوئی جانے پہانہ نہیں تھی۔ رات ہمارے موجودہ مشب و روز کی سب سے خوف ناک اولیاء رات رہی۔ تین اور زلزلے چلے گئے۔ صبح کوئی آریسا زلزلہ نہیں رہا تھا جس کے لیے اسٹرپر کی ضرورت نہ تھی۔ جو زندہ تھے رات بھر میں وہ بھی اُدھ موٹے ہو گئے تھے۔ لیکن سن سے محسوس ہونے لگے۔ یوں لگتا تھا جیسے ہاتھ پاؤں سوخ کر من بھر کے ہو گئے ہوں۔ برقی سیب ہواؤں کے جھکواب بھی چل رہے تھے اور برف کے ذریعے ہم میں گویا سوراخ کر رہے تھے۔ ہر چند کہ ہم نے خود کو کمبلوں وغیرہ سے ڈھکا ہوا تھا مگر سب کچھ ان ہواؤں کے سامنے بیکار تھا۔

کیا ان حالات میں آگے سفر کیا جاسکتا ہے؟ مائیکل نے مدد مانگنے میں کہا۔

"ہاں۔ سفر جاری رکھا جائے گا۔" میں نے عزم سے جواب دیا۔

"چل سکیں گے یہ لوگ؟"

"چلنا ہو گا انہیں۔"

میری آواز دوسرے لوگوں نے بھی سن لی تھی۔ ایڈلر نے حلق بھاڑ کر کہا: "میرے لیے ممکن نہیں ہے میرا بدن ناکارہ ہو چکا ہے۔"

"کوئی ہرج نہیں ہے مشر ایڈلر۔ جو لوگ آپ کے ساتھ ہیں ان کا چاہیے ان کے ساتھ کوئی ذبردستی نہیں ہے۔ نہ طے آپ نے خود کو کس کا حکم کیوں سمجھا ہے۔ آپ جس طرف سوچیں محسوس کریں اس طرف ہم چلتے ہیں۔ میں نے یہ دیکھ لیا ہے کہ گویا میں... گویا میں تمہارا جاقول گا۔ اے جی ٹرین

اس لیے اس نے پریشانی سے کہا۔

"اگر میرے ساتھ کوئی بھی چلنا پسند کرے تب بھی اس آگے بڑھ جاؤں گا۔"

"اب کیا خیال ہے مشر ایڈلر؟" مائیکل نے مسکرا کر پوچھا۔

ان کیسوں میں ان کا خط ایک سہ ماہی کے ساتھ تھا۔ اس کے رشتہ میں تباہ کر رہا ہے۔ خوشی کی بات ہے کہ وہ گہرا سے ہیں اس میں بھی ہے۔ گارڈین آف ہمارے اس نام پر ہمارا تھما اب وہاں سے ہم نیاز غیرہ حاصل کر سکیں گے۔ پرنسپل نے

"اب درجہ دی جائے۔ کہیں ہم منصوبہ بندی میں تباہ صرف نہیں اور وہ پہنچ جائیں۔" جیکسن نے اس کی رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

"تمام لوگوں کو لوٹ مار کی دعوت نامہ دے۔" مائیکل نے

حسب استعداد وزن لاد سکیں۔" مائیکل بولا۔

اس کے بعد تو خزان شروع ہو گئی۔ دوپہر میں، دو رانہیں اور بہت سے کار تو س باقی آگئے۔ اس کے علاوہ

ضرورت کا بہت سا سامان مل گیا۔ ساری چیزوں کے حصول کے بعد ہم نے پروگرام کے دوسرے حصے پر عمل کیا۔ لیکن

پرنسپل ڈال کر ہمیں آگ لگا دی تاکہ دشمن اب ان سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکے۔ جب کیبنوں سے اٹھنے والے شخص

پوری طرح بلند ہو گئے تو ہم وہاں سے تیز رفتاری سے چل پڑے۔

زمینوں کا مشر نہیں رہا تھا۔ اس لیے سفر کی رفتار بھی تیز ہو گئی۔ شاہیں شاہیں کرتی ہوئی ہوا چنگھاڑتی پھر رہی تھی۔ آگے بڑھ جاتی تھی۔ جلدی سانس بھرنے لگی لیکن ہندی پر غار نظر آ رہے تھے۔ ان غاروں کا سنبھلنے کے لیے ایک

ڈرے سے گزرا تھا۔ میں سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ مٹانے مائیکل کی طرف دیکھا تو جیسے اس نے میرے چہرے کے تاثرات پڑھ لیے۔

"میں بھی وہی سوچ رہا ہوں علی، جو آپ... وہ بول پڑا۔"

"میرے خیال میں چنانہ کا ہوتے ہوئے گی۔" میں نے اپنے

دل کی بات کہی۔

"سو فی صد۔" تھکے ہارے نیم جان لوگوں کو تھوڑا سا سکون مل جائے تو ان میں زندگی کی لہر دوڑ جائے گی۔ یوں

بھی مسلسل سانس ممکن نہیں ہے۔ تھوڑی دیر چل کر وہ اس قابل نہیں رہیں گے کہ مزید سفر جاری رکھ سکیں۔" مائیکل بولا۔

"تو پھر آؤ! اس طرف چلیں۔" میں بولا۔

تھوڑا تھوڑا ہواؤں کے خیابان سے بچنے کی کوشش ہر دل میں تھی۔ اس وقت ان غاروں کی قدر و قیمت ہمارے دل میں جانتے تھے۔ مین غار تھک کر رہے تھے اور وہ چارے

کلام کے
خاموش ماحول
کے پر اثر
واقعات

کہانیوں سے
ریاضہ دلچسپ
دستانوں سے زندہ
اثر انگیز



اولیائے کرام کی سوانح نگار ضیاء التسمیع بلگرامی کے ضلین کا مجموعہ

عظمت کے مینار

قیمت ۸۰ روپے

اولیائے کرام جو مینارِ رشد ہدایت تھے
ضیاء التسمیع بلگرامی نے انہیں اپنے قام کا موضوع بنایا ہے۔

اُن دنوں جب ہر طرف حرص و طمع، عیش کوشتی
خود غرضی اور فسادِ انسانی کا دور دورہ تھا۔ انسان
دنیا داری، جاہ طلبی اور جاہ پرستی میں مبتلا
تھا۔ روشنی کے ان میناروں نے انسانیت کو
نجاتِ ابدی کی راہ دکھائی، دکھائی انسانیت کو
کی راہ نجات کی اور اُن کے کام آئے۔

عظمتوں کے ان میناروں کے کارنامے

اُن کی منور زندگی آج بھی ہماری رہنمائی
کر رہی ہے۔ وہ ہم میں موجود نہیں لیکن
اپنے کام میں موجود..... ہمیں بتا رہے ہیں
کہ دنیا سائے کی طرح ہے، اس کے نیچے بھاگو گے
تو یہ آگے ہی آگے رہے گی۔ ہمارے ہاتھ کچھ
نہیں آئے گا لیکن اگر اس سے بھاگو گے تو یہ
ہمارے پیچھے دوڑے گی۔ ایک ایسی چیز جو
سائے کی طرح ہو، اس کے پیچھے بھاگنے سے کیا حاصل؟

مستشرق کی ایک اور کتاب روشنی کے مینار بھی دستیاب ہے

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس ۲۲ میونسپل بلیو اسٹریٹ آئی آئی چنڈ گروڈ کراچی

اپنی فستے واریاں نہ نظر رکھیں اور ان حالات میں بھی برس
کا انتظام کر لیا گیا تھا۔ پہلا شخص لوہو تھا جس نے وراثت نکالتے
ہوئے کراہ سب لوگ آرام سے سو رہے تھے وقت چمکنے دوڑ پڑ
جائے کوئی ایک اگر میری جگہ سنبھال لے گا
"تم بھی تو نکلے ہوئے ہو لوہو نا بیٹیں نے کہا۔

"اودہ نہیں، میں اس لفظ فحش کے معنی سے واقف نہیں
ہوں، اس لیے کہیں اس کے بارے میں نہیں سوچتا لوہو نے کہا
اور مائیکل میری طرف دیکھنے لگا۔
"لوہو ٹھیک کہتا ہے، اسے ماضی اور کاتو س دسے دو۔"
میں نے کہا۔

لوہو برس پر تعینات ہو گیا۔ مونا اور دوسری عورتیں اٹھا
سیدھا کھانا بنا کر لے گئیں۔ ہر سب لوگ کھانے کے بعد لیٹے لیٹ
لیٹ گئے میناں اٹھا ہے میرے علاوہ سب ہی سو گئے تھے۔ مجھے
خند نہیں آئی۔ تھوڑی دیر آرام کرنے سے طبیعت کچھ کمال ہو گئی
تھی۔ میں باہر نکل آیا۔ لوہو اپنی جگہ ڈٹا ہوا تھا مجھے دیکھ کر وہ سکڑا۔
"آئی جاؤ گی ماسٹر۔"
تجربہ نگار میرا آرام کر لوہو۔

"یقین کرو میں ضرورت نہیں محسوس کرتا۔"
"تھکن نہیں ہوں تمہیں؟"
"تمہارے سامنے اس سے انکار نہیں کروں گا ماسٹر۔"
"تو پھر آرام کریں نہیں کر رہے؟"
میں بہاں اس چٹان پہلے میں لیٹا آرام ہی کر رہا تھا لیکن

میں آرام کا تھی ہے اس سے زیادہ کی ضرورت نہیں ہے۔
"ہوں۔" میں نے گہری سانس لی اور خود بھی اسی چٹان پر
لیٹ گیا بس پر لوہو تھا۔ میں نے کیل اپنے گرد لیٹ لیا تھا۔ کچھ دیر
کے لیے خاموشی جاری ہو گئی۔ پھر لوہو نے اس خاموشی کو توڑا۔
"بھئی کہہ رہی ہے نا ماسٹر! میں جانتا ہوں تم صرف میری وجہ
سے باہر آ گئے ہو میری ماؤ یا تو سو جاؤ تھوڑی دیر پھر بیشک
تم میری عکاسی حال لینا۔"

"نہیں لوہو۔ یقین کرو فینڈ کا شائبہ بھی نہیں ہے۔"
"پھر خاموش کیوں ہو؟"
"سوچ رہا ہوں۔"
"کیا ماسٹر؟" لوہو عجیب سے بولا۔
"تمہارے بارے میں۔ دل میں کیا کہتے ہوئے تم میری تھاری

دہی بی بی دہی دہی سے۔"
"بی بی ندی۔" آج کو ماسٹر کیا؟ میری زندگی کتنی ہیہ ہو رہی
ہو۔ یہ تھا باقی تمہیں ہے جو مجھے دے دے وہ نہ دے سکتے ہیں۔

ہمارے سلسلہ تھا جس کے دوسری طرف کی فضا ہماری نگاہ سے بچ رہی تھی اور مکھیاں جیسی یہ نہ تھیں۔ اسی طرف سے عروس بولی تھی۔ ہم لوگ ایک دوسرا دگر دار راستے سے گزر رہے تھے۔ ہمارے دایستہ ہاتھ پر ہمارے منڈیاں تھیں اور بائیں ہاتھ پر پشیاں جو بہت گرمی تو تھیں لیکن اسی طرح کی تھیں کہ ان کے ٹھکانے پر لڑنا ممکن نہیں تھا۔ اور یہ کھانا۔ میں نے اپنے ذہن میں شدید سستی چمکی کی۔ مجھے یہی یاد آ رہی تھی۔

ملک خود کو مستعد رکھنا ہوگا، ویسے اب تک جو کچھ ہمارے اس پر یہ
 پھولشن بھاری ہے۔ ہیں اس بات کا اندازہ نہیں تھا کہ یہ لوگ
 اہل کار پٹروں سے یہاں پہنچ سکتے ہیں۔ اول تو یہ بات بالکل سمجھ
 میں نہیں آتی مگر علی کہ یہ کثرت میں کون لوگ کیا چاہتے ہیں بعض
 اوقات تو میرا دل چاہتا ہے کہ جہلاز جلد خود کو ان کے حوالے کر دیا
 اور ان سے یہ معلوم کر لوں کہ ان کے مفکر کیلئے ہے ان کی قومیت
 کیا ہے، کون ہیں وہ؟ اور کیوں ہمارے کچھ بڑے پرستار ہیں؟
 میں خاموش رہا۔ مجھے خاموش یا کر وہ چہرہ لولا آپ نے
 اس مسئلے میں اپنی کوئی رائے نہیں دی مگر علی؟
 ”کیا نہ دوں؟ ہمیں بھی تمہاری طرح اس مسئلے میں بے بس ہوں؟“
 ”دیکھو! یہاں والوں کو ہم نے جو حرکت پہنچی ہے اس کی اطلاع
 ان لوگوں کو ضرور مل گئی ہوگی کیونکہ اہل کار پٹریں ہیں۔“

”ہاں یقیناً۔“
 ”اس کا مطلب ہے کہ ان کے سینے میں انعام کی آگ لگ چکی
 ہوگی اور بات کو بھی ہم نے ان کے کانوں پر اڑا رکھا ہے۔ میں۔ میرا
 خیال ہے مگر علی کہ میں قاپویش کرنے کے بعد یہ لوگ ہمیں سے کسی
 کو زندہ نہیں چھوڑیں گے۔“

”کیا کیا جا سکتا ہے؟“ میں گری سانس نہ کر بولا۔
 ”سب کے چہرے آگے سے ہر نظر آپسے تھے اور ہر ایک ہماری
 طرح جھپٹتے تھے۔ آہستہ آہستہ ہم اس چٹان کے نیچے گئے جو دوسری
 جانب ٹھوم تھی۔ یہاں کا ماحول یہ تھا کہ یہاں کے مطابق
 چٹان کے دوسری جانب وہ میدان ہونا چاہیے تھا۔ چٹان ہم لوگوں
 کو ان کے حکم کے مطابق قیام نہ کرنا تھا۔“

”تھوڑی دیر کی خاموشی کے بعد جیسے مجھے جھپٹتے کرتے
 ہوئے کہا۔“ ”خیر! یہاں آپ ہی کو مخاطب کرنے کو دل چاہتا
 ہے مگر علی۔ شاید اس کی وجہ یہ ہو کہ آپ نے ہم لوگوں کے ذہنی
 کو کنٹرول کر لیا ہے۔ آپ نے اعلیٰ کارکردگی کا ثبوت دیتے ہوئے یہ
 بات ثابت کر دی ہے کہ آپ بے پناہ ذہنی صلاحیتوں کے مالک ہیں۔“
 ”کیا بات ہے؟ میں نے مسکرا کر پوچھا۔ ہر چند کہ یہ مسکراہٹ
 چھپکی تھی۔“

اس ماحول میں اس حادثے سے میں خوفزدہ نہیں تھا بلکہ
 بڑی موت کے میرے ذہن کے تار جھنجھوڑ کر رکھ دیے تھے۔ وہ کسی
 طرح میرے ذہن سے نہیں اتر رہا تھا اس وقت میرے ذہن پر اس
 کی موت کا شدید اثر تھا۔ تب ہی جیسے کی آواز اچھری۔ ”میں یہ کہہ
 رہا تھا کہ کیا ان کی کوئی آبادی کوئی ایسا اڈا ہے جہاں یہ لوگ بے آسانی
 نقل و حمل کر سکتے ہوں قریب ہی موجود ہے، اگر ایسا ہوتا تو اتنی

جلدی اہل کار پٹروں کا انجان بھی ممکن نہیں تھا۔ یقیناً اہل کار پٹروں
 رابطہ قائم کر کے ان سے امداد طلب کی گئی ہوگی۔ ان میں شاید ایک ہوا
 کو دیا کہ کنڈر سے پہلے مہر کر کے کی کوشش نا کام بنادی گئی ہے۔“
 ”ہاں اس بات کے امکانات میں اور زبردست لوگ اتنے ساڑو
 سامان کے ساتھ کسی اور ذریعے سے بروت کے ان واپس لوگ
 نہیں پہنچ پاتے۔ میں نے تائید کی۔ اس کے بعد خاموشی چھا گئی
 ہم اس چٹان کے بالکل قریب پہنچ گئے تھے جس کے دوسری
 جانب ہمیں رکنے کے لیے کہا گیا تھا۔ اہل کار پٹر چکر لگا کر ہمارے
 عقب میں آتے اور ہمیں آگے بڑھنے کے لیے آمادہ کرتے۔ اب اس
 بات کی گنجائش کہاں تھی کہ ہم میں سے کوئی غلط حرکت کرنے کی
 کوشش کرتا۔ جس جگہ کو میدان کہا گیا تھا وہ اصل میدان نہیں
 تھا۔ البتہ اس جگہ کو دوسری طرف پر۔ اتنی کشادہ جگہ تھی کہ اسے میدان
 کا نام دیا جا سکتا تھا۔ پھر یہی زمین پرانی ملکی ریت کی تھی جو
 تھی جیسے اگر جوئے کی ٹھیکر سے کھینچا جاتا تو زمین نظر آجاتی تھی،
 گویا یہاں برف سے بہت کم تھی۔ میدان کو مہر کرنے کے بعد میری دیکھی
 ہی پتلی مرگ شروع ہوا جتنی تھی جس کے دونوں جانب کھائیاں
 تھیں۔ یہاں سے یہ پھاڑی سلسلہ ایک دوسری جانب چلا گیا
 تھا اور مرگ دوسری سمت کی تھی۔ وہ مرگ زیادہ خطرناک تھی اور
 اس سے کسی ٹریفک کا گزرنا ممکن نہیں تھا۔ اسے دیکھ کر خاموشی
 محسوس ہونا تھا کیونکہ اس کے دونوں جانب گرائیڈ تھیں اور وہ اتنی
 چوڑی تھیں تھیں کہ بہت سے آدمی ایک ساتھ اس پر سے گزر سکیں۔ ہر
 رکھ کے ہی اس پر سفر کیا جا سکتا تھا۔

میں یہ سوچنے لگا کہ اگر ہم اہل کار پٹریں لگا دیں تو اسے
 یہاں تک پہنچ سکتے ہیں جہاں تو اس مرگ کو جو کرنا خاص مشکل محسوس
 ہو تو پھر یہاں اور اڑھائی میل دی تھی اور اس کے بعد پھر وہاں سلسلے
 نظر آتے تھے۔ اس میں مرگ کو اس طرح جو کرنا میرے خیال میں تو
 کسی طرح ممکن نہیں تھا، خاص طور سے اس لیے کہ یہاں سے ساتھ
 خواتین بھی تھیں۔

ماتیل فریڈ جیسے اور وہ میرے لوگوں کے ذہنوں میں بھی
 یقیناً یہ سوال تھا۔ مگر جیسے خدائے برحق ان پر نظر آ رہے تھے۔ ان کے
 چہرے پر انھیں کے نمایاں ہمارے تھے۔ بار بار ان کی نگاہیں انھیں
 جاتیں۔ بالآخر انھوں نے مرد بچے کی گناہ زندگی کو اگر ایسے حادثات
 سے دوچار ہونا ہو تو پھر انسان کے لیے اس کے گھر کی چار دیواری کی
 بستر ہے۔ ہم لوگ کہتے ہیں کہ اس قدر ہے؟
 ”جو قدر کہیے مگر یقیناً آپ کو اندازہ ہے کہ آپ کی حالت میں
 زندگی کی جانب آگے تھے؟“

”ہاں مجھے اندازہ ہے۔“
 ”میرا خیال ہے مگر یقیناً آپ کی زندگی ایک سبق ہے ہم سب
 کے لیے۔ اس وقت جب ہمارے یہ چلنے والے تمام لوگوں کی موت
 کا یقین کر لیا گیا تھا اور کسی کی زندہ شخص کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا،
 آپ ہمارے اس ٹھکانے سے ہر آدمی کو بچا کر لوگوں کے بعد
 گرا دیوں میں چلا گیا تھا۔“

”یہ شک؟ یقیناً نے جواب دیا۔“
 ”تو پھر ان حالات میں ہم زندگی کو کچھ نہیں کہہ سکتے۔ وقت اور
 ماحول اپنا سفر کر رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔“ ”یقیناً میری اس
 نفسانہ بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ہم لوگ میدان میں پتھر پھینچ
 کھڑے ہو گئے تھے۔ تب ہم نے ٹھکانے کی کارپٹروں کو کچے کرتے ہوئے
 دیکھا اور چند لمحوں کے بعد ان کا بھی بند ہو گئے۔“

”اہل کار پٹروں سے دو آدمی بچے کو دے تھے۔ ان کے ہاتھ
 میں اسٹین گنز دلی ہوئی تھیں۔ ہم پر نیلے رنگ کی مخصوص
 وردی تھی جس پر کوئی نشان نہیں تھا۔ ان کے چہرے خالص۔۔۔
 خوف ناک نظر آ رہے تھے۔ پورے تین سنی ہی کے لوگ تھے۔ وہ آہستہ
 آہستہ آگے بڑھتے ہوئے ہمارے نزدیک پہنچ گئے۔ انھوں نے
 ہمیں اسٹین گنز کی زمین سے لیا۔ ہم نے ہاتھ پھیلے، ہی ملز
 کر کے تھے۔ اس لیے انھیں ہم سے کچھ کرنے کی ضرورت نہیں
 آتی۔ پھر ان میں سے دو آدمی نے اپنی اسٹین گنز کندھوں....
 پار رکھیں اور وہ رسیاں سلنے لگیں۔ انھیں وہ اہل کار پٹروں
 سے انکار لائے تھے وہ انھوں کی مضبوطی و سفید رسیاں تھیں۔ ان ہاتھ
 پر اسٹین گنز کرنے کے لیے کہا گیا اور ایک ایک کے تمام افراد کو کس
 لیا گیا۔ ہم گرفتار ہو چکے تھے۔ اس کام سے فارغ ہونے کے بعد
 انھوں نے ہمیں اہل کار پٹروں کی طرف چلنے کا اشارہ کیا۔ چار چار
 افراد دو اہل کار پٹروں میں بٹھالیے گئے اور باقی لوگوں کو انتظار کرنے
 کے لیے کہا گیا۔“

”یقیناً فریڈ، ریکسن اور ایک ایک اہل کار پٹریں روانہ ہو چکے
 تھے۔ اولوں نے پوسٹوں، مڑا، ٹیکر اور مور کا دو سرے پہلی کارپٹر
 لگا کر جا لیا تھا۔ باقی دو آدمی ایک اہل کار پٹر کے ساتھ ہماری
 آگلی رہنا مقرر ہے۔ اس دوران میں کسی نے کوئی بات چیت نہیں
 کی۔ وہ لوگ بھی خاموشی سے ہم پر گزر رہے تھے۔ اسٹین گنز میں
 بے گناہ تھے۔ دینے ٹھکانے میں نے اندازہ لگا لیا تھا کہ وہ پہلی
 آگ سے تھیں مگر یقیناً ہمیں تھا کہ وہ دی ہوں۔ میرے ذہن میں اس
 کے بعد اور کوئی بات نہیں آ رہی تھی۔ میں متبست تھا اور سلام کرنا
 ان کا تھا کہ یہ سارا کھیل کیا ہے؟“

”میں کا پٹر تقریباً بیس منٹ کے بعد واپس آئے۔ اس بار
 باقی تمام لوگوں کو زمینوں، اہل کار پٹروں میں بٹھا لیا گیا۔ اب کوئی قیدی
 باقی نہیں رہا تھا۔ ہم سب لوگ اس نامعلوم منزل کی جانب چل رہے
 تھے جہاں ہمارے بعض ساتھی پہنچ چکے تھے اور یہ نامعلوم منزل
 برقیہ پھاڑوں کے اس طویل و عریض سلسلے کے دوسری جانب
 ایک سرسبز و شاداب وادی میں تھی جس کا اس برقی علاقے میں
 تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اسی وادی میں ایک بڑی سی
 جھیل نظر آ رہی تھی اور اس کے اطراف بے شمار نیچے گئے ہوئے
 تھے۔ یقیناً یہ کوئی عارضی چھاؤنی تھی لیکن یہ سب کون لوگ تھے
 اور یہ جگہ کون سی تھی؟ اس کا یقین ابھی تک نہیں کیا جا سکتا تھا۔
 سفید خیوں کے دوسری جانب کڑی کے مخصوص قسم کے
 گیسر کہتے ہوئے تھے۔ اسی انداز کے جن میں دو تینوں یا چار تینوں
 کو رکھا جاتا ہے۔ میں نے ان کے بارے میں ہی اندازہ لگا لیا کہ یہ
 سب دوسری جنگ عظیم کے بعد کے نشانات ہیں، جو اتحادی یا
 نازی ان دیرانوں میں چھوڑ گئے تھے۔ کچھ لوگوں نے ان تمام چیزوں
 کو انتہائی خوبصورتی سے استعمال کیا ہے۔ وہ جیو ماسارن و سس
 پر اس طیسے کو اتارنے کی کوشش کی تھی اس کے بعد کینوں کا
 وہ سلسلہ جو تینوں اور اس کے بعد ڈھلوان پر تھا اور پھر سرسبز
 شاداب وادی میں یہ دیر کس عین ہے؟ ۱۹۳۲ء سے لے کر ۱۹۴۵ء



توجہ کیجیے

ان کے لیے جو دست و پست اس کے فنی تہذیب میں آ رہا ہے

دست شامی کے تہذیب

فرمودہ اور برائے اکتاوں سے بالکل مختلف
 اپنی حالت اور مستقبل کی سہارا
 دنیا کے غیر ماسٹر کی تہذیب کا پتھر

آپ کا سہارا

دست شامی کی لغت

جس کے ذریعے کوئی بھی اپنے ہاتھ کو فوراً پڑھ سکتا ہے

قیمت: ۲۰ روپے ڈاکہ خرچہ ۱/۲

مکتبہ نفاٹ پوسٹ بکس ۹۲۲۲

لاہور

ملک پر میری کیا آباد رہی ہوں۔ ممکن ہے یہاں جنگی قیدی رکھے جاتے ہیں اور یہاں کی خونی داستانیں نہانے کہاں کہاں پہنچیں ہوں؟ ہوں! ہوں! کوئی ان دیرانوں میں موت کا شکار ہوا ہو اور اب یہ دیرانے نہانے کس جیسا کہ مقدمہ کے تحت استیصال کیے جا رہے ہوں؟

بیل کا پتھر ایک مسلح جگہ پر اتر گئے اور بہت سے آدمی ہماری جانب دوڑ پڑے۔ یہ سب بھی نیلی وردیوں میں جلوس تھے۔ ان وردیوں کے ہاتھ میں کوئی مارنے کا ہتھیار نہیں تھا جاکتی تھی۔ میں عام سی وردیاں تھیں اور ان پر کوئی ایسا نشان نہیں تھا جو ان لوگوں کی شناخت کر سکتا۔ ان لوگوں کی تعداد کے بارے میں میں نے اندازہ لگا کر کم از کم تیس پچیس سے کم نہ ہوں گے جو وہ جے جے جی میں ہمارے ساتھ تھے۔ گویا چالیس کے قریب ہو گئے۔ چنانچہ وہ لوگ جس پٹے پر تھے یا نہیں پتھر یا پارک کی حرمت کر رہے تھے۔ اگر وہ بھی میں شامل ہو جائیں گے تو صورت حال بدست خواب ہو جائے گی کیونکہ وہ تو خفیہ طور پر رہتے ہیں اور ہماری مشکلیں دیکھ کر جنون طاری ہونے لگا۔

ہمارے قریب آنے والوں میں ایک لمول القامت ڈانڈو جسم کا جوان آدمی تھا شکل و صورت سے امریکن لگتا تھا۔ ایسے بھی امریکیوں کا ساتھ تھا۔ ان لوگوں میں وہ کسی ممتاز شخصیت لگتا تھا۔

”سب گزرتا ہو گئے؟ اس نے پوچھا۔“

”ہاں مشرقیوں سب ہو گئے۔ میرا مطلب ہے جو تھے۔ یہیں گر کر مارے گئے۔ لائے والوں میں سے ایک نے کہا۔“

”فائرنگ کی تھی ان پر؟“

”جی ہاں۔ ان کے پاس اسٹیشن گیلیں تھیں جن سے انھوں نے فائرنگ کی تھی۔“

”تھیں نہیں؟“ وہ حیرت سے بولا۔ وہ کہاں سے آئیں؟“

”ہمارے آدمیوں کو ہمارے حاصل کی تھیں انھوں نے۔“

اسی شخص نے جواب دیا۔

”ہاں اس شخص نے میں نے باری باری گھورتے ہوئے کہا۔“

اس کی آنکھوں سے خون جھلک رہا تھا۔ موت غصہ و اودھن کا دن لگتا تھا۔ پھر اس نے طرفی کوئی آواز میں پوچھا کہ تم میں سے کون ہے؟ کسی نے کوئی جواب دیا تو وہ ایک قدم آگے بڑھ گیا اور

”اے! یہ دونوں ہے تم میں؟“

”یہ مشرقی ہیں؟ ہمارا کوئی گروہ نہیں ہے۔ ہم سب ایک گروہ ہمارے منظم مسافر ہیں جو زندگی بچانے کی غرض سے گزرا ہوا یہاں رہتے ہیں۔ یہاں ہوتے ہیں۔ یہاں کوئی... یہاں رہنے کے آگے بڑھ

کرنا۔ اس شخص نے لیکن اگر جانتا ہوں اسے یہاں قوت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے ایک ہاتھ پر جھکایا۔ لیکن چونکہ اسے ہمارے ہر انسان تھا لیکن لمول القامت گریس کے جوڑے پہنے ہوئے تھا اور کلائی میں وہ کسی کھلنے کی علامت نہ لگتا تھا۔

”کون ہے لیڈر؟ اس نے جھک کر پوچھا۔“

”میں ہوں۔ میں ہی ہوں۔“ اس نے جواب دیا اور رضی نے اس میں پڑ چھا۔ لیکن نیچے گسر پڑا اور وہ خود کو سمجھاتا ہوا کھڑا ہو گیا۔ تم کو کوئی بھی ہو تمھیں ہمارے ساتھ یہ سوکھ نہیں کرنا چاہیے۔ ہم تمھارے قیدی ہیں اور ہمارے ساتھ بھی ہر وقت رہنے ہوئے ہیں۔ اس نے یہ تھا کہ سوکھ ہمارے ساتھ غیر انسانی ہے۔ تمھیں ایسا نہیں کرنا چاہیے۔“

”ہو نہ ہو غیر انسانی؟“ ان میں تمھیں انسان بنادوں۔ اسے آؤ اس نے پٹے ہونے کا اہوا کر دیا۔ آدمی لیکن کوکار سے پرکڑ گھٹنے ہونے لگے۔

”میں مشت رہ گیا۔ لیکن کسی حرکت میرے لیے نہ تھی۔“

تو میری جی اس نے ایسے موقع پر اپنے آپ کو دیکھ کر کہے ساری دے رہا رہا اپنے سرے لی تھیں جب کہ ہم ان لوگوں کے ہاتھ رکھتے تھے کوئی بھی لمحہ ہمارے لیے موت کا آخری لمحہ ثابت ہو سکتا تھا۔ لیکن اس قربانی نے ہم سب پر بہت اثر کیا تھا۔ ہم اس کے اس جذبہ کو محسوس کر چکے تھے جو اس وقت اس کے سینے میں موجزن تھا۔ ظاہر ہے، ہمارے تمام مسافر کی نظر ان پر قرار نہیں دے جاسکتے تھے۔ خود کو دیکھ کر کہہ سکتے تھے کہ تمام کس پروری کوئی تھی تو اب تک باقی رہ گئی تھی۔ اس نے دوران سفر ہم لوگوں کے لیے نئی کاروائی نمایاں انجام نہیں دی تھی۔ لیکن اس وقت اس نے اپنی جان کی بازی لگا کر ہم سب کی زندگیوں بچانے کی کوشش کی۔ میں مائیکل فریڈرمن کی ایک دوسرے کی شکل دیکھتے تھے۔ تمام مسافر خشک ہو کر رہ گئے۔ یہاں پھر رہے تھے۔

ایک دوسرے شخص نے ہمیں ان ہر کوئی کی طرف دھکیلتا شروع کر دیا جو کچھ فاصلے پر تھیں۔ وہ اسے جاتے ہوئے ہمارے ہاتھ نہیں کھینچے گئے تھے۔ کوئی کہہ نہ سکتا تھا کہ یہ کھینچنے کی جھڑپ تھی۔ میرا دلدار تھیں۔ اندر لنگی اور غلطی کے زخم تھے۔ ہر کوئی کی حالت خراب ہے۔ فی الحال ہمارے غلطی کے نتائج ٹوٹ گئے۔ اندر داخل ہوئے۔ یہی وہ چیز تھی جو کہنے کی۔ مسٹر بائرنسٹ کی مانتہ ساکت کا جامہ۔ سے دیکھتے تھے۔ ان کی حالت میں اب بھی کوئی تبدیلی نہیں ہوتی تھی۔ کسی نے مونہ کا زخم کھولنے کی کوشش نہیں کی۔ دلا بھی دیا جاتا تو اس ان الفاظ میں وہ دہکتی رہی۔

ایک کارڈ وہ بند ہو چکا تھا اندر کی سخت بدبو مایع خواب کی دھند میں تھی۔ لیکن بھوری تھی۔ کوئی کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ کافی دیر تک تو رہنے کی ہمت بھی نہ ہو سکی۔ مڑھونہ سخت دھتک لگ رہا تھا لیکن بہت آہستہ آہستہ انسان پر ماحول کا مادی ہر جانب سے مائیکل نے نہانے تک سنے کی ہوتی سانس خلق سے خارج کی اور اس کی طرف دیکھنے لگا۔

”کب تک بات نہیں کریں گے؟“

”کہو مائیکل!“

”جی ہاں اس میں جی!“

”ہرگز نہیں، یقین کرو۔ میں نے سخت لہجے میں کہا۔“

”صورت حال تو بہتر پریشان کن ہے۔“

”ہاں لیکن پریشانی میں کچھ نہیں ہے۔ لیکن صورت حال ہماری توقع کے برعکس نہیں تھی۔ جب تک ان لوگوں کے ہاتھوں سے پتے پتے پتے پتے تھے اور اب ان کے شکم میں اپنے آپ کو تو پھر ان سمجھ کر جس طرح ہم نے ان کے آہوں کو ہار کر لیا ہے وہ بھی نہیں نہیں پتہ نہیں گئے۔“

”اوہ مشرعی! ہمارا کمر ان لوگوں کے سامنے یہ بات نہ کریں۔“

مائیکل خوفزدہ انداز میں بولا۔ لیکن اور فریڈرمن نے۔

”نہیں مشرعی! اب ہم لوگ بھی اتنے بڑھ چکے ہیں۔“

فریڈرمن نے کہا۔

”میں تمھاری بات نہیں کر رہا ہوں فریڈرمن! ہاتھ ہم لوگوں کے ساتھ جو وقت گزرا ہے اگر نہ دیکھتے تو ساری عمر یاد رہے گا۔ میں جانتا کہ مرنے کے بعد کیا ہو رہا ہے۔ آج تک صرف موت ہی آیا تھا۔ کوئی کیا چیز ہے اور انسان کس طرح زندگی کے کچھ بچاؤ کے لیے لیکن موت کو لے کر قریب۔ کچھ کہہ سکتا ہوں۔ لگتا ہے کہ زندگی بچے سہیں ہوتی ہے؟“ مائیکل نے کہا۔

”بہر حال لڑکھٹنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ویسے اس شخص نے اس وقت ہم سب پر بوقت حاصل کر لی ہے۔ میں نے کہا۔“

”کس نے؟“ فریڈرمن نے بولا۔

”میں لیکن کی بات کر رہا ہوں۔ یہ خاموش علی شخص شروع ہی سے نرم طبیعت کا ہے۔ اس نے ہمارے ساتھ ہمیشہ تعاون کیا ہے۔ ہر چند کہ اس نے ان خود کو گھڑ کر کرنی قدم نہیں اٹھایا لیکن شاید تم لوگوں کو اس بات کا احساس ہو کہ وہ کہیں بھی ہم سے کچھ نہیں رہا۔ یعنی جو کام بھی ہم نے اس کے پر کیا وہ اس نے پورا کیا۔ اس وقت اس نے اس بڑی قربانی کے عوض شہید بننے کے لیے ایک اہم مقام بنالیا۔“

”ہاں اس میں کوئی شک نہیں۔ نہانے وہ ظالم اس کے ساتھ کیے سلوک کریں؟“

”مگر یہ لوگ ہیں کون؟ کچھ اندازہ ہو امریکی؟“

”سب ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں نے جواب دیا۔“

”میری ایک رات ہے ان کے پاس میں نے مائیکل بولا۔“

”کہا کیا؟“

”کہا کہ وہ شخص جوان کا لہجہ نظر آتا ہے امریکی لکھتے ہیں۔ ابھی اس بات کے شکات ہیں مشرعی! کروہ لوگ صرف اپنے دشمن کو توڑ کر ان اور باقی لوگوں کے ساتھ سنگ دلا دے سلوک کریں؟“

”ہاں اس میں کوئی شک نہیں۔ ممکن ہے کچھ لوگوں کے ساتھ رعایت ہو جائے لیکن معاملہ وہ ہے۔ وہ ہم سب کی کوتاہی و غلطی میں فوٹ کرنے کی کوشش کر رہے گا۔“

”لیڈر کی بات کر رہے ہیں؟“

”ہاں۔“

”خدا جانے کیا ہوتا ہے۔ میرا خیال ہے اب تک تو لیکن کو توڑ کر بھی کر دیا ہو گا۔“ مائیکل نے کہا اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔ مورانا کی سسکیاں اب بھی سانی دے رہی تھیں۔ دونوں ایمر ہو سکتے اس کے پاس پہنچ گئی تھیں اور بہت آہستہ آہستہ اس کے کچھ کام لیں۔ کچھ اس کو اندازہ ہے کہ آپ کی سسکیاں دوسرے لوگوں کے حوصلے کا پلٹ پتھر ہیں؟ ہم جس طرح اب تک حالت کا تھا بد کرتے چلے آئے ہیں۔ آئندہ بھی اس طرح حوصلہ بد رکھنا ہو گا۔“

”میں میں۔ مرنا نہیں چاہتا۔ میں مرنا نہیں چاہتی۔“ مورانا بے اختیار ہلک پڑی۔

”ہم سب سے کوئی بھی مرنا نہیں چاہتا۔ میں مرنا نہیں چاہتی۔“

”کسی کو نہیں چھوڑتی ہے۔ آج دسویں دن سال بعد دس سال بعد یا پھر دس سال بعد میں موت کا شکار ہو جائے گا۔ جب تک ایسی چیز جو کسی نہ کسی وقت ہم تک پہنچنے والی ہے اور میں معلوم ہے کہ اس کے وقت کا تعین نہیں کیا جاسکتا وہ ہمارے سامنے موجود ہے تو پھر اس سے خوفزدہ ہوں ہوا جانے؟ جب بھی اس کے قدم ہم نہ پہنچ جائیں۔“

”اب استیصال کے لیے تیار رہنا چاہیے۔“

مائیکل کی ان باتوں سے مورانا کی قدرتی ہوتی۔

”سہیلان بہت کم کر گئیں۔ نہانے کیا وقت ہو گیا تھا۔“

”شام بڑھ چکی ہے۔“

”میرکس میں اندھیرا بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اس میں کوئی روشن دان بھی نہیں تھا۔ میں سے باہر دیکھا جاسکتا۔ انتہائی انھوں جگہ تھی۔ اگر اس میں وہ بھریاں لگی نہ ہوتیں تو

کے سوکھ کر مڑ جانے سے پیدا ہو گئی تھی تو شاید ہوا کا کوئی جھوکا بھی اندر نہ آتا مقدس گھٹن کا شکار ہو کر دم توڑ چکے ہوتے۔

پھر شاید رات ہو گئی۔ بجائے کون سا سیر تھا، ہم سب بیگ کے فرش پر لڑکوں جیسے ہونے لگے تھے کہ یکا بیک روشنی کا طوفان اندر سے آیا۔ بڑی بڑی سرخ انکسیں تھیں جو چمکے رنگوں کے اٹھوں میں تھیں۔

دھند کے میں کچھ افراد نظر آ رہے تھے۔ ہر سب کے سب اٹھیں گول سے مست تھے اور لیے لیے کوٹ پہنے ہوئے تھے۔ ہر بڑی اچھی خاصی تھی جو درجہ کے اندر معلوم نہیں ہوتی تھی۔ میں بھی سر ہول کے جھونکے اندر آجاتے تھے۔ جھول میں کچھ کی دوڑ جاتی تھی لیکن کسے والے جب دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئے تو میری کارایلی اندر آ گیا تھا۔ ہمارے ہم کپکانے گئے لیکن سر دی سے زیادہ ہم پران کی دہشت طاری تھی۔

ان میں سے ایک نے کرخت لہجے میں کہا: کھڑے ہو جاؤ! سب کھڑے ہو جاؤ! ہم سب لڑنے کا پتے کسی بھی طرح کھڑے ہو گئے۔ چچا ایک ایک کر کے باہر نکلا اور اس بات کو سن لو کہ تھانے دونوں طرف اٹھیں گئیں گی ہوتی ہیں۔ اگر کسی نے ادھر ادھر پیش کرنے کی کوشش تو لے دین موت کا شکار ہو جائے گا۔ ایک ایک کر کے آؤ، ایک ایک کر کے۔

سب سے پہلے بیگ باہر نکلا اس کی حالت سب سے زیادہ خراب تھی۔ چہرے کا رنگ اڑا اور اٹھا اور پلٹا لٹکا تھا جیسے چند قدم چل کر ہی جان سے نہ گاس۔ اس کے پیچھے کھڑا مٹر یا بیگ کو منہ ہالے ہوئے باہر نکلا اور پھر ہم سب ایک ایک کر کے باہر نکل آئے۔ باہر تقریباً پندرہ افراد تھے جو سب مست تھے۔ ہماری ایک قطار بنا دی تھی اور ہم ان کے ساتھ جنموں کی جانب بڑھنے لگے۔ یہ جیسے جھیل کے کنارے گئے ہوئے تھے جھیل کی طرف سے تھوڑی دُور ہو آئیں اور بدن کو کھڑکھڑاتے ہوئے راستے تھیں۔ ایک بہت بڑے جیسے میں جہاں تیز روشنی ہو رہی تھی اور باہر غالباً بانسوں پر سرخ لائٹس باندھ کر سڑک پر تھیں روشن کر دیا گیا تھا، ہمیں لے جایا گیا۔ سامنے ہی جیٹر نظر آیا اسے دیکھ کر کم از کم میری آنکھیں خوب سے جھیل گئی تھیں۔

دو آدمی ایک بڑی سی میز کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔ ان دونوں نے سر دی سے بھی ڈکا مناسب بندوبست کر رکھا تھا۔ بڑے بڑے بالوں والی مٹی تو یہاں ان کے سروں پر تھیں جن سے ان کے کان بھی ڈھکے ہوئے تھے۔ چہرے صاف نظر نہیں آتے تھے۔ گریٹن نامی شخص نے ہمیں کسی کمرے میں سے پرکڑیوں سے سامنا لیا تھا۔ غالباً اب اس کی تشریت پہلے سے گھٹ گئی تھی۔ کیونکہ وہ بھی

بچہ۔ رب سا نظر آ رہا تھا۔ حیرت کی بات یہ نظر آئی کہ رنگن بھی ان دونوں آدمیوں کے ساتھ میز کے گرد بیٹھا ہوا تھا۔ اس کی شخصیت بھی دل دہلی ہوئی تھی یعنی وہ سورا کے لیے کوٹ میں تھا۔

میرٹن ای سی سے ناہوہ جیسے آپ "ما ٹیکل نے سرگوشی کی۔" ہاں دیکھ رہا ہوں یہ میں نے جواب دیا۔ ہم سب ایک قطار میں کھڑے کر لیے گئے۔ پھر بیٹھے رہے۔ دونوں آدمیوں میں سے ایک کھڑا ہو گیا۔ یہ بھی خاصا قد رکھتا۔ بڑے بالوں والی ٹوٹی تاکر اس نے ہاتھ میں لے لی اور روشنی میں اس کی شکل نمایاں ہو گئی۔ اس کی نظر چست تھی میرے بدن میں بڑی کی لمبیں دوڑ گئیں۔ میں اس شخص کو کبھی نہیں جھول سکتا تھا۔ اسے یہاں دیکھ کر مجھے جتنا شدید ذہنی جھٹکا لگا تھا وہ ناقابل بیان ہے۔ یہ اویو! درؤ تھا۔ امریکی سی آئی کے کا وہ خطرناک آدمی جس نے امریکہ سے لندن تک پھر لندن سے بیروت اور بیروت سے یہاں تک میرا ہجایا تھا لیکن یہ یہاں مل جائے گا یہ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا۔

صرف ایک لمحے کے لیے میری کیفیت متزلزل رہی پھر میں نے اپنے اندر کی اس شخصیت کو اڑا دی جو اپنی زندگی کو داؤ پر لگا چکی تھی۔ اویو! درؤ ہو یا کوئی اور مجھے اس سے خائف ہونے کی کیا ضرورت تھی! اگر یہ شخص میری ہی ٹانگ میں یہاں تک آیا ہے تو چھپا ہے۔ ممکن ہے یہی فیصلہ کی جگہ ہو۔ اب اس بات میں شک و شبہ نہیں رہا تھا کہ تیار سے کے ساتھ جو سوکھ ہوا تھا وہ ہماری وجہ سے تھا۔ یقینی طور پر ان لوگوں کو اس شخصیت کے بارے میں بھی معلوم ہو گا جس کی حفاظت کی ذمہ داری مجھے ہونی تھی لیکن میں جس سے اب تک ناواقف تھا۔ اب یہ تو ہر گاہ راز کھل جائے گا، وہ کون ہے؟ زہرا ہے یا نہیں۔ ممکن ہے۔۔۔ میں ابھی اتنا ہی سوچ رہا تھا کہ اویو! درؤ دلچسپ لگا ہوا ہے مجھے دیکھتا ہوا میرے نزدیک آ گیا۔

"مشرقی یا رخان! بچا نا مجھے؟" اس نے آہستہ سے کہا۔ "کیون میں مشر! درؤ! میرا آپ کا تو بہت پرانا ساتھی ہے۔ اجلاش آپ کو نہیں پہچان سکوں گا۔"

"حیرت نہیں ہوتی مجھے یہاں دیکھ کر؟"

"ہوتی ہے اس بات سے اگر تمہیں کروں گا۔"

"اس پر تو نہیں کیا تھا اس کی عمر آخری وقت تک تھا لیکن میں نہیں چھوڑوں گا؟"

"کیا تھا مشر! درؤ اور آپ کو تنا حقیر بھی نہیں سمجھتا تھا۔ آپ نے نور نہیں کیا کہ میں نے اس بیگ آپ سے کیا سلوک کیا تھا؟"

"کیا مطلب؟"

"میرا مطلب ہے کہ وہاں میں تادرتھا۔ میں اگر چاہتا تو آپ کو ہی جگہ ہلا کر دیتا لیکن میں نے یہ نہیں کیا آپ دراصل زندگی سے دلچسپی حاصل نہیں کر رہے ہیں مشر! درؤ! جی آپ کو کرنا چاہیے؟"

"نہیں مجھ کو کیا مقصد ہے؟"

"یہ مطلب یہ ہے کہ اگر انسان کی زندگی میں ایک دشمن ہے تو اسے دشمن نہ ہو تو زندگی بے مزہ ہوتی ہے۔" دونوں کی تعداد تو بے حساب ہوتی ہے ہر شخص میں کوئی روشنی سے ملتا ہے لیکن ایک دشمن کی انتہائی ضروری چیز ملتا ہے کسی اچھے دوست کی مانند۔

"کیا کہنا چاہتے ہو؟" یا درؤ بولا۔

"کچھ نہیں۔ کوئی خاص بات نہیں۔"

"زندگی بچانا چاہتے ہو یا یہی؟"

"ہرگز نہیں۔ میری زندگی سے آپ کا کیا تعلق ہو گیا آپ یہ سوچ سہے ہیں مشر! درؤ کہ مجھے جیتنے میں کرنے کے بعد آپ میری زندگی چھین لیں گے۔"

"یا درؤ نے ایک ہلکا سا تھکے لگا کر کہا۔" اس کا فیصلہ ابھی نہیں کیا جا سکتا۔ تم سے اب ایک اور شخصیت ہے یہاں جس کی تلاش میں میں یہاں تک پہنچا ہوں۔"

"وہ کون ہے؟"

"تم اسے اچھی طرح جانتے ہو علی اور اس وقت میں نہیں ہلاک کرنے کے بجائے تم سے اسی کے بارے میں سوال کروں گا۔"

"کس کے بارے میں؟"

"اُسی شخصیت کے بارے میں۔"

"یوں لگتا ہے مشر! درؤ! جیسے سوئی نے آپ کے حواس متزلزل کر دیے ہوں۔ کون سی شخصیت وہاں ہے؟ کیا آپ مجھے اس کے بارے میں کوئی تفصیل دیتے بغیر مجھے اس کے بارے میں معلوم حاصل کر لیں گے؟"

"یا درؤ کی آنکھوں کی ذری غائب ہوئی تھی۔ اب اس کے چہرے پر خوشخواری نمودار ہوتی جا رہی تھی۔"

"مشر علی! شک تم بہت چالاک ہو اور میں ہمیشہ سے ہی کرتا چلا آیا ہوں کہ قانون کا ایک طالب علم اتفاق سے ہرائم کے ملے پر نکل آ جائے لیکن یوں لگتا ہے جیسے وہ جرم سے بخوبی واقف ہے میں نہیں جانتا تھا اسے تربیت لندہ کون تھے یا اس سے قبل تھادی زندگی کیسے گذری رہی ہے؟ میں اعتراض کرتا ہوں کہ میں تھا اس پہلو سے ابھی ناواقف ہوں۔ ہر حال یہ کوئی خاص بات نہیں، نہ مجھے اس بارے میں کوئی تشویش ہے۔" یا درؤ چند لمحوں کے بعد پھر کہنے لگا۔ "وہیے ہمارے اس پروگرام کے بارے میں تھادی کیا رائے ہے؟"

"خوف پریشانی اور فکر کا کوئی احساس میرے ذہن کے کسی گوشے میں باقی نہیں رہا تھا۔ اب تک ایک ذمہ داری کا احساس کسی قدر ابھرتا رہا تھا میری دلی خواہش تھی کہ تیار سے کے لوگ زندہ سلامت کسی منزل تک پہنچ جائیں لیکن اب یہی احساس

بدنام ترین مجرم چارلس سوہراج کے جرائم کی مکمل تفصیل

چارلس مہراج کی سرگزشت

میں ملاحظہ فرمائیں

اپنے قریبی ایک سال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے حاصل کریں

کتابیات سپلی کیشنز © پوسٹ بکس ۲۳ کراچی ۱

نہیں رہا تھا۔ ظاہر ہے یہاں پہنچ کر میری ذمہ داری ختم ہو گئی تھی چنانچہ جھٹلا اب مجھے سے زیادہ بے خوف انسان اور کون ہو سکتا تھا؟
 ”تم بہت گھٹیا انسان ہو اور ڈر۔ میری سیل سے واقف ہونے کے بعد بھی میرے ساتھ یہ سلوک کر رہے ہو؟ میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔
 باور ڈا کا چہرہ سرخ ہو گیا پھر وہ خود کو سمجھانے کی کوشش کرتا ہوا بولا ”کیا غلطی ہوئی ہے مجھ سے؟“
 ”میرے سامنے دوسرے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں اور میں کھڑا ہوں۔“
 ”کسی لڑکا اس نے اپنے لوگوں سے کہا اور اس کے حکم کی تعمیل کی تھی۔ میں اطمینان سے کرسی پر بیٹھ گیا۔
 ”ہاں مشر باور ڈا کیا بچہ تھا تم نے؟“
 ”ہمارا یہ پروگرام کیسا بڑا؟“
 ”افسوس میں تمہارے اس پروگرام کے بارے میں نہیں جانتا۔“
 غلط کہہ رہے ہو جی۔
 ”تھک کر رہا ہوں۔ سناؤ۔ تمہارا کیا خیال ہے اگر مجھے کسی قسم کا شک وشبہ ہو تو تیرے اتنی آسانی سے تمہارے سب ال میں پس جاتا؟“
 ”ہاں مجھے اس بات پر حیرت ہے تم حال ہی میں ان لوگوں کے لیے جو کچھ کر رہے ہو اس کے پیش نظر مجھے اتنی آسانی کی امید نہیں تھی لیکن کیا تم دس میں ہونے والی کانفرنس کا انتظامات کے لیے نہیں چاہتے تھے؟“
 دس کانفرنس؟۔۔۔ میں نے حیرت کا اظہار کیا۔
 ”اس کا مطلب ہے جی بی بیٹ بول رہے ہو کیا تمہیں دس میں ہونے والی کانفرنس کا علم نہیں ہے؟“
 ”اگر ہے بھی تو میں اس بارے میں کوئی بات نہیں کروں گا۔ دل چاہے تو اس بات پر یقین کر لو کہ نہ تو میں دس چاہتا ہوں نہ کسی کانفرنس میں مجھے شرکت کرنی تھی۔“
 ”اوہ! تو تمہارا کوئی اور مشورہ تھا؟“
 ”مکن ہے۔“
 ”تو پھر تفصیل کچھ یوں ہے۔ مشر علی کہ دس میں ہونے والی ایک خاص کانفرنس میں مشر شریقی جو جی کی ایک تنظیم کے خاص مذاکرہ کرنا چاہتا ہے۔ یہ مذاکرات ایک خاص نکتہ نگار سے ہونے نظر آتے کے خلاف ہیں اور ہم اس کانفرنس کی کامیابی کے حق میں نہیں ہیں ایک ایسی شخصیت اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لیے استعمال کی گئی ہے جو درمیانی حیثیت سے رکھتی ہے۔ اگر وہ شخصیت اس تنظیم کے سامنے اپنی حمایت کا اعلان عملوں کرنے تو حیرت کو بے شمار فوائد حاصل ہو سکتے ہیں۔ میں اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لیے کام

کر رہا ہوں۔ مجھے اطلاع ملی تھی کہ یہ شخصیت بیروت سے سفر کرے گی۔ چنانچہ ہم مصروف ہو گئے۔ ہم نے انتہائی جانفشانی سے ایک پلان تیار کیا اور طیارے کو اٹھانے کے لیے اس کے ایک فرد کو استعمال کیا لیکن جین لوگوں کے پیرو میں نے یہ کام کیا تھا۔ وہ میری توقع کے مطابق اسے انجام نہیں دے سکے۔ حالانکہ سمجھ دار لوگ تھے لیکن میرے کرہ کے نہیں تھے۔ میں نے کچھ اور لوگوں کی پیشکش قبول کر لی تھی اور اپنے ساتھیوں کو نہیں بلا یا تھا۔ اگر ان کی جگہ وہ ہوتے تو صورت حال دوسری ہوتی۔ ہر حال میں کامیابی ہوئی ہے مکن۔۔۔ امیدوار اور چند لوگوں کے لیے خاموش ہو جاؤ۔
 عجیب سے انداز میں مسکرا کر بولا ”میں نے تو غلطی دل سے سب کچھ بتا دیا ہے۔ تم بھی تم کو کچھ بولو۔“
 ”میں کیا بولوں باور ڈا؟ اس وقت ماسٹر آف پوزیشن تم ہو۔“
 ”تو تمہارا باؤنڈری۔۔۔ تنظیم آزادی فلسطین سے کچھ جوڑ کر چلی گئی۔“
 ”الحمد للہ۔ میری دلی آرزو یہی رہی ہو تھی ہے۔“
 ”کیا لا تمہیں اس سے؟“
 ”بہت کچھ۔ میں کانفرنس کے سامنے ضروری نہیں ہے۔“
 ”وہیے تنظیم کے لیے تم نے نہ صرف نہ درست کارنامہ انجام دینے بلکہ ہر قسم کے ہینڈلنگ اور کامیابی کے لیے ہم لوگوں کو موت کی دوا میں اندر دیا۔ برا قاعدہ ہوا ہے اس تنظیم کو تمہاری شہادت سے۔“
 ”ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی باور ڈا۔“
 ”کیا؟“
 ”اس جگہ اس مقام پر اس ناخوشگوار ماحول میں تم اتنی۔۔۔ تفصیلات کیوں بتا رہے ہو؟ اس میں تمہاری سبکی بھی ہے۔ تفصیل میں گئے تو لوگ پتہ ہی جان لیں گے کہ اچھی چند روز قبل تمہارا زندگی میرے ہم و کرم پر تھی اور دس میں نے قتل کی جان بخشی کر دی تھی۔“
 ”ہاں۔ میرے دوست تم سے واقف ہو چکا تھا۔ میں تم سے ان کا تعارف نہیں کرواؤں گا لیکن یقین کر دو تمہارے لیے میں معذور ہوا تو خود مجھے سخت حیرت ہوئی تھی۔ میں نے اسے کہا کہ تمہارے لوگوں کی ناکامی اور تباہی کی وجہ سمجھ میں تھی۔ اس پر ان لوگوں نے خاص کام کر کے میرے عزیز مشر ریکس نے جین کا اصل نام پاپ ایڈوگس ہے۔ شدید حیرت کا اظہار کیا۔ انھوں نے مجھے بارے میں تفصیلات پوچھیں۔ میں نے جب انھیں تمہارے بارے میں بتایا تو یہ حیران رہ گئے اور انھوں نے تم سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ ہاں یہ حقیقت ہے میرے دوست اور کہہ کر تم کو قتل نہیں ہو کر جی جی تھی کہ میری زندگی مشر علی کے ہاتھ میں تھی۔ یہاں پہنچے تو مجھے قتل کرنے تھے لیکن انھوں نے اسے نہیں کیا۔ اور مشر علی اس کے جواب میں اپنی بھی قتل نہیں کروا کر گئے۔ البتہ گرفتار

کر کے میری بیویوں کے سامنے پیش کرنا میری ذمہ داری ہے لو میں اس ذمہ داری سے انکار نہیں کر سکتا۔“
 ”مشر ریکس بہت سی باتیں میرے ذہن میں ابھی نشہ ہو گئی ہیں مشر باور ڈا؟ میں نے کہا۔
 ”ہاں ہاں ہم کو تفصیل گفتگو کرنے کے موڈ میں ہیں۔ میں زیادہ وقت تمہارے ساتھ نہیں رہوں گا، تمہیں دیکھنے کے موقع دیں جی جی آیا اور میرے بھی معذور کرنا تھا کہ اب تک ان لوگوں کی ناکامی کی وجہ کیا ہے۔ بہر حال تم پوچھو یا پوچھنا چاہتے ہو۔“
 ”یہ سب کچھ کیا ہے کیوں ہے؟ مشر باور ڈا؟“
 ”کیا مطلب؟“
 ”میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ اس شخص سے میری کوئی تعلق نہیں ہے۔ میں ایک دوسرے قاعدے سے یہ سفر کر رہا تھا اور ظاہر ہے اس کے بدلے میں تمہیں نہیں بتاؤں گا۔ یہ سب کچھ ہنگامہ موجود میاں میں پیش آیا۔ میری توقع کے خلاف ہے۔“
 ”میں یقین تو نہیں کر سکتا مشر علی تاہم تمہاری بیویوں کو تھانہ دوں کہ تمہیں اس کانفرنس کے بارے میں تو بتا ہی چکا ہوں وہ کانفرنس کامیاب نہیں ہوئی چاہے کیونکہ اس سے تنظیم کو بڑا فائدہ حاصل ہو گا وہ تمہارے دوستوں کے حق میں نہیں ہے۔۔۔ اپنے دوستوں کے حقوق کا تحفظ کر رہے ہیں میں تمہیں اس شخصیت سے۔۔۔ نہیں بتا چکا ہوں پورا اس کانفرنس میں شریک ہو گئی تو میرے مقاصد کی کامیابی کے امکانات روشن ہیں چنانچہ مجھے ملے تھے ہی میں اس شخصیت کو اغوا کر کے قتل کرنے کا منصوبہ بنایا لیکن بدقسمتی یہ تھی کہ میں اس کے بارے میں تفصیلات متنازع ہیں۔ جہاں سے جہاں اس کی نشاندہی ہوئی تھی وہاں بھی اس کے بارے میں مکمل طور پر معلومات حاصل نہیں تھیں۔ لہذا اس قدر معلومات ہمیں حاصل تھیں، ان کی بنا پر یہ امانہ قائم کرنا کہ وہ شخصیت اس تلوار پر نہ پڑے کہ اسے جہاں تک پائلٹ کو رہنے ساتھ لایا۔ ہمارے کچھ آدمیوں نے اس طیارے سے سفر کر لیا۔ ان میں مشر ریکس کو کھینچ کر لے گئے۔ لیکن جہاں تک مشر علی تک پہنچا، ہم کہیں ہیں۔ ان کے ساتھ دو افراد اور بھی تھے جو طیارے کے حادثے کا شکار ہو گئے مشر ریکس کا کہنا ہے کہ وہ خود بھی اتفاقاً طور پر زندہ بچ گئے۔ اس کے بعد انھوں نے اپنا کام باقاعدگی سے شروع کر دیا۔ مقدمہ اس مطلوبہ شخصیت کی تلاش تھی۔ مشر ریکس نے طیارے میں ہی فیملی کر لیا تھا کہ وہ شخصیت کون ہے۔ وہ زندہ سلامت طیارے سے باہر نکلے تو انھیں دیکھ کر شہرت ہوئی کہ وہ شخصیت بھی زندہ ہے مشر علی! تم نے جو کچھ کہا ہے مشر ریکس کے بیان کے مطابق اس کی تردید بھی ہو جاتی ہے۔“

”شلا؟ میں نے دھڑکتے دل سے کہا۔ اس کانفرنس میں کچھ بڑا ایک سنسنی سخی طاری تھی کہ وہ شخصیت کیسے اس کانفرنس میں پہنچ گئے تھے یہی احساس ہو رہا تھا کہ میں ریکس کو اس سلسلے میں ہٹا دینے چکا ہوں کچھ گری ہوئی ہوں یا مجھے یاد لگے لگیں اور اسی وجہ سے میرے دل میں سنسنی دوڑی رہی۔“
 ”مشر علی! یہ خیال ہے بلکہ جو باتیں مشر ریکس نے مجھے بتائی ہیں ان کے مطابق یوں لگتا ہے جیسے تم خود بھی اس شخصیت سے ناواقف تھے اور اس کا کھوج لگا رہے تھے۔ شاید تمہیں مشر ریکس پر بھی یہ شبہ تھا کہ مکن ہے مشر ریکس ہی وہ شخصیت ہوں؟“
 ”میں نے ریکس کی جانب دیکھا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ پھر اس نے درمیان میں دخل دیتے ہوئے کہا ”لیکن مشر باور ڈا! بعد میں مشر علی کا یہ خبر دور ہو گیا تھا۔ میں نے خود بھی اس سلسلے میں مشر علی کو اٹھائے رکھا تھا لیکن ایک رات کو میں نے دیکھا کہ مشر علی مشر باور ڈا کے خصوصی توجہ سے بہت ہی اور مشر باور ڈا کے ریکس کی مس مورتا سے ان کے ہاتھ سے مراسم برقرار رکھے ہیں۔“
 ”ریکس کے ان الفاظ پر ایک لمحہ میرا دل دھڑکا اٹھا تھا۔ اس کا مقصد ہے کہ میرا خیال درست تھا یعنی مشر باور ڈا کی وہ شخصیت تھی۔“
 ”میں خاموش رہا تو اوپر باور ڈا نے مسکرا کر میری جانب دیکھا اور بولا ”اس وقت مشر ریکس میرے دکانے اور مشر باور ڈا کے کام لے رہا تو مشر علی تمہیں یہ معلوم ہے کہ مشر باور ڈا کی وہ شخصیت ہے جو تمہارا تنظیم کے مفاد کے لیے فیس تک کا سفر کر رہی ہے؟“
 ”میرے چہرے پر ایک حقارت آمیز مسکراہٹ پھیل سی لیکن میں نے خود کو سنبھال لیا اور کہا ”مشر باور ڈا تم جیسے ذہین آدمی سے میں اس بات کی توقع نہیں رکھتا کیا تمہیں خود بھی احساس ہے کہ تمہارے الفاظ کو کس قدر بوجھ ہیں؟ ایک طرف تم کہتے ہو کہ میں اس شخصیت کے ساتھ سفر کر رہا تھا اور دس میں ہونے والی کانفرنس سے کسی طرح میرا بھی واسطہ تھا۔ سب سے پہلے تو میں تم سے یہ سوال کروں گا مشر باور ڈا کہ تم نے یہ کیسے یقین کر لیا کہ میرا تعلق کسی طرح تنظیم سے ہے کیا تم مجھے اس بات کا جواب دو گے؟“
 ”ہاں کیوں نہیں! طیارے کے اغوا کے وقت بلکہ اس کے بعد بھی تم جس طرح تنظیم کے افواہ کے ساتھ گھل رہے تھے اس سے یہ اندازہ بخوبی ہو جاتا تھا کہ تم ان ہی میں سے ایک ہو۔“
 ”تم میرے میرے کچھ لگے ہوئے ہو مشر باور ڈا! کیا انداز سے روانگی کے وقت کوئی ایسی حیرت حال تھی جس سے یہ اندازہ ہوتا کہ میرا تعلق کسی طرح تنظیم سے قائم ہو چکا ہے؟“
 ”نہیں۔ میں اس کے بارے میں معلومات حاصل نہیں کر سکا۔“
 ”باور ڈا! یہ سب کچھ کیا۔“

”تم تو مجھے انسان میں تلاش کر رہے تھے، لندن پر میس کے ساتھ مل کر میری کھوج میں تھے!“

”ہاں، اور میرے علم میں یہ بات بھی آچکی تھی کہ لندن کی ریویو خفیہ تنظیموں سے بھی تھا راقع قائم ہو چکا ہے۔“

”تو پھر تم نے کیسے انکو کر لیا کہ میرا مفتی خفیہ آزادی غلطیوں سے بھی پر کیا ہے؟“

”میری معلومات کو تم جتنے نہیں کر سکتے مگر معلوم! ہاؤڈ نے جواب دیا۔

”چلو میں یہ بھی مان لوں کہ میرا مفتی خفیہ آزادی غلطیوں سے ہو گیا ہے تو مگر ہاؤڈ اس بات پر اکتفا کر لیا کہ کسی ایسی شخصیت کے ساتھ سفر کرتے ہوئے اس سے اتنا ہی ناواقف رہنا جس کے تحفظ کی ذمہ داری میرے سر پر ہو جاتی ہے میں تسلیم کے لیے کام کر رہا ہوں اور وہ شخصیت بھی تنظیم کے مفاد کے لیے کام کر رہی ہے میری اس سے اس قدر عدم واقفیت کہ اس کی اصل تسلیم کرتی ہے؟“

ہاؤڈ اپنا گلہ کھانے لگا اس کے چہرے پر الجھن نکلتا نظر آ رہا ہے۔ پھر اس نے کون ہاتھ دھوئے ہوئے کہا۔

”درحقیقت یہ ایک الجھا ہوا سوال ہے جس کا جواب میں بھی نہیں دے سکتا۔ مگر حال اس بات کا امکان بھی ہے کہ مگر ریشی کو غلط فہمی ہوئی ہو اور انھیں واقعی اس بارے میں معلومات نہ ہوں لیکن پھر تمہیں یہ بتانا ہو گا کہ تمہارا دشمن کیا تھا؟“

”کیا یہ کسی طرح ممکن ہے مگر ہاؤڈ نے اس سے پہچاننا اور ڈر کے چہرے پر ایک بار پھر ہنسنے کے آثار نظر آنے لگے۔

”میں اسے ممکن نہاوں گا مگر مسئلہ اس سے جواب دیا۔

”میں انتظار کروں گا“ میں نے جواب دیا۔

ہاؤڈ ہنسنے سے ہوش کھٹکے لگا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ غصے کو دبانے کی انتہائی جدوجہد کر رہا ہو پھر اس نے گہری سانس لے کر کہا۔ ”اگر مگر مسئلہ میں تمہارے اس اعتماد کو پاش پاش کر دوں گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔ فی الحال مجھے کچھ دوسرے کام کرنے ہیں۔ پھر اس نے سانس مزید دو گوں سے کہا۔ غصے کو برک نہ اٹھنے میں بند کر دو۔

دوسرے لوگوں کو ان کے شکانے پر پہنچاؤ اور مگر ہائیکراؤن کی سیکورٹی کو یوں رہنے دو۔“

مونا کا چہرہ دھلے ہوئے پھر اس کے طرح مفید نظر آ رہا تھا۔ لیکن اور دوسرے تمام لوگ دایہ میں میرے چہرے کو عجیب انداز میں دیکھ رہے تھے۔ یہی کیفیت تھا کہ مجھے ان لوگوں کے ساتھ بند کرنے کے بجائے ایک اور دیر کر میں بند کیا گیا تھا جہاں میرے سوا کوئی نہیں تھا اور وہ وہ لوگ سوائت کے میری نگاہ میں دم کرتے تھے۔

یہ دیر کبھی اس پہلی دیر کی مانند غلط فہمی، غلوں وغیرہ

جگہوں پر تھا تھا مگر وہی اب بھی شب پر تھی۔ ہر کھنکھناتی دیر کے سر پر ہوا میں اندر آ رہی تھیں اور میرے بدن میں کچھ دیر رہا تھی۔ کافی دیر تک میں ایک دیوار کے کھنکھنے جھنکار پر میرے ذہن میں بھڑک رہا تھا۔ یہ دیر سے چلنے کے بعد سے اب تک کے واقعات میرے ذہن میں گردش کر رہے تھے۔ آخر میں مجھے یوں یاد آیا اور میرے دل میں کسک سی پیدا ہو گئی۔

لوہا میرا دوست ایک قابل اعتماد ساتھی جس کی نگاہوں میں زندگی کی کوئی وقت نہیں تھی حلق بند ہونے لگا تھا کافی دیر تک میں یوں کو یوں کر مارا۔ اس کی موت کا یقین نہیں آ رہا تھا لیکن انھوں نے بھی کون جھٹکا سکتا ہے جب یہی کاپر سے مشین کے فائرنگ کی قہمی تو کچھ اور فرما رہی تھی۔

ان میں یوں بھی تھا اور ان پر بھی۔ وہ شخص، جو بلاوجہ دوسروں سے نفرت کرتا تھا اور دوسروں کی نفرت کا شکار تھا۔

نہانے میں لڑا بہن کیسے کیے خیالات کا آماجگاہ بن گیا۔ پھر میں اپنی جگہ لیٹ گیا۔ بڑے بڑے لوگ اس کا ساتھ اور عجیب سی کیفیت پر ہر تھی۔

دفتارات کے سٹائٹ میں فائرنگ کی آواز گونجی۔ میں اچھل پڑا۔ صورت حال معلوم کرنے کے لیے میں میرے کمرے کے دروازے پر آیا اور اسے پھینکے لگا۔

دوسری طرف سے ایک کھنکھت آواز ابھری۔ یہ کیا بات ہے؟ یہ فائرنگ کی قہمی تھی؟ میں نے سوچا۔

”ہمت اچھی تھی۔ تم آرام کو سامی تمہاری باری نہیں ہے؟“ جواب ملا۔

ان لوگوں کے انداز میں تسخیر تھا۔ اس بات کا اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ اس فائرنگ سے پریشان نہیں ہیں۔ اس کا مقصد ہے کہ شاید انھوں نے مگر ہائیکراؤن کو کوئی مادی یقینا، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں سوچا جاسکتا تھا۔

میں دروازے کے قریب ہی بیٹھ گیا۔ تنظیم نے جو ذمہ داری مجھے سونپی تھی، اس بار وہ پوری نہیں ہوئی تھی۔ مگر ہائیکراؤن کی جھلکی کا ساتھ دیتے ہوئے مارے گئے تھے۔ مونا کا تصور کر کے بے راہل مچنے لگا۔ (جی بڑی تھی۔

نہانے کی دیر تک میں اس طرح بیٹھا رہا کہ خود کو کسی غلطی ہوئی تھی۔ اچانک، ہر کھنکھنے کے ایک سستے سے ایک آواز ابھری اور میں چونک پڑا۔

تمہیں لگا میں چاروں طرف پھینکے

لگتا۔ آواز کہاں سے آئی ہے؟

میں انتظار کر رہا تھا کہ دوسری بار آواز آسکے۔ دے تو میں اس کی ہمت کا اندازہ لگاؤں جیسی اس کے بعد کی دیر تک کوئی آواز نہ آئی۔ میں سوچ رہا تھا شاید یہ سوائت کا وجہ ہے۔ ذہن سخت مشتعل تھا۔

میری

میں انتظار کر رہا تھا کہ دوسری بار آواز آسکے۔ دے تو میں اس کی ہمت کا اندازہ لگاؤں جیسی اس کے بعد کی دیر تک کوئی آواز نہ آئی۔ میں سوچ رہا تھا شاید یہ سوائت کا وجہ ہے۔ ذہن سخت مشتعل تھا۔

میری

میں انتظار کر رہا تھا کہ دوسری بار آواز آسکے۔ دے تو میں اس کی ہمت کا اندازہ لگاؤں جیسی اس کے بعد کی دیر تک کوئی آواز نہ آئی۔ میں سوچ رہا تھا شاید یہ سوائت کا وجہ ہے۔ ذہن سخت مشتعل تھا۔

کاپی ہاں یا نا کا کوئی تو تقدیر کے کھیل ہوئے ہیں۔ تاہم آج تک جو کچھ کرتا رہا اس میں خاطر خواہ کامیابیاں حاصل ہیں۔ اوہ یوں اور دے رہی تھی تو میرے لیے کافی پڑ رہے ہیں۔ اب اگر اس کا دور کا ہے تو تو وہ آواز اس کی بات کا پتہ ہے کہ خود کو تقدیر کے قدم کو گم رہے ہو۔

دول۔ وہی ان لوگوں کے چنگل سے نکلنے کا کوئی راستہ فراہم کر دے گی۔

ماضی پر نظر ڈالنا تو ماف نظر آتا کہ میرے ذہن میں کتنی

تھے۔ اوہ یوں در وقت پیشہ وارانہ طور پر نہیں بلکہ اپنے وقت کی

لہجہ کے لیے میرا عقاب کر رہا تھا۔ اس نے میرے غیبت جھڑپ کو

کوشش کی تھی۔ اب وہ ہمیشہ تو کام نہیں دے سکتا تھا۔ لیکن اس کے ساتھیوں کے کردار یاد آتے تو میری جیسی طاری ہو جاتی۔ بارے

کر داری تو میرے ذہن سے بالکل مختلف نکلے اور ماضیہ ان میں سے

بعض کی ہر کہ میں ان کے دھوکا کھاتا لیکن اب یہ ساری باتیں بیکار

تھیں۔ اب تو زندگی کے اس نئے سفر کے بارے میں سوچنا تھا کافی

غور و خوض کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ اوہ یوں اور ڈوہیاں بھی

خوش نہیں ہونے دوں گا۔ اگر میری گرفتاری کے بعد وہ میرے چہرے

پر مادی اور میرے انداز میں پڑ مادی دیکھا جاتا ہے۔ تو انشا اللہ

اس کے دل کی خرابی پوری نہیں ہوگی۔ اگر مجھے تشدد وار پر بھی لے

جایا گیا تو میں ہمتے لگتا ہوں پھانسی کا پھندا قبول کروں گا۔ لیکن

مگر ہاؤڈ کو تم مجھے ایسے ہی دوسروں کے سامنے پیش کر کے

سرخ روئی حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ میں انھیں پناہ دے گا۔ لیکن

ان احساسات نے مجھے سکون بخشا۔ سواطین سے لیٹ کر

میں نے انھیں بند کر دیں اور ماضی میں کوئی آواز نہ آئی۔ لیکن

اپنی زندگی کا ناچیز نذرانہ پیش کر دیا۔ یوں میرے دوست! میرے

ارضیاں پاک یہ نذرانہ قبول کر دو اور ایمان رکھو۔ میرے مقدس وطن

میرا اس جگہ جہاں مسلمان ہیں دے رہے ہیں۔ مجھے جیسے لوگوں کے نذرانے

پیش کرنا رہے گا۔ میرے وطن کی زمین کی جتنی سے جتنی لینے والے

عزم و استقلال کے پیکر ہیں اور یہودیوں کے ناپاک، عوام کو ان

نولادی انسانوں سے جگہ جگہ شکست کھانا ہوگی۔

خیال کی آواز دینے پر میرے پھر دی تھی کہ آواز پھر ابھی یہ

آواز بیل آوازوں سے مختلف نہیں تھی۔ میں پھر جگہ۔ ہر کس کی

کی انداز اس کا فرض میں لکوی کا تھا۔ آواز فرض سے ہی آئی تھی۔

آواز پھر گیارہ فرض کو قسب تھا۔ لیکن آواز قہمی کوئی آواز آہستہ

فرض کو قہمی تھا۔ مجھے اس جگہ کا اندازہ لگنے میں وقت نہیں

ہوئی، جہاں سے آواز آ رہی تھی میں جلدی سے کھڑکوں پر پہنچا

اور کھنکھوں کے بل پڑ گیا۔ جہاں میں نے بھی فرض کو قسب تھا۔ لیکن

رخنوں سے ایک آواز ابھی آ کر گم رہا۔ ہو تو بات کرو۔

زبان ابھری تھی۔

”ہاں میں جاگ رہا ہوں تم کون ہو؟“

”دوست!“

”کہاں ہو؟“

”تو کب کہہ رہی ہیں تمہیں یقیناً سہوی لگ رہی ہوگی۔ کیا

میں تمہیں سہوی تصور کرنے کا ایک بہترین نسخہ بتاؤں؟“

میں سوچ میں پڑ گیا۔ اپنے اس قید خانے کے بارے میں مجھے

کچھ معلوم نہیں تھا۔ کہاں ہے؟ کیا نام ہے؟ اس جگہ کا؟ کس قسم کا ہے؟

دوسرے کتنے قیدی ہیں یہاں اور ان کا تعلق کس ملک یا خطے سے

ہے؟ یہ ضروری نہیں تھا کہ اس دور دورہ اقام پر جتنے قیدی ہیں،

وہ سب اسطین سے تعلق رکھتے ہوں گے۔ پھر ماضی کا عارضہ اسرائیل

کا بھی نہیں تھا۔ اوہ یوں اور میری قہمی کا تعلق میرے ذہن سے

بارے میں کسی طرح واضح کی گواہی میرے سامنے ہے۔ یہ خبر

کہ بہت سے ملک اس کی گرفت کر رہے ہیں۔ تاہم جہاں تک

اس کے بارے میں ہے۔ تو میں یوں ہی وہ ممکن حادی ہے۔ آتا تو

میں جاتا تھا کہ میں اس میں نہیں ہوں لیکن اوہ یوں در وقت میں

یہاں باقر نظر آ رہا تھا، اس سے یہ اندازہ ہو جاتا تھا کہ یہ کوئی

بھی جگہ ہے۔ یہاں اس کا ممکن کڑوں ہے۔ اس کے ساتھ یہ اندازہ

لگتا بھی مشکل نہیں تھا کہ ایک باقاعدہ قید خانہ تھا۔ یہاں ان طرف

میں کوئی ضروری چیز تھا۔ یہاں یہاں یہاں یہاں یہاں یہاں یہاں یہاں

تکلیف دہ تھے۔ خاص طور سے اس لیے کہ مجھے اس جگہ کے بارے

میں کوئی علم نہیں تھا۔

اوہ یوں اور لے لے جہاں اس کی قہمی پر غور کرنا تو بڑی

سنسنی مسکوں ہونے لگتی تھی میں اپنی چال میں لڑتا تھا اور وہ اپنی اندازہ یہ جوتا تھا کہ اس بار وہ کامیاب ہو گیا۔ سیکھنے تعلیم کا مشین تو دھوڑا رہی وہ لڑ گیا تھا اور میں اس کا فخر اس کے لیے اس شخصیت کی حفاظت نہیں کر سکتا تھا پھر تعلیم کے حق میں تھی اس سلسلے میں پہلے بھی غور کر چکا تھا اور اب بھی میرا خیال یہی تھا کہ اگر مجھ پر بھروسہ کیا جائے اور اس شخصیت کے بارے میں تفصیلات بتادی جائیں تو شاید خود تو حال مختلف ہوتی۔ ممکن تھا کہ کوئی اور منصوبہ میرے ذہن میں آجاتا یا بارہا فکریہ کے لیے میں اس سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد میں اپنی راہیں دوسرے لوگوں سے مختلف کر لیتا اور خود کو کھرب اپنے مشن کی تکمیل تک کے لیے خود کو کھتا رہ سکتا تھا کہ اس طرح نہیں مٹھ رہا لیکر اور مورد کا کو بیچا لے جاتا۔ میرا حال اب یہ تمام احساسات بعد از وقت تھے مجھے یہ اعتراف کہ مجھے میں عمارتیں کا ایلو ایڈو اب مکمل طور پر مجھ پر حاوی ہو گیا تھا۔

خیالات کی زندگی میں بہر کہیں چند عموں کے لیے اس آواز کو فراموش کر بیٹھا تھا وہ پھر سنسنی دی۔ لیکر سڑکیں تھم سے توتوت گویا بیچین بیچے دوست؟

”نہیں میں تجھ سے بارے میں سوچ رہا تھا“

اب اتنی طویل سوچ کیا ایسے مقامات پر طویل سوچیں کا راز

ہوتی ہیں؟
 ”تم کیا سوچو گے؟ یہ تو بچہ معلوم ہو گا۔“
 ”کوئی بھی بات معلوم کرنے کے لیے جلد و جہد کرنا ہوتی ہے۔
 میں نے تم سے پہلے تھا کہ کیا میں نہیں سوچ دیکھنے کا ایک نسخہ
 بتاؤں؟“
 ”بتاؤ، فریضہ! اسے اپنی پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو کر کہہ۔“
 ”تو! اسے سنبھالو، آواز اُبھری اور فریضہ کے ایک کندھے پر
 جوتھیں سے کوئی چیز باہر نکلتی تھی۔ میں نے فوراً دیکھا، چھوٹا قلم معلوم
 ہوا کہ غولاد کی ایک شاخاڑی کی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ ابھر کر ابھرتی تھی۔
 تقریباً ایک فٹ لمبی تھی۔ لیکن نہیں، قلم کی اور یکساں تھی۔ میں نے اسے
 ہاتھ میں لے لیا۔“

آواز بھرنی کی بات تم اس آواز سے فرشتوں کا ایک طبقہ کو کہتے
اس طرح کہ ان کو ایک آدمی میں سے آسانی سے آجائے لیکن
اس بات کا خیال رکھنا کہ تم نے تصور اساتیر کیا کہ ان کا جانے، ان کا
اسے فرشتوں میں پہنچانے رکھنے میں وقت نہ ہو اور ہم یہ جلد میں
اسے نیچے سے اوپر اٹھائیں یا اوپر سے اسے اٹھا کر نیچے بھیجیں۔
میں دیکھتی ہوں کہ اس کو یاد میں لے دیکھو اور اچھا اور وہ انہی
آواز سنائی دیتی رہی ہے اور یہ کام بہتر ہو گا کہ آج ہی اس میں بعض
جو عالم تہذیب کا ہے کہ ان کے اندر اسے جیسے کہ کسی معقول مذہبیت

رہ گئے ہو کر کا دن اگر اس میر کس میں گزرا جائے تو رات بخار سے
 بیسے ہے حد کار آمد ہوگی؟
 "تم مجھے اپنے باسے میں کچھ نہیں بتاؤ گے؟"
 "کیا فائدہ؟ میری شکل تمھارے سامنے نہیں بتائی اس
 شقت سے خارج ہو جاؤ اس کے بعد کل رات ہم ملاقات
 کریں گے"
 بات سمجھ میں آنے کی تھی مگر خاموش ہو گیا تب نیچے سے
 آواز اچھری: "چچا! دعا حافظ! میں چلتا ہوں"
 "سنو! ایک بات سنو! کیا اس تمھارا نام بھی نہیں پوچھ کر لیا؟"
 "نہی! اچھا! تم میرے والد کا کہہ سکتے ہو میں کہہ چکا ہوں کہ ہم
 جو بھی گفت گو کریں گے اسے اپنے سامنے بند کر کریں گے۔ سامنے کے صفحے
 کسی قسم کی بات چیت حلاقت ہی ہوگی۔ دوسرے صفحے آنا بتا دوں
 کریں میں ایک سہ قلمی جوں اور اپنے سامنے صفحوں کے ساتھ یہاں سے
 ہر اکر کر منہ پر بند کر رہی ہوں انھیں اپنے سامنے شامل کرنے کا
 ایک اہم مقصد ہے جو تمھیں براہ راست ہی بتایا جا سکتا ہے اس
 باب میں چلتا ہوں اس سے زیادہ لکھنا میرے لیے بھی مفید ہوگا۔
 میں سب گیس جوں اور ان کے صدمہ کے باسے میں تم انما مزہ نہیں
 کھا سکتے؟"

[illegible]

کی دہائی تپ رہی۔ کل کروڑوں چھوڑ گئے یہ کام آسان نہیں تھا۔
 بڑے بڑے عرش کے تختے ڈھیر جی ایک نہیں رکھتے تھے جس
 سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان کی عوامی حیاتی ہے۔ دیواروں کی کڑکیاں
 شاید کچھ ملے ہوں۔ مگر فرش ہلکی مٹیوں سے بنایا گیا تھا اور دشمنوں
 میں آری جھنڈا کیسے چڑھ کر رکھا گیا تھا اس کا کام نہیں تھا۔ یہ بھی
 سچ تھا کہ جب ہم نے آری کا اٹھا کر شروع کیا تو دشمن فرسٹری
 کا احساس کر لے کر آری رستے میں تباہ کر گئے۔ یہ میری نگہیاں
 دشمنی جو تھیں۔ لیکن میں ایک چھوٹا سا گول دائرہ بننے میں کامیاب ہو

[illegible]

کام باقی رہ گیا تھا۔ تب اب برائے نام فرض سے بڑا جو اتفاقاً باہر
 قدموں کے آواز سنائی دینے لگی تھی کبھی بھی بولنے کے آوازیں بھی
 آئیں اور میں اپنے کام روک دیتا۔ میرا تادیبہ دہشت دوسری رات
 گھر سے ملنے کا وعدہ کر کے گیا تھا۔ میں نے بڑی احتیاط سے تختے کے
 انلاک براہیکہ آری ایک محفوظ جگہ چھپا دی اور وہیں بیٹ گیا۔
 ساری رات کی سخت حال کو بھی سے بدن کا جو کچھ وہ دہ
 تھا۔ خود چوکنہ ایک لمحہ کو بھی نہیں لی تھی۔ اس لیے آنکھوں
 میں ہن جو رہی تھی۔ بہر صورت میں لیٹا ہوا اور اس وقت چوکنہ کا
 ایک کا دروازہ کھلنے کے آواز سنائی دی۔ اس کے ساتھ ہی اندر روشنی
 کی بدعا جوتی تیز روشنی میری آنکھوں بند کر دی تھیں۔ غالباً یہ
 میرے لئے اشتعال لائے والے تھے۔ مجھے آدمی تھے۔ ایک لمحہ کے

بڑھ کر کرت ہے جسے کہا کہ اٹھ جاؤ! بہت دیر ہوئی صبح ہو چکی ہے۔
 میں نے انہیں چھوڑ دیا کہ اسے دیکھا اس نے ایک ٹرسے
 صحت سامنے رکھ دی تھی اس میں چند ٹوس اور چائے کا ایک گگ
 رکھا ہوا تھا۔
 "ناشتہ کرو اس شخص نے اسے کیا کرت ہے مجھے ہی کہا اور اپنی
 کمر باندھ کر اٹھ کر دو طرفہ پیرندہ ہو گیا۔
 چائے کی گلی بچا پکے ہوئے اٹھ رہی تھی۔ رات کی تہ بند

کے لیے یہ اندازہ لگایا کہ جتنی باتیں چھوٹے قلاب کاروں
سے چھپنا اور سرگرم جانے ملتی ہیں ان کے لگا جانے سے
بڑے بدلتی ہوئی گھسی ہوئی سرور کو کافی حد تک نازل کر دیا۔ اس
سے انہیں چھوٹے کیونکہ کوئی خاص ٹھکانہ بھی نہیں لگ رہی تھی۔
چائے سے خارج ہونے کے بعد میں بیٹھا آنے والے وقت
اندیشہ کر کے لگا کوئی خاص بات ذہن میں نہیں آتی تھی مختلف
دھوم سے خیالات مثلاً اب ہے تھے اس طرح وہ پڑھو گی اس وقت
کو کھانا میرے لیے آیا وہ قدرے بڑا تھا اور پھر ٹھیک بھی لگائی
تھی۔ میں نے غصہ سے بھر کھایا۔
ان پھر خوشگلی طاری رہی شام ہوئی اور پھر رات آئی۔ کھانا
لے والوں کے علاوہ پورا رات کی اور سے سامنا میں بیٹھا مجھے کچھ
نہیں ملتا تھا کہ اولیاء اور دیگر بیکار ہونے یا میرے راقیوں کا کیا
شجرہ ہوا اس شخص کے بارے میں جس تھا جو کچھ رات کو کچھ بچا
نہاڑ میں مجھ سے حکام کو تھا اور میں کی تحریک ہے میں رات بھر کام
رہتا تھا کسی حد تک کامیابی ہوئی تھی۔ اس سے میرا عمل بڑھتا تھا
میں سوچ رہا تھا کہ اس رات میں ہی اتنی ہی محنت کرنا پڑی تو شاید
مجھ سے یہ کوئی خاص وقت نہیں ہوگی۔
اندازے کے مطابق رات کا نصف پہر گزرا اور گھر کی سب

محلّاتِ شہر میں اور ہر ایک کے درخوں سے متعلق جہتوں اور عملوں کے بارے میں جو کچھ فراموش ہو گیا اور ان کے بارے میں جلدی سے یاد کر کے دواؤں سے پر کیا اور ان کے بارے میں باقی کے مکمل خاموشی میں رہا۔ کراچی کے درخوں کے چار چار باتیں کرنے کی آزادی میں سنائی نہیں دے رہی۔ اس کا مطلب تھا کہ میرے دار آدم کر رہے تھے۔ البتہ درخوں سے جہاں تک پرانا دواؤں کے بارے میں سچ لاش لگائی گئی تھی جو کسی بلند نامور پر حکومتی رہی۔ اس طرف سے ملحق ہو کر وہاں پہنچا جہاں حتمی ہونا تھا اور ٹھیک کرنا میں ان کا کام مکمل کر چکا تھا۔

”ٹھیک ہے۔ غائب نامور دواؤں کے طرف جا کر باہر کی باتیں کر رہے تھے۔ مجھے سے آواز آئی۔“

میں نے تمہارے قہر کو لکھ کر چاہ سے یہ بات حصولِ کرم
مطالعہ کرم سے معافی کے لئے دعا کی کہ تم کو کرم نصیب ہو

تھان میں کاسیائی کاٹل

مکتبہ تحفہ انوار

مکتبہ تحفہ انوار

Courtesy www.pdfbooksfree.com

یہ بتائی ہے یا فرار کا ارادہ رکھتے ہوئے؟

”زیریں کا سفر اس وقت کا زمانہ ہے جب ادیب کا سفر ممکن نہیں ہوتا۔ ہم لوگوں نے پہلے ایک دور سے رابطہ قائم رکھنے کے لیے یہ سب کیا کیا تھا اور اس کے بعد ہمارے دور کو کوئی شے بھی نہیں کہ اس سرنگ کو ڈوبنے کے قابل اور بال ہے۔ لیکن کیا راستہ باقی ہے؟“

۱۱۔ اسی اصل پر دوا میں سقہ نہیں گیں گے جو کرم
ایک جا میں مقبوعے کے تحت ہمال سے ٹکنا چاہتے ہیں کیونکہ کرم اس
قد نہ نکلے گا کہ صحت میں ہو یہاں طرف اور میں میں میں پناہ
نہیں مل سکتی اور ایسے ذائقہ نہیں حاصل ہو سکتے جو اندھ کو ذائقہ خفانے
سے بچنے کے طور پر دیا جائے۔ لیکن کرم ہوں۔ زندگی بچانے کے لیے
خود کو کھانے کی چیز تو کھو دے یا ممکن اور شیطانی ہے اس میں جس
حد تک ممکن ہو کما کی کی تلاش نہ رہے جس کے لیے پھر پھر و کرم
کے تحت کرم کہہ رہے ہیں کیا کرم ہمارے ساتھ رہے جو نے خواہی شیطانی
"میں نہیں جانا کہ مجھے کب کس ایک میں کھا جائے گا اور
کب تک میں زندہ رہوں گا تاہم کرم مجھے اجازت دے گا کہ یہ تفصیلات
تیار تو نہیں کرے اور تو ان کے ساتھ ہوں۔" اور کرم کے ساتھ ہوں۔

۱۱۱) ہمیں ایسی کم از کم تین چیزیں ملنی چاہئیں جو اگر سچائی کے لیے جان لی جائیں تو ہرگز کوئی بھی قیمت کسی نے آ کر کوئی بے سارے نہ بتا سکیں۔
 ۱۱۲) کوئی دوسرے سے قہر نہ لے کر کوئی بے سارے سے تفصیل نہیں بتائی
 ہے۔ ورنہ وہ ناسخ ہو جائے گا۔ کوئی بے سارے سے کوئی قیمت نہ کوئی بے سارے
 نہیں ہے۔

”میں جانتا ہوں۔ بھروسہ تو ان سب کے لیے بھی ہے۔ اپنے ساتھیوں میں
شام کو ان لوگوں کو تم میں طرح بٹھانے کے لیے ہو کر، انہیں ہر طرح کے
ساتھ تعاون کے لیے تیار ہوں۔“

”تو اس کا جامہ بدل دیا۔ پھر کہہ کر کوشش کی کہ تم کو اس پر ہرگز نہیں رکھوایا کوئی کام نہ کرو جس سے ایسا دلیر ہو جوت تمہیں اس پر ہرگز سے چلایا جائے اس شگاف کی غفلت حفاظت کرو۔ اس کی موجودگی ان لوگوں کو ہوشیار کر سکتی ہے۔“

• مجھے شنگ کی نوعیت بتاؤ کیا اس خشکاف سے گزرنے کے بعد
پر آسانی ہوگی میں واقعی ہو اچھا سکتا ہے؟“

• میں نے اپنے میں میں ہر طرف کے پتہ میں ہوا ہے۔
 • سب کے جوہر طرح کی وجہ سے ہوتی ہے۔ میں ایک خاص ذریعہ سے
 ایک شخص کو لایا جاتا ہے۔ میں نے اس بارے میں معلومات
 حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ
 اپنے اس حاکم کا دلچسپی کے لئے کوئی شے نہیں کرنا چاہتا ہے۔
 • میں نے میرے دل و دماغ کو بہت زیادہ ترقی دیا ہے۔

تصاری کوئی جلد بازی بھانپہو گراہم فیس کر سکتی ہے اور ہم سب کی زندگیوں میں خطرے میں ڈال سکتی ہے۔

”میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارے حکم کے بغیر کوئی کام نہیں کروں گا۔“
 ”یہی ہم سید کے حق میں بہتر ہو گا۔ اب مجھے اجازت دو زیادہ
 دیر کہ نہنا سب نہیں ہے۔“

”بہت بہت شکریہ میرے دوست! میں نے جواب دیا۔“

وہ میری سے علانیہ غائب ہو گیا۔ میں سستی خیز لڑکا ہوں سے
 اُسے دیکھتا رہا پھر اُس نے میرے فرائض کھٹ کھٹا کر کہا: "ڈھککن بند
 کرو اور اس کی لوری حفاظت کرو"

میں نے شخص کی کچھ پرکھ کر شگاف کو نہ کر دیا اور جب اس پر
 اعجازِ معجز ہو گیا تو کہا ایا خورشید پر لٹ گیا ایدہ کہا میں اس کی شکایت
 برا اصاب نہیں ثابت تھا تاہی شخص اس کے ساتھ ساتھ مسرت میں میری بھی
 تھیں تو اس شخص کی حفاظت نہیں کر کے تھا تاہی اس نے خود اپنی اپنی
 حفاظت کا بندوبست کیا تھی تو کئی شخصیت کا کام تھا وہ شروع
 کے آخر تک پر غریبی طبیعت کا مالک اور بد اخبر نہ کر کے ہمارے سامنے رہا
 تھا۔ ہمارے جو دو گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ کوئی اتنی اچھی شخصیت ہو
 گا۔ بلکہ وہ شروع سے قبولِ ذہانت کا مالک تھا اگر نہ ہوتا تو شیعہ سے
 لاتر نہ ہوتا۔ یہ حال یہ خیال ابھی سکونِ چشم تھا کہ جب وہ دیکھ گیا میں
 شریکِ حکم کا تو تسلیم کر کھجے پر شیعہ والی پہچان معلوم ہو جائے گی۔ ممکن
 تھا وہ لوگ میری زندگی کا کوئی نہ وارثت کریں مجھے جو صلہ نہیں چھوٹا
 ہے۔ اسے ان ہی خیالوں میں نہینے سمجھے ایا۔

بقیہ رات پہلی رات کی جہیزت پر سکون گزری میں گہری نیند
سویا اور دوسرے دن کافی دلچسپی سے اٹھا شہید کچھ دیر اور سوتا لیکن

یہ کہ کادروادہ کھٹنے اور بہت سی آوازوں کے شور نے مجھے جگا دیا۔
رواڑہ کھٹا تو تیز روشنی اندر آگئی اور میں نے آنکھیں کھول دیں۔ سب

سے پہلے اولیو اور ڈیپ نظر پڑی۔ وہ ایک بے اور کوٹ میں بیٹوں
سے پہلے چار سے عجیبے والا فیلٹ بیٹ لگائے مسکراتا جو امیری طرف آیا۔

یا تمنا کیسے مزاج میں آپ کے؟ ایسے اٹھ کر بیٹھ گیا اور نہایت

دو کئے لگا رہا تھا یہ ہے مشہور علی اکبر عارضی طور پر یہ فیصلہ

اب تک کوئی صحیح اور حقیقی فیصلہ نہیں کر پایا۔ کیونکہ آپ کے ساتھ میرے

ایک بڑے وائے زندگی میں بہت سے ایسے لوگوں سے ملے ہیں

انجام دی میں کافی پریشان کیا لیکن منتر علی المرتکات آپ جس طرح

[illegible]

کو تاجوں چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ آپ کو اسی دن تواریک حکومت کے حکمران کر دیا جائے گا۔ یہ دوسری حکومت کے ماضی میں آپ کی ذات سے بے پناہ نقصان پہنچے ہیں اور وہ آپ کو پلٹے ہی موت کے گھاٹ اتار دیں گے۔ میں آپ کے ساتھ چھوڑنے کے لیے کیا چاہتا ہوں اور کیا چاہتا ہوں یا بتاؤں کہ میری گرفتاری آپ کے لیے آپ کی سلامتی میں کیا ہے۔ آپ کے کام آپ کی امن کے ساتھ مقصد ہے کہ کچھ عرصہ آپ میں آرام کریں۔ میں اپنا ایک کام ختم کر دے گا اور میں آپ کو اس کے بعد جہیز کیس دے گا۔ آپ کیس میں دے گا۔ اس کا قصور سا تھا کہ تیار ہوں میں آپ کو

مرا ہے جو کہ کامیاب ہو کر اس کی طرف سے ایک نیا عالم برپا کیا۔

اگر آپ میرے متعین کردہ علاقے سے نکل گئے مگر علیٰ تو بہارا

اور آپ کا سچا ہمسایہ ہے۔ اس سے زیادہ بڑا اور اونچا ہے۔ یہ کہنا کہ
احکامات مجھے ملے تو میں نئے انداز سے کام کروں گا اور اگر تم ملے
تو آج آؤ تو ہر گز کا خیال نہ کرو کہ اس کے لئے کیا ہو گا؟ وہ مجھے نہیں

آپ کو تباہوں مشر علی، کہ میں جو کہتا ہوں وہی کہتا ہوں، و قبا بلہف

کہ، اس طرح وہ اصل میں خود اپنا امتحان لوں گا۔ اگر میں آپ کو فرار ہونے سے باز رکھوں کہ میاب نہ ہو سکا تو سمجھوں گا کہ ابھی میری

”جیتیں نہ مکمل ہیں میں اپنے آپ کو مزید تربیت کے لیے پیش کر دوں گا۔ سچے آپ وہ میرا آخری فیصلہ ہے۔“

اولیو پور ڈومیل محل کر بڑے عظمیٰ انداز میں اسے مٹی چوڑی
 بنایا گیا تھا۔ اس کے چہرے سے پھر پورے انسانیت عیاں تھی۔ آنکھوں

اب وہی شیطانی ہیک نامچ رہی تھی جسے دیکھ کر میں نے محسوس کیا تھا کہ

اس وقت میرا دل بڑی حد تک صحت مند تھا۔ اس وقت میرا دل بڑی حد تک صحت مند تھا۔ اس وقت میرا دل بڑی حد تک صحت مند تھا۔

میں نے پہلی بار پوٹ جلتے اور دوسرا کر لیا اور پھر چاروں
 نے کھجور کے پتے کو کتر میں بھیجا تھا جانتا ہوں کہ آپ حکومت امریکا
 کے ایک خاص شخص کے ایک اہم عہدے پر فائز ہیں۔ خاصہ یہ کہ ایک
 ایسا شخص معمولی حیثیت کے حامل تو نہیں ہو سکتا۔ اس سے پہلے میں جو
 کچھ کرنا یا نہیں اس میں مجھے کامیابی نصیب ہوئی ہے۔ اب اگر کامیابی
 آپ کو نصیب ہو جائے تو تدریس کے کچھ کچھ کیے جا سکتے ہوں ۛ

”جانے سے قبل آپ سے کچھ اور سوالات کرنا چاہتا تھا مسٹر علی!
کیا آپ مفصلانہ طور پر مجھے اُن کا جواب دیں گے؟“

”یہ تو سوالات کی نوعیت پر منحصر ہے۔ فرمیں نے جواب دیا۔
”اس کی مثالیں آپ کے مددگاروں کی صفحہ ۱۰۰ کو دیکھیں۔“

لے آتے تھے، جانفشانی سے کام لیتے ہوئے سائنس دانوں نے اس کو اعلیٰ وود لائن
 انجینس میں آپ کو اعداد ہم پہنچائی و آپ صرف قانون کے طالب علم تھے

میں نے آپ کے بارے میں پوری معلومات حاصل کر لی ہیں مگر سچی۔
 یوں سمجھیں کہ اپنے بچپن سے لے کر جوانی تک آپ کے واقعات آپ

موجود ہے۔ کہیں اس رپورٹ پر ترمیم بھی ٹھہرائی گئی کیونکہ اس میں کہیں

زندگی میں کبھی داخل نہیں ہوئے پھر یہ کیسے ممکن ہوگا کہ قانون کا ایک

میں اس قدر کامیاب ہوا، آخر اس کی کیا وجہ ہے؟

مقصود کا حصول تھا جس نے مجھے عمل کی جانب راغب کیا۔ چپ
آپ کو میرے بارے میں تمام تفصیلات معلوم ہوں گی میں تو آپ کو

یہ بھی علم ہو گا کہ میرا تعلق ایک ایسے مسلمان گھرانے سے ہے جہاں
دین و مذہب کو تمام دنیاوی چیزوں پر مقدم سمجھا جاتا ہے۔ آپ

کوئی بھی ضرور معلوم ہو گیا ہوگا مشرک اور ڈاکہ چپ بھی جم یہ کوئی بیوقوفی
تحت ملتا ہوئی تو جم نے زندگی کو بالکل نظر انداز کر دیا اور اپنی ہر

سائنس کو ایک مقصد بنایا۔ انسان جب اپنے وجود کو کسی مقصد کی مشق کے پہلو کر دے تو اس کی ذات بدل دے تمام صلاحیتیں خود بخود

پیدا ہو جاتی ہیں جو اے کمٹن سے کمٹن حالات میں عمل پذیر رکھتی ہیں۔ یہیں اپنے بارے میں صرف اتنا ہی کہہ سکتا ہوں:

”چلو نیک ہے کہیں نے مان لیا اور دل سے مان لیا، لیونکہ

تھا دو دلچسپ ماحول مل گئے تھے جن کی وجہ سے وقت اور طور پرکٹ سکتا تھا۔ ہم تینوں ہی بیک وقت خاموش ہو گئے تھے۔ نیا سلسلہ گفتگو شروع کرنے کے لیے شاید ہم مناسب الفاظ تلاش کر رہے تھے۔

معاذ چڑھنے کا قید خانوں کے قید اصول ہوتے ہیں مشرفان! مشدوب نئے قیدی ایک دوسرے سے ملتے ہیں اور تعارف کے طور پر ملتے ہیں اگر وہ پچھلے سے اور یہ مزاج ہوتے ہیں تو ابتدا الٹا الٹا جگہ سے ہوتی ہے۔ گھوٹے بازی ہوتی ہے، ان کا شعاع ہوتی ہے اور اس کے بعد ادا جانے والا قیدی بالیقینہ دل سے کہہ گا خوش رہنا ہے یا پھر دوسرے قیدی کی رزمی تہمتیں کہہ دے اور اس کی خدمت پر مامور ہو جاتا ہے۔ دوسرا طریقہ ہے کہ اگر مزاجاً عجیب ایچے ہوں تو پھر ایک دوسرے کے بارے میں جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہار کی ٹوٹی ہوئی ہے کہ ہم تینوں ہی خوش مزاج ہیں چنانچہ ایک دوسرے کو اچھی طرح جاننے لگے۔ کیا جانتا ہو جانتا چاہیے۔ میں اس سلسلے میں پہل کرنا نہیں یہ تو میں نے تیار کیا ہے کہ میرا نام رجزو دیکھنے ہے۔ رشتہ کار تہمتی ہوں۔ حالات نے تعلیم مکمل نہیں کرنے دی۔ کچھ اور مانگا جاتا تھا لیکن ضرورت نے غلط راستے پر ڈال دیا۔ ابتدا چوری چکاری سے کی پھر چند بیک ٹوٹے اور اس کے بعد میرے ہفتے سے دو قتل ہو گئے۔ قتل کرنے کے بعد انسانی زندگی بے وقعت سی محسوس ہونے لگی اور اس کے بعد میں نے نہ کام فرا زیادہ وضاحت سے نہ کرنا شروع کر دیا۔ تجربہ میرے ہاتھوں سے نکھل ہونے والوں کی تعدد سات ہو گئی۔ میری مشکلیں اگر دیوان میں نہ آتی تو شاید یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہتا۔ مشرفان نے صاحب اختیار آدمی تھا اور میری کپڑے ہاتھوں میں سے تھے۔ انھوں نے اسے میری جانب مال لایا۔ کچھ اور کاٹا کٹا لے کر کھانا اور اپنے ایک سرکاری عہدے دار بیٹھوئی کے کمرے میرے بارے میں تحقیقات کرنا شروع کر دیں۔ مقتعدان کا حرف ہے تھا کہ کسی طرح میری کوجھ سے بدل کر دیا جائے لیکن جیب ان کے ہونٹوں نے میرے بارے میں معلومات سن لی کہیں تو وہ اپنے سامنے لڑا کرتے کا ساتھ چھوڑ کر میری جانب توجہ ہو گئے کیونکہ میں ان کے عہدے کی رقم کے لیے ایک کارڈ نمرا میں لکھا تھا۔ اس لیے مجھے گرفتار کر لیا گیا۔ میرے بارے میں قیوت دیکھا کہ میرے گوارسات انسانوں کے قتل کے سلسلے میں مجھے ہر قدر ہلا بیک لکھیاں ثابت ہو چکی تھیں لیکن یہ قتل ثابت نہیں ہو سکے تھے اور مجھے تو پچھلے کی جاری قبی کر لیا گیا اور میرے ہاتھوں ہلاک ہو گیا اور اس کے نتیجے میں مجھے خطرناک تھا۔ دھندلایا گیا پس پھر یوں مجھے جیسے کہ مختلف ماحول سے ہوتا ہوا ہاں تک پہنچا گیا۔

ایک دن کے احوالات میں بھی کچھ ہنگامہ خیز ہاں ہوئی ہیں

کہ ہوش بھائی آئی دوش کا قیدی قرار دیا گیا آئی دوش کے بارے میں کچھ عجیب عجیب حقائق میں مشور میں رہتا تھا۔ یہ کہ لوگ حسب ہیئت میں آدھی آئی دوش کو اپنے مخصوص قید خانہ میں خطرناک قیدی کے ساتھ جاتے ہیں صحت کا گھر کو لانا ہے۔ یہی سنا گیا ہے کہ یہاں کے محافظوں نے قیدیوں کو کھینچے میں رکھنے کے لیے تین لڑکے اختیار کر رکھے ہیں اور کبھی کوئی قیدی یہاں سے فرار ہو کر نہیں جاسکا، اس لیے مجھے یہاں رکھا گیا ہے۔ مجھے یہاں آئے ہوئے تقریباً اسی دن کا یہ ہوا ہے کہ میں نے بے خبری کمانی اور میرا خیال ہے مشرفان کو لکھی گئی تھی جس سے مختلف نہیں ہے۔ تمام میں ان کی کمانی نے اس کی کوشش نہیں کر دیں کیوں مشرفان کو لکھی گئی تھی کہ آئی دوش کی خودی نہ مانو گے نا؟

دوسرے کے ہونٹوں پر مسکرت ہنس پھیل گئی اس نے دھم دھم میں آواز دلا کر کہا: "میری ہنسنے کا تم کو مزہ نہیں آئے گا جو مشرفان میں بھی نہ ملے گا سنا ہوا ہوں۔ ایچے خانے میں قتل گھرانے کا آدمی تھا مال موٹی قبی باپ نے دوسری شادی کر لی اور موٹی ماں جو ایک بیاہو چڑا خاندان رکھتی تھی مجھے رشتہ دار تھیں۔ دوسری ماں کے باؤ میں تھا چنانچہ وہ میری خبر گیری کر کے گاؤں کے دکان میں اختتامی بند ہے پیدا ہو گئے ہیں۔ کچھ چھوڑا ہوا گھر رہنے کے بعد مسیح راتوں کو لانا تھا۔ دواؤں کا کام تھا۔ یہ کہہ کر بڑے لوگوں کے درمیان گھر تار کی کٹی خطرناک جڑاں سرزد ہوئے۔ ملک سے باہر نکل کر لانا لکھنؤ پہنچا۔ دو گوسلاو گیا۔ نوٹارک، مذکورہ مشرقی جزئی، سوئٹلن اور نہ جانے کہاں کہاں ہوتا ہوا انہیں پتہ چلا یہاں بیرون ملک ملک کے الزام میں گرفتار کر لیا گیا۔ لایڈر گرفتاری کے وقت میں نے ہی آہنی پابندوں کو شدید زخمی کر دیا تھا جن میں سے ہلاک ہوئے اور تینے میں مجھے ایڈیشن ی میں قیدی بن جانا پڑا۔

چونکہ میری کوئی پسران حال نہیں تھا میں کسی ملک کا شہری نہیں تھا۔ یہ شکار کا ملک کیا سپورٹ اور شہریت میرے پاس موجود تھی چنانچہ آپریشن کے حکام قید کر کے مجھے کسی ملک کا شہری قرار دے کر قید خانہ چلا جائے۔ اس لیے انھوں نے میں سامنے فیصلے کیے اور میں یہاں اس قید خانے میں پہنچ گیا۔ دوسرے کو لکھی گئی تھی تو اب مجھ پر بھی فرض عائد ہو گیا کہ میں بھی ایک کمانی سا ہوں۔ میں نے سلسلہ سپورٹ کے آغاز کا کام کیا اور دوسرا میرے جرم کی کمانی امریکہ سے شروع ہوئی ہے۔ میں سامان فرسٹ کلاس میں قانون کا طالب علم تھا۔ لکھا کہ کمانی ہوں۔ کچھ کے حالات میرے بھی دوسرے سے ملتے جلتے ہیں۔ موٹی ماں کا خیال تھا کہ میں قیدی تھا لیکن اس نے مجھے ہر مقام میں نہیں کیے تھے۔ میں وہ مجھے اپنا سرکاری قیدی ہی سمجھنے لگا۔ میرے باپ نے مجھے شہر کا ایک بیسج دیا۔ مقتعدان کی حکمت عملی میں مکمل ہوجانے اور میں ذہنی طور پر کسی نفسیاتی انجمن کا کارڈ ہوں لیکن میرا ذہنی اور ذہنی

ہاگ، ٹامہاں فروٹ اسکوکے ایمرن ہاں میں چند ہودی اسکالوں کی ہر وہ سرائی میں کرکس خود پر قتل دیکھ کر اس میں نے وہیں کھڑے ہو کر ان کی کچاس کا کڑا توڑ جواب دے دیا۔ اس کے سامنے بھی ہودی میری ماں کے دشمن ہو گئے اور میرے اور ان کے دوستوں کے ساتھ قید خانے میں پہنچ کر تمام امریکہ کے نکل کر رہاں پہنچا لیکن امریکی ہودی میرے سخت مخالفت تھے اس لیے کہ میں نے ان کے چند پانچو غنڈوں کو قتل کر دیا تھا اور یوں لاڈ لڑائی ایک امریکی سے میرے خوب دودھ لادھ ہوئے۔ بالآخر مختلف مراحل سے گزرتا ہوا میں اس کے ہاتھوں قید ہو گیا۔ پچھلے دنوں میں ایک قید خانے میں قید تھا کہ وہ کچھ حالت میں آئے تھے۔ انھیں یہ احساس ہوا کہ قید خانے میں چند لوگ میرے منگاری رہ گئے ہیں چنانچہ انھوں نے مجھے انی دوش میں منتقل کر دیا۔ آئی دوش کے بارے میں جیسا کہ میں لوگوں کو بتا چکا تھا، مجھے معلومات نہیں ہیں۔ میرا حال اب بھی یہاں موجود ہوں۔

"واہ اتحادی کمانی تو بہت شائق ہے۔ ہم تو پھر اپنے لوگوں کی حیثیت سے یہاں آئے ہیں لیکن ایک ایسے جرم کی پادشاں میں سزا جانتا رہے جو جو حقیقت جرم نہیں ہے۔ تمھاری حیثیت ہم سے برتر ہوئی مشرفان! رجزو دیکھو۔"

"حیثیت کی کیا بات ہے رجزو؟ ہر نو رشتہ میں میں ایک قیدی ہوں نہیں نہ کیا۔"

"میں دوست ام تھا۔ احترام کرتے ہیں رجزو۔ مجھے جواب دیا۔ اس کے گلے کے بعد لوگ خاموش ہو گئے۔ دوسرے کسی گری سو فی مل ہوا تھا تھا صاحب نے خاموشی طویل ہو گئی تو میں نے کہا: "میں لوگ اس امر پر کہ میں قید رہتا ہوں یا ہر کے حالات کا میں کوئی اندازہ دیتا ہوں۔"

"میں کوئی خاص نہیں سنا۔ مجھے تین دنوں نے چار دیکھ کر یہ ہیں ہاں کا آجاتا ہے اور جیل کے صحن میں چل قیدی کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ کچھ سور خوب ہوئے کہ کچھ ہم باہر رہ سکتے ہیں۔ البتہ دوسرے امریکہ سے بات چیت یا راپلا قائم کرنے کی سختی سے کمانت ہے۔ فیملے کا کام ہے۔ رہتی ہیں کہ اور دوسرے بھی ان قیدیوں سے تعلقات رکھنے کی کوشش نہیں کی جو کہ ان میں زیادہ تر خطرناک لوگ ہیں۔ ہر ایک کے ڈاکو جوش و خروش ہیں کہ بارے میں عجیب عجیب کہانیاں کہہ کر دلوں کی زبانی سنتے ہیں آتی ہیں کسی نے ایک وجہ قتل کے کو کہی ہے دوسرے کہ بہت سے خطرناک جرموں کو تھمہ خاؤں میں رکھا گیا ہے۔ سنا گیا ہے کہ وہ ترسنا تھا تھے یہاں تک کہ ان کو ہاں سے کوئی شخص زندہ باہر نہیں نکلتا۔"

"آئی دوش کے قید خانے میں، جیسا کہ تم نے بتایا ہے کیا ہی امریکی سنیان تمام کی گئی ہیں کہ وہاں خوشی سے جانیے کیا جانتے ہو؟"

"نہیں، ہر گز نہیں۔ وہ قید خانہ قبول ان کے آنا مضبوط ہے کہ وہاں سے نکالنا آسان نہیں کیا میں وہاں ہر دنوں قیدی ایک وقت اپنی سرائی کا دوسرے میں لیکن یہ بھی سنا گیا ہے کہ انگریز کے انتظامات میں تعویذ بہت عجیب و غریب عمل کی جاتی ہے۔ پولیس افسروں اور دیگر لوگوں کو رشوت دے کر فرار ہونے کی کوشش کی جاسکتی ہے لیکن اس کے لیے شرطیں ہیں کہ کوئی مقامی آدمی ساتھ دے کہ وہ کچھ اپنی زبان کا سنا ہے بے مضبوطی سے اس کے علاوہ راتوں سے واقفیت کے لیے بھی مقامی آدمی کا آمد ہو سکتا ہے اور دوسرے کو تو فوراً لنگا ہوا ہیں اگر وہ باہر صحن میں نہیں پھنس سکتے ہیں۔ میں نے اور دوسرے قیدی قید کیا تھا کہ آئی دوش کے قید خانے میں اگر رشوت دے کر میں نکلے گا تو قیل جانے کو مجھ کو خوش ضرور کریں گے۔"

"ہوں، تو تم فرار ہو کر ابراہہ دیکھتے ہو؟"

"خاہر ہے رجزو! خان کوئی شخص میں خوشی سے زندگی کی دلچسپیوں سے دور رہ کر زندگی گزارنے کا اقتدار نہیں لکھا۔ ہم دونوں لنگا ہوا ہوں۔ مزاحیہ سے اپنا وقت کاٹ رہے ہیں۔ اس تک فرار کی کوشش کر بھی چکے ہوئے لیکن ہم نے اپنے آپ کو اس خیال سے باز رکھا ہے اور یہی خیال ہے کہ اس بڑا کچھ آئی دوش کے قید خانے میں پہنچنے کے بعد ہم وہاں سے نکلنے کی کوئی کوشش کریں گے باقی تو سارے قید خانے کے رہنے ہیں ہاں مگر قید خانہ میں اس دوران میں میں مل جانے تو ہم اپنی تعداد اور زمین سے زیادہ بھی بڑھا سکتے ہیں۔"

"میں خاموش رہا۔ قید خانے میں زندگی گزارنے کا تصور تو میرے لیے بھی اذیت بخش تھا۔ موت کسی بھی لیے لگے لگاتے کے لیے تھکا۔ کیونکہ زندگی جس مقتعد کے لیے وقف ہو چکی تھی اس میں جان دینا تو ایک لازمی امر تھا۔ تمام خواہشیں ہی قبی کمان دینے سے پہلے اتنا کچھ کرنا کہ دل میں کوئی حسرت باقی نہ رہے چنانچہ چند دنوں زندگی کے طویل لمحات قیدیوں کی حیثیت سے گزارا کچھ بھی پسند نہیں تھا جس طرح حالات پیش آئے تھے۔ ان میں ابھی تک اپنی تمام خواہشیں نہیں مکمل کی تھیں کہ خیر ان کا کوئی منصوبہ نہ بنا سکتا بلکہ کیا جانتے تو غلط نہ ہو گا کہ ابھی کچھ قید ہوئے جو میرا تعداد میں ہونے لگا۔ ابھی تو صرف قید خانوں کے دوسرے امریکی کو رہا تھا۔ کچھ کا موقع آئی جلدی تو شاید کسی کو قلیب ہو جائے۔ ان قید خانے میں جہاں میں پہلے تھا، حیرت انگیز طور پر وہ شخص مجھ تک پہنچا گیا تھا اور اس نے میری ضروریات کا منصوبہ پیش کیا تھا۔ حالات ساتھ میں دے تھے اور میں جو فرار ہونے کی کوشش کے بارے میں مکمل منصوبہ بندی بھی نہیں کر سکا تھا اس سے پہلے ہی غائب ہو گیا تھا۔"

رجزو اور دوسرے کے ساتھ باقی سارا وقت بڑا پڑ سکون گزارا ان دونوں نے ایک لمحہ بھی مجھ کو دل گرفتہ نہیں ہونے دیا۔ وہ طرح

طرح کے لطیفے بنائے، اپنے تجربات بیان کرتے رہے اور یوں شام ہو گئی۔ یہیں کھانے پینے کے لیے سارے چیمبر دی گئیں۔ جس سے اندازہ ہوتا تھا کہ اس قید خانے میں باقی مساجد تو کچھ بھی ہوں لیکن یہاں قیدیوں کے ساتھ کوئی برا سلوک نہیں کیا جاتا۔ سیر کے لیے انہیں کوئی خاصیت نہیں ہوتی۔ راستہ کے تقریباً اڑھائی میل کے پھول کے ایک ایک کادورہ نکلا اور تین چار مسیح آدمی اندر گھس گئے انہیں سے ایک سے پتھر پھینک دیا کہ وہ کھڑے ہو جائیں اور یہی "میں ہوں کیا بات ہے؟" انہیں نے گے کہ بڑھ کر کہا۔

"ہمارے ساتھ آؤ دوسرے آدمی نے فونی پھونکی مگر بڑی میں کہا۔

واسطیہ اور دم ڈکے چوں پر حیرانی کے لئے رنگ گئے۔ واسطیہ نے جلدی سے ارد میں کود کر اعلیٰ ترین طرح سے ہونکے مالٹ کو کھڑوں میں رکھا۔ یہیں وقت کا انتظار نہ تھے اس سے پہلے اگر کوئی مزاحیہ غرض ہوگی تو نقصان اٹھا سکتے ہوئے ہیں انہیں بند کر لیں اور ان لوگوں کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔

یہ کون کے علاقے سے نکلنے کے بعد اس کی جگہ پہنچا دیا گیا جہاں جیل کے حکام کے دفاتر تھے۔ یہ دفاتر بھی انہوں کے تھے اور یہاں دشمن کا بھی مقبول انتظام تھا لیکن ان کی مساحت یہاں جیسی ہی تھی۔ دفاتر کے ایک احاطہ تھا جس میں جگہ جگہ دروازے تھے۔ جیسے بالکل درمیان میں تھے۔ یہ جا بجا گیا تھا واسطیہ سے گردنے کے بعد تین بیڑیاں چڑھنا پڑیں اور پھر ایک بیڑی راجداری آگئی۔ اس راجداری کے دوسرے تھے پردہ تار کے دروازے تھے۔ ان بیڑیوں کو روشتیاں نظر آ رہی تھیں۔ ایک کمرے کے دروازے کے پاس سے جاگ گئے اندر داخل کر دیا گیا۔ لانے والے باہر ہی رک گئے تھے۔ اندر موجود شخص اس جتنی معلوم نہیں ہوتا تھا لیکن اس کے سیم پر مٹائی افسران ان کی سی وردی تھی۔

چوڑے چوڑے والے شخص چہرے اور آنکھوں سے کندہ کوز معلوم ہوتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں میرے لیے شدید نفرت کی لہر نظر آ رہی تھی۔ ہونٹوں پر تشویر آمیز مسکراہٹ دھال تھی۔ اس نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے زول کو میرے ہر دو بار سنبھال دیا اس کی وجہ فوری طور پر میری سمجھ میں نہ آ سکی لیکن چند لمحوں بعد میں نے سمجھ لیا کہ دروازہ باہر سے بند ہونے کی آواز سنیں اور زول میرے ہاتھ پر ٹھکڑا کر ہٹا دیا۔ میری جگہ میں اس تیار ہی تھی کہ مجھے بیان بولانے مقصد سے یہ اذیتیں سننے کے لیے صورت حال میرے لیے سازگار نہ ہوتا تھا۔ میں خاموشی سے اس کی دیکھ کر سامنے جا کر کھڑا ہو گیا۔ وہ میری صورت دیکھ کر ہنس دیا کہ اسے کرباں پڑی ہوئی تھیں لیکن اس غرور انسان نے مجھے پیٹنے کی پٹری کش نہیں کی۔

کچھ دیر بعد اسی طرح گفتگو سے رہنے کے بعد اس کے ہونٹا کھلے تو تھوڑا سا صراخ اڑا دیا۔

"ہاں۔ لیٹنا آپ کو میرے بائیں سر پر علم ہوگا کہ میں نے دم دم شدت سے لیے ہیں۔"

"اور تمہارا تعلق تنظیم آزادی فلسطین سے ہے؟" اس نے سوال کیا۔

ایک لمحے کے لیے میں نے جھپٹ کر دیکھا۔ یہ شخص یقیناً اسپینش تھا۔ پھر اس کا تعلق کہاں سے تھا؟ اس کا مجھے کوئی اندازہ نہ ہو سکا تھا۔ تاہم اس کے بعد آدھ آنکھوں سے چپکتی ہوئی نفرت مجھے سانس دلا رہی تھی کہ یہ جو کوئی بھی ہے تنظیم آزادی فلسطین کا دشمن ہے پھر اس نے کسی قدر سوز و انداز میں کہا کہ وہ تنظیم کے لیے کیا کیا کارنامے انجام دے چکے ہیں۔

میرے لیے خوب تر قیور رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ تاہم میں نے جس حد تک بھی ممکن ہو سکر نہ سکون مجھے میں کہا تو اس اس سلسلے میں کوئی بات نہیں کر سکتا۔

"نوجوان! تم جانتے ہو کہ تم قیدی ہو میرے علم میں یہ بات نہیں ہے کہ تم کسی خیر کی یادداشت میں یہاں تک لائے گئے ہو لیکن آؤ ہم متعارف ہو جائیں میرا نام کونوں والی ہے اور میں نسلا یہودی ہوں۔ مجھے جب علم ہوا کہ ایک ایسا نوجوان اس قید خانے میں رہا گیا ہے جس کا تعلق تنظیم آزادی فلسطین سے ہے تو مجھے تم سے ملنے کا فوراً اشتیاق پیدا ہو گیا۔ میں تنظیم میں تمہارے کاموں کے بارے میں اپنی معلومات میں اضافہ کرنا چاہتا ہوں۔ میرت کی بات ہے کہ تمہارا دیکھا رڈ آلی دوش کو تمہیں دیا گیا۔"

"تو یہ بات ہے۔ تم یہودی ہو۔ تنظیم آزادی فلسطین کے بارے میں ہر یہودی اچھی طرح جانتا ہے۔ ہم لوگ ان غاصب گھوڑوں کو مسالوں کی سرزمین سے ہٹانے کے لیے سرگرم ہیں۔ جو پیشہ میں پر نہیں بکرا اپنے اس بڑی آقاؤں بکرا یورپ والوں کی سازش کے نتیجے میں ہمارے سینوں پر سناپیہ بن کر بیٹھ گئے ہیں اور ہم میں سے ہر شخص جو کچھ کرے۔ فلسطین کی آزادی کے لیے کر رہا ہے۔"

میری اس بات پر کونوں والی تشویر آمیز انداز میں ہنس کر بولا کہ جو لوگ اپنے گھروں کی حفاظت کرنا نہیں جانتے انہیں اپنے گھروں میں رہنے کا کوئی حق نہیں ہوتا۔ اسرائیل تنظیم تر اسرائیل تھا۔ یوں پر نمودار ہوا ہے۔ ہم نے اپنی طاقت سے اپنا غاصب کردہ حق حاصل کیا ہے۔

"اپنی طاقت سے نہیں کسی اور کی طاقت سے۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے۔"

"تاریخ جھوٹ بولتی ہے۔ یہ تاریخ تم لوگوں کی بنائی ہوئی ہے۔"

اور اب صرف کچھ ہیٹ رہے ہو۔ اسرائیل وجود میں آچکا ہے۔ اس کام کو وہاں مٹانا ناممکن ہے۔ تمہارے سوال پر صحت کے لئے کہہ دیا ہوں میں اور کرتے رہیں گے۔

"یہ کو آئے والے وقت ہی بتائے گا۔ میں نے بھی نفرت جبر سے نہیں کی۔"

"فلسطینی نوجوان! تم یہی جانتے ہو گے کہ ہمارے دوسرے گروہوں کے علاوہ ایک مذہبی فرض ہم پر بھی عائد ہوتا ہے کہ ہم جس طرح بھی ممکن ہو سکے فلسطینی بے وقوفوں کو اس کی احمقانہ حرکتوں کی سزا دیں۔ میں نے سنا تھا کہ تم آتی دوش کے قید خانے کی اس براجمی میں دشمنی و نفرت کی زندگی گزار رہے ہو۔ مجھے کیسے گوارا ہو سکتا ہے کہ اپنا جیس میں اپنے اختیارات سے کام لے کر تمہارے لیے کچھ ضروری اسٹور دار یا تلاش کر چکا ہوں۔ ایک فلسطینی جیسے سے آتی دوش کی اس براجمی کے پیش میں صاف کرنا ایک دلچسپ مشغلہ ہوگا اور اس سے میری زندگی کو سکین ملے گی۔"

"یہودی! تمہارے بات کہہ رہا ہے۔ میری شخصیت کو ہلانے بغیر میں تمہارے منہ پر ٹھوکنا چھوڑا تو قیامت تک اپنے اختیارات سے نہ تمہارا فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ میں نے آگے بڑھ کر اس کے منہ پر ٹھوک دیا۔"

میری تو خوب برا داشت تمام ہوئی تھی میری اس حرکت کا شاید وہ مصروفی نہ کر سکا تھا۔ آتی دوش کے قید خانے میں ان افسروں کو بہت زیادہ انتہادات حاصل تھے۔ لیکن وہ اس کا تصور ہی نہ کر سکتے تھے کہ کوئی قیدی عوام کے ذہنی ہیجنت کا حامل ہوا ان کے ماتھاں میں طرح پریشانی آسکتا ہے یا پھر یہ بھی ممکن تھا کہ اس شیطان نے مجھے فیش دلانے کے لیے اپنے خود پر طریقہ کار اختیار کیا ہو تاکہ اس قید خانے کے تنہا روز میرے لیے ہر سکون نہ رہ سکے۔ اس کے ہرے پر ٹھوک دینے سے ایک لمحے کے لیے اس کا رنگ بدل گیا وہ اپنی آنکھوں پر ہکا بھکا ہنسی بکھیرا لیکن اس کے ہاتھوں کا دوسرے لمحے اس نے شیشے کا بجاری پیسہ اٹھا کر میرے سر پر سے ہٹا دیا۔ اس اچانک لمحے کے لیے تیار نہیں تھا۔ غصہ اتنی شدید تھی کہ میری آنکھوں کے سامنے تاریں آچھنے لگیں۔ جو ان کی ایک دھار پیشانی سے بہہ کر اچھروں کی طرح کوئی فرش پر گر گئی۔ اپنا خون یوں بہا دیا کہ کچھ کچھ ہوش دھواں کو بیٹھا اور اچانک نے اس کی میز آٹ دی۔ کرسیاں کا گڑبڑا ہوا فرش کو چوبیس میرے ہاتھ پر پڑی میں نے تو کچھ دیکھ دیا۔

تو کچھ دیر کے بعد سکون والی حالت کے چہرے اور ہم پر بھی بھانکا تھا۔ اس کی وردی بگ بگ سے پھٹ گئی اور ناک سے خون کے تلیاں بہنے لگیں۔ مجھے تعجب تھا کہ وہ زندہ کیسے بچ گیا۔ میں نے اس کا زول اٹھا کر اس کے چہرے پر آتی زبرد سے مارا تھا کہ قیامت اس کے چہرے میں

تڑی ہی ٹوٹ گئی ہوگی۔ ایک گہرا زخم اس کی پیشانی پر بھی اٹھا تھا۔ دھماکوں اور اس کی پتھروں کی آوازیں میرے کانوں سے گرا رہی تھیں لیکن میں خوش غصہ میں دیوانہ ہو گیا تھا۔ مجھے یہ احساس ہی نہیں تھا کہ تو کچھ دیر اور مارو دھاؤ گی ان آوازوں میں ہیر پھیر دھڑا پڑوٹک کی آواز بھی سنال تھی۔ یہ رنگ زور وار ضرب میں تبدیل ہو گئی۔ اندر کونوں والی کے دہانے کی آوازیں تھیں اور باہر دھڑانے پر دھڑا دھڑ۔ دروازہ کھول لیا گیا۔

مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اندر آنے والے کتنے آدمی تھے لیکن دوسرے لمحے انھوں نے مجھے قتل و گھوٹلوں پر کھڑا کیا۔ ان کے درمیان ایک فٹ بال کی طرح اچھل رہا تھا وہ دشمنی دندلوں کی طرح مجھ پر پل پل تھے اور مار مار کر میرا سنبھلکا ڈیرا۔ شاید یہ میرے بدن کا کوئی نقصان کی مار نہیں تھی۔ صحت مند ہوا۔ پھر ایک قوی بیل سپاہی کا گھوڑا میری گدگی پر چڑا اور میں دھڑلے سے فرش پر پڑوٹھیرا۔ چھوٹا چھوٹا ایک بے محسوس ہوتا تھا کہ میں گہرا گہریوں میں لوہا تباہ ہوا۔

تو، پھر یہ احساس بھی کہ مجھ کو ایک سیرے چاندل طرف اندھیرا تھا۔ بے پایاں اندھیرا میں کالے حواس میں درہم تھا۔ نہ چانک بھڑک رہا تھا نہ ہی اسی طرح میرے ہر اعضاء میں ہوتی تھی۔ بدن کا کوئی بھی جوڑا نہیں تھا۔ جو کہ درہم جوڑی شکل سے تھا۔ ٹھاکر بدن کے مختلف حصوں پر پھیر کر دیکھا اور اپنی چوڑوں کا اندازہ لگائے۔ لگا۔ یہ تیار تھا تھا کہ کچھ جگہوں میں نہیں ہیں۔ پھر انہیں چھوڑنے کی طرح دکھ رہا تھا۔ سر پکڑا رہا تھا۔ یوں محسوس ہوا کہ تھا جیسے میں بلندی سے نیچے کرنا ہمارا ہوں۔ مضبوطی کو کشش کے باوجود محسوس سے بلند ہونے والی بیخوشی نہ رک سکا اور ان پتھروں کے جواب میں کچھ خاصے پردی دی ہنس اور تھوڑوں کی آواز سنائی دیں۔ شاید وہ قید خانے کے سپاہی تھے جنھوں نے میری خدمت کے فرائض ادا کرتے ہیں پھر پھر دھڑلہ تھا۔

بہت جلد یہ حقیقت واضح ہو گئی کہ مجھے تارک ایک اور جیس ایک تہہ خاویں میں سے کسی ایک میں پھینک دیا گیا ہے۔ جی کا کونوں میں چکا تھا اور یہ کرہ آواز ان پتھروں کی تھیں جو یہاں ٹھیکے گئے تھے۔ ان ہی سنگلوں کے قریب تھوڑے بہن کر میرے ذہن پر دیر تک رہتے رہے۔ پکڑے ہوئے ذہن کو بیخوش سمجھا کر میں نے گڑبڑے ہوئے واقعات کا تجزیہ کیا اور مجھے کونوں والی یاد آیا جس نے مجھے غصہ و آگ۔

میں بہت سی ایک لہر دو گئی۔ اگر اس شخص نے سازش کے طور پر ایک فلسطینی کو آتی دوش کے قید خانے میں پکارے (وقت دینے کا پلان بنایا تھا تو اس کے نتیجے میں خود اسے ہی اپنی زندگی کے بدترین لمحات سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ مجھے نہیں تھا کہ اس ملاقات

کو وہ خوش دراز تک فرماوش نہیں کرے گا بلکہ شاید زندگی بھر فرماوش
 نہ کر سکے میرے چھوٹے ہونے کے فتنوں اس کے لیے وہ فی حق ملے
 تھے اب اس کے نتیجے میں مجھے کسی بھی کیفیت سے گزرنا پڑے یہ
 بعد کی بات تھی۔

کافی در بعد انھیں اندھیرے میں کچھ دیکھنے کے قابل ہوئیں تو
 اندازہ ہوا کہ میں سو بے کے ایک ایسے بچے میں پڑا ہوا ہوں جس کی
 لبالب چوڑائی اور ہڈی اتنی ہی ہے جتنی بڑا بھگوش تینکے دوندے کے
 بچے کے کی ہوتی ہے۔ انھوں سے چھوڑا کھول کر مٹائی اور مٹی کی کالی
 آٹا دھو گیا یہ سلاخ تقریباً ایک انچ کے قطر کی تھی۔ تھوڑی دیر بعد اس
 ہوا کفر میں کھلا بے حد میں لبالب ٹوٹا کھول کر آتش اڑا کر
 بھی لگا دیا۔ جب وہ اپنے کپڑے بھڑکے تو مجھے ہونے لگا یہ سوائی میں
 اکثر پیدا ہو چکے تھے۔ ان میں ایک ٹپک بڑی تعداد میں تھے جو جانے
 کب سے میرے بدن پر لپک رہے تھے۔ ایک گھنٹے سے بڑے بچے
 بھی اڑ رہے تھے۔ گویا یہ سلاخ ضرور کا علاقہ تھا۔ دوسری جانب میں نے
 ایک کستری میں پانی بھرا ہوا لگا تھا اس کے قریب ہی ایک ٹوکھ لگا
 تھا۔ یہ پانی تیار ہی تھے۔ صرف پانی تھا جو میری طبیعت مٹانے لگی۔ پتا
 نہیں کب سے اس کستری میں پانی تھا اور یہ ہوتا ہوا چکا تھا۔

گرد و پیش کا جائزہ لینا میں ضروری تھا کہ کوئی یہ میری نئی پرورش گاہ
 تھی۔ نظروں کے عین سامنے کوئی دس فٹ کے فاصلے پر پانچ پچھ فٹ
 کی ہڈی پر ایک ننھا ننھا سا لگا ہوا دکھائی دیا۔ یہ لگا ہوا تاریکی
 میں بھی تیز شرح ہو کر دو گھنٹے اور دوسرے گھنٹے دم بدم بھٹاتا کافی
 دیر تک مجھ میں ڈاکہ کھینچتا تھا۔ پھر چند دن میں تھوڑی سی موصوں
 ہوئی تھی مگر سبلی نہ رہا تھا اور آگ کا اور انکارا سگریٹ کا دھواں تھا
 جو سامنے والے بچے میں بند کی تھوڑی سی ہڈیوں میں رہا ہوا تھا۔
 تاریکی کی وجہ سے وہ قیدی نظر نہیں آ رہا تھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ مجھے
 بننے اور قید لگانے والے ہیں لوگ تھے۔ تباہیوں کیوں نہیں ہوتا گیا۔
 اس جگہ کے ماحول نے طبیعت مکرر کر دی تھی اور سوچ رہا تھا کہ یہاں
 سانس کیے لوں گا یہ قید تو پچاسی کے چند دن سے بھی بدتر تھی۔ ہر
 لمحہ آیت کا حال تھا۔

دفعہ سامنے والی سمت سے آواز سنائی دی "اے سورا!
 سگریٹ پیو گے؟"
 "نہیں! میں نے خرابی ہوئی آوازیں جواب دیا اور مجھے پھر بھی
 کی آواز سنائی دی۔
 "کتنے دن تھے تم بھی کبھی کبھار کہہ دو" کہنے سے جلا کر لے
 گئی دی اس مرتبہ بہت سے گونج اور دھتے بلند ہوئے یہ گائی شاید
 آس پاس کے پتروں میں قید دوسرے لوگوں نے بھی سن لی تھی پھر
 کسی نے کوئی چوٹی الٹ کر بڑی زبان میں کہا "وہاں وہاں جی بھر کر دل کی

بھڑاس نکال لیں! یہاں نامناض ہونے والا کون ہے! ہم لوگ ٹھنڈے
 پڑ چکے ہیں۔ تم بھی ملے ہو۔ ہم میں خون گرم ہے جب تم بھی ٹھنڈے
 پڑ جاؤ گے تو ہماری زبان کے جوہر بھی دیکھ لینا! آواز کے ساتھ
 ہی قہقہوں کا ایک سلسلہ سنا۔ دوسرے جگہ میں کی آوازیں تھلنے
 میں گونجنے لگیں۔ میں نے سوچا کچھ ہونا چاہیے نہیں۔ دھواں اس میں
 خطرات بڑھ جائے گا۔ اندازہ یہ ہے کہ شرفاء لوگوں کی نہیں رہے۔
 ان کے درمیان شرافت اور عوامی اعتبار کرنے کی کوشش کی تو زندگی خیر
 میرا دنا ہو جانے کی چٹا نہیں نہیں بڑا بھلا کنگ میری مختلف حالت سے
 کہا جو دو چاروں طرف سے تھکے تھکے بند ہو رہے تھے۔

اس شور و غوغا میں آواز آئی "اے! میں! انکار کا یہ سلسلہ ختم
 کرو۔ یہ تباہی کمال سے نازل ہوئے ہو۔ تم میں گرمی کی گھنٹے سے ہو۔ کتنی
 سردی لگتی ہے۔ میں میرے کان کا اندازہ ہے یا ہاں میں لگتی ہے۔ کوئی بار دھت
 ہے یہاں کوئی ضمانت دینے والا بھی ہے۔ یہ کچھ خبر ہے کہ یہاں کے قواعد
 کیا ہیں؟ میں نے یہاں تک میں کہ جو مسکاتے تھے۔ دو ایک سوالوں کا
 جواب دیا۔ وہاں میں کوئی نوکل پڑا تو فوراً دوسری جانب سے کسی نے
 کڑت آوازیں طبع گامی کرنے والے کو مٹی کی گالی دے کر خاموش بنے
 کا حکم دیا۔

"تم ہو کون؟ اپنے بارے میں تو تم نے کچھ نہیں بتایا۔" میں
 نے اندھیرے کے دھندلوں سے سوال کیا کسی کی شکل میری لگا ہوئی
 نہیں تھی۔ تاریکی میں ہی سب کچھ ہو رہا تھا۔

بڑی عجیب بات تھی، اگر ایک شخص ہو کر نہ کوئی جاننا تو
 ان لوگوں سے نفرت کے بجائے ہمدردی محسوس تھی۔ یہ سب موت
 کو اپنا قدر رکھ چکے تھے اور اس کیفیت سے گزر رہے تھے کہ جہاں موت
 کا احساس بھی ہے بس ہو جاتا ہے۔ انسان بالآخر اسے لینے پڑے۔
 ہو جاتا ہے۔ یہ اسپتال میں پڑے ہوئے ان لب کو دیکھنے کی طرح
 تھے۔ میں اپنی موت کا یقین ہو گیا کہ وہ زبردستی خوشی کے چند گھنٹے حاصل
 کر لینا چاہتے ہوں البتہ فطرتاً ہی لوگ ذرا مختلف تھے اگر ان سے ان
 کی زبان میں بات نہ کی جاتی تو یہ متوجہ نہ ہوتے پھر صرف مذاق اڑاتے
 رہتے چنانچہ میں نے بھی ان کی زبان استعمال کی۔ وہ شخص جس سے
 میں نے اس کے سامنے میں معلوم کیا تھا، تباہی کا یہاں کا سردار ہے۔
 یعنی سب تبدیلیوں کو اس کے حکم پر چلنا پڑتا ہے۔ اس نے مجھے بھی
 اپنے رعب میں لینے کی کوشش کی لیکن میں نے اس کی ہر بڑی قبول
 نہیں کی تھی۔ ان لوگوں کی دنیا کے یہی آداب تھے یہاں جو ذرا
 بڑا چڑیا کہیں گیا پتی جانے سے۔ جس نے دیہی کا مظاہرہ کیا۔ ہم گیا۔
 اپنے آقاؤں کے لئے کڑے طریقے اس دنیا میں بے حد کا راند بھی جاتا تھا
 اور یہیوں پراس کا اثر بھی پڑتا تھا۔ میں نے سلاخوں کے ساتھ لگ
 کر جہاں تک نظر جاتی تھی، کچھ کتب، ہی اپنے پتروں سے گئے گئے

کہہ دینے کا شوق پورا کر رہے تھے۔ انھیں اب اندھیرے میں کوئی بھی
 ایک آواز سنائی دی۔ لڑائی کا جاناڑا ملتا ہوتا ہے۔ دوسرے
 لڑائی کے لیے میرے قہقہوں کی کسی کو قتل کر کے آجائے۔ چوتھے
 ایک لڑائی کے لیے ہمارے میں بڑی بات بتا چکا تھا کہ میں "ہ"
 "نئی دنیا کے تھے۔ دوسرا کیا پوچھا جاتے ہو؟ صرف یہ پوچھو
 کہ وہی وہی کہہ کر اس کی کھانسی کرنے کی یاد میں یہاں پہنچا یا
 ہوا۔ اس سے پہلے ان کو مٹی کی قیدی تھا۔ وہاں دو چار پہرے دار
 اور ہمدرد سید کر کے ہوں اب آئی وہ وہی لگایا گیا ہوں۔

اس سے زیادہ کچھ کہنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی۔ سب دم بخود
 رہ گئے تھے۔ وہاں میں میرے ان کا نام اس پر پھر کرنے کے لیے میرے
 سامنے والے بچے میں بند کی تھوڑی سی جو سگریٹ لی رہا تھا خوشی کا
 اور دیکھا اور کچھ شائش دینے لگا کہ میں نے آئی وہی کہہ کر کسی آخری
 مدت کرنے کی تمت کی تھی۔ اب یہاں اس بے چارے کو کیا بتا کر
 دوسرا جو حال ہوا ہے۔ میں بیان نہیں کر سکتا۔ جو مدت میری ہوتی
 ہے اس کے آخرت میرے بدن پر لپکے گئے گئے پھول گئے ہیں۔
 "تم نے سب سے ناک سوس ہوئی ہوئی تھی۔ چہرے پر جگہ جگہ خون
 لگا ہوا تھا۔ بیان پر خراشیں اور جھجکیں لگ کر تکلیف دہ تھیں۔ یہاں
 دل جلانے کا اچھا ذریعہ لگایا تھا خاص طور سے اندرونی دہرے
 جگہ رہا جانے کے لیے ضروری تھا کہ میں اپنے ذہن کو مصروف رکھتا۔
 بہت آہستہ خود بخود اس پر دھواں عادی ہو جاتا تھا چنانچہ میں نے کہا "اب
 تم کہہ دو تو میں بھی یہاں کب سے پڑے سڑ رہے ہو؟"

"مجھے پورے دو مہینے ہو گئے۔" سامنے والے نے جواب دیا۔
 "دوسرے لوگوں کا بھی قریب قریب یہی معاملہ ہے۔ ویسے اس
 گھنٹے میں کوئی شخص عین چارہ سے زیادہ زندہ نہیں رہتا۔ خوش
 کرو میرے بھائی کہ یہاں سے نکل جاؤ یہ قید خانہ نہیں صبح محضوں
 میں تو تم کی پراچی ہے۔ یقین نہ آئے کسی اور سے پوچھ لو۔"

"ہے کچھ کہہ رہا ہے۔" وہاں کی جانب سے آواز آئی "صرف ایک
 شخص لیا تھا جو یہاں آٹھ ماہ قید اور زندہ کھٹکے میں کھانسی کا سیاب
 ہو گیا۔ لیکن آخر میں اس کا حال بھی یہ ہو گیا تھا کہ اپنے پیروں پر کھڑا
 ہونے سے قاصر تھا۔ یہاں اسے نہ حوصلہ نہ تھا کہ کھٹکے کے ساتھ کہ
 وہ یہاں سے جاتے ہی کچھ عرصے کے بعد مر جاتا تھا۔
 "تم لوگ سب لڑتے ہو یا جی تم لوگوں پر مذمت ہے۔ یہ ہے؟"
 میں نے پوچھا۔

"مذمت ہے؟" وہ سب ہنس پڑے پھر وہ شخص بولا "مذمت ہے؟
 میں کب چلے تھے۔ اب تو ہم قیدی کی سزا کاٹ رہے ہیں جو زیادہ
 زیادہ ہمیں سال کی جوتی ہے۔ یہاں کے اصول ذرا مختلف ہیں۔
 یہاں کوئی نہیں جوتے ہیں سے قاتلوں کے سر مارے جاتے ہیں، نہ

پچاسی کے چند دن سے ہیں اور کال کھڑی۔ یہاں کال کھڑی
 ہوتے۔ جو کالوں کے ایک ہی دورے میں کال کرنا صرف آواز
 ہیں۔ یہ میں سال کی عمر تھا کہ میرے تھکاوٹ اور غم میں کال
 بڑے تو زیادہ سے زیادہ تین ماہ کی مدت میں قیدی کی بات تھیں
 نہات پانچ ماہ تھے۔ یعنی میں سال صرف تین ماہ میں پورے ہو چکے
 ہیں اور تین ماہ والا حبس پورا دوسرے لوگ بھی وہی دینی تھی جس
 رہے تھے لیکن اس ہنسی میں جو کہ میں شامل تھیں وہ میرے دل
 سے گھرا دی تھیں۔

"میں تم سے مختلف لگتا ہوں۔ دو سوا! آخر یہاں پہلے کی
 وجہ کیا ہے؟ مان لیا کہ یہ تھکانہ بد گوار ہے۔ یہاں تازہ ہوا میں
 آئی مگر آدمی چلے گا اپنے آپ کو بھلانے ہوئے ان چیزوں کا عادی
 بنا سکتا ہے اور زیادہ عرصہ زندہ رہ سکتا ہے۔ کیا یہاں کھانے پینے کو
 ڈھنگ سے کچھ نہیں ملتا؟"

"نہیں بھائی! ٹھیک پینا کوئی چیز نہیں ہوتی۔ یہاں گوشت
 خورد کچھ کثرت سے موجود ہیں۔ جرات کو منوار ہوتے ہیں اور جو
 قیدی خواب غفلت میں نہ رہے پراس جاتے۔ اُسے توجہ فوج کر جوت
 چلتے ہیں۔ سوا، یہاں کے ضروری اصولوں کو سمجھ لو پھر دوا فرم کر بھی
 نہ سوا۔ پچھلی دو باروں کی گواہی کا ایک ایک شخص لگا ہوا ہے۔ ہمیشہ اس
 پر آرام کرنا دوسری بات ہے کہ اگر کوئی خود انھیں کھانے کو تو اسے مارا
 مت آؤ۔ وہ مشت ہو جائے گا اور پھر تمہیں سکون نہیں دینے سے
 گاہیں اسے خود سے یا کچھ کے ذریعے بھگا دینا۔"

"اوہو! ہم لوگ مجھے خود فرود کرنے کی کوشش کر رہے ہو!"
 میں نے کہا "وہ پورا ہوتا ہے آدم خور شہر ہے! اس بات پر میں
 نے قہقہہ لگایا میں نے سامنے والے سے پوچھا کہ اس نے کیا کرم کیا
 ہے تو جواب ملا کہ اب تک تین قتل کیے ہیں۔ اس کے بڑوسی نے
 بتایا کہ اس نے ایک یونیٹ میں اس کو گولی مار کر ہلاک کر دیا تھا ایک اور
 شخص نے کہا کہ اس کا نام بتایا کہ وہ بینک لٹے گیا تھا وہاں چوکی دار نے
 مزاحمت کی۔ جیو! اسے دوسری یونیٹ کی طرف روانہ کرنا پڑا آخر میں
 سب ہی نے اسے دانتیں سنائیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ آئی وہی کہہ کر
 قید خانہ قاتلوں کا قید خانہ تھا اور یہاں موجود کوئی بھی شخص ایسا نہیں
 تھا جس کے قاتلوں سے دنگ نہ چوں تعارف کا یہ جگہ مگر کافی دیر
 میں ختم ہوا اور اس کے بعد عوامی چپا گئی۔ زیادہ لوگ اپنے سے
 ساتھی کی طرف سے مطمئن ہو گئے تھے کہ آدمی غلط نہیں ہے اور

اس کے ساتھ چلی جھلکے گی۔ میں نے چند منٹ میں کھٹکے کے لئے
 گوارے تمام لوگوں کو بھی سناپ سنا دیا تھا۔ ان کے دینے پر
 بھی تبدیلیاں پیدا ہوئیں تھیں۔ نہ جانے کب سے پہلے یہ قید خانہ
 کی یہ معوقین ایکٹ رہے تھے اور اب ان کے نزدیک آداب و اخلاق

کی ضرورت کوئی معنی نہیں رکھتی تھیں۔ دل چاہا تو بات کر لی۔ سب سے
 ہو گئے۔ جیب دل پاؤں خاموش ہو گئے کسی کو ضرورت کی ضرورت
 ہی کیا تھی۔ اس کی طرف سے کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔
 میں وہیں کھڑا خالالت کے گرواب میں غوطے کھا رہا تھا کہ
 دفعتاً پاؤں پر کسی سی حسرت ہوئی میں نے پاؤں ہلانے۔ خدا کی تباہ
 یہ پانی کہاں سے آیا تھا چند لمحوں کے اندر اندر پانی غٹھوں سے بھی
 اوپر آگیا اور سرخ پڑا جواب میں سامنے والے نے بھی سرخ کر چڑھا
 کیا کہ سلاخوں پر چڑھ کر تباہ لوبا لکڑی کے تختے پر جا بیٹھو سمندر میں
 جوا رہنا آکر ہے اور ان نیریزین تہاؤں میں پانی بعض اوقات
 قیدیوں کے سینے تک چڑھ آتا ہے۔ یہ تہہ خانے سمندری رخ پر
 خلیب کی طرف واقع ہیں۔ سب سمندر میں تلو و جزیر پیدا ہوتا ہے
 تو پانی لاڑا آتا ہے اور دو اڑھائی گھنٹے تک یہی کیفیت رہتی
 ہے پھر پانی اترنے لگتا ہے۔ دن رات کے چوبیس گھنٹوں میں کسی
 مرتبہ ایسا ہوتا ہے۔ اس میں اچھی طرح کھچکا کھاکا اس کی ہونٹاں
 تار یک قید خانے میں قیدی تین ماہ سے زیادہ زندہ کیوں نہیں رہتے
 سمندر کا کھینک پانی ان کے سمون کو کھلا دیتا ہوگا اور اس سے لیے
 امراض پیدا ہو جائیں گے قیدی اگر زندہ بھی رہے تو مردوں
 سے بدتر حالت ہو جاتی ہوگی۔

پانی اب میرے گھٹنوں کو چھو رہا تھا میں سلاخوں پر چڑھ
 گیا۔ دونوں پیر اوپر کی ایک گرل میں بیٹھا نے اور بہت کے دھڑ
 زمین سے اٹھایا۔ کیا کسی جالور نے میری پائیں پٹلی میں بڑی
 زور سے کاٹیں نہ دے دے۔ قرار ہو کر اس جالور کو زور سے لانت
 ماری۔ کوئی شے پانی میں ٹپک سکی تھی پھر وہ اچھل کر باہر آئی تو
 میں نے غور سے دیکھا وہ تھکی زرد آنکھیں مجھے گھور رہی تھیں۔ بہت
 سے خون خشک ہوئے تھے۔ یہ ایک موٹا تازہ پکا تھا۔ پانی سے کچھ ہی
 چھوٹا ہوگا۔ اس نے منہ کھول کر چھوٹے چھوٹے دانت بھجھ دکھائے
 پھر مجھے کانٹے کے لیے اچھلائی میں نے ایک اور لانت اس کے منہ پر
 ماری اور وہ چیتا بچا پیچھے ہٹ گیا۔

جیسا کہ میں نے بعد میں سنا۔ دوسرے بچہ دل میں بھی ایسی ہی
 اچھل کود رہتی تھی سمندر کے پانی کے ساتھ یہ ضرب یہ موم نور
 چرے لکل آتے بلکہ اور بھی بہت ہی ملائیں ان کے جواہ نازل ہو جاتی
 تھیں۔ مایوس ملائیں جو ناشائی گوشت اور لوبو پیاسی ہوتیں۔ ان
 میں تھکے تھے دکھائی دینے والے ان گنت ایسے بکھرے بھی ہوتے
 تھے جو قیدیوں کے رجنہ سمون پر جو لکڑی کی طرح چمٹ جاتے
 اور خون بچہ سے نکلتے بڑے بڑے مینڈک اور عجیب قسم کی بچھکیاں
 بھی نمودار ہو جاتیں اور بچوں بچوں پانی اترنے لگتا۔ ان جالوروں میں
 چھینا چھینا ہونے لگی تھی جو بے مینڈکوں پر پلٹے اور مینڈک بڑی طرح

ٹرلے۔ بچھکیاں آٹا مٹا لکڑی کے تختے پر چڑھ آئیں یا لوبو میں
 داخل ہو جائیں۔ پینے کے پانی کا کٹہر بھی خاموش ہے۔ ان وحشت الارض
 سے محفوظ رہتا ہوگا۔ بعد میں ان گنت لال رنگ پھیلے پھیلے
 مینڈک اور بچھکیاں اس کے اندر سے نکلتی تھیں۔ یہ ایسی عجیب
 تھی جس سے نہات پانا ناممکن تھا۔ قیدی گھٹنوں اپنے بدن کا بچاؤ
 کرنے کے لیے مسانوں پر لٹے رہتے تھے۔ پہلی ہی رات مجھے بھی
 دو مرتبہ سلاخوں اور تختے پر پناہ لینا پڑی۔

آخری مرتبہ سخت چٹہ آری تھی کہ پانی چڑھ آیا۔ اس مرتبہ
 چھبے زیادہ تعداد میں آئے۔ ان سے بڑھ کر کے ایسے بچھکے آئے۔
 تھے کہ رواج بھگا لیا نہ جانے کتنی دیر تک یہ دکھا کر تیزی اڑھان
 جاری رہا۔ بچھکیاں گونجتی رہیں۔ پانی اترنے کے بعد دو دو اچھل کود
 کی طرح آگیا۔ تہہ خانے پر ہم جتنی جتنی صاف کر کے بچھکے سے باہر نکلیں
 یہی قیدیوں کے فاضل میں شامل تھا۔ تہہ خانے کی صورت چاندنی
 راتوں میں زیادہ بڑھ جاتی ہوگی کیونکہ چاندنی راتیں سمندر کے لیے جوالانی
 کی راتیں ہوتی ہیں اور سمندری بھولائی نہ جانے اس کی ہونٹاں قید خانے
 میں چھنے ہوئے تھے قیدیوں کے لیے موت کا پیغام بن جاتی ہوگی
 لیکن میں نے ایک خاص بات اور محسوس کی تھی کہ یہاں موجود تمام قیدی
 ان کیفیت وہ صورتوں کے عادی ہو چکے تھے۔

اندازے کے مطابق مجھے تین دن اور تین راتیں گزر چکی تھیں
 لیکن یوں لگتا تھا جیسے یوں روز ازل سے میں قید نہیں اس دوران
 میں وہ مرتبہ قیدیوں کو کھانا ملا اور پینے کا پانی دیا گیا۔ وہ سپاہی اور انیس
 سنبھلے اپنی ناکوں پر سفید رومال باندھے ایک دن نمودار ہوئے۔
 ان کے ساتھ گھٹیا اور بچے کا چار آدمی اور بھی تھے جنہوں نے میر
 قیدی کے بچھکے کی صفائی کی اس میں سے جو غلطی تھی، وہ
 انہوں نے ایک بڑے ڈم میں آلت دی اور صفائی کے ہالے مزید
 گند کی پھینک کر چلے گئے۔ ظاہر ہے اس گندی اور بڑھل نفا میں زیادہ دیر
 زندہ رہنے کے امکانات باقی نہیں تھے۔ جو تھے روز کھانا ہاتھ دوانے
 سپاہیوں کے پیروں میں آئے۔ ان میں سے ایک نے بڑی ہوشیاری
 سے ایک چھوٹا سا پیکٹ مجھے تھا دیا۔ میں نے حیرت سے دیکھت
 وصول کیا اور تختے کے نیچے چھپا دیا۔ جب وہ چلے گئے تو میں نے پیکٹ
 کھول کر دیکھا اس میں کھانے کے پنے کی کچھ صاف تھری پیڑی اور
 ایک کاغذ کا پڑہ بھی نکلا۔ میں نے کاغذ کے پڑے کو آنکھوں کے
 بائیں قریب کر کے اس پر نگاہ ڈالی۔ دھڑلے دھڑلے تھری تھی۔

”مائی ڈیر سٹر خان“
 تمہارے بارے میں میں
 علم ہو چکا ہے کہ تم بچھکے میں پہنچاؤ دینے لگے ہو اور

یادداشت برعکس، مطالعہ کرنے اور امتحان دینے کے کارآمد نفسیاتی طریقے۔
 ہر شخص کے لیے کارآمد۔ طالب علموں کے لیے بے بہا تحفہ۔



امتحان میں کامیابی حاصل کیجیے

اگر آپ بھول جانے کے مرض میں مبتلا ہیں تو یہ کتاب آپ کو بتائے گی کہ یادداشت
 کس طرح بہتر بنائی جا سکتی ہے۔
 اس کتاب کا مطالعہ کر کے آپ "بھول جانے"
 کے مرض سے ہمیشہ کے لیے چھوٹا حاصل
 کر لیں گے۔

کتاب کے چند عنوانات

- کامیاب مطالعہ کے لیے چننے والی مومل۔
- مطالعہ کے لیے اہم مومل۔
- کتابوں کے کیڑے نہ بنیے۔
- مطالعے سے کیا مراد ہے ؟
- تعلیم کا صحیح مصنف۔
- مطالعہ میں کیوں پیدا کرنے کے طریقے۔
- دماغی انتشار اور اس کا سد باب۔
- بہار ذہن اور قوت یادداشت۔
- آپ کی یادداشت بھی اچھی ہے۔
- ہم بھولنے کیوں ہیں ؟
- خود اعتمادی کس طرح پیدا کی جا سکتی ہے ؟

قیمت - ۱۵ روپے
 کس کتاب سے بہتر اور کوئی تحفہ نہیں
 ڈاک خرچ - ۱۰ روپے

کتبہ نفسیات پوسٹ بکس نمبر ۹۴۳ کراچی ۱۔

یہ بھی قابلِ چکا ہے ہمیں کہ تم نے آئی دوسرے کسی
افس کی زبردست سختی کر ڈالی ہے وہ افسر
استیصال میں ہے اور دوسرے حکام کو مل ہو گیا ہے
کہ اس نے تم سے بدسلوکی کی تھی جس کے نتیجے میں
تم نے اس کی حشر کیا اس بدسلوکی کی تفسیل تو
میں نہیں معلوم ہو سکی بہر حال ہم تم مخصوص
ذرائع سے یہ معلوم کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں کہ
تمہیں اس شخص نے نہیں رکھا گائے گا بلکہ آئی دوسرے
کے قبضہ خانے میں پہنچا دیا جائے گا اور ممکن ہے کہ
بہت جلد میں ہی آئی دوسرے کا سفر کرنا پڑے۔ عزیز
دوست وہ گئے ہر سادہ دل کے حالات سے خوفزدہ
نہ ہونا اور یہ مت سوچ بیٹھا کہ اب تمہاری زندگی
کی شام قریب آگئی ہے فی الحال اہلِ طرف سے
بے شمار دعائیں قبول کرو یہ تھوڑی سی چیزیں تم نے
اپنی خوراک میں سے جمع کی ہیں کیونکہ ہمیں اس بات
کا علم ہے کہ تمہارے میں جو خوراک دی جاتی ہے وہ
کھانے کے قابل نہیں ہوتی ممکن ہے کہ ہم بھی نہیں
خوراک رواں دواں اس سے اس کا کام ملنا۔

کے ذریعہ کم از کم یہ بات تو سب کو معلوم ہو جائے گی کہ میں نے اپنی محکم کی اغلب مودی کے سلسلے میں کافی کاروائی کی تھی لیکن تقدیر ساتھ نہ دے سکی۔ او لیو اور ڈوڈ کا خیال آ تو یوں میں بہت سے دوسرے حالات بھی پیدا ہو گئے۔ وہ شخص میرے سلسلے میں سمیت نہ جوش تھا لیکن مجھے رقرار کرنے کے بعد وہ اس قدر غمناک کیوں پڑ گیا؟ اچھے انتظام کی اگ کو سرور کرنے کے لیے تو ۔۔۔ اصولاً اس سے چاہیے تھا کہ مجھے فوری طور پر اپنے ساتھ امریکا لے جاتا اور اگر حکومت کے حوالے نہ کرتا تو کم از کم ان اسٹیشنوں کے حوالے کر دیتا جو میری موت کے خلاف تھے اور مجھے جاننے کے بعد خوشی سے پھولنے نہ سماتے لیکن او لیو اور ڈوڈ کوئی ایسا ہی نہیں کہیں کیا جانا چاہتا تھا لہذا کہ اس نے کہا تھا اس قید خانے میں میری زبان بھی جاسکتی تھی لیکن ہے اس نے اسی طرح مجھ سے انتظام لینے کا فیصلہ کیا جو یہ اس وقت بھی ہلاک ہو سکتا تھا جب پہلے کے امر کو بچانے والے میری تربیت کر رہے تھے لیکن اس صورت میں او لیو اور ڈوڈ کو اپنے مشن میں ناکامی ہو جاتی ۔۔۔ یہ کیف ان تمام اوقات کو سوچ کر دماغ کو پریشان کرنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔

اور خدا جانے ان بے چاروں کی کیا جتنی تکلیفیں پہنچیں گی۔
 اور کیا ہو گا جو وہائی و وحشت کی حد سے ان میں جا پکے
 ہوں۔ ان تکلیفوں کے لیے پریشان رہا ہے آہستہ آہستہ
 یہ آپ کو ان خیالات سے آزاد کر لیا رہا ہے کوئی ناخوش
 نہ ہو۔

آہستہ سے گورا و قہر نہیں کرنا یہاں سے جانے ہوئے ہمارے سہول خانوں
کے ان نور و رعب تھے ہمیں اتنی نہیں قہر کی تھیں کہ اس آواز کی آواز سے
چایا جائے کہ اس کے چہرے میں سے نکلتے ہوئے یہی سوچا تھا کہ اس کے
کبھی ملاقات نہیں ہوگی حالانکہ ان لوگوں نے مجھے چارے سے ہمارے کام
آئے تھے ہمیں یہی بتایا تھا کہ شاید ہمیں بھی ہمارے ساتھ آئی وں بھیجا
جائے۔

دو ایک طرف اور دوسری طرف۔ ان کے درمیان میں ایک گھبراہٹ
گھوڑا تھا جس کی بندی پر بھی ہونی صلیب اس بات کی نشاندہی
کرتی تھی کہ وہ عبادت گاہ سے یہ عبادت گاہ یقیناً قید یوں کے قیدی
ہیں صلیب سے نظر ناک تھے جس میں پہنچا دیا گیا۔ بھاری کوٹھری یا رڈ
کے درمیان میں واقع تھی یہ کوٹھری نہیں بلکہ ایک بچہ تھا لکھنوی
کی چھت مضبوط آجی سلاخوں کے سہارے کھڑی تھی۔ دوسرے قیدی
عام کوٹھریوں میں بند تھے مگر ان کی دیواروں میں اس غرض سے
سوراخ بنا دیے گئے تھے کہ یہاں مجوس لوگوں کا نظارہ آرام سے
کیا جاسکے۔ ہمارے ایک ایک حرکت صلیب کے سامنے تھی مگر ہم کی صلاح
کے نزدیک بھی پہلے کو محافظوں کی شدت باز تھیں ہیں کسی حرکت کی
اہانت نہیں دیتی تھے نہ خوش تھی نہ کسی کو مارا اور جڑ میرے ساتھ ہی
تھے۔ ہم کو اپنے بچے میں بندھا کر کہیں میں یا میں کر لے گئے۔ وہ
دونوں مجھ سے اس بیکار قید خانے کے بارے میں معلومات حاصل
کر رہے تھے حالانکہ میں زندگی کا بدترین وقت گزارا تھا۔
چرلے کے کامیال گرا کر موجود ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ
کم از کم جتنے میں ایک یا قیدیوں کو عبادت کی اجازت بھی دی جاتی
ہوگی جیسے میرا خیال ہے۔ یہاں کے حالات ذرا بڑے سکون ہوں گے
کم از کم اس وقت تک جب تک ہماری طرف سے کوئی حرکت نہ ہو۔
وہیں ہی رہاں کے بارے میں نہیں ہے جو کہا میں نہیں سمجھتی ہیں، وہ
کاٹی چسپ ڈب بکشا دینا میں تمہیں بتا بھی چکا ہوں خانہ کہ یہاں سے
بچنے کی کوششیں بھی کی جاسکتی ہیں وہیں نے اس کی بات کا کوئی جواب
نہیں دیا۔ یہاں خاموشی سے رہنا۔
وہ دن نہایت سکون سے گزار گئے۔ میرا دن اتوار کا تھا۔ اس
روز صبح ہی صبح قیدیوں میں اعلان کیا گیا کہ جو گراہیں عبادت کے
لیے جانا چاہے وہ نہانے دھونے کا بندوبست کرے۔ رات دو دنوں
میں ہمیں ہمارے بچے سے نہیں نکالا گیا تھا اور نہ ہی کوئی کام دیا
ہوئے۔ یہ کہہ دیا گیا تھا کوئی مسئلہ بھی نہیں آیا تھا۔ اس کا مطلب تھا
کہ ہمارے قائل ان لوگوں کے پاس پہنچا دیے گئے تھے جو یہیں میں
قیدیوں کو بہت زیادہ پابندیوں میں نہیں رکھا تھا۔ ایک ایک جیل
کے احاطے میں انھیں گھومتے پھرتے کی آزادی تھی۔
رہنے والے کتب انہیں ملتے ہوئے واسیلو سے کہا وہ آہ
کاش یہاں تم لوگوں کی کوئی عبادت گاہ بھی ہوگی کم از کم اتوار کا دن
سکون سے گزارنا یا پھر... یا پھر... یا پھر...
"ہیں! اس سے آگے کچھ مدت کتنا واسیلو نے مسکراتے
ہوئے کہا اور راجہ ہنسنا بھولا گیا۔ وہ عبادت گاہ متوقع ہاتھ سے
کہو نہیں چاہتا تھا جس میں بچہ کو گتہ قید نہ ہو یا بلکہ
علاوہ سات زندگی اور بھی تھے وہ ساتوں کے ساتوں یقیناً عیسائی

مذہب سے تعلق رکھتے تھے کیونکہ وہ لوگ بھی گراہ گھر میں
کے لیے چلے گئے تھے اور اب اس وسیع و عریض بچے میں
دونوں کے علاوہ کوئی نہیں تھا۔
واسیلو خاموشی سے کچھ سوچا اور ہاتھ اس کے چہرے
کو کھینچ کر نظر اس پر پڑا۔ اسے تھے قیدیوں کی تقاضا میں ہمارے
تھکے ہاوسوں میں گراہ کی طرف جارہی تھیں اور ہم دونوں عام
سے ان لوگوں کو دیکھ رہے تھے۔ روئے تھا میں چار منٹ پہلے ایک
کی نگرانی میں اس طرف آتے ہوئے نظر آئے اور واسیلو چونک کر
انھیں دیکھنے لگا۔
"پتا نہیں کیا بات ہے؟" اس نے آہستہ سے کہا۔
اس دوران میں آخر کا شرسے پر پڑا ہی ہمارے بچے
کا دروازہ کھولتے گئے تھے پھر افسر نے سپاہیوں کو باہر ہی ٹھہرے
کا اشارہ کیا اور خود اندر داخل ہو گیا۔ اس نے باہر باری کچھ دونوں
کو گھورتے ہوئے کہا کہ تم میں سے علی بارخان کون ہے؟
"میں ہوں" انھیں نے جواب دیا۔
افسر خامے اچھے تن و لاش کا ایک تھا۔ اس نے نگاہیں گھما
کر مجھے دیکھا اور دوسرے سے میرا گرام پوچھا۔
"نشانہ بہت بد معاشی ہو اور تین دن بھی خامی ہو گا۔
آرائی کرتے رہے ہو؟" اس نے مجھے جھپکے دیتے ہوئے کہا میں بھی
اس کی تاب کہاں لاسکتا تھا۔ یوں بھی میں خالوں میں رہنے کا طریقہ
میں نے دریافت کیا تھا۔ یہاں خود آزادی میں زندگی کی ضمانت ہوتی
تھی چنانچہ میں نے سچے سے ایک ہفتہ اس کے ہاتھوں پر مارا اور ساتھ
میرا زور دیا کہ اس کے لیے یہ بڑا افسرانہ جگہ سے تقریباً دو
فٹ اچھل کر سلاخوں سے مکرر یا اس کا جیڑا پھیرا جیو گیا تھا۔ میں پہلو
سے آگے بڑھا اور اس کے گبان سے پکڑ کر کھڑا کر دیا۔ چاروں محافظ
اندھ گھس گئے۔ انھوں نے مجھے پکڑنے کی کوشش کی لیکن افسر نے کہا
"میں یہ میرا معاملہ ہے۔ تم لوگ جاؤ اور اپنی دیواریں پکڑ کر وہ پھر
وہ واسیلو کی طرف دیکھ کر بولا اور تم کون ہو؟"
"میرا نام واسیلو ہے۔"
"چلو باہر جاؤ۔" اس نے کہا اور واسیلو کو گریبان سے پکڑ کر
کھلے ہوئے دروازے سے باہر دھکا دیا۔ اسے دھکا دینے کے
بعد اس نے جیڑا پکڑے آدمیوں سے کہا وہ اسے باہر سے لے کر کوئی
ذرا اس سے منٹ لوں۔
وہ آہستہ آہستہ پھر میری طرف بڑھنے لگا لیکن اس کی پوزیشن
لے کر کھڑا ہو گیا تھا۔ ظاہر ہے میں اس افسر کے قانون دیکھانے سے
تورہاں! اگر اس قید خانے میں بھی میرے لیے ویسے ہی تہہ خانے
موجود ہیں اور میری تقدیر میں کچھ گئی تو پھر میں تقدیر کی جوتی

میں نہیں روک سکتا تھا۔
اس نے میرے نزدیک آکر ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا وہ سنو
دوست! مجھ سے سخت ہے میں غصہ تو کر رہا ہوں براہ کرم
میں ہاتھ بڑھوں گا استعمال مت کرو جیوں نے میرا جیڑا پکڑ کر
میں اس کے لیے کی گئی اور انداز کو دیکھ کر میں چونک پڑا۔
"نہیں، میں چونکنے کی کوشش میں مت کرو میں نہایت
اس سے کام لیتا ہے میرا نام گراہ ہے اور میں یہاں سیکڑے افسر
ہوں۔ جتنا وقت بھی یہاں گزارو، سکون کے گوارہ کسی قسم کی
میں حرکت کرنے کی کوشش مت کرنا جہاں تک ممکن ہو سکے
وہ کامیاب رہوں گے۔ تباہ خواہ وہ تمہارے کتھے ہیں قریب
ہوں نہ ہوں۔ بعض اوقات جب کمال اور بڑی ہوتی ہے تو پھر اچھے
ان کو ان دیتے ہیں میں یہاں تمہارے لیے قیدیوں کی کرسیوں
بہتر نظر آتا ہے کہ وہاں اور تمہیں تکلیف پہنچے وہاں اس کے بعد
تمہارے ذہن میں جو بھی منصوبہ ہوگا اس کی تکمیل کے لیے تمہیں مناسب
دست تیار دیا جائے گا۔
میں کوشش کیا جو راجہ جیت کو نہیں روک سکا تھا۔ میں نے
گراہ سے کہا کہ اگر تمہیں شک ہے لیکن میرا اور آپ کا تعارف بڑے
جواب دینا میں تھا۔
"یہ ضروری تھا۔ ہم ایک دوسرے کا رڈ کو یہ بتانا مقصود تھا کہ
میں تم سے پرغش تھا۔ جوں آئندہ میں جب تمہارے پاس آؤں گا
اسی انداز میں آؤں گا اور تمہارے ساتھ سخت سلوک کرنا نہیں میں
اس پورے قید خانے میں تمہارا واحد ہمدرد ہوں۔
"اس کی وجہ جان سکتا ہوں مگر گراہ؟"
"ہاں اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے بارے میں یہ حکم ایک ایسی شخصیت
لے دیا ہے جو میرے لیے بہت محترم ہے۔"
"اس کا نام پوچھ سکتا ہوں؟"
"ابھی نہیں۔ براہ کرم نہیں۔ میں حالات کا انتظار کروں میں تم سے
صرف یہ کہنا چاہتا تھا کہ میں تمہیں کسی قسم کی سزا نہیں دے رہا ہوں۔
دینا۔ جو میری تمہیں دیکھا جو وہ میں تمہیں فراہم کر دوں گا یہ تمہیں یہ
جو کم جیسا نہیں ہو اور نہ گراہ گھر میں ہمارے قیدیوں پر ملاقات
میں بھی تھی تاہم میں ایسا بندوبست کر دوں گا کہ تمہیں اکثر میرے پاس لایا
جائے گا۔ جب بھی کوئی تم سے ملے گا کہ مگر گراہ میں تمہیں طلب کیا ہے
کہ وہ یہاں تک نہیں لے گیا ہے۔
"بہت بہت شکریہ۔" مگر میرے لیے انھیں چھوڑے جانے
اور اس قید خانے میں میرا کون ہمدرد ہو سکتا ہے جو میری اسداد
کا ہوتا ہے؟"
"ان بچوں میں ابھی نہ پڑی ہیں تمہیں بتا دیتا ہوں مجھے اس کے



- ⑥ ایک ایسے عامل کی کہانی جس نے ماورائی علوم کی مدد سے قتل اور غارتگری کا بازار گرم کر رکھا تھا۔
- ⑦ ایک طاقتور دیوانہ جو قاتل ہونے کے باوجود انتہائی معصوم تھا۔
- ⑧ ٹیلیفون کی ماہر ایک خوبصورت عورت جو کوئی بھی قتل ہونے سے پہلے ہی اس واقعہ کو دیکھ لیتی تھی۔ لیکن تمام خبریات دیکھنے کے باوجود قاتل کا پتہ نہ دیکھنے سے محذور تھی۔

ٹیلیفون، ہینڈائرم اور دوسرے ماورائی علوم پر مشتمل ایک سنسنی خیز کہانی
اپنا نفسیات کے ہر شعبے میں تھوڑا پڑھی ہے۔

اپنا نفسیات میں پڑھ سکتا ہوں کے علاوہ زندگی بنانے خوشیاں حاصل کرنے کا میاں اپنا نے اور دیگر نفسیاتی موضوعات پر انسانی علمی مضامین شائع ہوتے ہیں۔

ماہانہ نفسیات کا مطالعہ ایک بڑے ضروری کام ہے۔

قیمت فی پرچہ ۱۲ روپے = ۶ روپے
۲۰ روپے سالانہ (بڑے رجسٹری) ۲۰ روپے

مکتبہ نفسیات
پتہ: ۹۲۷، سیکٹر ۱۰، لاہور

لیے منع کر دیا گیا ہے۔ ویسے جیل میں تھیں جس چیز کی بھی ضرورت پڑے، ہم جہیز زون میں اسے منیا کر دینے کے لئے خدا کے پاس کے علاوہ اور کوئی جگہ درست کرنا اس نے مجھے ضرور سے دھکا دیا اور کہیں جان لو جو جگہ کیچہ کر رہا ہو وہیں پڑا پڑا اسے دیکھا رہا اور وہ دھکا سے باہر نکل گیا۔ اس کے نکلنے کے فوراً بعد واسلو کو اندر دھکیل دیا گیا تھا اور اسیدو قحب سے میری شکل دیکھ کر تھا اور میں صبر سے اس آدمی کو جانتے ہوئے دیکھ رہا تھا جس نے مجھ سے باتیں کی تھیں اور جس نے چنانچہ تمام گراہم تھا تھا۔

وہ اسیدو نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا: "وہ قحب کا قحب ہے یہ شخص تم سے کیا پر غاش نکلتا ہے؟" میں نے گراں گھما کر واسلو کی شکل دیکھی مصمم صورت یہ آدمی اپنے قحب سے میرے لیے یہ باتیں تیرا تیرا قحب کھانے پینے کی چیزیں بھیجتا رہا تھا حالات کچھ بھی ہوں یہ قابل اعتماد تھا اور میں اس کے اقدام کو دھکا نہیں دینا چاہتا تھا کوئی غلط مسطبات کہنے کو میرا بھی تیرا تو میں نے آج سے اس سے کہا: "یہ میرا دشمن نہیں، دوست تھا۔"

"کیا مطلب؟ کیا یہ گھوٹلے ماہر کو دوستی بھارا تھا؟"

"ہاں، اس نے دوسرے لوگوں کو دھکا دینے کے لیے میرے ساتھ ہر کوئی کھی سکی وہ حقیقت وہ دیکھ اور یہی کہ وہ تھا۔"

"کیا وہ واسلو نے تیرا مذاہم بھی چھل؟"

"اس نے کہا تھا کہ مجھے یہاں تمام سوسائٹس فراہم کرنے کی کوشش کیا جائیگی اور اس دوران میں فراہم کوئی منصوبہ نہ بنائیں۔"

"یہ باتیں اس نے کئی تھیں؟"

"جلیں اور اس نے بھی کہا تھا کہ فراہم کے لیے مناسب موقع وہ غور تلاش کرے گا اور مجھ اس کے بارے میں جانتے گا۔"

واسلو کے چہرے پر خوشی کے آثار نمودار ہو گئے، اس نے آہستہ سے کہا: "جب تم فراہم ہوں، تو مجھے نہ بھول جانا میں اس زندگی کو صرف تناسل کے لئے کاڑھوں کو فراہم کوئی موقع مل جائے۔"

وہ صرف تھیں، مگر جہیز کو بھی نہیں بھولوا گا واسلو اس کے علاوہ جو کوئی بھی ہماری وجہ سے یہاں سے نکل سکا، ہمیں خوشی ہوگی۔"

"مگر تمہارا دوست کیسے بن گیا؟"

"اب یہ بات خدا ہی جانتے ہیں نے آہستہ سے کہا۔"

خود میری کچھ باتیں بھی نہیں آ رہی تھیں کہ اس قید خانے میں میرا بہادر کوئی نہیں آ گیا یا اس نے اس شخص کو میری ہمدردی پر بیخود کیا۔ اگر وہ میرا نام لے کر ڈیکارے تو ان کی گھنٹا کھڑی غلطی کا شکا ہے لیکن... لیکن کیا تنظیم آزادی فلسطین کے، انٹرا کان کنیری گرفتاری اور یہاں قید کے بارے میں معلومات حاصل ہو گئی ہیں، اس بات

کے امکانات تو تھے کیونکہ مجھے یقین تھا کہ مشر فیڈرل نے اپنی زبان نہیں بولی ہوگی اور میرے بارے میں مفصل تفصیلات فراہم کر دیں ہوں گی لیکن یہاں اسپین کے ان علاقوں میں بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ تنظیم آزادی فلسطین کے آدمی ایسا اثر و رسوخ استعمال کر کے میرے لیے اسایان فراہم کرتے پھر یہ کیا قحبہ تھا؟ لیکن وہ مال کھانے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ ظاہر ہے مجھ اس کو چاہیہ نہیں مل سکتا تھا۔ میری آس پاس تقریباً سب قیدیوں سے سلام دعا ہو چکی تھی، ویسے وہ سب بات یہ تھی کہ ملاوٹ خطرناک ہونے کے باوجود اس قدر خطرناک نہیں ثابت ہوا تھا کہ وہ کہیں یہاں موجود قیدی کسی قدر صدمہ تھے میں جانتا تھا کہ یہ لوگ یوں ہی شوقیہ قیل کی پر کھلتے نہیں پئے آئے ہوں گے ان میں پورا اقب نل آچکے آقا اور بدنام اسلو بھی ہوں گے لیکن ہر مسئلے کی بات یہ تھی کہ ہر مسئلہ رنگ کے ہونے کے باوجود ان میں بڑی لگاتگت تھی، ان میں سے اکثر فراہم کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔ یہاں یا تو وہ کوئی سزا کاٹ رہے تھے یا سزا پانے کے انتظار میں تھے۔ سزا پانے والے ان کے ذہنوں میں یہی خیال تھا کہ کسی دسی دن یہاں سے نکل جائیں گے۔ قیل کی چار دیواری پر رات کے وقت طاقتور سبب روشن رہتے تھے ہر کوئی اس پر مادیہ ایک سنتری چوس کھڑا ہوتا اور گرجا کے دروازے کے قریب یا درمیان دوسرے اور سنتری بھی تھیں۔ قیل تھے جو غیر مسلح ہوتے قیدیوں کے کھانے کے لیے یہاں جو چیزیں بھیجی جاتیں، وہ اچھی خاصی عمدہ ہوتی تھیں لیکن ان کے علاوہ بھی باہر سے کچھ لوگ یہاں کھانے پینے کی چیزیں فروخت کرنے کے لیے آتے رہتے تھے، ان میں کافی، بوس، سنترے، انٹاس وغیرہ شامل تھے۔ آئے دن کوئی نہ کوئی سامان فروخت کرنے والی کسی قیدی کا نشانہ بن جاتا۔ اس سے پہلے کہ اس غریب کو کچھ علم ہوتا اس کے منہ پر کس کے زوال یا باندھ دیا جاتا، اور پھر اس کے پیچھے چلتے تھے۔ پہلے اس کی گردن میں چاقو پھیر دیا جاتا، پھر اس کی سر رگ سے خون کا قوارہ اُٹتا اور دھڑا اس کا سامان لٹ چکا ہوتا۔ سب اس کا پیچہ خواہ کچھ بھی ہو، اکثر قیدیوں کو میں نے جیل کے احاطے میں ہی کوڑے کھاتے ہوئے دیکھا تھا۔ وہ اس وقت تک پھٹے رہتے تھے جب تک کہ بے ہوش ہو کر گر نہ جاتے۔ ان کی کھالیں بے ہوش سے علیحدہ ہو جاتی تھیں لیکن جاسے ان پتھروں کی جانب ایسی کوئی بات نہ ہوتی تھی۔

کافی دن گزر گئے تھے، میں نے اپنی کمانی واسلو اور جہیز کو توں کو سنا دی تھی اور انھیں ہدایت کر دی تھی کہ یہ کمانی عام نہ ہونے پائے ورنہ ہمارا بعد رو ہیں وہ سوسائٹس فراہم نہیں کر سکتے گا جس نے کردی تھیں یہ حقیقت تھی کہ ہمارے لیے جو کھانا آتا تھا وہ دوسرے

نے اس شنگ میں شرکت کر لی ہو اور وہی کہ وہی ہو۔ میں ضروری معاملات سے ہونے والے ہوں، ہر جگہ ایسا آتا تھا۔ میں گورا تھا کہ یہ تمام کارروائیاں اتنی رفق رقاد ہی نہ ہوں۔ تاہم مشر فیڈرل کا ہدایت نامہ یہاں کسی بھی ذریعے سے پہنچ گیا تھا۔ میں کیا بات تھی، اس سے یہ اندازہ لگا سکتا تھا کہ میرے ساتھ میری فرقہ سے غرض نہیں ہیں مشر فیڈرل کو اس ملک سے تعلق رکھتے ہوں تنظیم آزادی فلسطین کے بہادروں میں سے تھے اور اس شنگ کو کامیاب بنانے کے لیے اپنی خدمات وقف کر چکے تھے وہ مکمل طور پر قابل ہمدرد تھے اور انھوں نے گراہم کو میرے لیے مخصوص کیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ مجھے یہاں سے مکمل طور پر نکلوانا کرنا چاہیے۔

چنانچہ میں صبر و سکون سے گراہم کی واپسی کا انتظار کرتا رہا ویسے تو میرے ذہن میں قہار کے لیے کوئی خاص منصوبہ نہیں تھا لیکن "بہرے قیدی جو میرے طرف میں بکھرے ہوئے تھے سب ہی دل رات اس جگہ میں رہتے تھے کسی طرح یہاں سے فرار ہونے کا موقع مل جاتے، ورنہ طرح طرح کی سازشیں کشتے ہیں آپ تھیں بہرے چکران سازشوں کی تفصیلات سمجھتوں گے ان لوگوں تک نہیں پہنچی تھیں بلکہ قیدی بڑی احتیاط کے ساتھ اور نہایت حفاظہ طور پر ایک دوسرے کے راز کو راز رکھتے تھے۔ قیدیوں کی یا نہیں جانی ہوتی تھیں اور ان پادریوں کا ایک ایک سربراہ اپنی کیا کیا تھا۔ یہ تمام پادریاں اپنے اپنے طور پر فرار کے متقد و منصوبے بناتی رہتی تھیں۔ ہمیں پوری طرح لگا جوں میں دکھانا تھا جو ہم خطرناک قیدیوں والے تھے ہیں تھے اس کے باوجود میں نے حسوں کیا تھا کہ صرف میں کارروائی کے طور پر ہم پر اپنی گہری نگاہ رکھی جاتی ہے۔ ہاں، ہم اپنے اساطے سے اگر چوری کیچھے باہر نکلنے کی کوشش کرتے تو ظاہری بات ہے کہ اس کے بعد وہ لوگ ہمیں نظرباز نہیں کر سکتے تھے۔ عام حالات میں کوئی خاص کوئی نگاہ نہیں رکھی جاتی تھی بلکہ یہ کہنے میں تھے کہ کوئی عارضی کریمیاں کا ماحول آتی دوش کی کسی پانچ سے کہیں بہتر تھا جس میں کچھ عرصہ قبل مجھے دکھا گیا تھا۔ ہاں، یہ ممکن ہے کہ خطرناک ترین لوگوں کے لیے جو یہاں موجود خاندانوں کو نقصانات پہنچاتے ہیں باہر بن کے بارے میں اعلیٰ سے نہیں ہوگا کہ یہ کئی کی ذم کی طرح بھی سیدھے نہیں ہوں گے لیکن سچا یہاں بھی کوئی ایسی جگہ مخصوص کر دی گئی جو جیسے پانچ کے تہہ خانوں میں تھی لیکن ہمیں اس کے بارے میں ابھی تک کوئی تفصیل نہیں معلوم ہو سکی تھی۔

ایک شام رچے لچے تھے کہ ان ایمان ایک شخص ہے جس کا نام کینگو ہے۔ کینگو ایک پیشہ ور تھا اور اسے یا د بھی نہیں کہ اس نے اپنی زندگی میں کتنے قتل کیے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہی وار آدمی ہے۔ وہ فراہم کا ایک منصوبہ بنا رہا ہے۔۔۔

اور اس کے لیے اس نے کیا ہے کہ جتنے زیادہ سے زیادہ افراد اس کے ساتھ ہوں بہتر ہے گا۔

”منصوبہ کیا ہے؟ ہمیں نے سوال کیا۔

”ابھی اس کی تفصیلات تو معلوم نہیں ہوئیں لیکن کینگرو کا کہنا ہے کہ اس نے اچھا خاصا اسلحہ جمع کر لیا ہے اور زیادہ سے زیادہ لوگوں کو وہ یہاں سے نکال دے گا۔ ہمارے کئی فوجی سرگرم ہیں وہ اپنے ساتھ شامل ہونے والوں میں اسلحہ کسے کسے گا اور پھر ہمیں ایک رات باقاعدہ قرار کی کارروائی ہوگی اور جتنے میں حفاظت موت کا نشانہ بن سکیں گے انھیں موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔“

”اب جو ہو گا وہاں تک کہ انہیں اس کے ساتھ لیا جائے۔“

”ہاں اور جرح ڈالنے سے جواب دیا۔

”تو تم اس منصوبے سے متاثر ہو چر؟“ ہمیں نے سوال کیا۔

”نہیں، متاثر نہیں ہوں لیکن سوچ رہا ہوں کہ یہاں آتے ہوئے ہمیں کافی دن گزارنے پڑیں گے کیونکہ یہاں ڈھنگ کا کام ہونا ہی چاہیے۔“

”لیکن شہر میں ان انداز میں گردن ہلائی۔

”لیکن میں کینگرو نامی اس شخص کے منصوبے سے تعجبی سا اثر نہیں نکالیں گے۔ ہر ڈسے کھار“ دیکھو دیکھو، ہمیں ان منصوبے میں شریک ہونے سے نہیں روکنا کہ کیونکہ خود میرے اپنے ذہن میں کوئی جامع منصوبہ نہیں ہے لیکن میں اس میں شریک نہیں ہو سکتا گا۔“

”کیوں؟“

”جرح ڈالنے سے تعجب سے پوچھا۔

”اس لیے کہ میں کسی کو اشتہار کر رہا ہوں میں نے جواب دیا۔

”جرح ڈالنے سے خاموش نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر سر گردن ہلا کر لولا۔ لیکن یہ ہے اگر تم اس منصوبے میں شریک نہیں ہو سکتے تو پھر ہمارے لیے ضروری نہیں ہے کہ ہم کینگرو کا ساتھ دیں کچھ دن اور یہی یہاں سے نکلنا تو ہو گا۔“

”ہاں ظاہر ہے میں خوشی سے اس پگڑی زندگی گزارنے کا قائل نہیں ہوں لیکن وہ اصل کچھ ایسی باتیں ہیں جن کی وجہ سے مجھے یہاں رہنے پر مجبور ہونا پڑ رہا ہے۔ کچھ لوگ میرے لیے کوششیں کر رہے ہیں میں چاہتا ہوں کہ وہاں تک کہ میں اس منصوبے میں حصہ لے سکوں۔“

”نیک ہے لیکن کینگرو کے منصوبے میں حصہ نہیں لوں گا۔“

”لیکن دیکھیں گے کہ وہ کہاں تک کامیاب ہوتا ہے۔“

”میں خاموش رہا۔ جرح ڈالنے اس کے بعد کینگرو کے منصوبے کے بارے میں مجھے کوئی بات نہیں کہ تھی لیکن میں کینگرو کے لیے اپنے منصوبے کو مکمل حاصر نہیں بنایا۔ ہاں ایک شام کچھ جنگ مر

ہاں کرنا چاہتا ہوں۔ چوتھوں کو باہر جاؤ اس نے اپنے کاموں کو دیکھا اور وہ مسکرا کر ہنس کر رہ گیا۔ تب گرا جم کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل گئی اس نے کہا اچھا اس لیے ہے کہ تم نے واقعی کا خواہش گارہوں علی یا رخاں؟ تو بہت گرا جم آئی ہو مجھے تمہارے بارے میں تمام تفصیلات معلوم ہو چکی ہیں۔“

”آپ کہاں گئے تھے؟“

”میں تو میں اپنے ہی کام سے گیا تھا لیکن اس میں مشراہر کے ساتھ بھی شامل تھی۔ وہ اس وقت پیچھے میں ہیں مجھے نہیں مل سکے ہیں میری ان سے ملی فون پر بات چیت ہو چکی ہے۔“

”خوب کیا انھوں نے کچھ تفصیلات بتائیں ہیں میرے لیے؟“

”ہاں، انھوں نے گفتگو میں اور ظاہر ہے کہ تم بھی فون پر نہ رہ کر گفتگو نہیں کر سکتے تھے اور وہ بھی گفتگو تمام انھوں نے عقلمندانہ انداز میں مجھے بتا دیا کہ بہت بلند انسان ہو۔ مشراہر نے کہا کہ میرے کوئی بہتر منصوبہ نہیں کر سکا ہوں البتہ ایک چھوٹا سا پلان میرے ذہن میں ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ فوجی ایک کوشش کر لیں کہ مشراہر کس قسم کے اس سے مل جائے اور انہیں اچھا کرنے کے لیے فون میں ہیں۔ اس لیے انھوں نے مجھے یہی درخواست کی کہ میں کسی بہتر طریقے سے انھیں یہاں سے نکلنے کی کوشش کر دوں۔ بات دراصل یہ ہے مشراہر یا جان کہ میری اپنی پوزیشن میں یہاں بہت زیادہ بڑی نہیں ہے اور پھر آئی دوش کے قید خانے کو ایک ناقابل ترمیم دیوار جدا کرتا ہے۔ یہاں قرار کے منصوبوں کی صرف منصوبہ بندی ہوتی ہے۔ آج تک چند ہی بار کوئی قدم اٹھایا گیا لیکن ہم نے ان کو کوئی کام کر دیا ہے۔ یہ سوچنا کہ کب تک اس کا ایک محاذ کسی کو یہاں سے نکلنے کی کوشش کرے بہتر ہے ہو گا کہ ہم نے ساتھ چند ایسے لوگوں کو ملا لیں جن میں یقین ہو کہ وہ نکلنے کے کارآمد رہیں گے۔ زیادہ بھروسہ ہو گا کہ ہمارے لیے خطرناک ہوگی قرار کے اس چھوٹے سے منصوبے کی تفصیلات میں ہمیں تیار نہ دیتا ہوں۔ اس پر غور کر لیتا اور اپنے ساتھ جن لوگوں کو ملنا چاہوں ان کی تفصیلات مجھے بتا دیتا ہوں۔ دراصل یہ ہے کہ ان منصوبے کی کامیابی کا مجھے خود میں یقین نہیں ہے لیکن نظریہ یہ ہے کہ ایک بار کبھی ہو گا کہ ہمیں حالات میں سنبھال لیں گا۔ یہ تو کہہ کر ایک ایک جیسے کے لیے مجھے اس علاقے کا پوری دلچسپی ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ اگر تم فرار ہوتے ہیں کامیاب ہو گے تو مجھے مدد مل کر دیا جائے گا لیکن مشراہر نے میری یہ بات بھی سوچنی ہے تفصیلات میں جاننا کہ اس کے ذہن میں صرف منصوبے کی تفصیلات تیار ہوں۔“

”تقریباً اس وقت تک مختصر ترین انداز میں گرا جم مجھے اس منصوبے کی تفصیلات بتا دیا۔ میں نے پھر خیال انداز میں گردن ہلائی چونکہ

آئی دوش کا ایک محافظ خود مجھے مشورہ دے رہا تھا۔ اس لیے میں اسے دوسری تمام رکیوں سے زیادہ اہم سمجھتا تھا۔ میں نے اس سے کہا کہ میں اپنی طرف سے انتہائی کوشش کروں گا اور میں نے اسے اس کا رورانی بہت تیزی سے عمل کرنا ہوا۔

”لیکن اس کے ساتھ ہی مجھے ان افراد کی قسمت دینا مت چھوڑنا جنہیں تم اپنے ساتھ لے جانا چاہتے ہو۔“

”میرے ساتھ صرف وہ آدمی ہیں میرے بارے میں اس کی گزارش ذرا مشکل ہی سے عملی ممکن ہے۔ تاہم اگر کوئی مل سکا تو میں اسے ضرور تلاش کروں گا۔“

”وہ وہ آدمی کون ہیں؟“

”ان میں سے ایک کا نام رچرڈ اور دوسرے کا واسیلو ہے۔“

”میں سمجھ رہا ہوں۔ یہ وہی لوگ ہیں تاہم تمہارے ساتھ ہی رہنا چاہتے ہیں انہیں لائے گئے تھے؟“

”ہاں وہی ہیں۔“

”لیکن میرے اس منصوبے میں چار آدمی فٹ کتے ہیں۔ بہتر ہے ہو گا کہ ایک آدمی اور تم تلاش کرو۔ ویسے تمہیں اس تبدیلی پر کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا۔ میرا مطلب ہے کہ تمہارا دسے جذبات تو جرح نہیں ہوں گے؟“

”نہیں یہ صرف ضرورت کے تحت ہو گا اس لیے میں اپنی دل سے وقتی طور پر اسے مان لوں گا تاہم میرے مجھے اپنے ذہن اور مذہب سے اتنا لگاؤ ہے کہ میں اسے تبدیل کرنے کے بارے میں سوچ ہی نہیں سکتا۔“

”یہ تو ایک چھوٹا سا پروگرام ہے اس میں مذہب کی تبدیلی کا کیا سوال پیدا ہو سکتا ہے۔ اچھا میں سچا ہوں کہ کارڈ ہوں میرے پاس زیادہ دیر تک مناسب نہیں ہے اور بہتر ہے کہ اپنے چہرے پر ایک آدھ نقاب بنا لو تاکہ یہ اندازہ ہو کہ میں نے تم پر کتنا دوسری



کیا ہے جس نے اس کی ہدایت کے مطابق اپنے چہرے پر دو چار لٹائے رکھے، چہنچہ، دو لڑکے کی آواز میں مٹھ سے نکالیں اور پھر گراہم کی دہڑا کھری، اس نے اپنے آدمیوں کو آواز دی۔

”اسے لے جاؤ اور نیکرو لو اس نے غصے سے بپتے ہوئے کہا۔ یہ صرف اداکاری تھی، ان چاروں نے مجھے کچھ لپٹا اور پھر اسی طرح گھسیٹے ہوئے چہرے میں لے گئے، دروازہ کھول کر انھوں نے مجھے اندر دھکا دے دیا۔ درجہ اور داسلو انطرب میں کھڑے ہو گئے اور میرے نزدیک آکر چہرے پر ہنسنے ہوئے نشانات دیکھنے لگے اور ان کی آنکھوں میں کرب کے آثار نظر آنے لگے۔

”تو تمہارے ... ساتھ بدسلوکی کی گئی ہے؟“ رچرڈ نے بھاری سچے میں کہا لیکن میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ دیکھ کر وہ کسی قدر حیران ہو گیا۔

”تم مسکرا رہے ہو؟ وہ آہستہ سے بولا۔

”مطلقاً نہ ہو چرڈا، ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں تمہیں تفصیل بتا دوں گا۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔ دن کے بقیہ حصے میں انھیں کس سے اس بارے میں کچھ نہیں بتایا، بات کو جب ہم تمام معاملات سے مدفع ہونے کے بعد قریب قریب لیٹ گئے تو میں نے رچرڈ کو ساری بات تفصیل سے بتادی۔

”تم خواہ خواہ پریشان ہو رہے تھے میرے لیے ایسی کوئی بات نہیں ہے میرے دوست، میں خفہ نہیں جتا چکا ہوں کہ یہاں ایک شخص میرا ہمدرد ہو گیا ہے، اس کا نام گراہم ہے اور وہ یہاں آفیسر انچارج فہر دو ہے، میں پل محسوس ہوتا ہے جیسے اس قید خانے کے معاملات کے تجربان بہت سے لوگ ہیں اور کسی ایک خاص آدمی کو یہاں محفل امتیازات حاصل نہیں ہیں، مقصد کئے کا ہے کہ ہر شخص ایک دوسرے کو جاب وہ ہے مگر گراہم کو میرے کچھ ایسے ہمدردوں نے میرے ساتھ مداخلت کرنے پر آمادہ کر لیا ہے جن کا تعلق طویل عرصے تک پھر سے رہے، ان کے بارے میں تفصیل بتانا بے کار ہے، رچرڈ، بس میں تمہیں اتنا ہی بتا دوں کہ وہ لوگ میری رہائی چاہتے ہیں اور اس کے لیے انھوں نے مگر گراہم کو چاہیں کس طرح تیار کر لیا ہے۔ اب ذرا سوچو کہ اگر قید خانے کا کوئی محافظ خود ہمارے قہر کے منصوبے بنائے تو کتنی آسانیوں مل سکتی ہیں لیکن اس کے باوجود وہ وقت سے بات نہیں کہتا ہے کہ ہم ان کو کوشش میں کامیاب ہو جائیں گے۔ اس کا مطلب ہے کہ یہاں صرف ایک آدمی کی بلوغت نہیں ہے، خواہ وہ یہاں آکھیاں چارج ہی کیوں نہ ہو، میں اس کے طلب کرنے پر اس کے پاس گیا تھا، اب جو کچھ وہ دیکھ رہے ہو، یہ سب اداکاری ہے، اگر انھیں میرے چہرے پر کچھ نشانات نظر آ رہے ہیں تو یہ جان لو کہ یہ نشانات میں نے اپنے انھوں ہی سے بنائے ہیں صرف

اس کی پوزیشن محفوظ رکھنے کے لیے۔“

”اوہ؟“ رچرڈ اور داسلو کی لمبی لمبی آوازیں ابھریں پھر داسلو نے کہا، ”کیا منصوبہ پیش کیا ہے اس نے؟“

”مگر داسلو، اس منصوبے کے لیے خاص طور سے تمہیں اور مجھے متوجہ کرنا چاہیے، خور رشتہ پر نوٹ کر کے کوئی نہیں ہے، مگر یہاں پرے لگا کر ہم عیسائیت کی طرف راغب ہو رہے ہیں اور یہ مشر جو دینی مبلغ کا کام بھی انجام دے رہے ہیں، اس رجحان کے بعد میں گراہم کو بھی جانا ہوگا، دو دن میں بارگراہم کے چکر لگائیں گے اور اس کے بعد اپنے منصوبے کی تکمیل کریں گے، میں نے آہستہ آہستہ رچرڈ اور داسلو کو تمام تفصیلات سمجھادیں۔

داسلو شک پر ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا، ”اس کا مطلب ہے منصوبہ خاصا خوب ہے؟“

”جدا بازی تو بے بسی بننا سب نہیں ہو سکتی کیا خیال ہے؟“

”تم اس کے لیے تیار ہو؟“

”ذہنی طور پر تو میں کبھی تیار نہیں ہو سکتا لیکن اگر یہ صرف وقتی ضرورت ہے تو کوئی حرج نہیں ہے۔“

”حالانکہ اس پر مجھے اعتراض ہوتا چاہیے، مگر ڈنٹے مسکراتے ہوئے کہا۔

”مجھے حاف کا نام میرے دوست، اگر مجھے تم پر اعتماد نہ ہوتا تو میں تمہیں یہ منصوبہ بتا ہی نہیں۔“ میں نے کہا۔

”اسے اسے ایسی سی باتیں کر رہے ہو، میں نے قوی بات صرف مذاقی کی ہی ہے، تو پھر یہ سول تم ہمارے ساتھ گراہم کی بات ہو؟“ رچرڈ نے پوچھا۔

”ہاں، میں نے جواب دیا۔

”آوار کے دن دوسرے تمام لوگوں کے ساتھ میں اور داسلو بھی گراہم کے گئے، دلچسپ بات یہ تھی کہ کسی نے اس بات پر توجہ بھی نہیں دی تھی کہ ہم تو لوگوں کے ساتھ تھیماہیت سے متعلق نہیں رکھتے تھے، اب چاہک اس کی طرف کیوں راغب ہو گئے۔

چنانچہ میں اس کام میں کوئی وقت پیش نہیں آتی تھیں اور داسلو عبادت میں شریک نہیں ہوتے تھے بلکہ وہاں کے معاملات کا جائزہ لے رہے تھے تاکہ انکس کے لیے تفصیلات مل سکیں۔ ہماری عقلانی نگاہیں عبادت کے دوران وہاں موجود ایک ایک فوک کا جائزہ لے رہی تھیں اور ہم نے محسوس کیا تھا کہ اگر یوں تو توجہ اور کوشش سے ہم اپنا کام انجام دیں تو شاید کچھ جاننے میں کامیابی نصیب ہو ہی جائے، یہ بات سب تقدیر کا کھیل ہے، اگر تقدیر ہی یاوری نہ کرے تو دوسری بات ہے زندگی اور موت کے اس کھیل میں ہمت لینے کے لیے ہم خود کو تیار رکھتے تھے۔

بادریک

بعد عبادت ختم ہو گئی اور ہم سب طرہیت انسانوں کی مانند وہاں سے واپس ہونے کے لیے قید خانے میں آئے اور سر پر ڈکریٹ کر کے لے لیا کہ گریس میں عبادت کے لیے باقاعدگی سے جلتے ہیں کہ گریس شہت شکل کا تھا، دونوں جانب ایک ایک دروازہ یا ڈکریٹ طرف کھلتا تھا اور مرکز دروازہ کا ڈکریٹ کے نیچے۔ یہاں صرف مسافین ہمارا راستہ روک سکتی تھیں، مداخلت کے دوسری طرف ہیل کے وارڈز رہائش پذیر تھے، ان کے کوارٹروں میں سے ایک دروازہ باہر کی طرف کھلتا تھا، چونکہ عبادت کے وقت گریس جاتا تھا اس لیے کارڈروم کا سلاخوں والا دروازہ کھول دیا جاتا تھا اور وارڈز وہاں مگرانی کے لیے کھڑے ہو جاتے تھے۔ ہمارا منصوبہ یہ تھا کہ جب عبادت کی طرف جہتی ہم آگے چلے گا تو کھڑے ہونے کے لیے گریس کی طرف سے کھڑے ہو جائیں گے، یہ کام صرف تین آدمیوں کے بس کا نہیں تھا لیکن زیادہ لوگوں کو اپنا ہتھیار اس لیے نہیں بنایا جاسکتا تھا کہ میں بھانڈا نہ بھجوتے، چاہے اس کے لیے مجھے مگر گراہم نے اس فہم سے ہدایت کر دی تھی۔

مگر گراہم نے ہتھیار ایک خاص ذیلی سے فراہم کئے کا وعدہ کیا تھا۔ ہمیں مگر گراہم اور پادری کو ساتھ لے جاتے ہوئے گراہم کے دواڑے سے نکلتا تھا اور وہاں سے کارڈروم میں آتا تھا۔ پھر سلاخوں والا دروازہ بند کر کے کلیدی کا بیڑا دروازہ کھول کر باہر نکلتا تھا۔ باہر ہلنے کے لیے سواری کا بھی انتظام کیا گیا تھا۔ بظاہر یہ منصوبہ خاما اطمینان بخش تھا کیونکہ اس کے بعد کے معاملات بھی مگر گراہم نے مجھے بتا دیے تھے۔ انھوں نے کہا تھا کہ وہ گاڑی جو ہمیں لے کر جائے گی ۲۲ غانا میں ہیں ایک ایسی جگہ پہنچائے گی جہاں ہمیں کچھ دیر چھپنا ہوگا اور اس کے بعد ہمیں مزید راستے میں سے نکال دیا جائے گا۔ میں نے دیکھتے گراہم کی جاکر تمام صورت حال کا اس طرح جائزہ لیا اور پھر ایک دن غائب ہوئے تھا، وہ جب مگر گراہم نے مجھ سے اپنے مقصود انما میں ملاقات کی۔ ان کا چہرہ بدشعور تھا۔ تمنائی ہتھے ہی انھوں نے مجھ سے نرم سے میں رہ چکا۔

”کیا آپ تو اسے مقصد ہے کا ابھی طرح جائزہ لے چکے ہیں مشر علی؟“

”ہاں۔“

”کیا آپ اس منصوبے کو ممکن بناتے ہیں؟“

”بظاہر میں اس میں کوئی خامی نظر نہیں آتی۔ سوائے اس کے کہ گریس جگہ کے لیے ہمیں کوئی مناسب سواری مل جائے اور وہ ہمیں کس ایسی جگہ پہنچائے جہاں ہم وقت مقررہ تک ٹھہر سکیں۔“

”میں کچھ کچھ دنوں سے اس پر غور کر رہا ہوں اور میں نے محسوس کیا ہے کہ حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے صرف تین آدمی کافی نہیں ہوں گے۔ اگر کچھ اور لوگ بھی اس میں شریک ہو جائیں تو ان محافظوں کو کھٹول کیا جاسکتا ہے جو وہاں موجود رہتے ہیں اور سچ ہوتے ہیں، اگر کچھ محافظ جان پر کھیلنے کے لیے تیار ہو گئے تو پھر مشکلات پیش آئیں گی۔ میری چند کہیں میں محسوس ہے کہ وہ ہتھیاروں کا استعمال نہ کریں لیکن اگر کسی نے یہ کام کر ہی ڈالا تو پھر کیا ہوگا؟“

”آپ اس سلسلے میں بیسما مناسب سمجھتے ہیں مشر گراہم؟“

”میں اس کے لیے تیار ہوں۔“

”انھوں تو یہی کہہ کر نامناسب آدمی کی اس بدھگراہم میں شرکت سب کے لیے نقصان دہ ہو جائے گی، یہ ہم بہتر یہی ہے کہ تم اپنے ساتھیوں میں ہنار نہ کرو۔“

”جیسا آپ پسند کریں۔“

اردو ۱۰ ویں

اردو ۱۰ ویں

اردو ۱۰ ویں

مکریٹ پنا چھوٹے جینا شروع کیجیے

دلی کوششوں کے ذریعے ہر بچہ اپنے دل کے اندر ایک اعلیٰ قدر کی بات حاصل کرے۔

اردو ۱۰ ویں

اردو ۱۰ ویں

اردو ۱۰ ویں

طرح ہماری زندگیوں پر کتنا مشکل ہو جائیں۔ جب تک ہماری
 راضیوں میں ایسا نہیں تھا، ہم ان لوگوں کو ہلکا کر سکتے تھے۔
 اور ہلکا ہونے والوں میں وہ قیدی بھی شامل ہوتے ہیں۔
 ہمیں کوئی پر غماض نہیں تھی اور جو صرف عبادت کرنے کے لیے
 بنے تھے۔ وارڈن نے کہا کہ وہ ہمارے قریب سے قریب رہتا تھا
 اور اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ ہم خوش رہیں۔
 یا اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دیں۔ اس بھڑکے بے چارہ کو ہم
 بھی ہماری جگہ پر اسے ڈھکنا چاہتے تھے جس نے ہمارے لیے اپنا
 وقار اپنی ملازمت بلکہ اپنی زندگی بھرا دیا تھا۔ وہی تھی۔
 تاہم افسوس کہ اس نے کھوئے اور پھر بے ہوشی پر تھا۔ وہی
 سے فرار کی کسی شاخ راہ نہ دیکھا تھا۔ پھر وہی اور اس کے
 بعد سرور ہواؤں کی بدلتی چوڑوں سے لکھیلیاں۔ زندگی نئے دور
 سے آشنا ہو رہی تھی۔ اب ناکہ کی زندگی میں مشقت نہ رہتی تھی۔
 یعنی جلی جلی ہوئی تھی۔ لیکن یہ ماریوٹ کی مشقت ذرا بھی تھی۔
 آگے کسی ہسپتال میں نہیں ملتی تھی جس کی دیواریں سفید
 ہوں۔ جسم کے نیچے آرام دہ بستر ہو۔ نزدیک ہی تیار دار نہیں
 ہوں اور نرم لمبے سے سجائی کر کے والے ڈاکٹر ہوں۔ ایسے حالات
 میں کہ ان کے ذہنی حالت کی درست ہوتی ہے یہاں صورت حال
 مختلف تھی۔ کھڑی سیخ نسبت ذہنی اور زبان اور تار یک ماحول اور
 سرور ہواؤں۔ قریب ہی کسی کی کراہ سنانی دی اور ذہن
 جگمگا ہوتا تھا۔ آواز شہنا سنا تھی میں نے ہاتھوں کو جلدش دی۔
 تو آواز الفاظ کی شکل جست جبار تھی۔
 "کون؟ چوڑی کی آواز کی شہناخت میں کوئی وقت نہیں
 ہوتی تھی۔
 "میں ہوں چوڑی۔"
 "خدا کا شکر ہے تم زندہ ہو۔"
 "کیا تم بھی زندہ ہو؟ میں کھیت کے باوجود شگفتگی نہیں
 کھوسکتا تھا۔
 "ہاں گنتا تو ایسا ہی ہے۔"
 "اور واسدو؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔
 "وہ فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔" وہ چڑھتے عجیب
 سے لہجے میں کہا۔
 "کیا واقعی؟" مگر کیسے؟ میں نے خوار انداز میں کہا۔
 "اس جلد اپنے اپنے منصوبہ بدل دیا تھا۔ قید خانے سے
 فرار ہونے میں کامیاب ہو کر وہ دنیا ہی کو چھوڑ گیا تھا۔" وہ
 کی آواز میں ناست تھا۔ میں اس کے الفاظ پر ہنس کر کہہ گیا۔
 "یہ تو ان کے الفاظ کا مفہوم سمجھنے میں مجھے کوئی وقت نہیں ہوتی۔
 جب کہ اس کے پہلے الفاظ پر مجھے حیرت تھی کیونکہ میں نے

واسدو کے خود کو میاں گئے ہوتے دیکھی تھیں۔ مگر میں اس طرح
 بے قابو نہ ہو جاتا اور اگر ہم میری گرفت میں نہ جوتا تو محافظ ہم
 دونوں کو بھی زندہ نہ چھوڑتے۔ پس میری ہمت ہی گئے تھے۔
 واسدو کی موت نے دل کو شدید دھچکا پہنچایا تھا۔ کئی
 منٹ تک میں کھد کھول رہا تھا تو پھر جی کی آواز ابھری۔ "کیا تم
 واسدو کا سوگ مناد ہے ہو؟"
 "نہیں۔"
 "تو کیسے؟" حالانکہ وہ۔۔۔۔۔۔
 "میں زندہ ہوں اور ڈیر خان؟ زندگی تو ہم سے خالی کر رہی
 ہے۔ کیا زندگی اسے کہتی ہے جس کو ہم گزرا ہے جس؟ ہم تو یہاں
 گروہ میں ہیں جو ہمیں کے خول کی ناکش میں سرگرداں ہیں۔
 اس لیے کسی کام کو نہیں منایا جاسکتا۔ اس کی ناکش میں ہے۔
 "تھیک کہتے ہو؟" میں گہری سانس لے کر بولا۔ "پھر میں نے
 چونکہ کر کہا۔ کیا رات کا وقت ہے پھر؟"
 "ہاں کیوں؟"
 "گہری ناکش کی چٹائی ہوئی ہے۔"
 "بہت گہری۔" مگر یہ سوال کیوں کر ہے تو؟
 "ہاں ایسے ہی۔ میں نے سوچا کہ کیوں میں بیٹائی سے
 محروم تو نہیں ہو گیا۔ بدن کی چوڑوں کا شمار نہیں ہے۔"
 "کوئی ٹوٹ پھوٹ تو نہیں ہوئی؟"
 "گنتا تو میں سے جیسے بدن کا کوئی حصہ سلامت نہ ہو۔
 ویسے چیک کرنا ہوں۔" میں نے کہا اور پھر ہاتھ پاؤں مار کر دیکھنے
 لگا۔ لیکن خدا کا شکر کہ کوئی ہڈی نہیں ٹوٹی تھی۔ تب میں نے کہا۔
 "میں کھینک ہوں اور تم؟"
 "بے چاروں نے بڑی احتیاط سے مارا ہے۔ یہی بھی صحیح علم
 ہوں۔" چڑھتے کہا اور ہنس پڑا۔ اسکا بدمعاشی تھا۔ اعلان میں
 خاموش ہو گئے۔ میں اپنے ذہن کو چوڑی کی کیفیت سے آزاد رکھنے کی کوشش
 کر رہا تھا۔ کئی خاموش ہونے سے اندازہ ہوا کہ اس طرح چوڑی کی کیفیت
 بڑھ جائے تب میں نے چڑھتے کا ہمارے دوست گرام کے ہمارے
 لیے مرمی دیکھ کر بددلت بھی نہیں کیا اور اس طرح ہال پر بند کر دیا۔
 کیا یہ عجیب چیزات نہیں ہے؟"
 "مگر چوڑی کے لیے دولا غائب سوچا۔" ہاتھ پائوں نے کوئی اشارہ کر
 کہا۔ "مجھے تو پتہ ہے کہ وہی نہیں تھا کہ ہاں کوئی آدمی بے غرض ہوا کہ اندازہ
 کرے کہ میں اندازہ ہی کر رہا ہوں کہ وہی کوئی آدمی اس میں غصے سے تھکا
 ہیں اس موقع میں وہی میں اس کے ساتھ ساتھ ہیں۔ یہی وہی نہیں
 رکھا جائے کہ کوئی میری گرام پر شہر کر سکتا ہے۔ وہی تو درجہ ہمارے لیے
 کام کرتے تھے اس سے زیادہ خود ان کے لیے بھی نہیں تھا۔"

میں نے جلدی کے ساتھ اسے اتفاق کیا پھر میں نے کہا۔ "مگر وہاں یہ بات
 کہ جسے کہہ کر واسدو کو گرامیہاں سے میرے ساتھ ساتھ ہی نکلی
 ہوئی تھی شروع ہوئی تھی۔ کیا تم بے ہوش نہیں ہو گئے تھے؟"
 "نہیں تھا۔ میں بے ہوش ہونے سے پہلے واسدو کو کھینک چکا تھا۔
 میں اس کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ چاہتا تو میں تھا کہ اسے
 اپنے سامنے سے ہٹا دوں۔ مگر وہ دھمکی کاٹتا تھا۔ میں نے جب اس کے قریب
 پہنچ کر اسے دیکھا تو مجھے اندازہ ہوا کہ پھر سے کتنے والی دل کو کھینک
 ہوئی تھی۔ اس کی اس اور واسدو اس کی دنیا میں تھا چاہتا تو میں تھا کہ اسے
 کی کھینک مصروف ہو گیا اور اس کے قریب ہوش ہو گیا اور چڑھتے جواب دیا
 رات کی تاریکی آہستہ آہستہ چھٹنے لگی۔ صبح نور اور ہوش تھی پھر
 دن کی روشنی کے ساتھ ساتھ جب سورج نکلا اور ہمارے چہروں میں دلچسپ
 داخل ہوئی تو ہمیں کافی سکون محسوس ہوا۔ دن کی روشنی میں پتا چلا کہ
 وہ بچہ نہیں ہے۔ جس میں ہوا میں قید تھا جانا تھا بلکہ ایک آدمی بچہ
 ہے۔ یہ بھی بچہ کی شکل میں ہی ہوتی تھی۔ میں زیادہ آرام کو موقع
 نہیں ملا۔ تھوڑی دیر بعد چار پانچ مسلح محافظ نے ان کے چہروں پر ہفت
 کے تار کھینچے۔ انھوں نے میں بڑی بے دردی سے کھینک کر اس بچہ سے
 سنے کال اور اس طرح لیے ہوئے ہیں۔ اندازہ درست ہی تھا۔
 میں سرگرداں کہ سامنے پیش کیا گیا تھا۔ گرام کے چہرے پر خوشی کے
 آثار تھے۔ اس نے میری انداز میں ہمارے ہارے میں تھپتھپات نہیں۔ یہ
 صرف سرکاری کارروائی تھی اور وہ خود ہی ان تمام معاملات میں ہارے کا
 شریک تھا بلکہ اس کی زندگی بھی اتفاقاً وہی بچہ کی تھی۔ البتہ دوسرے
 لوگوں کے سامنے اس نے ہم چند سوالات غور کیے۔ شاید وہ انھیں ہمیں
 کال سے حاصل ہوئے۔ یہی جواب میں خاموشی کے علاوہ اور کیا ہو سکتا
 تھا۔ خاموشیوں نے دو بار انداز میں دیکھا کہ میں اس کے لیے ہم پہلے سے
 تیار تھے چنانچہ ہم دونوں ہی ان کے ہاتھ کا اس طرح زمین پر گر کر
 گر پڑے۔ جیسے میں ہاں کی کال پر ہوں۔ گرام نے انھیں کھڑک دیا کہ ریٹ
 نہ کی جائے۔ چونکہ بدن پہلے ہی چوڑی سے کافی مضروب ہیں اگر یہ گئے
 تو جواب دی کر ناکش چھوٹے گی۔ اس کے ساتھ ہی اس نے میں
 مزا بھی نہ کھائی۔ یعنی میں اس میں زیر مطالعہ رکھنے کے بعد ایک بول
 پتیا دیا جائے۔
 یہ اطلاع بہت مولی نوعیت کا تھا اور پھر چوڑی کوئی گمراہی بھی
 نہیں تھا۔ صرف بدن کے تھکے معذب تھے۔ چہرہ پر آؤں رنگ کا ایک
 لوشن لگا کر لاش کی گئی اور پٹیاں باندھ دی گئیں۔ اس کے بعد میں قید
 خانہ میں ڈال دیا گیا لیکن گرام کی کارگزاریاں یہاں بھی جاری تھیں۔
 بے چارے چڑھتے کے بارے میں کچھ نہیں تھا کہ اس نے یہ وقت
 گے گوارا کیا۔ اس کی قید خانہ میں گرام کے لیے جس قدر کامیاب تھا
 ہو سکتی تھی، فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ پٹیاں کی دوسری پٹیاں بھی، جب کہ
 ایک بول کا مطلب یہ تھا کہ زندگی جتنی بدترین گور کے

بہتر ہے۔ پٹیاں کے بعد اس کی ساری ساری تھی۔ ہارے کا کیا تو اندازہ
 ہوا کہ انھیں بھارت کھوئے تھی۔ میں میں روشنی میں چل پھر
 نہیں جاتا تھا۔ اتنے تاریک حلق میں وقت گزارنا کہ اس کا بچہ
 منہ کے راتے ہارنے کو تیار نہ رہتا تھا۔
 ایک بار پھر مجھے مسٹر گرام کے سامنے پیش کیا گیا اور
 مسٹر گرام نے مجھے نصیحتیں کرتے ہوئے کہا۔
 "آئی روش کا یہ قید خانہ تم جیسے قیدیوں کے لیے قبرستان ہی
 ثابت ہو رہا ہے۔ آج تک، لیکن ہمارا جھوٹا بچہ قیدیوں کو تھیل
 یا موقع دیتے ہیں۔ اگر تم پہلی کوشش میں ناکامی کے بعد جیل نہ
 سکے تو اس بار نہیں۔" وہ اس کے لیے ایک بول میں بند کر دیا۔
 اور چھ ماہ کا مطلب یہ ہوا کہ اس کے زندہ بچنا ناممکن۔ چنانچہ مجھے
 یقین ہے کہ کم سکون سے زندگی گزارنے کی کوشش کر دوں گے۔" میں
 خاموش رہا۔
 پھر مجھے نصیحتیں کرتے کرتے یہاں گرام کو کوئی کام یاد
 نہ کیا۔ اس نے اپنے سامنے موجود لوگوں کو اس کام سے باہر نکال دیا
 اور جب میں تنہا ہی تھا تو وہ آہستہ سے بولا۔ "میں تمہیں فرار کا
 کوئی دوسرا موقع فراہم کروں گا لیکن کچھ وقت ذرا سکون کے گزار
 لینا۔ اس پہلی کوشش میں کامیابی کی تو مجھے بھی امید نہیں تھی۔
 لیکن یہ ایک تجرباتی مرحلہ تھا اور تم اس میں ناکام تھے۔"
 میری ناکامی کی وجہ پھر روشنی والے کالے کالے میں مسٹر گرام؟
 میں نے سوال کیا۔
 "اوہ۔۔۔ صرف اتفاقاً یہ طور پر ہی ہوا ہے۔" وہ کہنے
 لگا۔ "ایک قیدی جسے تمہارے منصوبے کا کچھ پتا نہیں تھا۔ گرام
 سے باہر کھڑا حلیات کے منظر پر کھڑا تھا، اس نے اس نے غصے
 ایش میں اسے دیکھا۔ چار دیواری پر پتھریں پر سے داروں کو فرار
 کر دیا کہ کچھ گڑبڑ ہوئی ہے۔ سینٹر لوٹنے کے بعد دیوار سے چھلکا
 لگا میں اور گڑبڑ کے پہلو والے دروازے کی سال خانہ سے خارج ہو گیا۔
 شروع کر دی اور اس کے خاتمہ کا نشانہ تھا۔ ایک آدمی بن گیا۔ اس کے
 بعد کے حالات کا تعین علم ہے کہ کیا ہوا۔"
 "یہ مسٹر سامی کی کیا پڑائیں ہیں؟" مسٹر گرام؟
 "آں کے پتھر میں نہ پڑو۔ چونکہ یہ مسٹر گرام کے وقت
 ختم ہو رہا ہے اور اب ہمارے دور کے افسانہ آکر گھر سے خارج
 ہے میں گئے ہیں۔ اس لیے میں نے خصوصی رعایت سے کام کے تھیں ایک
 بول سے نکال کر دیوار اس کی چوڑی میں پہنچنے کا حکم دیا ہے۔
 اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کھینک تھا۔ اس وقت گرام کے
 پیچھے ہوتے آدمی وہاں گئے اور اس نے اپنا رویہ تبدیل کر لیا۔
 میں جنھیں نے جو حسانات مسٹر سامی کے ساتھ کیے تھے اس کا بدلہ
 واقعی میں اسے نہیں دے سکتا تھا۔ پھر وہی اس بچہ سے میں

پہنچا دیا گیا جہاں میں موجود تھا۔ اور آٹھ دن کی شدید قید تھائی
 کے بعد دم دونوں ملے تو ہمارے دل بہت مسرور ہو گئے تھے۔
 اس کے بعد ہم وہی قید و بند کے شب و روز مشرق
 ہو گئے۔ ان کوئی تبدیلی نہیں تھی۔ یہیں بیچوٹے موٹے کام
 بھی دیے جاتے تھے جس میں کٹیاں کاٹنا، پتھروں کو
 شیش ترش کر ایک مخصوص شکل میں لانا شامل تھا۔ دس دن
 اور پھر پندرہ دن گذر گئے۔ چوتھی سب قید کا چوتھی تھیں۔
 بے چارے گراہم کی کاوشوں سے ہمیں یہ فائدہ ضرور ہوا تھا کہ
 لوگ ہماری کارروائیاں بھول گئے تھے۔ دلیے بھی اس طویل
 عرصے قید خانے میں اکثر اس قدر کھاتے ہوتے تھے کہ
 اس لیے کوئی ایک واقعہ کو یاد نہ دیر یاد نہیں دھتے تھے۔
 گواہ کے بارے میں کوئی اندازہ نہ تھا کہ کسے یہاں سے
 تبدیل کر دیا گیا تھا یا پھر وہ بہت محدود ہو کر رہ گیا تھا۔
 ان دنوں میں وہ ہمیں نظر نہیں آتا تھا۔
 جب تقریباً ایک ماہ گزرا تو جیڑو بھگے بہرین ہونے
 لگا۔ اس نے مجھے کہا: "تھرا دوست باطل خاموش ہو کر
 بیٹھ گیا ہے۔ توں گت ہے۔ جیسے اے پانی یہ کارروائی سہجی
 پڑی ہو۔ اور اب وہ تھرا لیے بچھ کرے کی بہت نیا ہوا ہو"
 کیا کہا جاسکتا ہے؟
 ہاں۔ کچھ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ مقصد یہ ہے کہ کسی اور
 پر بھروسہ کرنے سے کیا حاصل؟ یہاں کچھ قیدی فرار کی مشقوں میں
 کر رہے ہیں۔ ان میں سے چند سے میری شناسائی بھی ہو گئی
 ہے۔ اگر تم چاہو تو میں اس منصوبے کو آگے بڑھانے میں فن کا
 ساتھی بن جاؤں۔
 "منصوبہ کیا ہے؟"
 "وہ لوگ اپنے طور پر تمام کارروائیاں تقریباً مکمل کر چکے
 ہیں۔ انھوں نے فیصد کیا ہے کہ رات کے وقت جیل میں نقب
 لگا کر یہاں سے فرار ہوجانے کی کوشش کریں گے۔ اس سلسلے میں
 انھوں نے چند لوگوں کو رشوت دے کر اپنے ساتھ ملا لیا ہے جن
 میں ایک ایکویشن ہے جو جیل کے باہر گئے ہوئے فرانساہر
 کی جلی بند کر کے گاڑی سے ڈتے وہ کام لگاتا چلتے ہیں
 کہ گراہم کے سامنے معین سٹری کو خرید لوں۔ ہر چند کہ یہ مشکل
 کام ہے لیکن بڑا خیال ہے اس میں کوئی وقت نہیں ہوگی۔
 بہ حال اگر تم چاہو تو میں اس سلسلے میں کارروائی کروں۔"
 "اور اگر میں تمہاری اس کارروائی میں شریک نہ ہوں
 چاہوں پھر تو؟"
 "تو پھر میں تمہارے ساتھ خاموش بیٹھا رہوں گا۔"
 یہ مجھے بے جواب دیا۔

ایک سے دوسرے کو اسدو چھانے اور تھکے درمیان سے
 چل گیا۔ میں باقم کے جانے سے روک سکے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہوگا
 جیڑو کہ تم اپنے طور پر اس ترغری کی کوشش کرو اور بھگے برسے
 حال بہر پھوڑو۔
 "بھگوان: میرا تم سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔ برسے
 ہم مذہب بھی نہیں ہو تم کہیں ہم لوگ بہت چھوٹے دل سے ایک
 ہوتے ہیں۔ زندگی ہم نے اس انداز میں گزاری ہے جو ہمارے
 برائیوں کی سزا ہیں مل رہی ہے لیکن جب ایسے حالات میں
 ہم دوست بن جاتے ہیں تو پھر دل میں یہی خواہش ہوتی ہے کہ
 کم از کم یہ دوستی کو نباہا ہی جائے۔ اگر تم اس سلسلے میں تیار نہیں
 ہو گے تو میں بھی تھرا ساتھ اسی جیل میں شریک رہوں گا۔ اس
 وقت تک جب تک موت نہ آجائے۔ یہ میں جیڑو کی باتوں
 بہت متاثر ہوا۔ میں نے اس سے کہا کہ گراہم کارروائی میں حصہ
 لینا چاہتا ہے تو میں تیار ہوں۔
 چنانچہ جیڑو نے اپنے دوستوں سے ہم دونوں کے نام
 بھی اس فرار کی کوشش میں شامل کر لینے کی بات کر لی۔ اس
 منصوبے کی ابتدائی تیاریوں ہی میں کئی دن لگ گئے تھے۔
 جیڑو اور دوسرے تمام لوگ اپنے اپنے کام میں مصروف تھے۔ جیڑو
 نے گراہم کے قریب ترین بہاری سے ہم وہاں پیدا کر لی تھی اور
 اس سے کچھ چیزیں بھی حاصل کر لی تھیں۔ ابتدائی تیاریوں کے
 طور پر ہم نے ایک چھوٹی سی آری کی مدد سے اپنے منصوبے کی
 سلامتی کا مشا شروع کر دیں۔ دوسرے نمک اس آواز کو جاننے
 سے روکنے کے لیے ہمارا ایک ساتھی پاگل بن گیا تھا اور غولنا
 جنوں کے عالم میں وہ غالی ڈبے وغیرہ بھاتا تھا۔ یہ ڈبے
 اس لیے بھلتے جلتے تھے کہ آواز میں باہر نہ جاسکیں۔ قیدیوں
 اور جیل کے عملے نے اسے روکنے کی بہت کوششیں کی تھیں مگر وہ
 اپنی بہت سے باز نہ آیا۔ یہاں تک کہ وہ وقت آ گیا جب ہمیں
 اپنی تیاریاں مکمل کر کے فرار کے منصوبے پر عمل کرنا تھا۔
 رات گئی تا ایک بجی تھیں لیکن سرخ ٹاروں پر رگڑی ہوئی
 روشنیاں اپنے کام میں مصروف تھیں۔ ہمارے لیے تمام
 استعدادات جو چھکے تھے۔ قیدیوں کا ایک بڑا جمنا فرار کے لیے
 تیار تھا جس میں ساری کاباں پر ہمارے لیے رشوت لے کر اس
 بات کے لیے تیار کر لیا گیا تھا کہ وہ ہم سے چشم پوشی کرے گا
 لیکن سٹری نے کہا تھا کہ میں آوی فرار ہونے کی کوشش کریں
 کیونکہ جبکہ وقت اگر بہت سامنے آوی ہمارے تو دوسرے
 علاقے پر سٹری سٹری لوگوں کی اصلاح ہو جائے گی۔ سنا پچھ
 سب سے پہلے میں جیڑو اور دو گولڈیہ کا ایک شری جان تھا
 فرار کے لیے تیار ہو گئے۔ مقررہ رات کو جیل کی قسمت ہر

ایک شیش نے اپنا کام دکھایا اور جیل کی قبیل مل ہو گئیں۔ ہم
 نے سلاسل پہنے دی کاٹ کر تیار رکھی تھیں اور اس انداز میں
 انھیں اپنی جگہ پہنچے دیا تھا کہ باہر سے یہ اندازہ نہ ہو کہ سلاسل
 کوئی ہوتی ہیں۔ چنانچہ چند ہی لمحوں کے اندر اندر ہم نے اپنے
 پانچویں کے سلاسل باہر کی سمت موڑیں اور ایک ایک کر کے باہر
 نکل آئے۔
 جان مقررہ رات چھت پر چھپنا اور کسی کی مدد سے
 باہر جڑو نے لگا پھر وہ انھیں کچھ دیواری پر پہنچ گیا۔ اس کے
 بعد فرار کے چار دیواری پر پہنچ کر وہ جیڑو کا انتظار کرنے لگا۔
 ہر طرف گھبہ اندھیرا تھا۔ دھنسا گئے تھیں ہوا کہ ایک ہاتھ
 میری طرف بڑھا رہا ہے۔ پھر کسی کے کہنے کی آواز آئی۔
 خطبے کی تو سونگت تھی۔ ہی میں نے غور سے اس آواز کو
 وہ ہاتھ تمام لیا۔ یوں لگا جیسے جیڑو کا روتا رہا۔ میں ابھی
 گیا ہے۔ میں نے اسے قید پانی طرف کھینچا۔ وہ بے چارہ ہی
 قدر کھیلنے لگا۔ کاٹنے اس کے جسم کو لوہاں کر رہے تھے۔ ہم
 دونوں نے نہایت کوشش کر کے اسے باہر کھینچ لیا لیکن سرخ
 کے اوپر پہنچے ہی شاید دوسرے سرخ ٹاروں پر تین سٹریوں
 کو شہر ہو گیا۔ چنانچہ انھوں نے ہم پر مار کھول دیا۔ دوشنی نہ
 ہونے کی وجہ سے ہمیں نشانہ نہ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ ہم قیدی
 طور پر محفوظ تھے۔
 پہنچے بھی شاید تاریکی جیل ہوئی تھی اور انھیں اندازہ نہیں
 تھا کہ جس تمام سے ہم گئے تھے وہی اس کی بندی کتنی ہے۔
 فائرنگ کا رخ اس طرف ہی ہو گیا تھا۔ اس لیے اس سے بچنے کے
 لیے ہم نے جھلا گئیں۔ لیکن نتیجہ تلخ ہو گیا۔ ہمارے ساتھی
 مقررہ کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئیں۔ میں بھی اپنے پاؤں پر کھڑا
 نہ ہو سکا۔ ٹخنوں میں شدید پھٹ آئی تھی اور چرچے کے لیے
 میں نے کوئی اندازہ نہیں تھا کہ اس کی کیا کیفیت تھی لیکن وہ
 ہی کوشش کے باوجود اپنی کاباں میں روک سکا تھا۔
 میں نے اٹھنے کی کوشش کی تو اندازہ ہوا کہ دونوں ٹخنے
 پر اساتھ بیٹھنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ یا تو ان کی پڑیاں ٹوٹ
 چکی تھیں، یا پھر وہ اس طرح ٹوٹ گئے تھے کہ اب میرا اپنے
 پاؤں پر کھڑا ہونا ممکن نہیں تھا۔
 بہت سے نزدیک ہی جان مقررہ بے ہوش پڑا تھا۔ اور
 جیڑو اپنے بدن کو گھٹیا گھٹیا کچھ نمک پیچنے کی کوشش
 کر رہا تھا۔ لیکن اس کوشش میں اسے کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔ ہم
 اسی ٹانگیں اور ٹخنوں کے جیل کی چار دیواری کے باہر مرکز
 ہر شے کو رہے تھے اور انفل کی آواز گونج رہی تھی۔ محاذ
 ہمارے طرف جہاں دوڑ کر رہے تھے۔ بالآخر چند افراد ہمارے سر

پر بھی آ پہنچے۔ گروہ اس قدر بھرتی نہ بھی دکھائے تب بھی ہم ان کا
 کہاں جاتے۔ اٹھنے کی تو سکت تھی نہ تھی۔ یہ کہ کردہ کی سبیل
 اٹھ رہی تھیں۔ خصوصاً ہونا تھا کہ روح جسم کے بھری ہوا انفلوں
 کی ٹانگیں ہمارے بدن پر آئیں اور ایک کڑک مارنے کی روشنی
 نے پورے ماحول کو بھرتی کر دیا۔
 میں ساکت رہا۔ انھیں بندھے پڑا ہوا تھا مگر جیل
 کے محافظ یہاں گئے والوں کو بے ہوشی کے عالم میں بھی معاف
 نہیں کر سکتے تھے۔ ایک کو آری میں بیٹھ رہا اور میں روکی
 شریک سے بھلا تھا۔ میں نے جیڑو سے اٹھنے کی کوشش
 کی لیکن کراہوں کے علاوہ حق سے کوئی آواز نہیں نکلی تھی۔ جیڑو
 بھی اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس میں کامیابی نہیں ہو پا رہی
 تھا۔ تب جیل کے محافظوں نے ہمیں باروں سے بڑھ کر لگا لیا۔
 وہ رافلوں کے ہٹ ہمارے جسم کے مختلف حصوں پر مار رہے تھے
 میرے سر سے خون بہنے لگا تھا۔ فائرنگ کا شور اب بھی گونج رہا
 تھا لیکن روشنی نہیں۔ ہی تھی۔ پھر شاید کچھ لوگ فرانساہر کے
 قریب پہنچ گئے اور اس کی فرار دور کرنے کی کوشش کرنے لگے۔
 ایک لوگ ٹاروں کی روشنیوں نے فرانساہر مرگ اسس خرابی کو
 دریافت کر رہی کیا اور جیڑو میرے بعد وہاں روشنی ہوئی۔
 یہ روشنی ہماری قدر پر سیاہی کے مترادف تھی۔ پہلے
 تو ہمیں رات بھر ایک بریک میں بند رکھا گیا۔ میں اور جیڑو
 اس بریک میں تھے اور شدت تکلیف سے رات بھر جاتے اور
 کراتے رہے تھے۔ لوگوں کی قیدی جان مقررہ کے بارے
 میں ہمیں معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ لیکن وہ شدید زخمی ہو گیا تھا۔
 غالباً اس کی دونوں ٹانگیں ٹوٹ گئی تھیں۔ اس لیے آہستہ آہستہ
 اسپتال لے جایا گیا ہوگا یا پھر کسی ایس جگہ جہاں اسے مرنے میں
 آسانی ہو۔ جسے کوئی باز پرس نہیں کی گئی۔ دوسری صبح بھی ہم کچی
 اینٹوں کے بنے ہوئے اس قید خانے میں وقت گزار رہے تھے
 کسی نے ہمارے زخموں کی طرف توجہ نہیں دی تھی۔ پیروں کے
 بارے میں یہ اندازہ نہیں تھا کہ اس کی کیا حالت ہو گئی ہے نہیں
 اٹھ رہی تھیں لیکن اس بات کی کسی نے پروا نہیں کی اور ایک بار
 پھر ہمیں بلیک ہول پہنچا دیا گیا۔ دس دن دن اور ساتھی کے لیے
 جیل بلیک ہول میں بند رکھا گیا۔ اس دوران میں بھی کسی نے ہمارے
 زخموں کی طرف توجہ نہیں دی۔ بیماری حالت خراب سے خراب
 تر ہوتی جا رہی تھی لیکن وقت سب سے بڑا مرم رہ کر ہوا۔
 سے بڑا علاج بھی۔ اس کا اندازہ بلیک ہول میں رہ کر ہوا۔
 ٹانگوں کی تکلیف تیرے جو تھے روز سے کم ہو گئی تھی۔
 اس کے بعد ہم آہستہ آہستہ اٹھنے بیٹھنے کے قابل ہوتے گئے۔
 جیڑو کو بھی میرے ساتھ اسی جگہ رکھا گیا تھا۔ اس لیے ہمیں کرتے

”ہاں اس کی قیدیں اب بقتول موری رہیں گی نہیں لے گا۔“
 محمد دونوں ایک کے ساتھ اس طرح بیٹھ گئے ہیں باقی قیدی بیٹھے
 ہوئے تھے۔ ان قیدیوں کی نظرت پر کچھ تعجب ہوتا تھا کہ ان دونوں
 سے اتفاق رہے تھے اور کہاں اب میری طرف سے بالکل لاحق ہو کر
 بیٹھ گئے تھے۔ پتا نہیں کیوں؟ زیادہ دن نہیں گزری تھی کہ وہ آدمی
 آگے آئے اور انھوں نے چائے کے ٹمبا اور انتہائی خشک اور جھڑی
 خشک و بھورت کا ڈبل روٹی ہمارے ہاتھ میں تھادری۔ وہ غائباً ہی کا
 ناشتنا تھا جسے ہم نے خوش قبول کر لیا۔
 میں نے مکرانے ہوئے چرچے سے کہا: ”خوش قسمتی ہے چرچہ کہ
 ہم نے خود کو یہاں رہنے ال بابت کر دیا۔“
 ”کمال ہے یاد آ رہا ہے تو کمال غامض معلوم ہوتا ہے۔“
 ”اب دیکھیں کہ اس پائل کا تو عمل کیا ہوتا ہے۔“
 ”جو کچھ دیکھتا ہے وہ تو دیکھ ہی پڑے گا۔ پڑنے چائے کے دو
 تین گلوٹن لیتے ہوئے کہا اور پھر ہٹا کر بولا: ”خدا عزت کرے ان کی بخشش
 کو نہ چاہئے ہے یا گم پائی؟“
 ”ذیل روٹی کے ساتھ کچھ چرچا، یہ ضروری ہے۔ دیئے انھوں نے
 اگر میں ناریل توڑنے کے لیے بیجا تو پھر ناریل ہاری غذائی ضرورت
 پوری کر رہے۔“
 ”چرچے کوئی جواب نہیں دیا اور ہم دونوں خاموشی سے جگ کا
 یہ ناشتنا تازہ بارکے لئے دیئے چرچے کے ہم سے پریشانی کے مسلسل
 آنا نظر آ رہے تھے۔ میں نے یہ محسوس کر کے اس سے پوچھا تو دیکھنے
 لگا وہ تم نے بالکل اپنی اپنی شخصیت سے رہنمائی کر لیا ہے۔“
 ”یہی ہیں غور و فکر میں وہ کوئی انتہائی کارروائی کر رہے۔“
 ”یاد چرچہ تم محمد ابراہیم ہو نہیں تم سے ان بچوں میں ہاں کی
 توقع نہیں رکھتا۔ اگر وہ انتہائی کارروائی کریں گے تو ظاہر ہے ہم انھیں
 کیسے روک سکتے ہیں۔ اگر یہ سب کچھ بھی نہ ہوتا اور وہ ہمارے خلاف
 کچھ کرنا ہی چاہتے تو ہم کیسے کر سکتے؟“ ”اب ان باتوں کو ذہن مت نکال
 دو۔ میں وہی سب کچھ ہو گا جو تم پر میں لکھا ہے۔“
 ”چرچہ خاموش ہو گیا پھر آدھا گھنٹہ مزید گزرا تھا کہ دفعتاً کسی طرف
 سے گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی۔ اور تمام قیدی اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو
 گئے کچھ محافظان کے درمیان کوئی نیزہ تھیم کر رہے تھے جب وہ ہمارے
 قریب آئے تو ہم نے دیکھا کہ غوث کے بٹے ہوئے تھیلے تھے ایک
 ایک تھیلہ وہ سب کے ہاتھ میں تھا۔ اس کے ساتھ ہی ایک
 مخصوص قسم کی گاڑی بھی تھی اسے دیکھ کر میں نے اندازہ لگایا کہ یہ
 ناریل کاٹنے کی گاڑی ہے۔ دو محافظ ہمارے نزدیک پہنچے اور انھوں
 نے ایک ایک تھیلہ ہمارے ہاتھ میں بھی تھادیا اور اس کے ساتھ جو
 گاڑی بھی۔
 ایک محافظ نے کہا: ”جگہ تھیں کرتا تھا انا کام ہے۔ ناریل

کے تھیلے بپ بھر جائیں تو ان کے منہ بند کر کے انھیں نیچے رکھ دیا۔ انھیں
 موٹے پر ہی دوسرے تھیلے فراہم کر دیئے جائیں گے۔ میں تین تھیلے تم
 دونوں کو شام تک بھرے میں دو تین دن خاموشی سے گزرا ہوا دی اور
 اسکا کرچہ ڈکھانے لگا۔ یہ انتہائی زبردستی بخش گئے انھوں
 نے ہمارے لیے کسی جگہ کا انتخاب نہیں کیا تھا۔ گویا وہ دوسرے جڑے میں
 گھونٹے پھر نے کی آزادی تھی اور یہ آزادی بے مقصد نہیں ہوگی۔ پھر
 ہم اس احاطے سے باہر نکل گئے۔ قیدیوں نے اب بھی ہم سے کوئی گفتگو
 کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ احاطے کے باہر ہمارے ساتھ چھوٹے
 تھے۔ ناریل کے اور دوسری چیزوں کے درخت یہاں بکثرت نظر آتے
 تھے اور احاطے کے آگے کو شاید خاص طور سے صاف کر کے نکالی گیا
 گیا تھا۔ اور وہ دونوں کی بہتات تو پورے جڑے پر تھی اور ان میں
 کوئی ترتیب نہیں تھی۔ میں یوں لگا تھا جیسے وہ خود ہو۔ میں وہاں
 سے آگے بڑھ گئے۔ درختوں میں تھا کہ ہم احاطے کے پاس ہی اپنے کام
 میں مصروف ہو جاتے کہ انکم اس طرح جڑے دیکھنے کا موقع ملے کہ
 ناریل کے درختوں کی تلاش کی چنداں ضرورت نہیں
 تھی۔ احاطے سے چھوڑے فاصلے پر ہی ان کی بہتات تھی لیکن
 اس جڑے سے کو دیکھنے کے شوق میں ہم کافی دور نکل گئے
 جڑے نہ زیادہ طویل و درمیان میں تھا۔ احاطے سے تقریباً دو
 فرلانگ کے فاصلے پر کچھ اور یہیں نظر آئی لیکن یہ زیریں
 تھیں اور کچھ قیدی یہاں کام کر رہے تھے۔
 ”کچھ خاص باتیں محسوس کی ہیں تم نے چرچہ؟“
 ”مثلاً؟“
 ”ان قیدیوں کا رویہ؟“
 ”مجھے کوئی خاص بات نظر نہیں آتی۔“
 ”ان میں سے کسی نے ہم سے متعارف ہونے کی کوشش
 نہیں کی ہے حالانکہ اس محاذ کی چٹائی پر وہ بہت زیادہ خوشی
 کا اظہار کر رہے تھے۔“
 ”ہاں یہ بات تو ہے۔“
 ”اس کی وجہ؟“
 ”خدا جانے۔ میں کوئی اندازہ نہیں لگا سکا۔“
 ”آہستہ آہستہ سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔“
 ”عجیب سا معاملہ نہیں ہے؟“
 ”کیسے غماز ہے؟“
 ”یہاں خط و کتابت کرنا قیدی رکھے گئے ہیں لیکن ان کی
 کوئی خاص نگرانی نہیں کی جاتی۔“
 ”اس کی کوئی وجہ ضرور ہوگی۔“
 ”صرف ایک۔“ ”میں نے کہا۔“
 ”کیا؟“

”میں سے نکل جانا ناممکن سمجھا جاتا ہو گا۔“
 ”یقیناً ایسی ہی بات ہے۔ لیکن یہ اطمینان عجیب نہیں
 ہے۔ زندگی سے آگے ہونے لوگ جان کی بازی لگا کر یہاں
 سے نکلنے کی کوشش ضرور کرتے ہوں گے۔ جیسے ہم۔ کیا تم اسے
 وہیں میں جاگ جانے کا خیال نہیں ہے؟“
 ”کیوں نہیں؟“
 ”اس طرح خودی بہت مخالفت تو ضرور ہے۔ یہ قیدی
 ایک دوسرے سے رو جھگڑ بھی کتے ہیں۔ ایک دوسرے سے دشمنی
 ہو جانے پر خون خرابا بھی کرکتے ہیں۔ اسے روکنے کا کوئی انتظام
 دکھا ہر نظر نہیں آتا۔“
 ”چلو کام کریں۔ ابتدا غلط نہیں ہوتی چاہیے۔“ ”میں
 بہتے گا۔“
 ”چرچہ گزراں ہلانے لگا پھر بولا: ”تمہیں درخت پر چڑھنا
 آتا ہے؟“
 ”ہاں۔ میں بڑھ سکتا ہوں۔“
 ”چڑھ کر تو میں بھی سکتا ہوں لیکن مجھے زیادہ مشق نہیں ہے۔
 تم اور چڑھ جاؤ۔ میں نیچے رہ کر ناریل جمع کروں گا۔“ ”چرچہ بولا:
 میں جو ستے اتار کر درخت پر چڑھنے لگا۔ انوکھا تجربہ
 تھا۔ تاہم اس کوشش میں کوئی وقت نہیں ہوئی۔ درخت ناریل
 سے لڑے ہوئے تھے۔ ہم دونوں خاموشی سے کام کرتے
 رہے اور دونوں تھیلے بھر گئے۔ اس دوران میں سے دو محافظوں
 کو اس طرف آتے دیکھا تھا۔ وہ نیچے چرچے کے پاس لے کے اس
 سے باتیں کرتے رہے اور پھر کچھ بڑھ گئے۔
 جب وہ دور نکل گئے تو میں نے چرچے سے پوچھا: ”کیا کہ
 رہے تھے وہ؟“
 ”ناریل سے تھیلے بھر جائیں تو میں انھیں کچھ لا کر کیسے
 تک پہنچا تا ہو گا۔“ ”چرچہ نے جواب دیا۔“
 ”اور وہاں سے دوسرے تھیلے حاصل کرنے ہوں گے؟“
 ”ہاں۔“
 ”اب اس کی وجہ کچھ میں آگئی کہ قیدی زیادہ دور کر کام
 کیوں نہیں کرتے۔ ان اطراف میں دوسرے لوگ نہیں ہیں۔“
 ”ظاہر ہے وہاں لا کر اتنا حاصل کرنا آسان
 کام نہیں۔“
 ”کام جاری رہا۔ دونوں تھیلے بھر گئے تو میں نیچے اتر آیا۔
 پھر ہم دونوں گھر وں کا کام کرنے لگے۔ کافی دور تک تو تھیلے
 گھسیٹ کر لے گئے اور جب کبھی قریب آ گیا تو ہم نے انھیں
 کچھ ملا دیا۔ بہت سے قیدی اسے ہی کام کرتے ہوئے تھے۔
 وہ ہم لوگوں کو دیکھ کر ہنسنے لگتے تھے۔ غالباً ہماری اس مخالفت

پر نہیں رہے تھے کہ ہم اتنی دیر کیوں نکل گئے۔
 احاطے میں ناریل کے تھیلوں کے انبار لگے ہوئے تھے۔
 اور قیدی محافظان پر رنگ باندھ رہے تھے۔ ہمارے تھیلے
 وصول کر کے میں نے تھیلے سے دیئے لیکن اس بار میں
 ہم نے قریب کی جگہ منتخب نہیں کی تھی بلکہ ایک نئی سمت
 محل آئے تھے جو ساحل سے قریب تھی کوئی دوک ٹوک نہیں
 ہوتی تھی۔ چھوڑے ہی فاصلے پر روشنی جواں بیٹھا آڑی تھیں
 اور جھاگ اڑاتی ہوئیں ساحل کی قریبی چٹانوں سے ٹکرا رہی
 تھیں۔ ہم نے خاموشی سے دوبارہ اپنا کام شروع کر دیا۔ اس
 دوران ہم نے کئی ناریل توڑ کر کھالیئے تھے۔ خوراک وغیرہ کا کوئی
 ذکر درمیان میں نہیں آیا تھا۔ غالباً وہ لوگ بھی جانتے تھے کہ
 کام کے دوران قیدی خود ہی اپنا پیٹ بھر لیں گے۔ مری ہلاک
 زندگی تھی یہاں کی۔ اگر دل میں یہاں سے نکل جانے کی آگہ نہ
 ہو تو ایک سے جتنا مشکل تھا۔
 ”چرچہ نے درخت پر چڑھنے کی کوشش کی لیکن اس میں
 ناکام رہا۔ اس نے کہا: ”ایک بات سمجھ میں نہیں آتی۔“
 ”کیا؟“
 ”اگر تم بھی درخت پر چڑھنا چاہتے تو کیا ہوتا ہے؟“
 ”غالباً ہماری جوڑی تبدیل کر دی جاتی ہے۔ میں نے جواب دیا۔
 ”ان لوگوں نے ہم سے پوچھنے کی کوشش بھی نہیں
 کی تھی۔“
 ”اتنے مذہب نہیں ہیں وہ۔“
 ”آخری تھیلے بھر کر ہم واپس پہنچے تو شام ہو رہی تھی۔ جو
 قیدی اپنا کام ختم نہیں کر پائے تھے وہ ابھی واپس نہیں پہنچے
 تھے۔ جو کام ختم کر چکے تھے وہ احاطے میں انتظار رہے تھے۔
 فضا خاموش تھی۔ ہم دونوں بھی انہی پرک کے پاس جا بیٹھے۔
 دفعتاً ایک قیدی اپنی جگہ سے اٹھ کر ہماری طرف بڑھا اور ہم
 اسے دیکھنے لگے۔
 ”میرا نام بیگم ہے۔“ ”ان کا کیا؟“ ”چرچہ کا باقاعدہ ہوا۔“
 ”اس نے قریب آکر کہا۔“
 ”بیگم۔ یہ چرچہ ہے اور میں خان ہوں۔“ ”میں نے کہا۔“
 ”اور وہ بیٹھ گیا۔“
 ”تم ماں تھو کی پائی کر کے ہم سب کی نگاہوں میں ایک
 خاص مقام حاصل کر گئے ہو۔“
 ”لیکن کسی نے ہم سے تعارف حاصل کرنے کی کوشش
 نہیں کی۔“
 ”میں لوگ مذہب دنیا کی رسموں سے نفرت کرتے ہیں۔“
 ”آہستہ آہستہ سب نے تکلف چھو جائیں گے تو تم سے لیکن خصوصی

طور پر کوئی تو اسے پاس نہیں آئے گا میں یوں ہی چلتے پھرتے۔

”اوہ یہ بات ہے!“

”ہاں۔ کہاں سے آئے ہو؟“

”آئی دوش سے؟“

”کوئی راج سے؟“

”کیا آئی دوش کی کئی برائی ہیں؟ پہلے ہم اس کی ایک

برائچ میں تھے۔ اس کے بعد میرا کوڑا بڑبڑاتا دے گئے پھر

وہاں سے یہاں۔“

”تو یوں کوئی نہ کوڑا رٹے آئے ہو؟“

”ہاں۔“

”یہ توقف معلوم ہوتے ہو فرار ہونے کے لیے اس سے

عدو جگہ کوئی نہیں ہے۔ تم نے فائدہ کون نہیں اٹھایا؟“

”نا کام رہے۔“

”غلی کی بہتر منصوبہ بندی نہیں کی ہوگی۔ اب غلام جگر آ

گئے ہو۔ دیکھو غلام سے ملنا نا ممکن ہے۔“

”مگر وہ اس جزیرے کا نام ہے؟“

”ہاں۔ یہ اس کا آٹھواں سیکشن ہے۔ یہ بھی آئی دوش کی

برائچ ہے۔ دوسرے سات سیکشن بھی ایسے ہی جزیروں پر چھ گئے

تھے۔ سیکشن پانچ سے یہاں بھیجا گیا تھا۔“

”کیا تو میرا کوڑا میں نہیں رہے سڑ گیا؟“

”ہاں تھا۔ وہاں جھگڑا ہو گیا۔ پانچ میں پیچھ وایا گیا۔ وہاں

بھی جھگڑا ہو گیا تو آٹھ میں آگیا یہاں کہتا ہے کہ آٹھ بھی آٹھ نہیں چوٹے

ہیں پھر آٹھوں۔“

”تم نے وہاں سے چلنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟“

”اس وقت مجھ پر نہیں تھا۔“

”اور یہاں سے؟“

”یہاں سے؟ یہ کیا ہے؟ یہاں سے یہاں سے یہاں سے یہاں سے۔“

”تو کوئی کوشش نہیں کی؟“

”کہتے رہتے ہیں۔ کامیاب کوئی نہیں ہوتا۔“

”وجہ؟“

”کوشش کر لینا۔ سمجھ میں آجائے گی۔ اس نے بدستور

پہنچے ہوئے کہا۔ اس قاتل کی شخصیت میں کوئی خوبی نہیں تھی۔

سوائے اس کے کہ میں اس سے یہاں کے بارے میں معلومات

حاصل ہو گئیں۔ ساتھ ساتھ جانتے ہوئے چاروں اور منتخب آلو

دیسے گئے۔ جن میں ہم نے رفیق سے کھایا اور پھر ہر یک میں

بند ہو گئے۔ رات کو تمام قیدیوں کو بند کر دیا جاتا تھا۔

ایک ہفتے کے اندر ہم پورا جزیرہ دیکھ چکے تھے۔ گو اس

کے لیے ہمیں دور دور سے ناپل لاسٹے پڑتے تھے۔ لیکن ہر حال

یہ کوشش نا کام رہی۔ گزرتی تھی۔ جزیرہ دیکھنے کے بعد ہم سے

انڈازہ ہو گیا تھا کہ لوگ یہاں سے فرار نہ کریں۔ نا ممکن سمجھتے ہیں۔

کام کے سلسلے میں یہاں ہانا مدد تھی۔ اپنا کام جتنی دیر میں چاہو

ختم کرو اس کے بعد چھٹی ہوتی تھی۔ چنانچہ عموماً ہم دونوں اپنا

کام ختم کر کے گھنٹوں بیٹھے۔ سمندر کا نظارہ کرتے رہتے تھے۔

اس طرح ہم لوگوں کے ایک ایک مل اور آمار بڑھاؤ کا اندازہ

ہو رہا تھا۔ بہت سے اندازے لگاتے تھے ہم نے۔ ایک

شمسی جگہ مجھے خاص طور سے پسند آئی تھی۔ یہاں سمندری

موتیں طوفانی جوش سے آتیں تھیں انھیں پھینکے کے لیے جگہ

نہ ملتی تو وہ اسی وقت سے واپس پٹ جاتی تھیں۔

میں نے جرجر سے کہا: ”مگر وہاں یہ جگہ ہمارے لیے

کار آمد نہ ہوتی ہے۔“

”خدا کی پناہ کیا خود کشی کے لیے؟“

”نہیں۔ فرار ہونے کے لیے۔“

”وہ کیسے؟“

”اگر تاروں کے پھیلے بٹنوں واکریم ان لہروں میں کود

پڑیں تو یہ ہیں آئی کی آن میں جہاز سے سیلوں دور پہنچا

سکتی ہیں۔“

”اس کے نتائج غمناک بھی نکل سکتے ہیں۔“

”ایک بار تجربہ ضرور کروں گا۔“

”وہ کیسے؟“

”تاہم وہاں گا۔ میں نے کہا۔“

”مگر خوفزدہ نہ رہو۔ اس سے پھرسے ہوئے سمندر کو دیکھا

رہا پھر اس نے کہا: ”میرا خیال اس سے ختم ہے۔“

”کیا؟“

”فرار کے لیے دوسری جگہوں سے بھی کوشش کی جا سکتی

ہے۔ لیکن یہ جگہ اب سے خطرناک ہے۔“

”اسی لیے کارآمد بھی ہے۔ لیکن حکمت کردہ تجربہ کے

بغیر کوئی اندھا قدم نہیں اٹھایا جائے گا۔ میں نے سکون سے

جواب دیا۔“

اس کے بعد میں اس تجربے کی تیاریوں میں مصروف ہو گیا۔

یہ تیاریاں کوئی خاص نہیں تھیں۔ میں جالا کے تاری کے چار

تھیلے تیار کرنے پر توجہ دے گا۔ یہ کام مشکل ثابت ہوا۔ ہم دو بھر کے

تھیلوں میں چار مزید تھیلے چھپا لائے تھے۔ پھر میں نے اسے

تھیلوں میں ناپل بھرے اور ایک تھیلہ سمندر میں پھینک دیا۔

دیکھا جاتا تھا کہ تھیلہ لہروں کے ساتھ واپس تو نہیں آ جاتا۔

میں اور جرجر دو سانس دوسرے تھیلے کو دیکھتے رہے۔ بارہ فٹ

اونچے سمندر میں ناپل چلی گئی۔ تھیلوں پر بار بار ملتا تھا جسے اسے

اس نے جرجر کو دکھا دیا۔ اپنا کمر دھڑاٹھ ہوتی اور ایک

بہت بڑی موج پھر مائل سے آنکھائی۔ تھیلہ ایک دھمکے

سے چٹانوں سے ٹکرایا اور ناپل پانی میں پھینکے۔

”خدا کی پناہ! دیکھ کیا نتیجہ؟“ جرجر نے کہا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ مجھے لگائی کے اس احساں

کے خوف ہوئی تھی۔ لیکن میں نے بہت نہ باری۔ نہ چلنے

یوں مجھے یقین ہو گیا تھا کہ کوئی نہ کوئی مل نکال ہی لوں گا۔

چنانچہ اس کے بعد میرا روزگار شعلہ ہی ہو گیا۔ میں برق

رمارہی سے اپنا کام ختم کر کے یہاں آ جھٹکتا تھا اور لہروں کا

پرکھیں دیکھتا رہتا تھا اور بالک بٹنی سے اس کا جائزہ لیتا تھا۔

ایک دن لہروں کے اعداد و شمار میں میں نے ایک خاص بات

دریافت کر لی۔ میں نے محسوس کیا کہ تین لہروں کے بعد چوتھی

رہا سائل کی طرف واپس آتی ہے۔ باقی تین لہروں آسانی سے واپس

چلی جاتی ہیں۔ میں نے جرجر سے اس بات کا تذکرہ نہیں کیا اور

دوسرے دن تھیلے میں دوبارہ ناپل بھر کر اس تجربے کے لیے

تیار ہو گیا۔

”یوں آج کوئی خاص بات ہے؟“ جرجر نے

سوال کیا۔

”ہاں۔ آج ایک نیا تجربہ کر رہا ہوں۔ اگر میرا اندازہ

غلط نہیں ہے تو آج مجھے اس میں کامیابی حاصل ہو جائے گی۔“

جرجر نے میری بات سے اتفاق نہیں کیا لیکن جب میں

نے اسے لہروں کے اعداد و شمار بتائے اور نے بغور ان....

کا تجربہ کیا تو وہ بھی حیران رہ گیا۔

”اوہ میرے خدا! تمہارا خیال درست ہے۔ وہ منفی چیز

بھی ہے۔ بولا۔“

پھر اس دن جب میں لہروں کے پتے تھیلے لہروں میں

پھینک کر تجربہ کیا۔ چوتھی لہر کے گزرنے کے بعد پہلی لہر میں

تھیلہ چھپا کا وہ رہتا چلا گیا اور آئی کی آن میں ٹکرا ہوا۔ اسے غائب

ہو گیا۔ اس تجربے کی کامیابی سے میں بہت خوش تھا لیکن جرجر

کے چہرے پر پریشانی اور تشویش کے آثار تھے۔ وہ فرار کے

اس طریقے سے مطمئن نہیں تھا۔ دوسری شام میں نے خاص

طور سے پریگ سے ملاقات کی۔

”تمیں لوگ منگی سمجھتے ہیں؟“ بے گناہنے کہا۔

”کیوں؟“

”اس لیے کہ تم ناپل لینے ہمیشہ دور دور کے علاقوں

میں جاتے ہو اور وہاں سے ناپل لاؤ کر لاتے ہو۔“

”تمہارا کیا خیال ہے اس بارے میں؟“

”میں اہلیت جانتا ہوں۔“

”کیا؟“

”یہی کہ تم فرار کی راہیں تلاش کر رہے ہو۔“ بیگانہ

سکڑا کر کہا۔ میں بھی مسکراتے لگا تھا۔

”کی کوئی جگہ؟“ اس نے پوچھا۔

”نہیں۔ تمہارا ہی خیال درست ہے۔ میں نے ہونٹ

سکڑتے ہوئے کہا۔

”تمیں خود ہی سوچ کر لینا چاہیے تھا۔ کون ہے جہاں

سے بھاگ جاتا نہیں چاہتا؟ لیکن اگر ایک بھی شخص آج تک

اس میں کامیاب ہوا ہو تو بات تمہارے وہ لوگ احق تو

نہیں ہیں۔“

”ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ دیکھ ایک بات

سمجھ میں نہیں آتی۔“

”کیا؟“

”تاریوں کے پتے یہاں سے کس طرح جاتے ہیں؟“

”ڈیک پر دوڑ کر کشتیاں موجود ہیں جو انھیں سیکشن چار

تک پہنچاتی ہیں۔ ایک شعلہ صبح اور دوسری شام کو جاتی ہے۔

سیکشن چار سے پتے پڑے جہازوں میں لا دیتے جاتے ہیں۔“

”یہ سیکشن چار کہاں ہے؟“

”یہاں سے تقریباً پچیس میل کے فاصلے پر۔“

”قیدیوں نے شش کر طور پر ان شعلوں پر قبضہ کر کے فرار

ہونے کی کوشش کیوں نہیں کی؟“

”اس لیے کہ دن اور رات کے کسی حصے میں کوئی اس طرف

نکل جائے تو اس سے کوئی سوال کیے بغیر اسے جھون دیا۔“

جانتا ہے۔“

”لیکن تم لوگوں کو اس کی اطلاع تو نہیں دی جاتی۔“

”شک نہیں۔“

”اطلاع راستے میں دے دی جاتی ہے بشرطیکہ کوئی اس

طرف جانے کی کوشش کرے۔ راستے میں دھچکائی پڑتی ہے۔“

”اوہ یہ معاملہ ہے۔“

”میرے آنے سے پہلے ایک بار یہ کوشش کی جا چکی ہے

قیدیوں نے یہاں موجود جانوروں کا اسلحہ چھپے میں کر کے انھیں

ساتھ لے کر وہاں جانے کی کوشش کی تھی۔ میں قیدی مارے گئے

لیکن کامیابی نہیں ہوئی تھی۔“

”ہولہ عام حالات میں یہاں قیدیوں کے ساتھ کوئی

بدسلوکی نہیں کی جاتی؟“

”صرف عام حالات میں۔ اور اتفاق ہے کہ تمہاری موجودگی

میں ابھی تک خاص حالات نہیں پیش آئے۔“

لے کر واپس چلے تو درخت کے تنے کے دو استے بڑے
چھوٹے چھوٹے تھے کہ ان کے درمیان غلاباڑ کے کشتی بنا
سکیں۔ آج کا کام واقعی بڑی محنت اور ترقی دہی کے کیا
تھا۔ ہمارے ہم ٹھکانے سے چور ہو گئے تھے۔ بہر طور آخری ٹھکانے
پہنچانے کے بعد ہم آرام کرنے بیٹھ گئے۔ کوئی خاص بات
نہیں ہوئی۔ معمولات ہمیشہ کی مانند تھے۔ رات کو بیٹھے تو فوراً
نیندا آئی جو کہ جسم ضرورت سے زیادہ ٹھک چکے تھے۔ ایک
پڑ سکون بندہ سوتے کے بعد صبح کو طبیعت بٹاش تھی۔ خاص
طور سے اس تصور کے ساتھ کہ اب ہم نے فرار کے عمل
کا آغاز کر دیا ہے۔

دوسرا دن بھی حسب معمول ایسا ہی رہا۔ ہم نے اسی
چھری اور محنت سے کام کیا اور درخت کے تنے پر کامیاب
جھلاتے رہے۔ شام ہوتے ہوئے ہم درخت کے ایک
تنے کو اپنی سرنگی کے مطابق ہموار کر چکے تھے۔ اب ہمارے
پاس باقاعدہ آواز اور موجود نہیں تھے کہ اسے بالکل سناٹ اور
صاف شفاف کیا جاسکتا، چنانچہ جس حد تک کسی مہن پر کام
لے اس عمل کو گوارا کر کے اس میں لپٹ کر دیکھ لیا۔ بیٹھے کے
بعد درخت کا تناقیر آہستہ آہستہ اچھا اچھا ہوتا جاتا تھا۔ چار اچ
کے ٹھکانے پر ہم نے دونوں سمت سوراخ کیے۔ ایک اوپر لڑی
کو ہموار کاٹ کر ان سوراخوں میں پھنسا دیا۔ اب ان ٹھکانوں
کے نیچے اگر ہم لپٹ جاتے تو سمندر میں گرے سے محفوظ
رہ سکتے تھے اور یہ کڑیاں ہمارے بدن پر بندش کا کام
دیتیں۔ درجہ ذیل ایک اور تجربہ پیش کی۔ اس نے کہا کہ درخت
کے سر ہانے کے نیچے کوٹھڑا سا اندر کی جانب کھوکھلا کر لیا
جائے اور اس میں ضرورت کی یعنی کھانے پینے کی چیزیں محفوظ
کرنے کی جگہ بنالی جائے۔ میں نے اس تجویز کو پسند کیا۔
چنانچہ ہم ایک دن میں ایک کشتی تیار کرنے میں کامیاب ہو
گئے اور پھر کشتی کو اسی طرح جھاڑوں میں پھیلانے کے بعد ہم
دوسری رات گزارنے کے بعد آہستہ آہستہ ٹھکانوں میں واپس پہنچ
گئے۔ کسی کو اس مسئلے میں ہم نے کوئی ٹھیک نہیں لگنے دئی
تھی۔ سولہ ہی بدلیاں ہوتا تھا۔ جو کچھ کرنا تھا خود ہی کرنا تھا۔
دوسروں کے کاٹنے تک پہنچانے کا مطلب یہ تھا کہ اپنا راز
فاش کر دیا جائے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہم نے اسی دن سے
ایک اور کام شروع کر دیا۔ یعنی اپنی خوراک میں سے ایسی
چیزوں کی بیکت جو زیادہ دیر تک محفوظ رہ سکتی تھیں۔ تصور تھا
کہ ہم کچھ دنوں میں اتنی کھانے پینے کی چیزیں بچا لیا جاسکتے
تھے کہ ہمارے سفر میں کام آئیں۔ باقی اس مسئلے میں اور کچھ
نہیں کہا جاسکتا تھا کیونکہ آگے تقدیر کا کھیل شروع ہوتا تھا۔

ہمارے اس پروگرام میں کوئی چیز ختم انداز ہو گئی
اس بارے میں کوئی اندازہ نہیں لگا جاسکتا تھا۔ بہر طور
کام تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک جاری رہا۔ کشتیاں تو ہم آواز
دونوں میں ہی تیار کر چکے تھے اور ان میں اپنی ضرورت کا
سامان حسب توقع مینا کر چکے تھے۔ ناریل کے جڑوں سے
ایسی ریشمی لٹی تھی جو کہ ضرورت پر ہمارے کام آئے
یہ ریشمی ٹھکانوں کے اس غلاباڑ محفوظ کر دی گئی تھی جو کھانا
پینے کی چیزیں رکھنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ ڈیڑھ گھنٹے
کی محنت کا دھوکے کے بعد بالآخر ہم اس بات کے لیے تیار
کئے کہ اب اپنے فرار کے عمل کا آغاز کر دیں۔

رات کے وقت تو بلاک سے نکلنے کا سوال ہی پیدا
نہیں ہوتا تھا، البتہ اس کے لیے ہم نے غدی کے ایک
منصوبہ ترتیب دے لیا تھا۔ عموماً ہوتا تھا کہ ناریل کے
آخری ٹھکانے لانے والے بعض اوقات کافی لپٹ ہوجاتے
تھے اور جھپٹے تک واپس ملاک میں پہنچا کر سکتے تھے۔ اس
بات پر کسی توفیق کا اظہار نہیں کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اسی دن
ہم نے اپنے دونوں ٹھکانے شام کو ساڑھے چار بجے تک
ملاک میں پہنچائے اور آخری دو ٹھکانے لے کر وہاں سے نکل
آئے۔ کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہوا تھا۔ ہم آرام سے چلتے
ہوئے اپنی جگہ پہنچ گئے۔ اس کے بعد ضروری چیزیں
کوہ ان ٹھکانوں کو بھی ناریلوں سے بچھرتے۔ اطراف میں
کوئی موجود نہیں تھا۔ ہماری منتظر کردہ جگہ دی تھی۔ آدھے
گھنٹے تک ہم وہاں کھڑے اس کا جائزہ لیتے رہے اور پھر
ہم نے آہستہ آہستہ اپنا کام شروع کر دیا۔

رہتی تھے وہاں تک لانا آسان بات نہیں تھی لیکن
ہم دونوں کسی نہ کسی طرح ان تھک کو گھسیٹتے ہوئے اسی
جگہ لے آئے جہاں سے ہم انھیں سمندر میں گرا سکتے تھے۔
کھانے پینے کا سامان ہم نہایت خوشیاری سے ان ٹھکانوں
میں رکھ کر لے آئے تھے جنھیں ہم آخری بار لے کر آئے
تھے۔ ان ٹھکانوں کو بھی اسے ساتھ رکھ لیا تھا کہ مناسب
سمجھا تھا اور انھیں تنے میں محفوظ کر لیا تھا۔

دوسرے دن کو وہاں تک لائے لاتے شام کی
سیاحی پھیل گئی تھی۔ یہ دونوں تنے ہم نے پٹاٹوں پر اسی
جگہ رکھ لیے تھے جہاں ان میں بیٹھنے کے بعد ہم اپنے بدن کی
فرمایا جنہیں سے انھیں نیچے گرا سکتے تھے۔ کھانے پینے کا
سامان بھی محفوظ کر لیا گیا اور اس کے بعد ہم ایک دوسرے
کو خدا حافظ کہہ کر درختوں کے تنوں میں لپٹ گئے۔
ہم نے لکڑیاں اپنے جسموں کے اوپر لٹ کر لیں۔

ہم جن میں معمول کے مطابق تھیں۔ اب صرف تنوں کو احتیاط
ساتھ نیچے گرا دیا تھا۔ میں نے اسے اس سے میں درجہ ذیل
کام کرنا تھا اور منصوبے کے مطابق میں تھوڑی دیر تک
دونوں کا جائزہ لینے کے بعد اپنے جسموں کے وزن سے
اپنی تنوں کو نیچے گرا دینا تھا۔ باقی سارے کھیل تقدیر کے تھے۔
صبح انداز میں گرے میں رہائیں، ہمیں ان ذریعہ تنوں کو
لے کر اسے لے کر جاسکتی ہیں، یہ سب بعد کی باتیں
تھیں۔ اگر تھیں اس انداز میں گرے کہ ان کے کھلے ہوئے
رہنے نیچے چالوں کی سمت ہو گئے تو چاہیں ہیں یا نہیں
اور اس کے بعد سارا کھیل میں کنارے پر ہی ختم ہو جاتا۔ اگر
پھر اور کب اور ہمیں انداز میں نیچے پہنچ جائیں تو پھر
اس بات کے امکانات تھے کہ جاری یہ کشتیاں ہیں لے
کر درخت سے چل جائیں گی۔ ہم لہروں کا تجربہ کرتے رہے۔ ایک
دو تین، چلے۔ یہ چوٹی نہ خطرناک نہ رکھی اور یہ پیش طور
پر واز آتی تھی جب یہ واپس آکر گڑ گئی اور پہلی لہر آئی تو
ہم نے خدا کا نام لے کر اپنے جسموں کو نیچے کی جانب
گرا دیا اور تھوڑے خرابی جگہ رکھ ہوئے تھے جہاں ذرا سی
جنش سے نیچے جاسکیں ایک ہولناک آواز کے ساتھ نیچے
گرا گئے۔ میں نے انھیں بند کر دی تھیں۔

اس وقت درجہ ذیل کا تصور کرنا بھی حماقت کی بات تھی۔
ہم نے ذہن میں صرف خدا کا تصور تھا۔ کشتی نیچے پانی میں
گرائی اور میرے بدن کو خاصی زور وار چوٹ لگی۔ لیکن یہ
سب کچھ برداشت کرنا تھا۔ ایک لمحے کے لیے دماغ
میں محفوظ ہو گیا تھا۔ کشتی لہروں کی گود میں بری طرح جکرا
رہی تھی اور دماغ غلام کر رہ گیا تھا۔ انھیں چند ہونٹوں میں
کچھ بھیج میں نہیں آرام تھا کہ کسا ہو رہا ہے۔

دھانے کب تک یہ تجاری اور فندی کا کھیل جاری
رہا۔ اس کے بعد کسی حد تک سکون محسوس ہوا تھا۔ کشتی کا
لٹ سیدھا چلتا تھا گو میرے اطراف میں چاروں طرف
پانی جھرا ہوا تھا کشتی کے غلاباڑ جہاں جگہ خالی تھی وہ
پانی نے چکر دی تھی اور اس پانی کو کھانا کسی طرح ممکن نہیں
تھا۔ درجہ ذیل کے بارے میں بھی کوئی اندازہ نہیں تھا کہ وہ
کاش ہے کہ کاش کیا جاوے یہی میری طرح زندہ بچ گیا ہے
اور میں سمندری چٹانوں سے ٹکلی جی بی؟

آسان پر جانا یہ طور ہو چکا تھا۔ سمندر کی سطح چمک
رہی تھی چوٹی پر بھی کشتی کو جھپکولے دے رہی تھیں،
اور کشتی موجود کے دوش پر پڑ سکون انداز میں رواں دواں
گئی کوئی خاص جھجکے بھی محسوس نہیں ہو رہے تھے میں نے

گردن اٹھا کر دیکھنے کی کوشش کی لیکن اس میں کامیاب نہ ہو
سکا، چونکہ اورنگی ہوئی مضبوط لکڑیاں میرے بدن کے گرد
تھیں۔ تھوڑی دیر تک میں اسی طرح بیٹھا رہا۔ مجھے خوف تھا
کہ کہیں انھیں کی کوشش کشتی کو گمراہ کر دے۔ اسی لیے بہتر تھا
کہ جس طرح چاہوں، پتار ہوں۔ کسی جھجکے میں سے پڑنے سے
کچھ حاصل نہ تھا۔ یہ چھوٹی چھوٹی کشتیاں جنھیں ڈھلان کتنا
زیادہ مناسب ہو گا، طویل ترین سمندری سفر کے لیے نہایت
مصلحہ چیز ہیں تھیں اور شاید دنیا کی تاریخ میں کسی
خطرات کی طرح ہی ہم جوئے ہی اس مشکل چیز کا زنا نہا تھا۔
کی کوشش نہ کی ہو۔

لیکن جس طرح ہماری معاون ثابت ہوئی تھیں اس
کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا تھا۔ ابتدائی ہولناک لحاظ سے
گزرے کے بعد جب سکون کے لحاظ سے تھوڑے تھوڑے
سے سبکی کوشش میں نے اپنے زانواں دار درجہ ذیل کو دیکھنے کے
لیے کیا اور یہ دیکھ کر میری سرسرت کی انتہا خرابی کا چرچہ
ڈونچ میری ڈونچ سے زیادہ دور نہیں تھی اور وہ بھی میری
مانند پرسکون تھا۔ میں نے جھجکے جھجکے کر جھجکواؤں
دینے کی کوشش کی لیکن لہروں کے شور میں یہ ممکن تھا
کہ درجہ ذیل آواز سن لے۔ چنانچہ تھوڑی دیر میں چھانسنے
کے بعد میں خاموش ہو گیا۔ لیکن سب سے بری طرح درجہ ذیل یہ
کوشش کر کے خاموش ہو چکا ہو۔

رات بھر یہ سفر خوش اسلوبی سے جاری رہا۔ صبح چھ
بجے سورج اترق ہو رہا تھا۔ ہمارے سارے مائل ٹوڈ دیکھ سکتے
تھے لیکن میں یقین تھا کہ ہم اس خونی جزیرے سے بہت
دور نکل آئے ہیں۔ اس ابتدائی کامیابی کے احساس نے
روان رواں خوش کر دیا تھا۔

رات بھر ایک ہی انداز میں بیٹھ لیٹے کر تھکے ہو کر وہ
گنتی تھی۔ اس لیے سوچا کہ کوئی دھانچہ کچھ جھاڑوں میں بچھل
بھی لگ کر دے تھی۔ لہروں کی لٹ بیٹھنے کے بعد کے کام
کرنے کی رفتار کم کر دی تھی۔ اس لیے جو کچھ بیٹھ میں تھا
بھرم ہو چکا تھا۔ میں نے بدن سنبھال کر قریب کی دھار لٹ
بیٹھا اور اٹھ کر دیکھ گیا۔ اس میں کوئی وقت نہیں ہوئی۔ دو
میں بار بار دیکھ کر درجہ ذیل کو آواز دی۔ میں اسے شہدہ دینا
چاہتا تھا کہ وہ میری میری طرح اٹھ کر بچھ جائے۔ لیکن اس
نہایت بھی میری آواز نہیں سنی تھی۔ ٹھیک ہے اسے خود ہی
حق لگے گی تو کچھ کرے گا۔

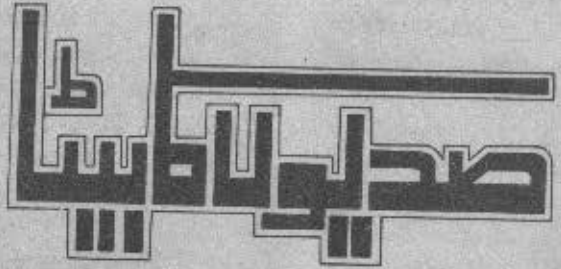
میں نے خوراک کے بیکٹ سے بہت تھوڑی سی
خوراک نکالی اور بیکٹ پوری احتیاط سے اس کی جگہ رکھ دیا۔

میں گرم ہو گئی اور میرا اس رجحان کی مانند چلنے لگا۔
 کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ میری آنکھیں پر شانی
 کے انداز میں چاروں طرف دیکھنے لگیں اور فقط مجھے چرچر کا
 تپاں آیا۔ میں اسے فراموش کر بیٹھا تھا لیکن جب وہ مجھے
 آواز دلا دیا تو دھک سے رہ گیا۔ میں نے اسے انکھیں کھلیں
 میں چاروں طرف دیکھا لیکن چرچر کی کشتی کہیں نظر
 نہ آئی۔ میں نے بوجھل دل سے سوچا کہ شاید چرچر
 سے کاشکار ہو گیا۔ سمندر کے اس ہولناک سفر
 میں ہر محنت کی قیمت کا حامل تھا اور کسی بھی لمحے زندگی
 موت سے ٹکنا رہ سکتی تھی۔
 میرا دل ڈوبنے لگا۔ اگرچہ سمندر میں ڈوب گیا
 ہے تو درحقیقت یہ ایک بہت ہی اٹناک حادثہ ہو گا۔ یوں
 تو زندگی کے بارے میں میں بھی واقف سے کچھ نہیں کہہ سکتا
 تھا لیکن اگر ہم دونوں کسی طرح ساتھ ہی مر سکتے، تو
 بہتر تھا۔
 میرا دل اتنا رہا۔ کوشش کر کے میں نے گردن کشتی
 کے کنارے پر رکھ لی تھی، تاکہ چرچر کی کشتی کہیں نہ لاش
 کر ہی لوں۔ آخر ایک بڑی سی موج آئی اور میں اس کے ساتھ
 بیسیوں فٹ اوپر اچھل گیا۔ اوپر کی تو مجھے تقریباً سو گتوں کے
 قاصعے پر چرچر کی کشتی نظر آئی۔ میں نے دیکھا کہ وہ بھی آنکھوں
 پر ہاتھ رکھے اُدھر اُدھر دیکھ رہا تھا۔ میں سمندر کی لہر کے ساتھ
 ایک بار پھر ابھرا اور کوشش کر کے زور سے سیٹی ماری۔ چرچر
 نے اپنی کشتی پر میری طرف منہ کر لیا۔ اس نے ہاتھ ہلا کر اپنی
 مسرت کا اظہار کیا اور ایک جانب اشارہ کرنے لگا میں چند
 لمحے تک تو اس اشارے کو سمجھ نہیں سکا تھا لیکن جب میں
 نے محسوس کیا کہ وہ کسی سمت اشارہ کر رہا ہے تو میری نگاہیں
 بھی اس طرف اٹھ گئیں۔ ایک نظارے نے میری ساری
 محنتیں بھلا دی تھیں۔ میری دھجک کر آنکھوں میں آنکھیں تھیں۔
 بہت دور مجھے منور بالا درختوں کی ٹوپیاں نظر آ رہی تھیں اور
 ابھی تک تیز تھی اور کشتی کی رفتار بھی اتنی ہی تھی کہ مسافت سے
 کافی تیز ہو گئی تھی۔ میں نے محسوس کیا کہ کشتی ساحل کی جانب
 جا رہی ہے۔
 میں نے نگاہیں آسمان کی طرف اٹھا کر خدا کا شکر ادا
 کیا۔ مجھے امید نہیں تھی کہ میں اتنی جلدی کسی ایسی منزل پر پہنچ
 جاؤں گا جہاں زندگی کی امید ہو سکتی ہے۔ یہ کونسی جگہ ہے؟
 یہ کونسی جگہ ہے؟ میں سوچنے لگا۔ دُور جہاں سے میری
 آنکھیں میں آشوبے جا رہے تھے۔ اگر میرا اندازہ غلط نہیں
 تھا تو درختوں کا وہ علاقہ چھ سات میل سے زیادہ دور نہیں

تھا۔ وسیع و عریض سمندر ہے، رہم موجیں اور بے کراں علاقہ
 میں گھرے ہوئے انسان کو اپنا وجود دوسرے سے بھی زیادہ
 حقیر نظر آتا ہے۔
 وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا۔ میں نے گرمی سے
 اپنے بدن کو بچانے کے لیے پانی پتوں میں گھر گھر اپنے
 بدن پر ڈال لیا۔ ساحل نزدیک سے نزدیک تر آ جا رہا تھا
 لہریں تیزی سے اس کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ اب جھگی لہریں
 بھی نمایاں ہو گئی تھیں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ ساحل سے
 زیادہ سے زیادہ دو تین میل دور رہے تھے۔ کشتی کے گرد
 ڈولفن مچھلیوں نے گھبرا ڈال دیا تھا۔ سر پر بندے مثلاً لا
 رہے تھے لیکن خدا کا شکر تھا کہ کسی چیز نے ہمیں کوئی نقصان
 نہیں پہنچایا تھا۔
 چرچر مجھے براہِ نظر آتا رہا تھا۔ اب لہریں زیادہ بڑی
 ٹھک نہیں آ رہی تھیں اور اندازے کے مطابق ہم ساحل
 سے صرف آدھے میل دور تھے۔ اس سرسبز و شاداب
 جگہ کے بارے میں میں کوئی صحیح اندازہ نہیں لگا سکا تھا۔
 میرا ذہن مات کی سرور ہواؤں اور دل کی سخت گرمی سے اس
 قدر مضطرب ہو گیا تھا کہ سوچنے سمجھنے کی قہقہہ کسی قدر سلب کی
 ہو کر رہ گئی تھی۔ یہی لہی مجھوں والے پر بندے دلدل میں پڑ پڑ
 مارتے دکھائی دے رہے تھے۔ یہ جزائروں کی تعداد میں سے
 جب کوئی لہر آتی تو یہ صرف پانچ یا چھ فٹ اوپر پرواز کرتی
 درختوں کے تنوں پر پانی کے نشانات اچھڑے ہوتے تھے۔
 میری کشتی چھپ چھپ کرتی آگے بڑھتی رہی اور پھر ایک دم
 جھٹکا کھاکھا کر رک گئی۔ اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کمال پہنچ
 چکی ہے۔ پانی تھوڑا تھوڑا مایاں بھی موجود تھا۔
 اس وقت غالباً دو پہر کے ڈیڑھ یا دو بجے ہوں گے
 ہمیں اپنے تہ خانے سے روانہ ہونے چاہیے تھے۔
 زیادہ ہو چکے تھے۔ سمندر میں ہوائیں تیز نہیں۔ میرے اندازے
 کے مطابق تین چار بجے پھر پانی کی سطح بند ہونے والی تھی۔
 اگر اس سے پہلے ہم جھٹکے کے اندرونی حصوں میں پہنچ جاتے
 تو اپنے بکاؤ کا اندر دلت کر سکتے تھے۔ چرچر دھمکے دھمکے
 گزرا اپنی طرف تھا۔ اس نے میری طرف دیکھ کر زور زور سے
 ہاتھ ہلاتے۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کچھ کہنا چاہتا ہو لیکن اس
 کی آواز مجھ تک نہیں پہنچ رہی تھی۔ غالباً اس کا گانا شک ہو
 گیا تھا جس کی وجہ سے اس کی آواز نہیں نکل رہی تھی خود میری
 بھی یہ کیفیت تھی، میں ہاتھ ہلاتا تھا کہ اس بات کا اشارہ
 کرتا رہا کہ ذرا دقت گزر جائے تو ہم یہاں کے ماحول کا اندازہ
 لگائیں اور یہ سوچیں کہ ہمارا اگلا قدم کیا ہونا چاہیے لیکن دھمکنا

وہ کہانی جسے آپ کبھی فراموش نہیں کر سکتے

کتابی شکل میں تیار ہے



پانچ حصوں میں مکمل

اُس انسان کی کہانی جو صدیوں سے زندہ تھا
 اور شاید آج بھی کہیں موجود ہو

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ و مشہور سلسلہ

کتابیات پبلی کیشنز پوسٹ بکس، کراچی۔ ۲۳

میں نے رچرچ کو کشتی سے اترتے دیکھا۔

وہ جلد بازی کر رہا تھا۔ میرے ذہن میں یہ بات ابھی نورانی تھی۔ اگرچہ نامناسب نہیں ہے۔ کشتی میں انداز میں یہاں پہنچ گئی ہے اس سے یہ احساس ہوتا تھا کہ یہاں کی زمین دلدلی ہے۔ میں نے اسے خبردار کرنا چاہا لیکن وہ میرے حلق سے بھی نہ نکل سکی۔ لوہے کی ہر کوشش نامکام ہو رہی تھی۔ میری گالیاں اس کی طرف اٹھی ہوئی تھیں۔ دفعتاً وہ مجھے کچھ اشارے کرنے لگا۔ میں ان اشاروں کو سمجھ نہیں پاتا تھا۔ میں نے غصے سے ہاتھ جلا کر اس سے کہنا چاہا کہ کشتی سے زیادہ درمت جاؤ۔ پہلے اس جگہ کا اندازہ لگا لیں، اس کے بعد نیچے اتریں گے۔ لیکن وہ میری بات نہ سمجھ پایا۔ وہ کشتی کے دوسری جانب کھڑا تھا اس لیے مجھے یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ کتنی دور جا چکا ہے۔ میں نے ہاتھوں سے اپنی چوٹی کسی ڈونگی کے کنارے پکڑ کر پاؤں نیچے رکھا اور اسے دبا کر دیکھنے لگا۔ میرا یہ اندازہ درست نکلا کہ یہاں دلدلی ہے۔ دوسرے لمحے میرے دل میں خوفناک خیالات گردش کرنے لگے۔

کیا رچرچ نے اتر کر صحیح جگہ پر کھڑا ہوا ہے یا وہ بھی دلدلی..... جیسا کہ مجھے احساس ہوا کہ رچرچ کی بندی کم ہو کر جاری ہے۔ آہ۔ وہ دلدلی میں دھنس رہا تھا۔ میں نے اپنی جگہ کھڑا رہ کر کشتی میں اپنی جگہ محفوظ۔ لیکن رچرچ کو گمان نہ تھے کہ اس کی جانب وہ زمین کتنا تھا میری کیفیت اس جنگلی جانور کی تھی جس کے بچے خطرے میں مبتلا ہوں لیکن وہ ان کی کوئی مدد نہ کر سکے۔

ہماری نظروں میں ایک دوسرے پرچی ہوئی تھی۔ میں نے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کر پاتا تھا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے لیکن سبھی یقین ہو گیا تھا کہ رچرچ دلدلی میں پھنس چکا ہے۔ میں نے ایک بار پھر کوشش کی اور دونوں ہاتھوں کی مدد سے کشتی کے کنارے پکڑ کر پاؤں نیچے رکھے اور انھیں دبا کر دیکھا۔ دلدلی اتنی سخت تھی کہ میرے پاؤں فوراً ہی اس میں دھنس گئے تھے۔ میں نے سوچا کہ کسی بھی طرح رچرچ کی مدد کرنا ضروری ہے۔ اس لیے میں نے ایک ایسا عمل کیا جو خطرناک تھا لیکن اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ میں کشتی سے نکل کر دلدلی پر لپٹ گیا اور پھر چلنے لگا۔ اس کی طرف بڑھتے لگا۔ دوسو گز کا فاصلہ طے کرنا تھا۔ کوئی معمولی بات نہیں تھی۔ کیونکہ کسی بھی جگہ اگر دلدلی نرم ہو تو میں رچرچ سے پہلے اس کا شکار ہو سکتا تھا۔ تاہم میں زندگی

کی بازی لگا کر دلدلی میں لڑھکتا رہا اور عرف سوگڑ کا نام اقریباً ایک گھنٹے میں طے کر سکا۔ جب رچرچ سے میرا فاصلہ کم ہوا تو میں نے دیکھا کہ وہ کدو کی طرح کھینچے دھنس گیا۔ بد نصیب شخص منزل پر پہنچنے کے بعد زندگی بھو بیٹھا تھا۔ میں اس کے قریب پہنچنے کے لیے جان کوڑ کوشش کر رہا لگا۔ ہماری نظروں میں ایک دوسرے پرچی ہوئی تھیں۔ چنانچہ نظروں ہی نظروں میں کدو کا تھا کہ اب کوئی کوشش اسے نہیں بچا سکتی۔

یقیناً اسی لمحے ایک لڑائی اور جب یہ درختوں سے ٹکرا کر دلدلی میں تو رچرچ کا کہیں نام و نشان نہیں تھا۔ اس کا ہاتھ تک باقی سے باہر نہیں تھا۔ مجھے الوداع ہی کہہ سکتا۔ میرا دل غم و اندوہ سے ڈوبنے لگا۔ آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ دل چاہا کہ رچرچ کو رچرچ کے درختوں میں اس کی موت پر غصے میں میرا ساتھ دیتا رہا تھا، میرا ساتھ چھوڑ گیا تھا۔ آنسو بے اختیار میرے چہرے کو تر کر رہے تھے اور میں دلدلی پر لپٹا ہوا سوچ رہا تھا کہ اب میں تنہا رہ گیا ہوں۔ صبح منوں میں مجھے اس بات پر غصہ کہ زندگی کا تنہا سفر کتنا بھیاں تھا۔ ہر سو اپنے اقدار تھی تو یہ حقیقت اب بھی تھی۔ ورنہ آج تک رچرچ میرا ساتھ ہی رہا تھا۔ اس سے پہلے دلدلی میں چلا گیا تھا اور اب رچرچ۔ وہ کدو کی بات یہ تھی کہ رچرچ جلد بازی سے کام نہ لیتا تو ہر صورت حال کا صحیح اندازہ لگانے کے بعد کوئی ایسی کوشش کر سکتا کہ اس دلدلی علاقے سے باہر نکلا جاسکے۔

لہریں وقفے وقفے سے ڈوبتی ابھرتی رہیں۔ آہستہ آہستہ باقی اوپر چڑھتے لگا اور میں پانی کے بہاؤ کے ساتھ جنگ کی جانب بڑھتے لگا۔ لیکن اسی طرح پہلے میں نے دلدلی پر کھڑے ہونے کی کوشش نہیں کی تھی۔ میری کشتی کافی فاصلے پر دلدلی میں دھنس ہوئی تھی اور درختوں کے تنے اب مجھ سے صرف بیس گز زیادہ دور تھے۔ عام حالات میں انسان یہ فاصلہ چند لمحوں میں طے کر لیتا ہے لیکن میں لہروں کے ندر پر ایک ایک باج آگے بڑھ رہا تھا۔ ہر بار مجھے دوسری لہر کے آنے کا انتظار کرنا پڑتا تھا۔ تھوڑی دیر بعد کانوں کے پردے چھاڑ دیئے والا شور مچا۔ ایک بہت بڑی موج اچھلتی ہوئی میرے اوپر سے گزر گئی اور میں چند لمحات بعد ایک درخت سے لٹکا ہوا تھا۔ ہاتھوں اور پیروں کی جان اس طرح کھلی ہوئی

تھی کہ میں اپنی زخمی سے انھیں باہمی نہیں سکتا تھا۔ اگر سندر کی لہر مجھے درخت کے تنے تک پہنچا تو میں اپنی تمام تر کوشش کے باوجود اس جگہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ تقریباً ایک گھنٹے تک میں اسی طرح بے سندھ پڑا رہا حالانکہ جس انداز میں پڑا تھا، وہ بہت نہیں تھا۔ میری کہیں کوئی چیز چڑھ رہی تھی۔ یہ درخت کی ٹوٹی ہوئی شاخ تھی۔ لیکن اس وقت یہ بہت بھی نہیں ہو رہی تھی کہ یہاں سے بہت کرپانے کے لیے کوئی مناسب جگہ ہی تلاش کر لوں۔

ایک ڈیڑھ گھنٹہ اسی طرح گزر گیا۔ سورج غروب ہونے میں کچھ دیر باقی تھی۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میرے حلق سے بے اختیار کراہیں نکلتی گئی تھیں۔ میں نے سوچا کہ اب اس درخت پر کھڑے رہنا تو مناسب نہیں ہے۔ آگے بڑھوں۔ زندگی کی لاش میں قدم بڑھاؤں۔ چنانچہ میں آہستہ آہستہ اتر آیا۔

پانی چڑھتا جا رہا تھا اور اب درختوں کے تنے پانی میں جھپک جھپک تھے۔ کچھ جانیوں چل رہا تھا کہ آگے کیے۔ لہر میں آئیں تو دور تک اپنے پیچھے پانی چھوڑ جائیں۔ میں کبھی پیدل چلتا اور کبھی ترے لگتا۔ دلدلی پورے طرح تھم نہیں ہوئی تھی۔ کہیں کہیں چھوٹے چھوٹے ندی نالوں کی صورت میں جی پانی موجود تھا۔ یہ جی لالماکان تیز رفتاری سے سفر کر رہا تھا لیکن ایک ایک قدم سوچ سوچ کر اٹھا رہا تھا کہ کسی نرم دلدلی میں نہ دھنس جاؤں اور سبے جا سے رچرچ کی طرح جان دے دوں۔

ساتھ لانی ہوئی چیزیں کشتی میں ہی رہ گئی تھیں۔ بھوک بھی لگ رہی تھی اور بیاں بھی لیکن اس وقت کسی چیز کی طرف توجہ دینا ممکن نہیں تھا۔ ہاں اگر کشتی پر پہنچنے میں کامیاب ہو جاؤں تو پھر اس مسئلے میں بھی بہتر طور پر سوچ سکوں گا لیکن مسئلہ کافی زیادہ بڑھ چکا تھا۔ اس وقت سورج غروب ہو گیا تھا جب میں کشتی پر پہنچا تاہم شفق کی روشنی میں میں نے ایک تھوڑی دیر اپنا سفر جاری رکھا اور پھر ایک بہت بڑے گرت ہوئے درخت کے تنے پر رات بسر کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ انواع و اقسام کے شہار کیڑے رات بھر میرے بدن پر چلتے رہے لیکن میں تنہی سے اس قدر غور تھا کہ دنیا و باریاں اسے خبر ہو کر سو گئے۔ صبح پندرہ کی چھبیاہٹ میں مجھے جگایا اور میں انھیں گھول کر اطراف کے ماحول کا جائزہ لینے لگا۔

جاہلوں طرف سرانہ پھیلی ہوئی تھی۔ چھوٹی چھوٹی جھاڑیاں و شاہد لہروں کے ساتھ بہہ رہی تھیں۔ انھیں بکری سے

ہوئی پڑی تھیں۔ کہیں کہیں گڑھے میں لگا ہوا ہے۔ جن میں پانی موجود تھا۔ مٹی اور ریت کے ذرات اس پانی میں پہلے پہلے گھسنے لگے تھے اور پانی کی سطح شفاف تھی۔ میں اپنی جگہ سے اٹھا اور ایسے ہی گڑھے کے پاس پہنچ گیا۔ جھوٹوں میں پانی بھر کر میں نے ہونٹوں سے دیکھا۔ پتے ہونٹوں کا ٹکک دور کیا اور اس کے بعد وہ زمین گھونٹ پانی لیا اس پانی میں تعفن نہیں تھا لیکن اطراف میں سرشار ہی سرشار لہجہ بھری تھی۔ پھر میں وہاں سے آگے بڑھ گیا۔

میں نے ایک گڑھے میں متوقف کر لی جس پر چلتے ہوئے یوں محسوس ہوا کہ تھا۔ پیٹھ سے راستہ استعمال ہوتا ہوا میرے ذہن میں مختلف خیالات آ رہے تھے۔ لیکن کسی بھی بات پر زیادہ سوچنا تو مارغ ہو کر نہ گئی تھا۔ ابھی تک مجھے شہادت الاری تھی۔ ویلے ہو کہ کسی حد تک معتدل تھا، بات تھوڑی سی تعویذ کا باعث تھی چنانچہ میں نے خاصا سفر طے کر لیا۔

تقریباً چار چار فٹ اوپر چھوٹے درختوں کے جھنڈ پھیل گئے تھے اور ان میں بیویوں کی کچی نظر آ رہی تھی۔ میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا لیکن اس پہل کو دیکھ کر ہی طبیعت لپٹ اٹھی اور میں نے سوچا کہ کیوں نہ اس کا تجربہ کر کے دیکھوں کہ یہ کھانے کے قابل ہے یا نہیں۔ میں نے کانٹوں دار جھاڑیوں میں سے ایک بیویوں توڑا اور اسے اپنے دانتوں سے کھڑ لیا۔ بیویوں کے اندر سے ہلکا سا ترش رس نکلا۔ اس رس کے ساتھ ساتھ اس میں گوارا بھی موجود تھا۔ میں نے تو نہیں چھپایا کہ یہ کتنا ہے۔ لیکن یہ ایک کتب۔ یہاں آغا بد مزہ نہیں معلوم ہوا تھا۔ چنانچہ میں اسے جھپکے سمیت چٹ کر گیا۔ اس کے بعد میں نے بہت سی بیویں توڑے اور انھیں ہالوں کی طرح چیلنے لگا۔ اس وقت اگرچہ حالت بدستور کرتا تو یقین نہ آتا کہ وہی علی یا رخاں ہوں جس کی لفظیست کے چرچے تھے اور جسے دیکھ کر پوری دنیا میں ایک نہایت مذہب انسان سمجھا جاتا تھا لیکن اب تو یہ سب کچھ میرا بھی میرے لیے سوہان دور تھا اور میں ذہن کو اس طرف نہیں لے جانا چاہتا تھا۔

بچوں کے کھانے سے مجھے اپنے حواس سے تقویت محسوس ہوئی۔ اس لیے میں نے سوچا کہ آگے کے لیے تاؤ دارہ اکٹھا کر لوں چنانچہ میں پہل توڑ توڑ کر اپنی بیویوں میں بھرنے لگا۔

میرا سفر جاری رہا اور اب اس سفر میں مجھے کسی خاص دشواری کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ کھانے کے لیے پھیل میرے پاس خاصی تعداد میں موجود تھے اور یوں لگتا تھا

یہ پہلی رات تھی جب مجھے سکون کی فضا آئی۔ میں ایک درخت پر چڑھ کر اس کی شاخوں کے درمیان آرام کی زندگی بسر کیا۔ پہلے کاسٹل بھی چونک کر اچھل چکا تھا اس لیے کوئی رائیاتی نہیں تھی۔ پھر دوسری رات میں آواز سے آگے بڑھ گیا۔ میں نے فیصلہ کیا کہ درختوں کے درمیان جتنے میں سفر کروں گا تاکہ اگر آبادی ہو جی تو مجھے دیکھنا نہ جاسکے۔ ویسے کوئی مجھے کی قوتیں بیدار ہونے لگی تھیں اور میں نے کافی طور پر خوش کیا تھا۔ پھر مجھے پرانے کے الفاظ یاد آئے جن سے مجھے بتایا تھا کہ میں سنے سنی میں کے فاصلے پر کھینچا جا رہا ہوں۔ یہ وہی جزیرہ ٹونین ہے؟ کہیں ایسا ٹونین ہے کہ میں بھیڑ میں سے نکل کر چلے میں آ رہا ہوں اور میرا سفر کسی ایسی آبادی پر ختم ہو جاں اسپین کے ساحل محافظ ہو رہا ہے مجھے یقین تھا کہ میرے قمار کے خراب ہو چکی ہوگی اور ممکن ہے کہ لوگوں نے کیشن خیر جا کر کوئی ایسی میں سے خوار و گرد ہو گیا ہو۔ سرحدیں بھی نہیں بتا دیں۔ ہو گا اور میں کی بھی ہے دوبارہ ان کی گرفت میں آ جاؤں تو مناسب نہیں ہوگا۔ میں اب اپنے آپ کو ان قبیلوں میں نہ وہ نہیں رکھتا جانتا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ غور کیجی ہو ملکستان کروں گے ہاتھ نہیں لگوں گا۔

گڑاٹے لگا۔ اُس نے درویش کے لیے میں کہا: موت مارو
مجھ پر رحم کرو۔ میں نے تمہارا کیا کچھ مانگا ہے۔ میں تمہارا دشمن
نہیں ہوں۔ مجھ پر رحم کرو مجھ پر درویش ہے؟
"کون جو تمہارے گھٹے اسٹے مارے میں تمہارے درویش کی گتے

قتل کر کے تمہاری لاش جھاڑوں میں پھینک دوں گا۔
 ”نہیں، نہیں، اس مجھے قتل کرنے سے تعین کوئی فائدہ نہیں
 ہوگا۔ میں کسی طرح بھی تم سے انحراف نہیں کروں گا۔ مجھے بتاؤ
 مجھے کیا چاہتے ہو؟“
 ”جو کچھ میں چاہتا ہوں، وہ تم شرافت سے بتا
 دو گے؟“

”ابن تم جو کچھ مجھ سے پوچھ رہے، وہ میں تمہیں بتا دوں گا۔ بھلا مجھے کیا ضرورت پڑی ہے کہ اپنی جان سے اتنا قصور اٹاؤں؟“

”توئی تم کو کون ہو؟“

”میرا نام عمر گرجو ہے اور میں یہیں اسی بستی میں رہتا ہوں۔“

اس کا نام کیا نام ہے؟
اس کا کوئی نام نہیں ہے۔ یہ گریڈ کی ایک کشتی ہے۔
اس سے جواب دیا اور میں نے گریڈ کی اس کا مطلب
تفصیل دے کر کہہ کر تھا۔ میرا اندازہ درست تھا۔ "تم کون ہو؟"
"میں تم کوئی سروریدی ہو؟"
"میں جیسا کہ میں ہوں؟"

”کچھ نہیں مجھ سے جواب دیتے ہو وہ مجھے یاد دلا میرے
اس جو کچھ ہے وہ لے لو اگر مجھے قتل نہ کرو“
”مجھے گرواؤ لیکن چار کے بارے میں کچھ اور بتاؤ تم کہاں
مارا ہے تم؟“

”میں اپنے کاسے سے نادرغ کو اپنے گھر جادہ باتھالیاں
 سے تھوکتے فاسلے میں لے کر ہے۔“
 ”مگر کوئی کیونکر جادہ کی یا پڑش ہے؟“
 ”کیا مطلب؟ میں سمجھا تھا پڑش سے تمہاری مراد
 کیا ہے؟“
 ”میں مطلب ہے اس قید خانے میں کتنے قیدی
 جود ہیں؟“

”یہاں یہاں کوئی قید خانہ نہیں ہے۔ گریڈ ائی سیکشن
 پر ایک جھوٹی سی زندگی کا ہے، جہاں بیرونی دنیا کے جہاز
 گھومتے ہیں اور گریڈ ائی سیکشن ایک دوا تین، چھ سات،
 دس سے مال آگے اور اُسے یہاں جہازوں میں لاکر روانہ
 کیا جاتا ہے۔“

”نہیں۔ ہاں کوئی قید خانہ نہیں ہے۔ لیکن یہاں ان سے یوں کی ایک جستجو کا مادہ دی گئی ہے جو طولی عرصے سے ہمیں درہ رہے ہیں اور ان کے بھاگ جانے کا کوئی علاوہ نہیں ہے۔ میں بھی ان ہی میں سے ایک ہوں شاید اس بات پر یقین رکھ دو کہ میں اسی جزیرے میں پیدا ہوا تھا اور اب تک یہیں کام کر رہا ہوں لیکن میری حیثیت قیدی کی کی ہے۔“

”اور تم یہاں پیدا ہوئے تھے جو تو پھر نرمدی کیسے کہتے تھے؟“

"ایک قیدی کی اولاد جیڑی کی رہی ہے۔"
 "اور ایسا نسل در نسل قیدی بناتی ہے؟"
 "ہاں، بچہ ایسا ہی ہے۔"
 "جہی قلم جو بہتے ہو وہاں اور کون کون رہتا ہے؟"
 "مارے ہی قیدی ہیں۔ سب قیدی کہلاتے ہیں اولاد غیر
 ...

کون جیسا کہ کسی سوچا جی نہیں اور اور کوئی سوچا ہے اس واس
 لیا کامیاب نہیں ہو پا تا۔ ہمارے پاس خزانہ کا دریا ہے یہ کیا
 ہے سوائے بندر گاہ کے۔ اور بندر گاہ کی جیسی بھائی کی
 جانی ہے۔ جیانیہ اگر کسی نے یہاں سے بھٹکے کی کوشش بھی کی
 تو اسے سخت سزا دی جاتی ہے اس لیے اب لو لوگ یہاں

اس کی باتیں سن کر میں سوچ نہیں ڈوب گیا۔ ممکن تھ

اے اچھی کل ہی کی بات ہے کہ کہیں میں دو آدمیوں کے پاس
ہونے کی اطلاع موصول ہوئی ہے اور یہاں سے آج ہی نکلنے
کے استوار کی کرنی چھوڑا کر رہے ہیں۔ میرے دو بہن شو
ہیں دیکھ کر یہی خیال آیا تھا کہ مجھ سے تم ان دو میں سے
ایک ہو

مذہب کے انسانی

19/12/1977

”اگر میں ان میں سے ایک ہوا تو تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے؟“

”کچھ نہیں۔ میں خود بھی قیدی ہوں اس لیے کسی سے دشمنی مند کر سکتا ہوں۔ اگر تم میرے ساتھ ہو گے تو تم میرے ساتھ جاؤ۔ اگر تم

بہتر کہ تو میرے ساتھ دو گھنٹہ کا سفر کر۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ
تو میری نقصان نہیں پہنچاؤ گا۔
میں نے ایک نئے سوچا ایسا اس کے سینے پر ہاتھ
لگایا۔ ٹھیک پہنچا اس جریس پر اگر کوئی ہمدرد مل جاتا ہے تو
میں کچھ نہ کچھ منصوبہ بندی کر سکتا ہوں۔ ہر حال اگر کچھ برے ہو

اگر یہ دشمن باغی مخلص بن جائے تو پھر مجھے آسانیاں فراہم ہو سکتی تھیں۔ چنانچہ میں نے اسے سہارا دے کر اٹھایا۔
 ”میرے دوست، اگر تم اپنی حالت سے گمراہ ہوئے
 جن میں سے میں گمراہوں، تو تم مجھے سے زیادہ بے بسی اور وحشی

موتیوں کو

کام کوں پام چھوڑے ہوئے۔ اور آپ کے دربار میں جس اپنے گھر سے جاؤں گا۔ وہاں میں شمار ہوتا ہوں۔ تعین وہاں کوئی دقت نہیں ہوگی اور میں کامیابی سے تعین کچھ عرصے پر مشیدہ رکھ سکوں گا۔

کے ہر دے پر اس کے ساتھ چل پڑا اور ایک لمبی راستہ
چلنے کے بعد اس جھوٹی سی بستی کے پاس پہنچ گیا جہاں
گھاس جھوس کی جو بو پڑیاں تھیں۔
ابھی قیام نامہ کا پرہیز سچ کر اس نے کہا "میں نہیں کر
نا ہے یہ کارروائی درست ہے"

[illegible]

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

”میرے کوئی بھائی نام دے سکتے ہو میں تمہیں اپنا اصل نام
ایسی میں بتاؤں گا۔“
”بلوچ، ٹھیک ہے کوئی بات نہیں ہے۔ میں تمہیں اپنے
پسندیدہ کسی بھی نام سے خطاب کروں گا اور آخری بار کتنا
ہوں کہ میری طرف سے بے فکر رہو، میں تمہیں دھوکا نہیں
دوں گا۔“

گرچہ کا کتنا درست تھا۔ جھوٹے لوگوں کا علاقہ خالی
پڑا ہوا تھا۔ جس طرف چند جھوٹے لوگوں میں عورتیں اور بچے
نظر آ رہے تھے جو اپنے کاموں میں مصروف تھے، وہ سب
کی نظر سے بچا کر مجھے اپنی جھوٹری میں لے گیا۔ ابھی خاصی
کشتہ جگہ تھی جس کے گرد تقریباً پانچ پانچ فٹ چڑا کچھ تھی
کا احاطہ بنا ہوا تھا۔ اندر یہاں کے ڈھیر بڑے ہونے
تھے اور فروخت کا جھوٹا موٹا سامان موجود تھا کھانا پکانے
کے لیے احاطے کے اندر ایک جگہ بنائی گئی تھی۔

اندرا لاکر گرجے تھے مجھ سے کہتا: ”اگر تم جاؤ تو یہاں
کے ان ڈھیروں میں خود کو چھپا کر آرام کی بندھ سکتے ہو دیر
بست بھی موجود ہے لیکن تمہارا بستر پر نہانا سب نہیں ہوگا
کیونکہ بعض اوقات بچے گھومتے جیسے تھے یہاں آگے میں“
”ٹھیک ہے گرجو۔ تمہارا کیا پروگرام ہے؟“

”میں ذرا ابھی تھوڑی دیر مصروف ہوں تھا۔ تم مجھ پر
اعتماد کرو۔ میں اس کے علاوہ ہی تم سے کچھ اور نہیں کہہ
سکتا۔ اگر گرجے جواب دیا: ”غیر وہ پہلے میں تمہارے لیے کچھ
کھانے پینے کا بندوبست کروں۔“

”تمہاری سہرا بانی ہوگی؟“ میں نے جواب دیا۔

گرجو چلا گیا۔ میں اس بن بہ قدر ہو چکا تھا۔ اس
شخص پر بھیروسہ کرنے کے علاوہ اب کوئی چارہ کار نہیں
تھا کیونکہ اس کے بغیر میں یہاں لوگوں کی نگاہوں سے پوشیدہ
نہیں رہ سکتا تھا۔ گرجو تقریباً بیس منٹ بعد واپس آیا تو اس
کے پاس جیٹی ہوئی پھلی اور کچھ تازہ پھل تھے۔ اس نے بجز جیٹی
میرے سامنے رکھ دی۔

”اس وقت ان سے کام چلاؤ اور تم کو تمہارے لیے
اچھا کھانا تیار کروں گا۔ یہ کھا کر آرام سے سو جاؤ اور بات
دیکھو، پانی تمہارے سامنے برتن میں موجود ہے۔ اب میں جا
رہا ہوں۔ تم کھانی کا آرام سے پیالے ڈھیر میں سو جانا۔“
میں نے گردن ہلا دی اور کھانے میں مشغول ہو گیا۔

لگ رہا تھا جیسے حدوں کے اندر یہ کھانا نصیب ہوا جو
ذرا سی دیر میں ساری چیزیں چٹ کر گیا۔ بانی یا اندر یہاں
کے ڈھیر میں جا کھسا۔ میں نے سوئے سوئے کھانے کے ڈھیر

اپنے اور بھی رکھ لیے۔ تھوڑی ہی دیر کے اندر اندر دہرا
مافیا کی خبر سنی۔ میں گری نیند سو گیا۔

آٹھ گھنٹے تو بتائیں کیا بچا تھا۔ چاروں طرف ہمو
عالم طاری تھا کوئی آواز نہ سنائی دیتی تھی۔ البتہ سڑک
کی لہروں کا ہلکا سا شور مچ رہا تھا۔ اس کا مطلب تھا
کہ سمندر یہاں سے زیادہ دور نہیں تھا۔ میں نیند بھیسے سو
چکا تھا اس لیے میں نے پیالے کے ڈھیر میں سے گردن نکالی
اور باہر جھانکا۔ تھوڑے ہی منٹوں کے بعد گرجو سو رہا
تھا۔ اس کا مطلب تھا، خاصی رات ہو گئی۔ میری جھوٹری
میں آیا کہ اب میں کیا کروں۔ بہر حال رات کی اس تاریکی
میں یہاں سے باہر نکالنا ہی مناسب نہیں تھا۔ تپانیں جیڑے
کے مضافوں سے ان قیدی کا رکن کی بھڑائی کے لیے کھپ

انگنائیت کر رہے ہوں۔ کوئی خطرہ مول لینا مناسب نہیں تھا۔
گرچہ مجھے سمجھے کہ کتنا کہ وہ مجھے رات کا کھانا کھلائے گا
لیکن تپانیں کیوں اس نے یہ کوشش نہیں کی تھی۔ شاید مجھے
جنگ نامناسب سمجھا ہو۔ بہر حال اس وقت یہاں سے باہر
نکلنا یا کوئی جدوجہد کرنا بے کاری تھا۔ چنانچہ میں بھیروسے
کی کوشش کرنے لگا اور تقریباً آدھے گھنٹے کی کوشش کے
بعد مجھے نیند آ گئی۔ دوسری بار اس وقت جا کا تھا جب
گرجو مجھے جھنجھوڑ رہا تھا۔

”اب کب تک سوتے ہو گے؟“ اٹھو صبح ہونے
میں کچھ ہی دیر باقی رہ گئی ہے۔“ میں اٹھ گیا اور سکرانی ہٹی
نگاہوں سے گرجو کو دیکھا وہ بھی سکر رہا تھا۔

”ادھر گرجو اختیار بہت بہت شکریہ تمہیں میری وجہ
سے بہت تکلیف ہوئی ہے۔“

”اب ان باتوں کو چھوڑ دو میں نے رات کو تمہیں کافی
جھنجھوڑ کر چکا یا تھا لیکن تم اپنی گری نیند سو رہے تھے کہ
پھر ساروں نے جا کر تمہیں اس نیند سے جگا دوں۔ تم نے کب سے
عصیت کا شکار ہو گے؟“

”ہاں گرجو، اس میں کوئی شک نہیں کہ میں طویل عرصے
سے زندگی کی تمام دلچسپیوں سے محروم ہو چکا ہوں۔“

”رات کا کھانا کھنا ہوا ہے کہ تو کچھ اور تیار کروں
ورنہ چائے تمہیں نہ پانی ہے۔“

”ہاں، میں، تمہارا شکریہ۔ مجھے وہی دے دو اور اس
کے ساتھ گرم گرم چائے۔ میں نے جواب دیا۔

گرجو نے بہت ساری چیزیں لا کر میرے سامنے
رکھ دیں وہ خود بھی میرے ساتھ ہی چائے لے کر بیٹھا اور
ہم ناشتا کرنے لگے۔

”تم اتنا صبح جاگ جلتے ہو؟“

”نہیں۔ اتنی صبح میں صرف تمہاری وجہ سے جاگا
ہوں۔“ گرجو نے جواب دیا۔ میرے اندر اس ساس منونیت
پر ابھرنے لگا تھا۔ اگر یہ شخص میرے خلاف کوئی سازش
کرنا چاہتا تو اس کے پاس کافی مواقع تھے۔ اس نے مجھے
پہلے کی کوشش کی تھی لیکن میں نہیں جاگا تھا تو اس دوران
میں اگر وہ چاہتا تو میں غفلتوں کو ماسانی یہاں لا کر مجھ ان کے
حوالے کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا تو اس کا مطلب
ہے کہ وہ اپنی بات میں یقین ہے اور کسی بچے کی طرح پرستے
کا اظہار کرنا سراسر حماقت کی بات تھی۔

”گرجو! بار بار تمہارا شکریہ ادا کرنا کچھ اچھا نہیں لگتا،
لیکن آخری بار تم سے کہہ رہا ہوں کہ میں واقعی تمہارا
احسان مند ہوں۔“

”اب بار بار یہ الفاظ کہہ کر مجھے کیوں خرمندہ کر رہے
ہو۔ میں اگر تمہاری کچھ خدمت کر سکا تو مجھے خوشی ہوگی۔
ویسے کیا اب بھی تم مجھے اپنے بارے میں تفصیل سے نہیں
بتاؤ گے؟“

”میں گرہ نوال کے سیکشن آٹھ سے فرار ہو کر یہاں تک
پہنچا ہوں۔“

”تو تم ان ہی قیدیوں میں سے ایک ہو جو وہاں سے
فرار ہوئے ہیں؟“ اس نے کہا۔

”ہاں۔“

”کیا فرار ہونے والے صرف دو افراد تھے؟“

”ہاں، صرف دو افراد تھے۔“

”دوسرا آدمی کس ہے؟“

”وہ دلدل میں غرق ہو گیا۔“

”ادھر۔ اب میں سمجھا تو کیا تم دلدل کے راستے یہاں پہنچے
ہو؟ وہ اندر وہ جیسے میں بولا۔

”ہاں۔“

”جرا جان تو کہوں گا کام ہے۔ بہت سے لوگ ان
دلدلوں میں غرق ہو چکے ہیں۔ اسی لیے فرار کی کوششیں ناکام ہوتی
ہیں۔ دراصل جو میرے کئے میں اطراف خوفناک دلدل پھیلی
ہوئی ہے اور باقی ایک سمت انھوں نے دلدل سے پاک کر
لی ہے اور وہاں نند کا گاہ بنائی ہے۔ وہ اس لیے مجھے
ظن ہے کہ ان دلدلوں سے فرار ہونے والے کبھی زندہ
حالات میں نہ رہ سکیں گے۔“

”ہاں، میرا ایک پیارا ساتھی ان دلدلوں میں روپوش
ہو چکا ہے۔“

”ہونا ہی تھا۔ تمہاری تقدیر تھی کہ تم انھیں پار کر کے
یہاں تک پہنچ گئے۔ ویسے نام مجھے ابھی تک نہیں معلوم
ہو سکا۔“

”تم تو مجھے اپنے پسندیدہ نام سے پکارنے والے تھے۔“

”ہاں، مگر اس میں ایک اجنبیت سی محسوس ہوتی، میں
ہمیشہ ہی سوچتا رہا کہ یہ نام میں نے تمہیں دیا ہے۔“

”تم نے خان کے کہنے سے ہو میرا رنے والا دوست مجھے
خان ہی کہا کرنا تھا۔“ میں نے کہا۔

”ٹھیک ہے کسی کو خطاب کرنے کے لیے کوئی نام
تو ہونا چاہیے۔ میں صرف ایک نام چاہتا تھا، جس سے تمہیں
خطاب کر سکوں۔ تو میرا خان اب تمہارے کیا لائے ہیں؟“

”میں یہاں سے فرار ہونا چاہتا ہوں۔“

”یہ جانتے کے باوجود کہ یہاں سے فرار ہونا قطعی
ناممکن ہے؟“

”میں جگہ سے میں فرار ہو کر یہاں تک آیا ہوں وہاں سے
بھی فرار کرنا ناممکن ہی سمجھا جاتا تھا لیکن میری کوششیں مجھے
یہاں تک لے آئیں۔“

”اگر یہ بات ہے تو پھر اگر تم پسند کرو تو میں تمہاری
لذات دلاؤں سے کراؤں۔“

”کس سے؟“ میں نے پوچھا۔

”اوڑے سے۔ اوڑے ایک نوجوان آدمی ہے۔ بہت
ہی خطرناک فطرت کا مالک ہے۔ ہمیشہ اس کے ذہن میں
باغیاد خیالات پروان چڑھتے رہتے ہیں۔ وہ خود بھی یہاں سے
فرار ہونا چاہتا ہے اور اس کے لیے اس نے وہاں لوگوں کو
اپنا ہتھیار بنالیا ہے۔ یہ لوگ بھی اس کی طرح سر بہرے ہیں۔
گویا کئی بین آدمی ہیں جو یہاں سے فرار ہونے کی منصوبہ بندی
کر رہے ہیں۔ اگر تم چاہو تو ان سے مل کر اپنا یہ کام انجام
دے سکتے ہو۔“

”تمہارے دل میں فرار کی خواہش نہیں ہے گرجو؟“

”نہیں بھائی، میں یہاں مطمئن ہوں۔ دراصل میں نے کچھ
کھلے سی یہ ماحول دیکھا ہے۔۔۔ چند کہیں غفلتوں کی بدولت
بعض اوقات مجھے بول کر دیکھتا ہے لیکن میں سوچتا ہوں
کہ جب میں سیروی دنیا کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تو یہاں
سے فرار ہو کر کیا کروں گا اور پھر مجھے کتنی تکلیف مجھے
نہیں ہے۔ میں ٹھیک ہے، جیسی گورری ہے کہ گورری ہے گی۔“
”ہوں۔ تو پھر تم اوڑے سے مجھے کس طرح ملاؤ گے؟“
”یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ میں پہلے اس سے تمہارے
سلسلے میں بات کروں گا۔ وہ اگر تیار ہو گیا تو پھر میں تمہاری اس

سے ملاقات کرادوں گا؟

”لیکن کیا اس میں خلوت نہیں ہے گر گرجو؟“

”کیسا خطرہ؟“

”اوڑے میرے ہارے میں معلوم ہونے کے بعد کیا محافطوں کو کچھ بتائیں دے گا؟“

”نہیں، ہرگز نہیں، اوڑے کو اگر دنیا میں کسی چیز سے نفرت ہے تو وہ صرف یہ محافط ہیں۔ یہاں سے فرار ہونے والے قیدیوں یا ان محافطوں کو نقصان پہنچانے والوں سے وہ دلی محبت رکھتا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تمھارے ہارے میں سن کروہ خوش ہو جائے گا۔ اسے بھی اس بات کا علم ہے کہ کیشن آٹھ سے دو ترقی فرما ہوئے ہیں۔ وہ اگر اپنے دوستوں سے ان قیدیوں کے بارے میں بات چیت کر رہا ہے۔“

”اگر تم اس بات کو مناسب سمجھتے ہو تو اوڑے سے میرا تذکرہ کر دینا اور میری کسی مناسب وقت پر اسے میرے پاس پہنچا دینا۔“

”ٹھیک ہے۔ اسے تم میری فتنے داری پر معذور دیکھو یہ کام کروں گا۔ اب تم کھانے کا آرام سے پس لینے جاؤ لیکن اتارنے کی مزید کوشش کرو۔ میرا خیال ہے تم پر سالوں کی محنت ہے۔ اسے اتارنے میں تمہیں وقت تو لگے گا ہی؟“

”اس کے علاوہ اور میں کر بھی کیا کتا ہوں۔“

”کچھ کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے دوست۔ یہاں اگر محظوظ رہنا ہے تو جیسی احتیاط رکھنا ہوگی تمہیں کیونکہ بعض اوقات محظوظ اور بے گنج بھی محافطوں کی پوچھ گچھ کا نشانہ بن کر سب کچھ بے بیخ اگل دیتے ہیں۔“

”میں خیال رکھوں گا۔ میں نے جواب دیا۔ گر گرجو تمہارا دن کے ساتھ آٹھ بجے وہاں سے چلا گا اور اب میں اس کی جھونپڑی میں تمہارا کیا تھا پورا دن نہیں گزارا کوئی خاص بات نہیں ہوئی تھی۔ شام کے چھ بجے میں گر گرجو واپس آگیا اس نے آتے ہی سکرانے ہوئے کہا: ”دیکھو، میں تمھارے لیے عمدہ قمر کا گوشہ لے کر آیا ہوں۔ اسے کھاؤ۔ تمہاری طبیعت خوش ہو جائے گی۔“

”کیسا گوشہ ہے یہ؟“

”ایک خاص قسم کی سمندری برتنے کا ہے جو کبھی کبھی ہی ہاتھ لگتا ہے۔ شکار میں کچھ لوگوں کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ میں نے اسے تمھارے لیے حاصل کر لیا۔“

”تمہارا شکر گر گرجو۔ کام کی بات بتاؤ۔“

”کام کی بات یہ کہ اوڑے سے میری گفتگو ہو چکی ہے۔ میں خاص طور سے آج تمھارے لیے مصروف رہا ہوں میں

چاہتا ہوں کہ تم اوڑے سے رابطہ قائم کر لو اس کے بعد یہ فتنے داری ختم ہو جائے گی۔“

”تم اپنی فتنے داروں سے اتنا رہے ہو دوست! نہیں، ہرگز نہیں کسی مہمان کو اپنے ہاں خوش آمدید کہہ کر مجھے بڑی سترت ہوتی ہے لیکن تم لوگوں کی بدتمیزی یہ ہے کہ مہمان ہمارے لیے غلام جان بھی بن جاتے ہیں یعنی اگر محافطوں کو یہ بتا چل جائے کہ تم کسی مفرد قیدی کو پناہ دے رہے ہو پھر تمھارے لیے کیا پناہ نہیں ہوگی۔“

”اوڑے سے تم نے میرے بلے میں مکمل بات چیت کر لی ہے؟“

”ہاں۔ وہ سخت حیران ہے اور اتنا متحسب ہو گیا ہے تمھارے بارے میں کہ فوراً تم سے ملنا چاہتا تھا۔ لیکن میں نے اس کی تاریکی کا انتخاب کیا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ رات گری ہو جائے تو وہ خاموشی سے میری جھونپڑی میں چلا آئے۔“

”اوہ! تو کیا وہ آنے والا ہے؟“

”ہاں۔“

”کسی وقت آئے گا؟“

”میں تمھاری ہی دیر میں۔“

اس کے بعد آٹھ بجے کے بعد مختلف موضوعات پر گفتگو کرتے رہے۔ جو پورے کی زندگی محظوظ تھی۔ یہاں بس جہازیں پر مال لادنے کا کام ہوتا تھا اور جہازیں پہلے جاتے تھے تو کچھ دن کے لیے فرصت ہی فرصت ہو جی یا کرتی تھی۔ محافط قیدیوں کے ساتھ ہر وقت بڑا سلوک نہیں کرتے تھے جو بخیرہ قیدیوں میں مکمل مل گئے تھے لیکن ان پر کوئی نگاہ رکھنا ان کے خالق میں شامل تھا۔ اس کے علاوہ یہ محافط تبدیل ہوتے رہتے تھے یا ان کے انچارج تبدیل ہوتے رہتے تھے تاکہ کوئی بھی قیدی ان سے ساز باز نہ کر سکے۔ رات کے تقریباً گیارہ بجے ہوں گے جو بڑی بڑی دکانیں دھنک سنا دی اور گر گرجو نے دروازہ کھول دیا۔ اندر سے دالا ایک قوی سیکل شخص تھا جس کے چہرے پر داڑھی اور طرح آئی ہوئی تھی جس طرح جنگلی جھاریاں خود بخود آگ آتی ہیں۔ چہرے سرسبز اور جسامت سے کافی غلط رنگ آدمی ملا ہوا تھا۔ اس نے اپنا چوڑا پیچ میری طرف بڑھاتے ہوئے چمک دار آنکھوں سے مجھے دیکھا اور اس کے سفید سفید چہرے دانت باہر نکل آئے۔

”واقعی چلیے سے تم کوئی شاندار قیدی ہی معلوم ہوتے ہو۔ گر لوں کے کیشن آٹھ سے فرار ہونا کوئی آسان بات

نہیں ہے۔ میں خود بھی وہاں کی سیر کر چکا ہوں اور وہاں سے مجھے یہاں بھیجا گیا تھا۔“

”اور ہو! جب تو مجھے مزید خوشی ہوئی تم سے مل کر میں نے کہا۔“

”مگر دوست، تم وہاں سے فرار کس طرح ہوئے؟ یہ کوئی آسان کام تو نہیں تھا۔“

”ہاں، آسان کام نہیں تھا لیکن میں جان کی بازی لگا کر یہاں تک پہنچا ہوں۔“

”لیکن تم نے یہیں آنا کیوں پسند کیا؟ کہیں اور بھی جا سکتے تھے۔“

”نہیں، میں نے کچھ پسند نہیں کیا۔ دراصل مجھے اطراف کے بارے میں کچھ معلومات بھی نہیں تھیں۔ میں نہیں جانتا تھا کہ سمندریں مجھے کہاں تک جانا ہے۔ میں رولنڈ میں اور میرا ایک ساتھی بہت کم کے نکل پڑے تھے کہ کہیں درمیں تو پہنچیں گے یا پھر موت کو گنگے دریا میں گئے۔ اب تقدیر نے یہیں اس جزیرے پر پہنچا دیا ہے۔“

”تمہارا دوسرا ساتھی مر چکا ہے؟“

”ہاں، وہ دلدل میں غرق ہو گیا۔“

”آہ۔ تم ان خوفی دلدلوں کے بارے میں نہیں جانتے یہاں سے نکلنا واقعی موت کے مترادف ہے یہ صرف میں ہوں جس نے ان دلدلوں پر سفر کرنے کا ایک ایسا طریقہ دریافت کیا ہے جو عام لوگوں کے علم میں نہیں ہے۔ اس طریقے کو دریافت کرنے میں مجھے کتنی بار زندگی کی بازی لگانا پڑی ہے میں ہی جانتا ہوں۔“

”کیا واقعی تم ان دلدلوں پر سفر کرنا سیکھ گئے ہو؟“

”ہاں! اوڑے نے جواب دیا۔ گر گرجو نے ہم دونوں کو پہلے ہی بتا کر دی تھی۔ اوڑے بولا: ”مجھے دلیر لوگوں سے پیشہ گفتاری ہے۔ میں ہمیشہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہوں جو زندگی کی بازی ہارے۔“

”اگر انا تمھیں یوگا کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ تم کس جرم میں ادا میں میں گرفتار کر کے گئے یا تم نے کیا کیا ہے۔ اس سے کوئی غرض نہیں ہے۔ میں میں تو یہ جانتا ہوں کہ آئی دوش۔“

”وہ درمیں کو تمھارے شکست دی ہے اور وہ تمھاری کارٹر میں سرگرداں ہیں۔ یہاں بھی تمھارے بارے میں اطلاع پہنچ چکی ہے اور محافطوں پر کوئی نگاہ ہے۔“

”ان حالات میں اوڑے! ہم یہاں سے کیسے فرار ہو سکیں گے؟“

”تمہارا خوش، بھٹی سے میرے دوست اگر تمہیں اس وقت یہاں پہنچے جب اوڑے اپنی کارروایاں مکمل کر چکے ہوں۔“

”اے! اسے کتنے کے لیے تیار ہے! اس نے کہا اور ہلکا ہلکا ہنسا۔“

”گر گرجو! کیا تم اپنے لہان کو میرے حوالے نہیں کرتے؟“

”تمہیں اوڑے بخوبی جانتے ہیں۔“

”میں نے بغیر نہ۔“

”اوڑے نے الیٹ اس کے اس انداز پر کوئی توجہ نہ دینے کا کہہ دیا۔ تم میرے ساتھ ہو۔ میں تمھارے پوشیدہ بلے کے لیے ایک ایسی جگہ منتخب کروں گا جہاں تمہیں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ میں نے وہ جگہ خاص طور سے دریافت کی ہے۔ یہاں سے کسی محافط کی کہ وہ وہاں تک پہنچنے کے لیے یہ سفر دن کی روشنی میں کرنا ہو گا۔“

”دن کی روشنی میں؟“

”گر گرجو! جب تک کہ تم وہاں سے دقت نہ آؤ، ارات کی تاریکی میں اس سفر کرنے کا قصور بھی موت کا ملا ہے۔“

”مگر دن کی روشنی میں تم اسے کیسے یہاں سے نکال لے جاؤ گے؟“

”اے یہاں سے نکالنے کے لیے دن کی روشنی کی ضرورت ہے۔ میں یہیں رہوں گا اور صبح ہونے سے تھوڑی دیر پہلے ہم دونوں یہاں سے نکل کر ایسی جگہ پہنچ جائیں گے جہاں سے مجھے اپنے سفر کا آغاز کرنا ہو گا۔ کیوں دوست تم تیار ہو؟“

”میں ہر قسم کاہر کے لیے تیار ہوں اوڑے، جو یہاں سے نکلنے کے لیے میرا معاون بن سکے۔“

”اے! مجھے بھی اس علاقے سے شدید نفرت ہے۔ لیکن بنا اسے ممکن ہے میرے دواد ساتھی میرا ساتھ دیں اور ان کے ساتھ بھی میرے ساتھ ہو جائیں۔ اس سے کوئی غرض نہیں ہے میں تمہاری یہ سفر کروں گا۔“

”مگر سمندری راستے سے سفر کرنے کے لیے تم نے کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟“

”بتا دوں گا۔ تمہیں سب کچھ بتا دوں گا۔ پہلے یہاں سے نکل کر جھونپڑی اوڑے نے کہا۔“

”اس لئے وہی جھونپڑی میں رہا۔ ہم لوگ رات کو تقریباً تین ساڑھے تین بجے تک گفتگو کرتے رہے۔ اس کے بعد تھوڑی دیر۔۔۔ سوئے کے لیے لیٹ گئے۔ گر گرجو ہم پہلے ہی لیٹ چکا تھا۔ اوڑے نے اس سے کہا تھا کہ جب رات

ختم ہونے میں غور اور وقت باقی رہے، یہیں ہنگامہ بجا جائے تاکہ ہم یہاں سے کوچ کر سکیں اور اگر جو جو بحریریزی کا عادی تھا اس ڈیوٹی پر مستعد رہا۔ اس نے ہم دونوں کو جگہ دیا اور ہم تیار رہا کہ کہنے کے بعد وہاں سے چل پڑے۔ گرچہ اس نے بڑے پر جوش انداز میں ہمیں رخصت کیا۔

بستی کے درمیان ہم نہایت احتیاط سے سفر کرتے ہوئے بالا خرہ وہاں سے باہر نکل آئے۔ اوڈے نے ایک مالی سمت کا رخ کیا تھا۔ اس وقت سورج نکل آیا تھا جب ہلال کے بہت چمکے تالاب کے سامنے سے گزر رہے تھے۔ چوڑے چوڑے بنہ بنہ والے پورے اس کی سطح پر تیر رہے تھے۔ ہم بڑی احتیاط سے اس کے کنارے کان سے سفر کر رہے تھے۔ اوڈے نے کہا: احتیاط سے کام لینا۔ ذرا سی بات تمہیں اس دلدل میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ڈوب دے گی۔ میرے بالکل جیسے رہو اور جو حرکت میں کروں ہم بھی وہی حرکت کرتے ہوئے چلے آؤ۔

میری سمجھ میں یہ بات نہیں آئی تھی۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد میں نے اوڈے کو رکھتے ہوئے دیکھا۔ اس نے تقریباً تین فٹ لمبی چھلانگ لگائی تھی اور آگے جا کھڑا ہوا تھا۔ میں نے اندازہ لگا لیا کہ میں جگہ سے اس نے چھلانگ لگائی تھی۔ وہاں دلدل نہ تھی اور اگر انسان کا پاؤں اس پر پڑ جائے تو پھول اس کے لیے دوسرا قدم اٹھانا ناممکن ہو گا۔ میں لڑنے لگا۔ رچرچر کا انجام میرے سامنے تھا۔ میرا دل اوڈے کی طرح ہی اچھل اچھل کر آگے بڑھتا رہا۔ وہ اتنے دلدلوں پر سفر کرنے کا مہر نظر آتا تھا کہ مجھے شکل پیش آ رہی تھی۔ چندہر منٹ کا یہ فاصلہ صدیوں پر محیط نظر آتا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد اوڈے متوازی انداز میں چلنے لگا۔

وہ مسکرا کر میری طرف دیکھتا ہوا بولا: اب یہ جگہ بہتر ہے۔ تاؤ کوئی حفاظت ہمارا بھیجا کر سکتا ہے۔ میں تو دعوت سے کہتا ہوں کہ حفاظتوں کو بھی اس طرح سفر کرنے کا طریقہ نہیں معلوم ہے۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اب یہی جگہ اگلی تھی جہاں دلدل نہیں تھی اور میرا یہ اندازہ درست تھا۔ یہاں چھانچوں کے چھانچے کے جھنڈے نظر آ رہے تھے۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر یہ چھانچیاں آدمی کے قدم سے بھی بلند آگے ہوئی تھیں اور ان کے درمیان اس قسم کے خلا سے بنے ہوئے تھے کہ اگر کوئی ان میں پورے پورے رہنا چاہے تو اسے وقت نہ ہو۔ اوڈے مجھے لیے ہوئے ایک ایسے ہی چھانچے پر ٹپکا کر میرے پہنچ گیا۔ میں نے صاف محسوس کر لیا تھا کہ یہ گہرائی تراش

خواسی کا تہیہ ہے۔ ان چھانچوں کو سامنے کی سمت سے محفوظ رہنے دیا گیا تھا اور اندر سے انہیں ایک نخل کی گڑ میں تراش دیا گیا تھا۔ یہاں بھی پانی بھی ہوئی تھی۔ اوڈے نے مسکراتے ہوئے مجھے دیکھا اور بولا: یہ مکان ہے یہ تمہارے لیے ہے؟

”بہت عمدہ“ میں نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ لیکن یہاں تک کہ سفر آسان کام نہیں ہے۔ تم اگر یہاں سے واپس جانا چاہو تو کبھی زندہ بستی میں واپس نہیں پہنچ سکتے۔

”ہاں، مجھے اس بات کا اندازہ ہے۔“ میں نے گہرے سانس لے کر کہا۔ اوڈے میرے ساتھ ہی پیال کے ڈھیر پر بیٹھ گیا۔ میں نے اس سے سوال کیا: تمہیں اور کوئی کام نہیں ہے اوڈے؟ میرا مطلب ہے تمہاری غیر موجودگی سے کسی کو کم پر کوئی شبہ نہیں ہو گا؟

”شہر ہوتا، لیکن ان دنوں کوئی جنازہ بندرگاہ پر موجود نہیں ہے۔ اس لیے بہت سے ایسے لوگ جو صرف جنازوں ہی کا کام کرتے ہیں آزاد ہو رہے ہیں اور میں ان ہی میں سے ایک ہوں۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کر میں نے اپنے کام کی رفتار تیز کر دی ہے۔“

”کام کی رفتار؟“

”ہاں۔ یہاں سے فرار کے کام کی رفتار۔ تم شاید اس بات کا یقین نہ کرو کہ میں اٹھارہ سال سے ان شیطانی جزیروں کا قیدی ہوں۔“ اس نے اکتان کیا۔

”اٹھارہ سال سے؟“

”ہاں۔ اس وقت میں بالکل نوجوان تھا اور قیدی بن کر یہاں لایا گیا تھا۔ اس کے بعد سے میں مسلسل مختلف قید خانوں کی محبوسیتوں سے دوچار رہا ہوں۔“

”اس جزیرے میں آئے ہوئے تمہیں کتنا عرصہ ہوا میرا مطلب ہے کیش چار میں؟“

”تقریباً آٹھ سال۔ میں آٹھ سال سے یہیں رہ رہ رہا ہوں۔ اس نے جواب دیا۔ میری نگاہوں سے اس پر بار بار شخص کا جائزہ لینے لگا۔ واضح وہ انہیں شخصیت کا بہت فائدہ اوڈے کی شنیت نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔ اس شخص نے اٹھارہ سال قید کی محبتوں میں بسکے تھے اور اس کے بعد بھی اس میں زندگی جڑی کی تھی۔ اس کا منہ توں قابل دید تھا۔ اگر چارچہ افرو بھی اس کے مقابلے پر آتے تو وہ خالی ہاتھوں ہی ان کی پہنچی بنا کر رکھ دیتا۔ وہ حقیقت اس قسم کے لوگوں کے دو ہی انجام

ہوتے ہیں۔ قید کی صعوبتیں یا تو انہیں زندہ دگر دگر دیتی ہیں اور وہ عورت موت کے انتظار میں جیتے ہیں یا پھر وہ ان محبتوں کو زندگی کا کیل بکھیر دیتے ہیں اور سب کے لیے ایک کیل ہو جاتا ہے۔ یہ تو ان محبت چانوں کی مانند ہوتا ہے جس میں جو ساحل پر کھڑی سندھ کی لے لے لے رہتی ہیں اور لڑکے سر کھینچنے کا پتہ منہ نہیں اپنی جگہ سے متبلی نہیں دے سکتا۔

میں متاثر نہیں لگا ہوں سے اوڈے کو دیکھتا رہا پھر میں نے کہا: فرار کا منصوبہ کب سے تمہارے ذہن میں ہے اوڈے؟ وہ خاموشی سے میری صورت دیکھتا رہا جیسے یہ سوال ان کی سر میں دیا ہو۔ اس سے قبل کہ میں اپنا سوال ڈہرائی مسکرایا اور پھر گہری سانس لے کر بولا: اس وقت سے جب میرے ہاتھوں میں جھکڑیاں بنی تھیں۔

”اس سے قبل بھی کوئی کوشش کر چکے ہو؟“

”کوشش نہ کرنا اسے عشق کو۔ مجھے نہیں معلوم کہ گروہ ان کے بارے میں تمہاری معلومات کہاں تک ہیں لیکن اگر یہاں آ کر تم یہ پتہ سب سے بڑا کی پہلی منزل ہے کہ تو ان سے یہ علاقہ بھی نکال دو۔ ابھی چاروں طرف اس قدر شرمیلیں ہیں کہ تم تقریباً کبھی نہیں کر سکتے۔ راستے میں ہمارا قیام ہی انہوں سے ہو گا۔ سمندر میں ایسے آتش کش بنائے گئے ہیں جہاں حفاظت فرار ہونے والوں کے استقبال کے لیے تیار رہتے ہیں اور ان مراکز میں جدید ترین اختانات کیے گئے ہیں۔ ہمیں ان سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اپنے منصوبے کی تکمیل کرنی ہے۔“

”اصل میں یہ درست ہو گا کہ ان باتوں سے واقف ہو چلے ہیں وہ بغیر زندگی سے جھکا کر انہیں جزیروں میں گزارنا بہتر تصور کرتے ہیں۔ یہ تو فرار کا تصور بہت ساری شہیتوں کے ساتھ موت سے زیادہ ہونا ہے۔ یہاں سے چلے آؤ۔“

”ان معلومات کے لیے ذرا غور کیا تو اوڈے؟“

”مختلف۔ شراب کے نشے میں ڈوبے ہوئے یا قیام فرار یا وہ فرار کی صورتوں کی لغت چھ کر لوٹ آئے اور دوسروں کو بھیج کر تے پھر سے موت فرار کی کوششوں سے بہتر ہے۔“

”اوڈے کے الفاظ بہت بوسہ تھیں لیکن میں بھی شاید یہی سوچت تھا کہ انسان تھا۔ میں نے خود کو بوسہ دیا تھا۔ میں نے یہ خیال انداز میں کہا: گروہ ان کے قید خانوں کے بارے میں میری معلومات واقعی محدود ہیں۔ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مقامی حکومت ان کی حفاظت کے لیے اس قدر مستعد کیوں ہے اور ان کا کام پرانی دولت کیوں خرچ کرتی ہے؟“

”مقامی حکومت! میرے معلوم دوست کو کسی مقامی حکومت میں متاثر نہیں لگا ہوں سے اوڈے کو دیکھتا رہا پھر میں نے کہا: فرار کا منصوبہ کب سے تمہارے ذہن میں ہے اوڈے؟ وہ خاموشی سے میری صورت دیکھتا رہا جیسے یہ سوال ان کی سر میں دیا ہو۔ اس سے قبل کہ میں اپنا سوال ڈہرائی مسکرایا اور پھر گہری سانس لے کر بولا: اس وقت سے جب میرے ہاتھوں میں جھکڑیاں بنی تھیں۔

”اس سے قبل بھی کوئی کوشش کر چکے ہو؟“

”کوشش نہ کرنا اسے عشق کو۔ مجھے نہیں معلوم کہ گروہ ان کے بارے میں تمہاری معلومات کہاں تک ہیں لیکن اگر یہاں آ کر تم یہ پتہ سب سے بڑا کی پہلی منزل ہے کہ تو ان سے یہ علاقہ بھی نکال دو۔ ابھی چاروں طرف اس قدر شرمیلیں ہیں کہ تم تقریباً کبھی نہیں کر سکتے۔ راستے میں ہمارا قیام ہی انہوں سے ہو گا۔ سمندر میں ایسے آتش کش بنائے گئے ہیں جہاں حفاظت فرار ہونے والوں کے استقبال کے لیے تیار رہتے ہیں اور ان مراکز میں جدید ترین اختانات کیے گئے ہیں۔ ہمیں ان سب کی آنکھوں میں دھول جھونک کر اپنے منصوبے کی تکمیل کرنی ہے۔“

طرح ان معاملات سے اجنبی لوگ ہیں لیکن ہیں دیر۔ میں نے نہیں
 اچھی کوئی تفصیل نہیں بتائی ہے۔ بس وہ بھی معصومہ ذرا ہلڑیوں پہل
 سے فرار ہونے کے خواب دیکھ رہے ہیں۔ میں کوئی فیصلہ نہیں کر
 پایا تھا کہ انھیں اپنے ساتھ لوں یا نہ لوں یہ بھی سوچتا تھا کہ اگر تھا
 سفر کروں گا تو بہت سے حالات میں دشواریاں پیش آئیں گی،
 چنانچہ ابھی میں نے ان کے بارے میں فیصلہ نہیں کیا۔
 میں خاموشی سے اوڈے کی گفتگو سن رہا ہوں حقیقت گروہل
 ہزاروں کے بارے میں میں نے کوئی خاص معلومات نہیں حاصل
 کی تھیں۔ میں یہی سوچتا رہا تھا کہ اگر سمندر کے راستے فرار کا موقع
 مل جائے تو ممکن ہے کسی ایسی جگہ جا سکوں، جہاں سے زندگی
 بچانے کے مناسب اختلافات ہو سکیں لیکن یہ کہاں سننے کے بعد
 میں دل ہی دل میں خود پریشان تھا۔

اوڈے میری شکل دیکھ رہا تھا، وہ مکرانے ہوئے ہوا۔
 "کسی سوچ میں ڈوب گئے؟"
 "کوئی خاص بات نہیں سناؤں اوڈے! سوچ رہا تھا کہ آپ نے
 ملتی محنت سے یہ پروا کیا کیسے؟ اس میں میرا تو کوئی تعاون نہ
 ہی نہیں رہا پھر میں اس بات کا حوالہ کہاں سے کر سکتا ہوں کہ آپ کے
 ساتھ فرار ہو سکتی؟"

اوڈے میری شکل دیکھتا رہا، اس کی دھتکنا کی ہلکی سی
 سرخی کسی حد تک کم ہو گئی۔ اس سے پہلے وہ میں غیر انسانی شکل
 میں نظر آتا رہا تھا، وہ تبدیل ہوتی جا رہی تھی۔ اور پھر اس کی
 آنکھوں میں ایک عجیب سی نمی پیدا ہو گئی۔ اس نے کہیں کہیں
 لپٹے ہوئے کہا۔ "بے شک! جانوروں کی طرح زندگی گزارنے کے لئے
 میں جانوروں سے بدتر فطرت کا مالک بن گیا ہوں لیکن گشت پرست
 کے اس بدن میں انسانی جذبہ شاید بھی فنا نہیں ہوتا۔ وحشت و
 بربریت کے ماحول میں بھی سینے میں دھڑکنے والا دل بھی کبھی
 کچھ کہانیاں سناتا ہے۔ میں تم سے تنہا کی کہانی نہیں پوچھوں گا
 لیکن مختصر اپنی داستان ضرور سناؤں گا۔ مجرم کی زندگی میرا یہاں
 انتخاب نہیں تھی۔ میں ایک بیلاری کسی پھونسی ہوئی کا باپ تھا وہ
 ایک خوب صورت، بڑی کا شوہر، سکون کی زندگی گزارنا چاہتا لیکن
 بے سکون کر دیا گیا اور اس کے بعد کچھ ایسی جھنجھلاہٹ، ذہن پر طاری
 ہوئی کہ کچھ افراد کو قتل کر بیٹھا، اگر تباری سے بچنے کے لیے فرار ہوتا
 رہا اور کچھ ایسے لوگوں کے حال میں نہیں گیا جو مجھے تھرریر ہر فرد
 کے ذریعے اپنا توبہ دے رہے تھے، انھوں نے ایک سیاسی نسل
 پر مجھے مامور کر دیا، شرط یہی زندگی تھی اور میری بیوی اور بچی کی
 حفاظت کا وعدہ۔ میں چونکہ کچھ تھا اس پریشان تھا اور چنانچہ
 شکار پیشہ کے لیے بھی کی محنت سے محروم ہو گیا ہوں اور میری

دور ہو چکا ہوں۔ لیکن ان ساری چیزوں کے ساتھ ساتھ انھیں بھی
 تو کچھ نہیں لائق، سوچ دینے کے تصور تمام خواہشات پر غالب آ گیا
 اور میں نے یہ سیاسی شکل کر ڈالا۔ نتیجے میں گرفتار ہوا اور گروہل کے
 جزائر میں بھیج دیا گیا۔ یہ اس وقت کہات ہے جب میں جوان تھا اب
 میں جس جانا کہ ان لوگوں نے کس حد تک اپنا وعدہ وفا کیا۔ میری بیوی
 اور میری کیا حشر ہوا۔ دل میں ایک آرزو مسلسل روشنی رہی ہے کہ
 ایک بار ان دونوں کو دیکھ لوں، یہ جان لوں کہ میرے جن دوستوں
 نے مجھے متناہشی مجرم بنادیا، انھوں نے اپنا وعدہ بھی پورا کیا یا
 نہیں۔ اگر انھوں نے یہاں بھی مجھے دھوکا دیا ہے تو میں چند قتل
 اور کروں گا اور اس کے بعد موت کی آغوش میں جاؤں گا، ان
 سے پہلے میں نہیں مرنا چاہتا۔ میں جانتا ہوں کہ یہاں موجود لوگوں
 کی کہانیاں مجھ سے زیادہ غلط نہیں ہوں گی۔ میں کبھی کبھی کسی
 کے لیے دل میں پیار جاگ اٹھتا ہے اور میں سوچتا ہوں کہ میری
 کوششوں میں اگر کوئی اور بھی شامل ہو جائے تو کوئی فرق نہیں ہے
 ہاں زیادہ افراد کو اپنے ساتھ شامل نہیں کیا جاسکتا۔ اس طرح مشورہ
 ناکام بھی ہو سکتا ہے۔ اس لیے میں نے بہت زیادہ پیر بھلا کر اپنے
 گروہل میں لگائی۔ میں یوں سمجھتا ہوں کہ تجھ سے بے دل نہ چاہا ہے سو
 تمہیں اپنا ساتھی بنانے پر تیار ہو گیا ہوں۔"

اوڈے کے لیے کئی نئی اور اس میں بھی ہوئی ایک عجیب
 سی کیفیت نے مجھے بہت متاثر کیا تھا۔ میں نے اس کے ہاتھ پر ہاتھ
 رکھتے ہوئے کہا۔ "میں تجھ سے بے خوف دھاکا دے رہا ہوں اوڈے
 کرتے ہیں مقتدر میں کامیاب ہو جاؤ اور میری دعا میں تنہا کی بیوی
 اور تنہا کی بچی کے ساتھ بھی ہیں کہ خدا نے انھیں محفوظ رکھا ہو،
 اپنی امان میں رکھا ہو اور وہ ٹھیک ٹھاک ہوں۔"

اوڈے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ اس کے بدن میں ایک لمحے کے
 لیے تھرریر سی دوڑتی تھی، پھر اس نے گروہل سے میرا بازو
 پکڑتے ہوئے کہا۔ "تنہا کی بیوی پر محروم دعا وہ تمام قرض اور کردہتی
 سے جو تم پر واجب تھا۔ اچھا اب مجھے اجازت دو، تمہیں یہاں رہنا
 ہوگا۔ میرا خیال ہے میں ان دونوں کو بھی محروم نہ رکھوں اس طرح
 ہم کم از کم چار افراد ہو جائیں گے۔"

"میرے لیے تم نے کیا بندوبست کیا ہے اوڈے؟"
 "ابھی نہیں، ابھی نہیں.... وقت سے پہلے تمام معلومات
 حاصل کرنے کی کوشش مت کرو۔"
 "تھیک ہے۔ کتنا وقت لگ جائے گا میں؟"
 "یہ بھی نہیں کہا جاسکتا۔ ممکن ہے بہت مختصر وقت رہ گیا
 ہو اور ممکن ہے حالات سازگار نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں مزید
 انتظار کرنا پڑے لیکن یہ جگہ تمہارے لیے محفوظ ہے۔ تم نے مجھ

کا کہ یہاں تک آنے کے لیے قدم قدم پر زندگی کی بازی لگانا پڑی
 ہے اور ہاں، بہتر ہے کہ اس میدان کو تم اپنی محفوظ
 زمین بنانا کہ مجھ اور یہاں سے نہ کٹاؤ کیونکہ باہر کے بارے میں
 انھیں کچھ نہیں معلوم۔ یہاں سے اٹھ کر باہر نکلنے کی کوشش کی تو
 گھن سے زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھو۔"

اس قسم کی دیرینہ زندگی کے بعد اوڈے واپس چلا گیا
 اوڈے کی واپسی کے لیے وقت کا کوئی تعین نہیں تھا میرا
 "ترہنہ" اس کی ہی ہوئی باتوں کا تجزیر کرنے میں لگ رہا تھا۔
 میں نے خود کو اس دوران پر سکون کھنے کے لیے مختلف
 اپنی مشاغل میں مصروف رکھا پھر کچھ دن اوڈے واپس آ گیا۔
 دن کے تقریباً گیارہ بجے تھے۔ اوڈے کے چہرے پر شدید تھکن
 کے آثار نمایاں تھے۔ میری کہیں گاہ میں داخل ہو کر اس نے مجھے
 آہستہ سے آواز دی اور میں جلدی سے اس کے سلسلے بیٹھ گیا۔
 اوڈے کے چہرے پر وہی خوفناک وحشت بھائی ہوئی
 تھی، اس نے عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "رنگ
 کا وقت قریب آ گیا ہے۔ مشر خان! باہر ہمارے کچھ ساتھی تھکے
 مشرکوں میں۔"

میں متنبس لگا ہوں سے اوڈے کی شکل دیکھنے لگا۔ اس
 وقت مجھے اوڈے کے چہرے میں ایک عجیب سی مقامی تھکن ہوئی
 اس کی شخصیت میں، جس نے صرف ان لمحات میں نرمی اور ایک
 الٹی تھی، جب اس نے اپنی بیوی اور بیٹی کا ذکر کیا تھا لیکن وہ اگر
 گورگیا اور اب اوڈے کی شخصیت میں اس کی توڑ تھی۔ ہر حال میں
 اس پر غور کرنا مناسب نہ تھا اور اس کے کہا۔ "اب نہیں کیا کرنا ہے
 مشر اوڈے؟"

"میرے ساتھ باہر آؤ، اوڈے نے کہا اور میں اس کے
 ساتھ باہر نکل آیا۔
 قہوڑی در کے بعد اوڈے ایک ایسی جگہ مجھے لے کر پہنچ
 گیا جہاں میں نے چند افراد کو دیکھا۔ دو قومی ٹیپل جو میری جڑ اوڈے
 ہی کی طرح کامیاب بنے ہوئے تھے وہاں موجود تھے۔ ان میں سے
 ایک شخص بوڑھا اور بہت حال نظر آتا تھا، اس کی ٹیپل بڑھتے بڑھتے
 سفید داڑھی بن گئی تھی۔ اس نے دو حیلہ ڈھال لیا اس میں رکھا
 تھا لیکن تن و قوت سے یہ محسوس ہوتا تھا جیسے ابھی وہ اچھی
 فاس قوت کا مالک ہو۔ دوسرا شخص البتہ اس کی نسبت چاق و چوبند
 اور زیادہ توانا تھا۔ نزدیک ہی اس کے ایک آدمی بیٹھے ہوئے تھے
 اس کے ہاتھ اور پاؤں، پشت کی جانب ریتوں سے گس دیے گئے
 تھا اور وہ شاید بے ہوش تھے۔ ایک بڑا سا براؤن رنگ کا قیدی
 نزدیک رکھا ہوا تھا۔ بے ہوش پڑے ہوئے آدمیوں میں سے

ایک شخص نہایت قوی شکل اور خونخوار شکل کا نظر آ رہا تھا اس کے
 بدن پر تلواروں کی سی سردی تھی۔ باقی دو آدمی البتہ عام سے لباس
 میں تھے لیکن ان کے سروں پر جولوہاں مندرجی ہوئی تھیں ان
 پر کپڑے لکھا ہوا تھا جس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ وہ علاقہ ہی نہیں
 میں دلچسپی سے ان ٹیپلوں کو دیکھتا رہا تب اوڈے نے
 کہا۔ "انسانی کوشش کے باوجود ہمیں یہ صرف میں افراد دستیاب
 ہو سکے ہیں میرے یہ دو دوست ان ٹیپلوں کو یہاں لائے ہیں میرے
 معاون رہے ہیں اور یہی بات تو یہ ہے مشر خان کہ ابھی تک
 اس سلسلے میں تمہارا کردار نمایاں نہیں رہا ہے۔ تاہم میں ایک تجویز
 پیش کر سکتا ہوں۔"

میں نے سوالیہ انداز میں اوڈے کی شکل دیکھی۔ اس کے
 الفاظ کو مشکوک سے تھے اور ان کا مفہوم میری سمجھ میں نہیں آ رہا
 تھا۔ میں نے بھاری بھرے میں کہا۔ "میں تمہاری باتیں سمجھ نہیں سکا
 مشر اوڈے؟"

"یہ قیدی تین ہیں۔ اور ہم میں سے تین آدمیوں کو ان کی
 شکلیں اختیار کر کے اس جہاز سے سفر کرنا ہے جو گروہل کے اس
 جزیرے سے روانہ ہونے والا ہے۔ اس خطے میں ایک آپ کا
 سامان ہے اور میں چہروں کو تبدیل کرنے میں مہارت رکھتا ہوں۔
 یہ چہرہ چھ شخص جو تن و قوت میں سب سے زیادہ ہے یہاں بہت جلدیت
 ہے چنانچہ میرے بلے میں تو بیٹھے ہو گیا کہ میں اس کا حیلہ اختیار کر کے
 یہ سفر کر سکتا ہوں۔ باقی سے یہ دعا ہی جس جہاز کے علاقہ میں
 جس میں میں سفر کرنا ہے۔ پوچھا آدمی کوشش کے باوجود نہیں دیتا
 نہیں ہو سکا۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تین افراد میں اور کون سا
 چھاپنے آپ میں سے کہ میں کہیں کہ جائے سفر کا آغاز ہو سکے؟
 اوڈے کے لیے میں جو معنی خیز تھی اس نے میرے بدن میں
 جھرمھری سی پیدا کر دی۔"

میں چند لمحے اس کی شکل دیکھتا رہا، اس کا مفہوم سمجھتا رہا
 پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ مشر اوڈے! یہ لوگ تمہارے ساتھ
 روانہ ہونے کا زیادہ حق رکھتے ہیں مجھے یہ بات تسلیم ہے کہ میں تو
 اس معاملے میں بالکل جوئیر ہوں اور یہ مجھے کہیں نے فرار کے
 منصوبے پر عمل کرنے کے لیے ابھی تک تمہارے ساتھ لے کر کوئی
 عملی قدم نہیں اٹھایا۔ بلکہ یہ بوجھ ہی بنا رہا ہوں۔ اگر تم مجھے یہاں
 پر چھوڑنا چاہو تو یقین کر لو کہ کوئی انہیں میں سے ہرگز باتیں
 "ہاں بات اصول کی ہے لیکن اگر میں انھیں تمہاری رضا کارانہ
 پیش کش کو قبول کرتے ہوئے یہاں چھوڑ دوں تو راستے میں جو جب تک میں
 سفر کرتا رہوں گا، میرا دل خدشات سے بھرے گا۔ انسان ہر وہ
 سب کچھ جان چکے ہو جو یہاں سے فرار کے مسئلے میں میں نے تھیں

موسیقی کے شائقین کے لیے
اپنے طرز کی اچھوتی کتاب

الحمد لموسیقی

سازوں کی سنگت میں گانا ایک مشکل فن ہے
اس کتاب کے مطالعے سے آپ کو نہ صرف
گانا بلکہ دماغ پر بھی گانا بھی آجائے گا اور مطالعے
کے بارے میں بھی واقفیت ہو جائے گی

نثر، گیت، ڈرامہ، ٹیلی ویژن اور
موسیقی کے دیگر امور و امور
اشکار کرنے والی صحیح کارآمد کتاب

برصغیر کے نامور گلوکار اس کتاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ

میرے دیکھنے والوں کے لیے مثل راہ ہے

مہادی حسن کا تفصیلی تبصروہ
مع ان کی دستگیر تصویس کے
اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں

یہ کتاب موسیقی کے استاد کی جگہ کی جاتی ہے

قیمت ۲۰ روپے ۵۰ روپے
پیشگی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجیے پرنٹر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز

پوسٹ بکس نمبر ۲۲ سید شمس الدین شاہ انسٹی ٹیوٹ آف ایجوکیشن ڈیرہ گزیر

اگر اوڈے اس بات پر تیار ہو جائے کہ مجھے یہاں چھوڑ جائے اور
تم دونوں کو لے کر نکل جائے تو مجھے ذرا بھی اعتراض نہیں ہوگا۔
اس شخص نے ایک لمحے کے لیے مجھے گوارا اور دوستی
بار بھی مجھ پر رکھ کر دیا۔ اس بار اس نے میرے سینے پر فلڈنگ لگ
مارنے کی کوشش کی تھی لیکن میں نے اس کی یہ کوشش بھی ناکام
بنادی اور عرضی وہ میرے نزدیک بھانجا، میں جھک گیا، البتہ میں نے
اسے دوسری طرف گرنے نہیں دیا تھا بلکہ جیسے ہی وہ زمین پر گرنے
لگا، میں نے جھک کر اسے اپنی کمر پر مارا دیا اور پھر پلٹ کر کسی جگہ
ڈال دیا جہاں سے اس نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔ میں نے مارا نہ لگایا
تھا کہ وہ خود ہی بہت لڑائی بھڑائی سے تو فوراً اُفت ہے لیکن
جنگ کا مہار نہیں تھا اور میرے مقابلے پر وہ چند منٹ ہی نہ ٹھہر
سکے گا۔ میری اس نرم دلی پر اسے غالباً بھلاہٹ آگئی تھی چنانچہ
اس بار وہ مجھ پر ہل، ہی پڑا۔ میں چند لمحوں پہلے کہنے کی کوشش
کرتا، وہ اس سمت نکلتا، آخر اس نے میرا گہبان پکڑ لیا پھر اس
نے دو تین گھونٹے میرے منہ میں ڈال دیے اور اس کے بعد مجھے
اٹھانے کی کوشش کرنے لگا لیکن اب یہ تو ممکن نہیں تھا۔ میں نے
دلوں ہاتھ اس کے دونوں کانوں پر مارے اور وہ ایک ہلکی سی
کرک کے ساتھ پیچھے ہٹ گیا۔ اس جگہ میں نے اس پر کوئی چارہ نالہ
نہیں کیا تھا لیکن وہ مسلسل اپنی جودھیں مصروف رہا، میں اس
سے بچتا ہوا تقریباً دو منٹ اس طرح گزر گئے۔ اس دوران میں
نے ایک بار بھی اس پر حملہ نہیں کیا تھا۔ اسے شدید جھنجھلاہٹ
محسوس ہو رہی تھی۔ وقتاً فوقتاً اس نے طعن سے ایک تیز آواز نکالی اور
اس بار میں تیار نہ رہا، وہ مجھ پر حملہ آور ہونے کے بجائے ایک
سمت دوڑ گیا تھا اور پھر اس نے ایک لمبی پھلانگ لگا دی۔ اوڈے
اور اس کے ساتھی کے مقلد ایک وقت زندہ سی آواز نکالی میں
اس پھلانگ کا مقصد نہیں سمجھ سکا لیکن جو کچھ میں نے دیکھا، وہ
میرے لیے بہت تکلیف دہ تھا جس جگہ اس نے پھلانگ لگائی
تھی وہ ایک خوفناک قاتل دلدل تھی جس میں گرنے کے بعد کسی
انور زندگی بچنا ممکن نہیں تھی۔ اب اوڈے کی یہ چال میری سمجھ میں
آگئی تھی، وہ مجھے اس جگہ اسی لیے سے کر رہا تھا کہ جنگ کا فیصلہ
بہ آسانی ہو جائے اور ہم میں سے کوئی بھی کسی کو اس دلدل میں چھٹکے
میں کا سیاب ہو جائے تو فیصلے میں رقت نہیں ہوگی لیکن ایک لمحے کے
بے اپنے تحریک کی یہ حرکت میری سمجھ میں نہیں آسکی تھی۔ البتہ
جب اس نے دلدل میں غروب ہوتے ہوئے دونوں ہاتھ ہلانے
اور اس کی مدد میں آواز میرے کانوں تک پہنچی تو فیصلہ لڑنے کے
آسور ہو گیا۔ اس نے کہا تھا۔
”تم زندہ رہو۔ نوجوان بزم زندہ رہو تم زندہ رہنے کے قابل

اپنی جان بچانے کے لیے کیسے بے گناہ شخص کو ہلاک کر دوں جس
کے دل میں غمناک کیا کیا آرزوئیں اور امنگیں ہوں لیکن جتنا
ایسی ہو گئی تھی کہ وہ جس کی موت مرنا بھی مجھے پسند نہیں تھا۔
اوڈے نے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ”میں اس طرح نہیں
آؤں تمھارے لیے میدان جنگ کا انتخاب کروں تم میں سے
کسی کے پاس ہتھیار نہیں ہے، یہ ہاتھوں کی جنگ ہے اور اس
میں فتح کے لیے خاصی جدوجہد کرنا پڑے گی۔“
دوسرا شخص اس بات کے لیے تیار ہو گیا۔ میں بھی اب اپنے
ذہن کو تمام خدشات سے آزاد کرانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔
زندگی اگر میری سب کچھ چاہتی ہے تو پھر اس سے فرار کس طرح ممکن
تھا اوڈے نے جو جگہ ہماری جنگ کے لیے منتخب کی تھی وہ
یہاں سے توڑنے کا طے پر ہی تھی۔ لیکن میری سمجھ میں یہ بات نہیں
آئی کہ اس نے اس جگہ کا انتخاب کیوں کیا ہے۔
میرا متوہل جی کا نام مجھے ابھی تک معلوم نہیں ہوا تھا،
بہت بے مبرا تھا۔ اس نے مجھے خود کسے کا موقع نہیں دیا اور ایک
بار کبھی اس نے مجھے یہی پڑا۔ میں نے اس کا وار خالی
ہینے کے بعد پٹ کر ایک فلڈنگ اس کے پیٹ میں ماری اور وہ کسی
بار اس کی ٹانگوں پر ایک وار کیا۔ میرے دونوں ہی دانت بے پروائی
سے ہونے لگے تھے ان کے نتائج سامنے تھے میرا متوہل چاروں
شانے چت پڑا ہوا تھا۔ اگر میں چاہتا تو اس جنگ کا فیصلہ چند لمحوں
میں ہی کر دیتا لیکن میرا خیال مجھے مسلسل ملامت کر رہا تھا۔ ایسی جگہ
آپڑی تھی کہ میرے میں کچھ بھی نہیں تھا۔ یہ دشمن انسان میں کا
تمام اوڈے تھا اپنی زندگی کا تقاضا کے لیے صرف ایک ہی بات پر
آمادہ ہو رہا تھا، وہ یہ کہ ہم دونوں میں سے اس ایک زندہ رہے اگر
میں اس کی بات ماننے سے انکار کروں یا میرا متوہل مجھ سے لڑنے
پر آمادہ نہ ہو تو پھر ہم میں سے ایک کو خود کشی کرنا پڑے گی یا یہ لوگ کسی
ایک کو قتل کر دیں گے۔
میں خاموشی سے کھڑا اپنے تحریک کو دیکھ رہا تھا جو چند
لمحوں پر پلٹ چکی تھی تاکہ اس کے بعد اسے احساس ہو گیا کہ
وہ کافی رت کراپنے نے غلط کر دی تھی۔ وہ اپنے چنانچہ اس نے
سیدھا کھڑا ہونے کے بجائے اپنی قلابازی کائی اس کے ذہن
میں یہی خیال ہو گا کہ میں اس کے سیدھا کھڑا ہونے کا انتظار
کر رہا ہوں اس لیے اپنی دانست میں اس نے یہ چال کی تھی۔
اوڈے اور دوسرا شخص خاموشی سے کھڑے اس جنگ کا
تماشا دیکھ رہے تھے۔ میرا تحریک ایک بار پھر ہاتھ پھیل کر میرے
سامنے آگیا اور میں نے ہست سے اس سے کہا۔ میرے دوست
یقین کرؤ میرے دل میں تم سے لڑنے کی ذرا بھی خواہش نہیں ہے

بتایا ہے۔ ہم خوف و ہراس کی فضا میں سفر نہیں کر سکتے۔ اگر کسی ہی
رضا کاراد فطرت دیکھتے ہو تو خود کشی کر دیکھو کوئی اعتراض نہ ہوگا
لیکن..... مجھے زندہ چھوڑنا میرے لیے ممکن نہیں ہے نا
اوڈے کا چہرہ اتنا سناہو، اتنا جاہل اور اتنا سفاک تھا کہ اس
کی شکل دیکھتا رہ گیا۔ اس کے الفاظ پر نور کز تار باد یہ تو کسی طور ممکن
نہیں تھا کہ میں صرف ایک احمقانہ حرکت کے لیے جان فے دوں۔
اوڈے کا چہرہ جلتا ہوا تھا۔ میں اس کا احسان نہیں کرنا چاہتا تھا
لیکن پھر کسی طور ممکن نہیں تھا کہ اس کی فضا میں میں خود کشی کر لیا
اوڈے نے گردن ہلاتے ہوئے میری طرف دیکھا اور بولا۔
”اگر تم اس بات کو پسند نہیں کرتے تو میرے پاس اس کا ایک دوسرا
حل بھی ہے، وہ دوسری شکل یہ ہے کہ یہ دونوں موجود ہیں ان میں
سے کسی سے جنگ کرو اور اس جنگ کے نتیجے میں تم دونوں میں سے
ایک کو ہلاک ہو جائے۔ اس طرح دوسرا اپنے آپ کو اس سفر کے
لیے حق دار ثابت کر دے گا۔ ایک کی موت دوسرے کو زندگی بخش
دے گی۔“
”اوڈے! میں خوشی سے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ میں خود کتنے
کے لیے تیار ہوں۔ تمھارے کہنے سے میں خود کشی نہیں کر سکتا اور
ان دونوں سے جنگ کرنے کا میرے پاس کوئی ہوا نہیں ہے۔“
”لیکن اگر تم خود کشی نہیں کی تو تمھیں زندہ نہیں چھوڑیں
گے۔“ اس دوسرے شخص نے جو وی دیکھل بدن کا مالک تھا سبک کرتے
ہوئے کہا۔ اس کے چہرے پر شہینت اور خفا تھا۔ رقصاں تھی پھر
اس نے کہا۔ ”بہتر یہ ہو گا کہ تم مسٹر اوڈے کی بات تسلیم کر لو، وہ فیصلہ
قدرتی ہو گا جو جنگ کے بعد خود بخود ظاہر ہو جائے گا۔“
میں نے سر ہلا کر ہولست اسے دیکھتے ہوئے کہا۔ میں تھا نا
نام نہیں جانتا دوست! لیکن اگر تم میرے ہاتھوں قتل ہو گئے تو
مجھے دکھ ہو گا کہ میں نے ایک بے گناہ کو مار دیا۔
”یہ ساری باتیں احمقانہ ہیں۔ ہم لوگ جن حالات سے گزر رہے
ہیں، ان میں رحم دلی اور اخلاق و اقدار کوئی گنجائش نہیں ہے۔
مارو یا مہر صاف یہ زندگی کا اصول ہے۔ خاص طور سے ان ہوا
چنانچہ مسٹر اوڈے آپ مجھے حکم دیکھیں کہ میں اس شخص کو قتل کر دوں۔“
اس نے اس بار اوڈے کو مخاطب کر کے کہا تھا۔
اوڈے نے دونوں ہاتھ پھیلے۔ ”او۔ او۔۔۔ یہ تو نہایت ہی
ہے۔ اگر تم ابتداء کرنا چاہتے ہو تو مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔“
اوڈے کے ان الفاظ کے ساتھ ہی اس شخص نے آگے بڑھ
کر مجھ پر حملہ کر دیا۔ اس نے اپنے کمر میرے سینے پر مارنے کی
کوشش کی تھی لیکن میں پھر نے اسے کیسے ہٹ کر دیا۔ پھر یہی عجیب سی
کینیت ہو رہی تھی، دل نہیں چاہ رہا تھا کہ اس سے جنگ کروں اور

میرے پورے وجود میں ایک لمحے کے لیے تھرہری سی دوڑ گئی تھی۔ میں اب سمجھ گیا تھا کہ اس نے مجھ سے متاثر ہو کر اپنی زندگی موت کے حوالے کر دی ہے۔ یقیناً وہ مجھ سے بہت زیادہ متاثر ہو گیا تھا کہ وہ جانتا تھا کہ وہ میرے حلقے پر کچھ نہیں ہے لیکن اس نے یہ بھی دیکھ لیا تھا کہ میں نے ایک بار بھی اس پر ہاتھ نہیں اٹھایا تھا جبکہ وہ بار بار موقع ملنے پر بھی پراپنے منکر کا پکا تھا۔ بالآخر وہ انسان تھا، احساس جاگا اور اس احساس نے اسے موت کی جانب دھکیل دیا۔ میں سسکتا ہوا مددگار اے دل دل میں مژدوب ہوتے دیکھتا رہا۔ اس کی کوئی مدد میں کی جاسکتی تھی۔ اوڑھے تھکے تھکے انہما میں آگے بڑھا اور میرے شانے پر ہاتھ مار رہے ہوئے لولا۔ یہ ضروری تھا خان اب اسے حد ضروری تھا کہ میری جگر ہی بجھتے ہوئے

میں نے اس نگاہوں سے اوڑھے کی طرف دیکھا اور بولا۔
 "زندگی بچانے کا یہ طریقہ مجھے بالکل پسند نہیں آیا اوڑھے"
 ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے یہ ایک بدترین طریقہ تھا لیکن اگر اوڑھے کی حالت پر غور کرو گے تو اسے بے تصور پاؤ گے۔ میں نے سالہا سال غمت کی ہے، میں اپنی اس جدوجہد میں کوئی کسر نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ میں نے اوڑھے سے کچھ نہیں کہا بڑا احتمال سا طاری ہو گیا تھا طبیعت پر۔ تب اوڑھے نے اپنے دوسرے ساتھی کی طرف رخ کر کے کہا۔ "میں نے محض اس سلسلے میں کیا خیال بنایا کچھ نہیں۔ میرا خاموش رہنا بہتر ہے۔" لیکن نے جواب دیا۔
 اوڑھے اسے چند لمحات چاہت لگا ہوں سے دیکھتا رہا اور پھر اس نے پھر پھر سے کہہ کر کہا ہم جذباتی ہو گئے ہیں کیا جانو گے کی اس دنیا میں ہم انسان بنے جا رہے ہیں؟ یاد رکھو، انسان کی کسی کو کچھ نہیں ملے گا، چلو اپنا کام کروؤ گے بڑھ گیا اور ہم اس راستے سے ہوتے ہوئے ان بے ہوش افراد کے پاس پہنچ گئے جواب بھی بے ہوش پڑے ہوئے تھے۔ اوڑھے نے براؤن رنگ کا وہ قتیلا کھوڑا اور پھر اس میں رکھا ہوا سامان نکال کر بیچنے لگا۔
 ایک آپ کا یہ سامان پتا نہیں کہ اس سے اس کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ میں نے اس کے بارے میں کچھ پوچھا سنا سب نہیں سمجھا۔ اس شخص کی موت نے مجھے واقعی برا متھل کر دیا تھا۔ اوڑھے نے پتلے پلٹے چہرے میں تبدیلیاں پیدا کیں، آئینہ سامنے رکھ کر وہ اپنے چہرے کی مرمت کرتا رہا۔ بالآخر وہ ایک آپ کا ہاتھ تھا۔ پتا نہیں کیا چیز تھا وہ شخص اور تپا نہیں کیا کچھ کرتا رہا تھا اس دوران اس کے بعد میری باری آئی مجھے اس نے ایک خلاصی کا روپ دیا اور پھر لوڑے میں گھس کے چہرے کی مرمت کرنے لگا۔

تقریباً تین گھنٹے اس کام میں صرف ہو گئے تھے پھر اس نے قوی دیکھ کر شخص کا لباس اتار کر خوبصورت لیا اور ہم دونوں کو بھی جاہلیت کی کمان کی جیبوں سے تمام چیزیں نکال کر اپنے قبضے میں لے لیں ہم دونوں نے یہی سب کچھ کیا اور اس کے بعد اوڑھے کی ایک اور زندگی ہمارے علم میں آئی۔ اس نے بے ہوش آدمیوں میں سے ایک کو کاٹتے ہوئے بولا اور ایک طرف بڑھتے گئیں اس کا قصد کچھ نہیں تھا۔ وہ اس شخص کو بھی دلہن میں بھی چھینکا جاتا تھا لیکن کیا کیا جاسکتا تھا وہاں تو وحشت و زندقہ کے علمبردار اور بکھتا ہی نہیں۔ میں نے کوئی ترس نہیں کیا۔ اوڑھے نے اپنے لیے دیگرے ان تینوں کو دلہن میں اچھال دیا اور وہ بے جا سے ہوش میں آئے بغیر ہی موت کی غوغا میں جا موئے اور اب میری ہنتر تھا میرے لیے کہ اپنے آپ کو ان احساسات سے آزاد کر لوں ورنہ خواہ اوڑھے کے اور میرے درمیان کی یہ سیما پرستھی تھی ان تینوں کو موت کے گھاٹ ڈالنے کے بعد اوڑھے نے اس طرح ہاتھ بٹھا دے جیسے دھول صاف کر دی ہو اور اس کے بعد مسرور کر میری طرف دیکھتا ہو بولا۔ "بھتے دلیر اور بھتے ہمارے تم ہو اسی ہمارا کامرت دو۔ جذبات بے شک انسانی زندگی کے ساتھ ہیں مگر موت ان ساری چیزوں سے زیادہ بڑھ چکا ہے۔" اس نے دوسرا آدمی کو مخاطب کر کے کہا۔ کیوں مینگ کیا میں نے غصہ کیا؟ مینگ نے ایک بھر پھر ہی سے کہ نفی میں گروں ہلا دی۔
 اس کے بعد ہم واپس جھاڑیوں کے درمیان بیٹے ہوئے اسی مکان میں آ گئے۔
 اوڑھے نے ایک جگہ پاؤں پھیل کر بیٹھتے ہوئے کہا۔ رات کی تاریکی میں، جیسے یہاں سے نکلتا ہوگا۔ یہ سارا سامان ہمیں دلہن میں چھپک دیں گے تاکہ کوئی نشان باقی نہ رہے اور شہر میں ہم کو ملے ہے، تم بھگن ہو۔ اس نے مینگ کی طرف اٹکل اٹھا کر کہا۔ اور وہ بال آخری اشارہ اس نے میری جانب کیا تھا۔ اپنے نام نہ نہیں لٹھیں کرنا تم دونوں اس ٹوٹے ہوئے جنگی ہتھیار کے خلاصی چھوڑ دو۔ میں اٹھ کر اٹھیں اسی حیثیت سے اس جہاز میں سفر کرتا رہے۔ جن لوگوں کے درمیان میں تھیں نے جاؤں گا وہاں، جنبیت کا اظہار نہ کرنا۔ وحشت و دیوانگی کے مظاہرے ان سب کی عادت ہے۔ زیادہ خاموش رہنا اور اگر کبھی کوئی ضرورت پیش آجائے تو سوائے اپنے اور ہلڑ بازی کے تھیں اور کچھ نہیں کرنا۔
 ہم شام ہونے کا اظہار کرتے رہے اور جب شفق کی مٹی شام کی دھند لہو میں ڈوب گئی تو ہم اوڑھے کی رہنمائی میں ان سے چل پڑے۔ موت کے ان راتوں پر سفر کرنا انسان کام نہیں تھا، وہ بھی بڑھتے ہوئے اندھیرے میں۔ ایک ایک قدم اولس

کے نقش قدم پر کھجا جا رہا تھا جس کی اس نے ہدایت کر دی تھی۔ خدا خدا کر کے اس جہاز کا اختتام ہوا اور ہم آبادی میں داخل ہو گئے لیکن اوڑھے کا نہیں تھا۔
 "ہم بندہ کا ہراس جگہ چاہیے ہیں جہاں ہمارا عملہ رہتا ہے۔ آبادی سے گزرتے ہوئے اوڑھے نے کہا کہ رات کے مشترک کھانے میں خود دواں بھی شریک ہو گئے۔ میرے آس پاس رہنے کی کوشش نہ کرنا لیکن تمام سفر کے دوران میں ایک دوسرے پر ناکہ دیکھنا ہوگا تاکہ کوئی ایک کسی حافقت کا موجب ہو رہا ہو اور وہ اسے سنبھال لے۔"
 "تم ملحق رہو سر اوڑھے ایک سطر مینگ بہت خاموش طبع انسان ہیں؟"
 "خاموشی تمام دواؤں کو اُتار دیتی ہے لیکن تم اب اسے مینگ نہیں کہہ سکتے۔ یہ غلطی دوبارہ نہیں ہونی چاہیے۔"
 "اوڑھے چیخا۔ ویسے سطر جرنل کچھ بیاز معلوم ہوتے ہیں؟"
 "کام کے وقت یہ غریب چاق و چرند ہو جانے کا احساس نہیں ہے۔ بارے میں بس یہ بتا دینا کافی ہے کہ یہ تین ملکوں کا جرنل ہے۔ بولے کہ ایک کان اس نے صرف اس لیے دھماکے سے آبادی تھی کہ ایک سپر وائزر سے اس کی دشمنی ہو گئی تھی۔ کان کے دھماکے میں اسٹی مزدور ہلاک ہو گئے۔ انھیں وہ پیراڑ بھی تھا۔ اس کے علاوہ اس نے ایک منبع عام میں گیس کو اٹھ اوڑھے کا ڈرڈی موجودگی میں ایک ملے کا ڈیر دفاع کو قتل کیا تھا۔ موت سے کارنا نے اس کے یہ اوڑھے شش لگا۔
 میں نے پچھنی پیشی سمجھوں سے متھل مینگ کو دیکھا جو ہماری نظر سے بے نیاز ہمارے ساتھ چل رہا تھا۔
 کوڑی کی چھت کے نیچے بڑی بڑی بلیاں لگا کر جہازوں کی رہائش گاہ بنائی گئی تھی۔ ایک طرف ان کے بستر بڑے ہوتے تھے اور دوسری طرف بھڑی اور گاڑی کی میزیں ڈانٹا بال کی ضرورت پوری کر رہی تھیں۔ سارے ماحول پر وحشت کی لہر لائی تھی۔ کھانے کا وقت ہو چکا تھا چند افراد ان میزوں پر سامان لگا رہے تھے۔ بڑی بڑی موچھوں والے ایک شخص نے اوڑھے کو کوڑی اور وہ اس طرف چلا گیا۔ مینگ مجھ سے کافی دور بڑھ گیا تھا پھر ایک آدمی نے پیش کے ایک گھنٹے کو کوڑی کی کھڑکی سے بھاننا شروع کر دیا اور لوگ اپنی جگہوں سے اٹھنے لگے۔ کھانے کے لیے اطلاع تھی۔ میزوں کے گرد جوم ہو گیا، لوگ بڑی لڑکپن میں ایک خاص قسم کا ساگ، گوشت کے ٹکڑے اور لہی لہی ڈبل روٹیاں کے کچے پٹے جلتے۔ میں نے بھی ان کی

پروٹی کی۔ مجھے ان لوگوں میں ہم ہونے میں کوئی وقت نہیں ہونی تھی اس کے بعد کھانے کا سامان اپنے اپنے بستر میں جا گئے۔ پھر آتش لے کر بیٹھ گئے۔ مجھے اپنے بستر کے بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا۔ لیکن مجھ سے کچھ دواں بلی سے ٹپک لگا کر بیٹھ گیا۔ میں نے بھی یہی کیا تھا۔ جگہ جگہ ٹپکتے آہی رہے تھے۔ اس وحشت خیز ماحول میں زندگی سے بھرپور یہ تھکتے۔ رشتے عجیب ملک سے تھے لیکن سب کی کیفیت مجھ جیسی تو نہیں تھی۔ یہ جھلنے لے کر گئے تھے اور انھیں زندگی کی ان الجھنوں سے واسطہ نہیں پڑا تھا جن کا ہم لوگ شکار تھے۔ کافی دیر گزر گئی۔ ایک جگہ کچھ ہنگامہ بھی ہوا تھا مگر پیراڑ بھی ہوئی لیکن خود ہی ختم ہو گئی۔ ان لوگوں کو روکنے والا کوئی نہیں تھا۔ ایک بار سٹر چل کا گھنٹہ بھانیا گیا اور سب کو سناپ سوچ گیا۔ روشنائی کی کوئی گیس اور خلاصی جگہ دروازہ ہو گئے۔ غانا کسی کے لیے کسی جگہ کی قید میں تھی۔ آرام نہ ہو کر وہاں تو قیاس نہیں کہ لوگ اپنے لیے بستر میں کچھ خصوصی طور پر تیار کیا کرتے ہیں بھی اس وحشت زدہ ماحول میں ایک جگہ پر ٹپک گیا۔ تو خاصا وقت اچھی حالت میں گزار چکا تھا اور گزار رہا تھا لیکن آج کی رات کچھ خاص غصو صیات کی حامل تھی۔ چاروں طرف سے خزانے اچھڑنے لگے لیکن میں ان بے فکران کی مانند گری نیند نہیں سو سکا تھا حالات

علمی و فنی کتاب بے حد کارآمد کتاب

ٹیلی پیچی اور مستقبل بینی

ایک کتاب میں دو کتابیں

اپنا پیغام دوستوں کے ذہنوں تک پہنچانے اور ان کے دلوں کا حال جاننے کا سب سے مفید

قیمت ۲۰ روپے

مکتبہ فطرت اسلام آباد

تھے کہ ذہن پر ہمارے ہوسے تھا اور میں انھیں جنگل کے سونے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ دوسری صبح مستعد کیے سے اپنا کام انجام دے سکوں۔

کتنی بار اچھ کی اور کئی بار جاگا لیکن اپنی جگہ سے جنبش نہیں کی تھی یہاں تک کہ پیدہ سے خود اتر گیا۔ سات بجے گھنٹی بجی اور تمام لوگ اٹھ کر بیٹھ گئے۔ ہنگامہ کا نشانہ کرنے کے بعد سب کے سب بندرگاہ کی طرف بڑھ گئے جو یہاں سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھی لہذا کاشور ساری رات ہی سانی دیتا رہا تھا۔ میں بھی اچھی لوگوں میں شامل ہو گیا۔

لیکن پانے نام کے ساتھ جرنل اب مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا لیکن اوڑے نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ رات ہی سے غائب تھا اور کئی بار میری نگاہیں اسے تلاش کر رہی تھیں مایک مرتباً یہاں کہ جرنل میرے بالکل نزدیک مل گیا تو میں نے اس کی طرف دیکھے بغیر ہی کہا: "اوڑے ہیں نظر نہیں آیا"۔ جرنل نے ایسی نگاہوں سے مجھے دیکھا جن سے ناخوشگوار سی کیفیت کا اظہار ہوتا تھا پھر وہ آہستہ سے بولا: "اس کا نام ڈیک ہے"۔ میں نے دل ہی دل میں شرمندگی محسوس کی اور خاموشی سے قدم اگے بڑھا تا رہا تب جرنل نے کہا: "وہ جہاز چڑھ چکا ہے"۔

میں آہستہ آہستہ اگے بڑھا رہا تھا تو ٹھوڑی دیر کے بعد بندرگاہ تک پہنچ گیا جہاں ایک قدیم طرز کا جہاز جس کے سامنے کے حصے پر گیسولن لکھا ہوا تھا، پانی میں چھل رہا تھا۔ عارضی قسم کی مخصوص میٹھی جہاز تک جاتی تھی جس کے پورے تختے اسٹیل تھے کہ اس پر سے آٹھ آٹھ دس دس مزدور پر آسانی گزرتے تھے۔ کتا سے پر لڑکی کی پیشیاں پڑی ہوئی تھیں جن کا کم زیادہ نہیں تھا یعنی آٹا بڑا تھا کہ ایک آدمی اس بیٹی کو اپنی پشت پر آسانی لا سکتا تھا۔ دوسرے خلاصوں کی طرح میں نے بھی بیٹی اپنے شانواں پر لٹائی اور پیٹری کی جانب بڑھ گیا۔

ٹھوڑی دیر کے بعد میں جہاز کے فرش پر پہنچ گیا یہاں بیٹیوں کو بارگیا جا رہا تھا۔ اوپر پہنچنے والے خلاصوں کے سینے پر ضروری نہیں تھا کہ وہ فوراً ہی واپس لوٹ آئیں جہاز پر حرکت کام پورے تھے کوئی جہاز کے تختے چڑھنے میں مصروف تھا۔ کوئی اس کی حفاظت کر رہا تھا، کوئی بیٹھے ہوئے یا دین دفور کر رہا تھا۔ یہاں ایک لہو سو جہاز پر اس کا محول کو میں نے بلکل غائر دیکھا اور ایک باپ پھر نیچے اتر آیا۔ ٹھوڑی دیر پر جہاز کے بار سے میں سب کچھ جان لینا مناسب نہیں تھا۔

دو پہر تک ہم لوگ یہ پیشیاں پر لٹا رہے۔ ان کی تعداد تخم بھری جارہی تھی اور لوگ محسوس ہوتا تھا جیسے یہ ان

پیشیوں کی آخری کھپ ہو کیونکہ کسی طرف سے نئی پیشیاں سامنے نہیں لائی جارہی تھیں۔ ایک بچہ کام ختم ہو گیا اسی وقت تک کہ کی گھنٹی بجی بھی تھی۔

تقریباً تیس پیشیاں میں نے اوپر پہنچائی تھیں۔ اسے سب لگانے کے بعد جب تک خوب چمک اٹھی تھی چنانچہ میں اسے پھر میں نے بھی اتنی ہی پھر تھی سے اپنے لیے کھا نا کال لے لی۔ تھوڑی دیر کے بعد خلاصوں نے دکھائی تھی لیکن کھانے سے قاصر ہوئے کے بعد میں دوبارہ بندرگاہ پر نہیں جانا پڑا تھا۔ اعلان کیا گیا کہ جہاز آج رات کو دس بجے روانہ ہو جائے گا، خلاصی اب آنا ہوگا۔ ضروریات سے فارغ ہو جائیں۔ اسی وقت میں نے اسے لے لیا دیکھا جو مجھ سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ آہستہ آہستہ چلتا ہوا میرے قریب آیا، اس کی چال میں بڑی خود اعتمادی تھی۔ لہذا مسکراتے ہوئے مجھ سے کہا: "بیسو پال، کوئی نہیں یا۔" رات آ تو نہیں؟

"نہیں مڑ ڈیک! میں صلیب ہوں"۔

"مجھے معاف کرنا، کچھ وقت میں تم سے دور رہا لیکن سبیل قائم ہونے کی حیثیت سے جہاز کے کچھ اختلافی امور میرے لیے لڑنے گئے تھے۔ تم نے سن لیا ہوگا کہ ہم روانہ ہونے والے ہیں۔ تمھارا دوست تو مجھ کے نا؟"

"بالکل ٹھیک ہے"۔ میں نے جواب دیا اور اوڑے شانواں پر آہوا اگے بڑھ گیا۔ ہم لوگ نہایت کامیابی کے ساتھ اپنے پہلے مرحلے کے گزرنے چکے تھے اور کسی کو ہم پریشی کا موقع نہیں ملا تھا۔ اگر ماحول میں یہ وحشت خیزی نہ ہوتی اور خلاصی ایک دوسرے کے شناسا نہ ہوتے تو جہاز کے وجود ایک دوسرے سے اس قدر غیر متعلق نہ ہوتے۔ جہاز پر نہیں یہاں کافی شکلات پیش آئیں۔ کچھ لوگ بلاوجہ کے رات ان جاتے اور انھیں شب ہو جاتا لیکن یہ سب کچھ نہیں تھا، یہ گستاخ پھروں کا غول تھا جنھیں ایک دوسرے سے کوئی غرض نہیں تھی۔ شاید کوئی کسی کو دوست نہیں بنا تھا، بس جو کسی کے سامنے مشی ہو کر بیٹھ گیا، میٹھ گیا۔ اور جہاز تک رہا، اسے کسی گستاخ نہ ملے۔ یہ معمول ہمارے لیے نہایت فائدہ بخش تھا۔ رات کو دس بجے خلاصی ویشیاں کی گئیں تاکہ خلاصی اپنا کام کر لیں۔ یہاں تک کہ کبھی انھیں اوپر پہنچنے کی ہدایت کرنے لگے اور ٹھوڑی دیر کے بعد تقریباً تمام خلاصی جن میں میں اور جرنل بھی شامل تھے جہاز پر پہنچ گئے اور اپنی اپنی ذمہ داریاں سنبھال لیں۔ یہ جہاز ثانی صبح تھیں وقت تقریر پر جہاز نے نکل دیا۔ آہستہ آہستہ کتبے بند کی جانب بڑھنے لگے۔ خلاصی اپنے اپنے کام میں مصروف تھے

یہ رات سونے کی رات نہیں تھی۔ میں خلاصوں کے ایک گروہ کو اوڑے کان کر رہا تھا اور ان کے لیے احکامات صادر کر رہا تھا۔ وہ سب اس کے احکامات کی تعمیل کر رہے تھے۔

جرنل اس وقت میرے قریب ہی موجود تھا۔ وہ آہستہ سے بولا: "یوں لگتا ہے جیسے اب ہم بہتر حالت میں ہیں۔ میں نے کئی نگاہوں سے جرنل کو دیکھا اور بولا: "کال ہے، تم انتظار کر رہے ہو نا؟"

"میں اتنا بدخلق نہیں ہوں میرے دوست لیکن ذرا کہ تصور اور اپنے ٹولوں سے جاننے کے احساس نے مجھے اتنا بھلا کر دیا ہے کہ میں بیان نہیں کر سکتا۔ ابھی تو ہم ابتدائی مراحل ہی میں ہیں، کیا کہا جا سکتا ہے کہ کتنے والے لمحات کیسے ہوں تاہم اگر تم نے میری بے رحمی کو محسوس کیا ہو تو میں اس کے لیے معافی چاہتا ہوں"۔

"نہیں مڑ جرنل! ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ خاموشی سے رہتے زبان اٹھ کر کہہ گئی ہے"۔

"میرا خیال ہے اب اگر ہم دونوں ساتھ بھی رہیں تو کوئی ہرج

نہیں ہے"۔

"نہیں جیک کہ ہمارے چیف نے کہا ہے ہر طور ایک دوسرے سے راتعلق رہنا ہوگا تاکہ۔ لوگوں کی نگاہوں میں ہم خصوصیت نہ اختیار کر سکیں"۔

"ٹھیک کہتے ہو، جرنل نے سنا لیا ہے جو نے کہا پھر بولا۔ "سینکڑا فیکریوں لگتا ہے جیسے ساری زندگی جہاز پر خلاصوں کی لکان کرنے میں گزار چکا ہے۔ دیکھو، ہمیں بھی اس کے انداز میں کوئی جگہ نہیں پائی جاتی"۔ میں نے جواب نہیں دیا تو جرنل اگے بڑھ گیا۔ میں خود بھی اوڑے کو دیکھ رہا تھا واقعی وہ بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے جہاز کے تمام معاملات سے بخوبی واقف ہو۔

رات کو تین بجے تک یہ مصروفیات جاری رہیں اور جب ہمارا طہانہ بخش انداز میں آگے بڑھنے لگا تو خلاصوں کو آرام کرنے کی ہدایت کر دی گئی۔

میں افراد کے اس گروپ میں آٹھ آدمیوں کی ڈیوٹی رات کو نبھائی بقایا کی ڈیوٹی سب کو گائی جانے والی تھی چنانچہ رات کے کئی آخری حصے میں بھی سونے کا موقع مل گیا اور دوسری صبح پھر مجھے جگانے والا اوڑے ہی تھا۔

"تھوڑی ڈیوٹی کا وقت شروع ہو گیا ہے، اپنا کام انجام دو"۔ میں نے سر اودھا دیا۔ میں نے کہا۔

میں نے ہکا بھکا نشانہ کیا جہاز کے ایک حصے میں تمام خلاصوں کے لیے کچھ درگیاں تھا تاکہ اپنی مرضی سے انھیں اور اپنا

پہلے جہاز میں۔ جہاز کا یہ قطر تقریباً چار دہائی تک جاری رہا اور کسی مادے کو نکال کر ہونے لیا۔ جہاز کو ایک بندرگاہ پر پہنچ گئے یہاں چاروں طرف ویرانی اور آسیب زدہ خاموشی کا محول پر مسلط تھی۔ ہمارا ایک عارضی ڈیک کے ساتھ کھانا تھا۔ لیکن یہاں کوئی چیز اتاری نہیں گئی البتہ چار گھنٹے کے بعد کچھ ٹرک ساحل پر پہنچے اور عارضی ڈیک سے ٹھوڑے سے فاصلے پر کھڑے ہو گئے۔ ٹرکوں پر شراب کے برل لے کر آئے۔ ہوتے تھے جنھیں جہاز پر چڑھا تھا۔ میں ہی کا کام تھا میں خود بھی اس کام میں مصروف رہا اور کالی ویر تک بار بار واری کرتا رہا۔

شام ہوئی توجانے تقسیم کی گئی۔ چائے کا ایک ڈرامہ ہاتھ میں لیے ہوئے اوڑے میرے پاس پہنچ گیا۔ اس نے چائے کا ایک لیبا گھونٹنے کے کراسے سے منہ میں آمارتے ہوئے کہا: "بہار یہاں سے بھی رات ہی کو روانہ ہوگا۔ رات تک ہم لوگ صلیبوں اپنا کام انجام دیتے رہیں گے لیکن جب جہاز کی میٹھی ہٹائی جائے تو اس وقت ہمیں مندر میں اتر جانا ہوگا۔ تم یقیناً پانی میں اپنا کام انجام دے سکو گے"۔

میں نے سستی خیز نگاہوں سے اوڑے کو دیکھا اور بولا۔

"کیوں نہیں، میں پر آسانی کر سکتا ہوں"۔

"بات اس وقت کرنے کی نہیں بلکہ جہاز کے دھماپے سے تھوڑی

دور جا کر مندر میں چھپ جانے کی ہے"۔

"مطمئن رہو مجھے اس میں کوئی وقت نہیں ہوگی"۔

"یام صحت کی وہ جھاریاں دیکھو پھر، وہ اس وقت جو

جھاریوں کے جھنڈ میں؟"

"ہاں کیوں نہیں؟"

"ہماری منزل وہی ہوگی۔ جہاز کے روانہ ہونے تک ہم اس

طرح اپنا کام انجام دیتے رہیں گے جیسے مصروف کارکن ہوں لیکن

وقت مقررہ پر ہم تینوں کو جہاز سے اتر کر مندر میں روٹھنا پونا

ہوگا۔ اس کے بعد ان جھاریوں میں چناہ لینی ہوگی"۔

"ٹھیک ہے"۔ میں نے جواب دیا۔ بے شمار سوالات میرے

ذہن میں چل اٹھے تھے لیکن اس وقت کسی بحث کی گنجائش نہیں

تھی۔ اوڑے نے جو کہہ کہا تھا اس پر عمل کرنے کے لیے ایک نگاہ

تمام حالات کا جائزہ لینا ضروری تھا۔ ویسے اوڑے کی یہ کوشش

خاصی سستی خیز تھی۔ ٹھیک ہے جہاز سے ملنے کے کار کا

رات سفر کا تاجہ گا، جس سے ساری رات لوگوں کو ہم میٹوں کا خیال

نہ آئے لیکن صبح کی روشنی میں کسی نہ کسی کو مزبور یہ اندازہ ہو جائے

گا کہ جرنل آدمی جہاز سے غائب ہیں۔ اس گمشدگی کو وہ کیا حیثیت

دیں گے؟ کیا ان کے پاس اس قسم کے ذرائع نہیں ہوں گے کہ وہ

اس جزیرے کو ان تین آدمیوں کے بارے میں اطلاع دے دی لیکن سب سے پہلے اور وقت بھی گزر جائے لیکن دن کا وقت بھی اور کسی کو اندازہ نہ ہو سکے لیکن بالآخر کسی کو یہ معلوم ضرور ہو چلا۔ اب اس مسئلے میں سوال اس سے کیا جاتا؟

میں ان چاروں کا جائزہ لیتا رہا، باقی وقت کوئی خاص مصروفیت نہیں تھی۔ یہاں جہاز پر پہنچنے کے لیے کوئی خاص تبدیلی یا معلومات میں غور اور توجہ نہیں تھی۔ یہاں تک کہ وہ وقت آگیا جب جہاز کی روانگی کے انتظامات ہوئے گئے۔ ہم لوگوں کو اپنا اپنا کام خود ہی انجام دینا تھا۔

یہ سب کچھ ہوا تو میں نے اپنی معلومات اور اب سمندر میں پہنچنا ہماری ہی ذمہ داری تھی کسی کو یہ اندازہ لگانے کی فرصت تھی کہ کون کیا کر رہا ہے۔ میں نے اس بات کو پہلے ہی ذہن میں رکھا تھا اور ایک ایسی روش اپنے لیے منتخب کر لی تھی جو مجھے سمندر تک پہنچا سکتی تھی۔ اس روش کو میں نے انتہائی احتیاط سے جہاز کے ایک ایسے حصے سے باندھ دیا تھا جہاں دوسروں کی نگاہیں کم ہی پہنچ سکتی تھیں۔ البتہ اس روش کا پتہ میں نے اس طرح سے لکھا تھا کہ نیچے بیٹھنے کے بعد اگر کسی کو کشش کروں تو وہ پتہ چار یا پانی نکل سکے۔ یہ ایک مخصوص انداز کی روش تھی جسے ڈرامی ڈھیل کے بعد جھٹکا دے کر اگلوں کو لایا جاتا ہے تو وہ کھل جاتی۔ البتہ اس سب سے کو میں نے پہلے سے محفوظ رکھا تھا۔ تاکہ جھٹکا نیچے سے اس کے کھلنے میں کوئی وقت نہ ہو۔ جہاز کا آخری بھونچو بھیا اور اس کے بعد لنگر اٹھا دیے گئے۔ عرش پر مشورہ کر لیا گیا کہ آوازیں سنائی دے رہی تھیں، ملامی جہاز کو رات سے ہٹا لے جانے کے لیے کاموں میں مصروف تھے۔ میرے پرد بھی کسی ذمہ داری تھی اور میں اپنی ذمہ داری انجام دے رہا تھا لیکن آہستہ آہستہ میں اس سمیت رہتا تھا جہاں سے مجھے پہلے آگیا تھا۔ جہاز اور ایک کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہ تھا کہ اٹھانے کے لیے کیا انتظامات کیے گئے ہیں۔ یہ وہی وہی دل میں غور اور جہاز سے تھے کہ اگر وہ دونوں کسی طرح اپنی کشش میں ناکام ہو گئے تو میں تمہارا جزیرہ پر کیا کروں گا۔ مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ یہ کون سی جگہ ہے اور یہاں کے معاملات کیا ہیں؟

مائل ویران تھا اور میں نے کسی اور چیز کو نہیں دیکھا تھا۔ بہر حال میں آہستہ آہستہ رسی کے قریب پہنچ گیا جہاں اب بیٹھنے لگا تھا میں اس کے ذریعے نیچے ٹپک گیا اور پھر جہاز کی فلا دی دیوار کے ساتھ ساتھ نیچے اترنے لگا۔ اس کا پتہ تو جیسا وجود میری نگاہوں کے سامنے تھا۔ پچھلے چل رہے تھے یہاں کان کان کی اور میں چاروں ہاتھ پیروں کی مدد سے آہستہ آہستہ نیچے اترنے لگا۔

یہ پہلی پہچانی ہوئی تو میں جہاز کے نول دی ڈھانچے سے ٹکرا رہا تھا۔ یہی تھیں۔ جہاز کے ٹکے پانی کا ٹکڑا رہے تھے اور وہ سی سمت بائیں کی طرح جھومتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ بہت سی خوفناک صورت حال تھی لیکن بہر حال میں پانی کے اس دھانچے میں اتر گیا جہاں زک کاٹ سے بٹنا چلا جا رہا تھا۔ دھانچے کے نیچے فوراً ہی اچھال دیا اور جہاز سے تھوڑے فاصلے پر ٹھیک دیا۔ اگر مٹی ہاتھ میں نہ ہوتی تو شاید مجھے خاصی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا لیکن آخری کوشش بھی کرنا ضروری تھی جو میں نے میں کی بلکہ پھری ہوئی ہو جانے لگی۔

رسی کو خود بخود جھٹکا لگا اور وہ کھل کر نیچے آگئی۔ میں نے سکون کی گہری سانس لی۔ نہ جانے کس خیال کے تحت میں نے اس روش کو اپنے ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور اسے شبوئی سے پکڑے پکڑے نیچے بیٹھا ہوا گیا۔

تقریباً تیس سینٹیمٹر میں پانی میں غوطہ کھانے رہا اور اس کے بعد میں نے ذرا سا سر اٹھا دیا۔ جہاز نے ابھی بہت سی ذمہ داریاں طے کی تھیں چنانچہ بہترین تھیں کہ میں اس کے حفاظت سمیت تیرنا شروع کر دوں یہی غنیمت تھا کہ سمندر کی جانب روشنیوں کا رخ نہیں لگا گیا تھا۔ میں اپنی دانست میں مخصوص سمت کی جانب تیرتا رہا جہاں پہنچ کر مجھے ساحل کی جانب بڑھنا تھا اور پھر اپنے آپ کو چاروںوں میں دوپیش کر لینا تھا۔ آہستہ آہستہ میں رسی بھی سمیٹتا جا رہا تھا اور اس کا پتہ سامنے آ رہا تھا میں بٹنا جا رہا تھا۔ جہاز کے اطراف میں پانی کا جھروا تھا اس سے لپٹنے کے بعد مجھے اپنے کام میں بہت زیادہ دشواری پیش نہیں آ رہی تھی چنانچہ میں پوری احتیاط سے کنارے کی طرف تیرتا رہا اور پھر ساحل کی زم ریت پر پہنچ گیا۔ رسی کا لچاں نے احتیاط ساتھ رکھا تھا۔ بعض اوقات کوئی معمولی سی شے بھی کام آجاتی ہے۔ ساحلی ریت شفاف اور چمکیلی تھی۔ یہاں کتنا ایک نئی مصیبت کو خود دینا تھا۔ بہت دور سے بھی اس پھلکی ریت پر سیاہ دھبے کو دیکھا جا سکتا تھا۔ چنانچہ فوری طور پر مجھے اپنے آپ کو ان جہازوں میں پوشیدہ کر لینا چاہیے تھا۔ شاید یہ لچاں کے باوجود میں نے پہلے ہی کوئی ذرا رسی کو کاٹ دے پر ڈال کر چاروںوں کی سمت دوڑ لگا دی۔ خود ہی دیر کے بعد میں کسی بھی گہرائی میں داخل ہو گیا۔ میرا سانس دھونکی کی مانند چل رہا تھا۔

جہازوں اور ایک پھیل ہوئی تھیں لیکن ان کے پیچھے کا صحیح اندازہ لگانا مشکل تھا تاہم مجھے ان کے پھیلنے والے طرز میں تھی۔ مجھے اب اپنے ساتھیوں کا انتظار تھا۔ حالت قدرے مستحکم تو میں نے ان کی تلاش میں لگا دوڑنا ہی پھری ریت کے

لیے متاثرہ نگاہ بکھرے ہوئے تھے اور ان کے درمیان جہازوں کے یہ جھنڈے بڑے بڑے نظر سے معلوم ہوتے تھے۔ یہ جھنڈے صرف انہی اب سمیت تھے، باقی دوسری طرف کی ریت بالکل صاف اور سیاہی میں لکڑیوں کی۔ جس تو آپا تھا میں اب مجھے یہ خطرہ پیدا ہونے لگا تھا کہ یہاں شہر الاض پوشیدہ نہ ہیں بلکہ جگہ جگہ سورج نظر آتے تھے اور یہ سورج ذرا ہی نہیں تھے یہ قیانا ریت میں بیٹے والے حشرات الارض نے کیے تھے۔ تاہم اس وقت ان تمام باتوں سے بے نیاز رہ کر صرف گڑنے والے وقت کا انتظار کرنا تھا۔ میرے کان پر آہٹ پڑنے لگی تھی اور جوں جوں وقت گزر رہا تھا میرا انتظار بھی ریت میں بٹنا نہ ہوتا جا رہا تھا۔ ابھی تک اوڑھے ہوئے کے قدموں کی چابک میں سنانی نہ تھی۔ اگر وہ جہازوں میں ہوتے تو قطعاً یہ طور پر اپنی ذرا انتظار نہ کرتے۔

جہاز کی روشنیوں اب بھی نظر آ رہی تھیں لیکن وہ کافی دور تھیں جہاں جہاز تھا۔ رات کے وہاں کی رفتار بہت تیز تھی گئی تھی بھلنے لگیوں۔

آسمان بالوں سے ڈھکا ہوا تھا فضا پر تار کی سی اسط نہیں لیکن ان کے باوجود میری آنکھیں رات کی تاریکی سے انہیں دیکھ رہی تھیں اور میں دیر نہ کرتے دیکھ سکتا تھا میں اپنی تمام ذہنی قوتوں سے انہیں سناتا رہا لیکن چاروں طرف برائی اور سناٹے کا راج تھا۔ میرا دل حیرت کے لپٹنے کیوں محسوس ہوا جیسے وہ دونوں جگہ اترنے میں کامیاب نہیں ہوئے، یا اگر وہ بھی گئے ہیں تو سمندر کی لہروں کے ساتھ بہ گئے۔

تقریباً دو گھنٹے گزر گئے، اب میری مادیوں میں کچھ پہنچ چکی تھی کہ دھنات میں سے جہازوں سے تھوڑی فاصلے پر دو سائے دیکھے۔ اور وہ اب تک یہی منور ہوئے اور چرچان کا رخ اپنی جہازوں کی جانب پر کیا میرا دل خوشی سے چل پڑا تھا۔ اب یہ اندازہ لگانے میں کوئی دشواری نہیں تھی کہ وہ دونوں اوڑھے دوسرے ہیں تھے لیکن اس نئی دیر کیسے گزری؟ میں دیکھ لگا جہازوں سے بھگت آسمان دیکھی ہو سکتا تھا چنانچہ میں ان کا انتظار کرنا دلا۔ وہ دونوں آہستہ آہستہ جہازوں کے نزدیک پہنچ گئے اور پھر اوڑھے کی آواز ابھری۔ بے کیا قریب میں موجود ہو؟

میں نے اسے فوراً ہی جواب دیا۔ پل میں مشورہ اوڑھے! میں یہاں موجود ہوں۔

اب ہرگز سوئے اوڑھے نے کہا اور میں باہر نکل آیا۔ وہ دیکھ جہاں سے ریل چڑھانے گئے تھے اس جگہ سے بہت فاصلے پر تھا لیکن ایسے ہی دوسرا نظر آ رہا تھا اور میں لگا تھا جیسے اب وہاں کوئی موجود نہ ہو۔ اس لیے اوڑھے نے کوئی

خطرہ نہ محسوس کرتے تھے بیکار بیٹے میں ہر جگہ نہیں سمجھا تھا۔ وہ تھکے تھکے سناٹا میں جہازوں سے تھوڑے فاصلے پر رہتے تھے۔ اب مجھے گھٹے اور کئی کی آوازیں تھکن کا سا انداز تھا۔ میں باہر نکل کر ان کے نزدیک پہنچ گیا۔

”آپ لوگوں نے بہت دیر کر دی۔“
”ہاں ہمارا تقدیر بھی تھی کہ ہم یہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ دراصل ہم نے جس راستے سے اترنے کا فیصلہ کیا تھا وہاں بہت سے لوگ جمع ہو گئے تھے اور کوئی دوسری جگہ ایسی نہیں تھی کہ ہم چلتے جہاز سے سمندر میں پھینکا لگا جھیرے تقریباً چار بیس منٹ کے فاصلے پر تھے۔ اس کا موقع مل سکا کہ ہم اپنی مطلوبہ جگہ سے سمندر میں اتر جائیں جیسے عداوت شہر میں کے ساتھ تھی۔ یہی مشکل تھی۔ چار بیس منٹ کا سفر طے ہو چکا تھا جو کہ میں تھا اور اس کے بعد میں اس کا موقع مل سکا کہ ہم سمندر میں اتریں لیکن یہی دوران ہم سمندر میں کافی دور جا چکے تھے۔ تم خود اندازہ کر دو کہ جہاز سے چار بیس منٹ میں کتنا فاصلہ طے کر لیا ہو گا اور جس جگہ ہو گا سمندر میں اترنے کے لیے وہاں کو فانی موش نہیں۔ ان بچوں کو چپ کر کر ساحل تک پہنچنا جتنا مشکل کام ہو سکتا ہے اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔ جس یوں مجھ پر جو فضا تھا اس سے کہ تم دو بارہ دیکھا ہو گئے۔ اوڑھے نے کہا اور عرش پر بہت کر گری گری سانس میں بے لگا۔

میں نے آہستہ سے پلاسٹک خزانہ اس کے سامنے میں ہمارے زیادہ خوش نصیب ثابت ہوئے پاپیر بھی ہو سکتا ہے کہ بچوں نے باہری نسبت زیادہ دلچسپی سے کام لیا ہو اور ابھی چھپنے کے اترنے کے لیے منتخب کی ہو سکتا ہے کوئی وقت پیش نہ آئے۔

اوڑھے نے کوئی جواب نہیں دیا۔ پس وہ خاموشی سے بڑا آسمان کو گھورتا رہا تھا۔ کافی دیر کے بعد اس کی کیفیت بحال ہو گئی تھی اور پھر وہ آگے کر بیٹھ گیا۔ اس کے موشوں پر سرکراہٹ کھیل رہی تھی تب اس نے کہا کہ میرا اس شہر کے حالات کا میں متاثر رہنا چاہیے اور کچھ فکر و فرائض سے کم تر رہنا چاہیے کہ خود کو تیار رکھنا ضروری ہے۔

میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ بہت سنا نہیں لیکن اس معلومات ال مسئلے میں کیا تھیں لیکن میں یہ سوچ رہا تھا کہ اب اس جگہ میں کتنا وقت صرف کرنا ہو گا اور میرا اس آگے بڑھنے کے لیے کیا انتظامات کرنا ہوں گے؟

اوڑھے نے اس مسئلے میں زیادہ خوش قسمت کا شکار نہ ہونے دیا۔ وہ بولا۔ جن لوگوں نے یہاں جہاز پر چڑھائے تھے ان میں میرا ایک آدمی شامل تھا اور میں اسے اپنے میں پہنچ جانے کے لیے میں اعلان کر چکا تھا۔ یہ بات میں تھیں اس لیے بتا رہا ہوں کہ کھانے

وہ جنوں میں یقیناً جتیس ہوگا کہ اب کیا ہوگا؟ اوٹھئے
تسکرا کر میری اور تینوں کی ٹیگ لپی پھر بولے میں کوئی کام تمہارے
ان بارے میں نہیں کرتا۔ اب میں ٹھوڑا سا سہارا ہوگا۔

ہم دونوں ماسروں کے ساتھ اچھوٹے چھوٹے ہاتھوں کے
مکھوٹے بہت بہت تیرتے ہوئے ایک جانب بیٹھتے تھے
اور ساتھ ہی کھائے تھے۔ رستاروں کے کدھر جھانپتے تھے کہ
کونسا کھانسی کا آواز آئے گا۔ اس کا آواز اس کو کہتے
تھے جو ہمیں کہنے کے علاوہ ہر بار ہوا کی گئی تھی جس کی
سمت میں تھا۔ غالباً اسے اس بارے میں کچھ بات دے دی تھی کہ
تقریباً دو فرلانگ کا فاصلہ طے کرنے کے بعد بہت تیزی
میں ایک گولی پھینک کر غارت نظر آتی ہے۔ غارت کو
نہایت نکالیا کہ آواز کے کارخ اسی غارت کی جانب ہے۔ غارت کو
دیکھنے کے بعد اس نے سفر کی رفتار کچھ تیز کر دی تھی اور
تھوڑے دیر بعد وہ بولا: "میں نے یہاں دوست دہلیش کئے
ہوں اور وہ میری ہوجا رہے ہیں۔" اس نے کہہ کر دو ہاتھوں
میں سے ایک غارت نکالتی تھی۔ "یہ غارت اگر کہنے کے بعد
ہوا میں پھینک دیا جائے تو وہ بہت تیزی سے گرتا ہے۔"

عجالت کے واسطے میں رات کی تاریکی میں کوئی اندازہ نہیں
 لگا یا جاسکتا تھا کہ وہ کسی خفیہ جگہ تک اس کو بوسیدہ دوا میں اور
 توڑے ہوئے درد بکھر کر یہ بات کہ از کار صاف محسوس ہو جاتی تھی کہ وہ
 صورت ایک کھنڈر ہے اور اس کا کوئی معرق نہیں ہے۔

ہم کار کے کشتیوں والے تھے میں جاکر کھڑے ہو گئے۔
 دوڑے تھک کر کشتی میں پر کچھ تلاش کرنے لگا تھا چند لمحوں
 کے بعد روپ پیدا کھڑا ہو گیا اور اسی میں زائد ویر میں گزری
 تھی کہ ہم نے کسی انجن کی آواز سنی۔ اوڑے کے ریشوں پر مسکریٹ
 جیل گئی پھر میں نے آہستہ سے کہا۔ شک ہے کہ ہم صبح وقت پہنچ
 گئے۔ فیسے بھی اگر ہم نہ پہنچتے تو وہ جہاز انتظار روشنی ہو رہے
 تھے۔ تاک کرتے ۹

”مگر مشراوڑے! ہمیں اس گاڑی میں کہاں تک سفر کرنا ہے؟“
 ناخاموش رہو میں دوسرے ایسے حالات بھی تمہارے لیے
 درخود میسر کر دے گا۔“ اوڑے نے جواب دیا۔

آج کل جیس وہ گاڑی نظر آئی جس کی جہت لائٹس بھی بجتی تھیں۔ یہ ایک ٹرولر سا دکھا کر جس کی معلوم جگہ سے نمودار ہوا تھا۔ ٹرولر میں کچھ لوگ تھے، ٹرولر کی جہت سے ایک آدمی نیچے اترا، اس نے اوٹو سے اتر کر کیا لیکن منہ سے ہنسے ایک لفظ بھی ادا نہیں کیا تھا۔ دوسرے جیس اشارہ کیا اور پھر ٹرولر ایک ایک کر کے اوپر پہنچ گئے۔

”سیلو چرن سنگھ!“ لائسن نے آواز دی۔

”سیلو جی، سیلو۔“ سچے آن نام اور بچے میں ایشیائی خوشبو محسوس ہوتی اور میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ اس کا نام چرن سنگھ لیا گیا تھا۔ اس شخص کے غدد فعال تو بہتر طور پر نظر نہیں آتے تھے لیکن بچے اور لڑکے کوئی شبہ نہیں رہنے دیتا تھا تاہم میں نے فوراً پتہ چلا دیا۔

”کیا پرنیشن ہے؟“ لائسن نے پوچھا۔

”پرنیشن تو بالکل ٹھیک ہے، بادشاہ!“ چرن سنگھ انگلیش میں بھی اپنی زبان کے پیوند رکھا رہا تھا۔ پتا نہیں میں نے کتنی جتنی جہوں کو یہ کیا جانی تھی۔

”مہمان آئے ہیں۔“

”دہل کر بھی دیر کم۔“ چرن سنگھ بولا۔ اور پھر ہم سب گے لالچ پر چلے گئے۔ لالچ پروردہ تھی اور اس مذہم روشنی میں یہاں کا ماحول کچھ جاسکتا تھا۔ لالچ بہت بڑی تھیں بھی لیکن ان پر ضرورت کا سارا سامان موجود تھا۔

”وہ لوگ کہاں ہیں؟“ لائسن نے پوچھا۔

”آرام کر رہے ہیں۔“ آواز کھاؤں پر چرن سنگھ بولا۔ لالچ کی روشنی میں میں نے چرن سنگھ کی شکل دیکھی۔ سچے لالچ میں کلاہ پڑا ہوا تھا۔ اس لالچ پر تو میں نہیں دیکھی تھی۔ لالچ کے اکلوتے کہیں میں لالچ کوئی بے ہوش پڑے ہوئے تھے اور میں نے کچھ غصہ ہوا تھا۔

”کوئی تشویش کی بات تو نہیں ہے چرن سنگھ؟“

”نہیں جی، لالچ کو دال سے پلے ہوئے تین گھنٹے گزر چکے ہیں۔ مال بیٹھا تھا، دے دیا، جمل گئی تھی اس لیے کاجی لگا دی ان سالوک کو۔“

”کیا لگا دی؟“

”اوکا بچی کی کاجی ہے۔ چرن سنگھ نے کہا اور لائسن نے انگلیش میں بولا۔ ”تم نہیں سمجھو گے سالوک کاجی پنے دین کی پڑی ہے۔ وہ لالچ پنے جہاں کوئی لے نہیں جانتا۔ اس سے عرق نکلتا ہے۔ ایک قطرہ پڑو دو ایک پیگ میں چلا گھسنے کے لیے آؤنا کرو تیل ہے۔“

”چلو لالچ آگے بڑھاؤ۔“ لائسن نے کہا۔ چرن سنگھ سے شاید صرف لائسن کی شامانی ہی کسی اور نے اس سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی، جانے کیوں میں ایک لمحے کے لیے جذباتی ہو گیا تھا۔ چرن سنگھ کی شخصیت میں ہوس کی جھلکیاں تھیں۔ وہ بھی اتنا ہی خوش مزاج تھا۔ میں زندگی کی آخری سانس تک اپنے اس عزیز دوست کو نہیں بھول سکتا تھا۔

لائسن کے ساتھ انہیں کی طرف چلا گیا اور چند لمحات کے بعد میں نے تین اشارت ہونے کی آواز سنی۔ پھر بیگن نے کہا۔ ”انے بہت خوش لوگوں کا کیا کرو گے مٹر اوڑھے۔“

”اپنی جان کا صدقہ آمار کے سینہ کو ان کی فستربانی دیں گے۔“ اولے نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”کیا انہیں صدمہ میں چھینکے ہیں؟“ اس بار فریڈکے ہاتھ

”ایسی حقائق کے لیے میں سوچنا ہی نہیں۔“ انہیں کماز کم

”دیکھیے معاملہ پر نہیں آکھیں گے مٹر اوڑھے،“ بیگن نے

”سفاکی کے کہا۔“

”گورنر دلیپے ہیں ان کی؟“

”اور ان کی لاشوں کو برہمن سے کنڑوں کو دے دیں؟“

”بے وقت آدمی! کبھی ایک کے لاش بھی معاملہ تک نہ پہنچی تو سارا کھیل بکھر جائے گا۔“ اوڑھے نے دانت پیستے ہوئے کہا اور بیگن

”ماخول تھے زبان دبا کر خاموش ہو گیا۔ تب اوڑھے نے اپنا مضبوط

”بتایا۔“ کھلے سمندر میں شاکر چھپسوں کے قہقہے سن کر تھے۔ میں

”خون کی لکیریں پاگل کرتی ہے۔ یہ ان کے بہترین تھیں۔ میں نے

”اوڑھے کے لیے میں بے پناہ درد کی تھی۔ میں گری سانس لے کر رہ گیا۔

”اوڑھے سے بے رحمی کے ساتھ کہہ کر ایک طوفان برپا کیا تھا۔ آؤ

”ڈراؤں لالچ کا جائزہ لیں۔“

”میں خاموشی سے اس کے ساتھ چل پڑا تھا۔ اوڑھے ایک

”ایک لمحے کا جائزہ لے رہا تھا۔ پرانے کیدوں کے ڈھیر کھلنے پھینکے

”سالانہ ہانکے کے ڈھیر۔ ان سے کھڑے قابض برہمن کے تین کے

”گیند آمل آملو دیسی ہی دیگر پیر میں مہاں موجود تھیں۔

”ضرورت کا کافی سالانہ موجود ہے۔“ اس نے جیسے خود سے

”کہا۔ میں خاموش رہا تھا۔ یہ لالچ کر لیا تو لکے جزیروں کے

”درمیان شکر کرتے ہیں اور ہر سیکشن کی ضرورت پوری کرتی ہے۔

”لائسن اور فریڈکے بھی سیکشن آگے سے فرار ہوئے تھے۔ لائسن فوجی

”بھگتوں کے ہنگامی دادرش ہے۔ وہ میں ہنگامی میں رہا ہے۔

”جری بریڈیا رہے ہیں۔ پتہ نہیں کہ حالات کنٹرول کیسے تھے۔“

”اور چرن سنگھ؟“ میں نے بے اختیار پوچھ لیا۔

”ہندوستانی ہے جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔“ اس سے

”زیادہ ہیں اس کے نام میں کچھ نہیں جانتا۔“ اوڑھے نے جواب دیا۔

”لالچ کے سفر کا کیا پروگرام ہے؟ میں نے پوچھا اور اوڑھے

”قہقہہ کر رہے پڑا۔

”اس کے ہنر و نیک کے گرد ایک سیکڑ لگا تھا گے۔“ اس کی بات پر

”اور تو بہت آہستہ آہستہ میں نے خود کو مٹھا لیا۔ شخص بے قصور

”ہے۔ وہ صرف یہ جانتے کہ میں گریڈ لڑے فرار ہونا چاہتا تھا۔

”میں نے زیادہ آگے اور کیا معلوم تھا میں پھر وہی ہوں پڑا۔

”اس کی تو حالات، تنے پر یقینی ہیں کہ ہم کو کوئی بات نہیں کہہ

”سکتے۔ ہم اس شکر کے دیوے کی ایسے مقام پر پہنچنے کی کوشش کریں گے

”ہاں جی، پچاسکین اور پھر وہاں سے آگے۔“ کائنات دینے ہے۔

”پچاسکین اس معاملے سے خوش نہیں ہوتی کہ ایسے قیدی ہیں ہر۔“

”کیوں نہیں؟“ میں نے جواب دیا۔

”جب تک ہم گراہو ان کے عدالت میں ہوں خطرات میں

”ایسے جیسے ہیں پچاسکین اس لحاظ سے ہماری معاون ضرور ہے کہ

”کی کشتیاں اس علاقے میں خطر آتی رہتی ہیں لیکن اس وقت تک

”سب تک سی آفوں کو کوئی مشہور ہو جائے۔“

”دخشا کشنی کا آجمن بند ہو گیا اور ہم دونوں چونک پڑے

”میں پھر نے جہاں سنگھ اور فریڈکے کا ہوا بن چڑھا ہے تھے دیکھا

”اور اوڑھے کو لایا یہ شخص مندر سے داخلیت رکھتا ہے۔“

”کیا مطلب؟“

”ہم اس شکر ہواؤں کے سامنے چھپ گئے اور میرے ہتھے سفر کی

”دلت کا جھنڈ ہے۔ ٹوڑیل کچھا ضروری ہے دیوے تم جاہلو کو آرام کر

”سکتے ہو۔“

”کیوں میں چرن سنگھ کے ساتھ کام کروں؟“ میں نے کہا۔

”نہیں نہیں آؤ ہی تو ضرور جاؤ۔“ میں جواب دیتا ہوں۔“

”اوڑھے نے کہا اور میں کی طرف چل دیا لیکن چند منٹ کے بعد ہی

”فرار ہونا پڑا۔“

”ہے! اخلا!۔“ اس نے مجھے آواز دی اور میں اس کے پس

”پہنچ گیا۔

”یہ سونے کے جہنم میں کیوں گئے ہوئے ہیں؟ آؤ نہیں! پھر

”لگا اور ان پر ضرب ڈال دو۔“ میں اوڑھے کے ساتھ کہیں

”میں داخل ہو گیا۔ وہ سب بے سکہ پڑے ہوئے تھے اوڑھے

”ایک لمحے کے لیے رکھا پھر بولا۔ ان کے لباس اکڑو۔ یہ ہمارے

”کام آئیں گے۔“ اور پھر وہ خود جھک کر ان کے لباس بڑی زندگی

”سے ان کے بدن سے پھینچنے لگا۔ میں نے بھی اس کی مدد کی تھی۔

”پانچوں کو بے لباس کرنے کے بعد باہر نکال دیا اور پھر لالچ کے ایک

”مختے میں ڈال دیا گیا۔ اوڑھے ایک تریلر ان پر بڑا دی گئی تھی۔

”لائسن اور فریڈکے بھی اسی وقت ہمارے پاس آئے تھے اور انہوں

”نے اس سسٹم میں ہماری مدد بھی کی تھی لیکن اب چرن سنگھ کے ساتھ

”جنگ دہا کے کہیں۔“ میں نے گھس گیا۔ یہ سب باتیں لوگ بھی

”اور پلے گئے تھے۔ میں آہستہ آہستہ چرن سنگھ کے پس پہنچ گیا۔ وہ

”ساتھ بچھا جملے بیٹھا تھا۔

”سیلو چرن سنگھ؟“ میں نے اسے مخاطب کیا۔

”آؤ صاحب بیٹھو سنا چاہو تو سنا جاؤ پرن سنگھ جاگ

”رہا ہے۔“ چرن سنگھ نے انگلیش میں کہا۔

”پنجاب کے کون سے شہر کے ہو چرن سنگھ؟“ میں نے

”پتہ چانی زبان میں پوچھا اور چرن سنگھ اس طرح پھل پڑا کر گئے

”گرتے پڑے۔ وہ انہیں پھل پھاڑ کر گئے۔“

”واہ جی واہ!“ اس کے منہ سے سرگوشی سنائی دی۔ ”جہاں ہوں

”رہے ہو؟“

”میں چرن سنگھ اور میرے مل کر۔“ ابھی میں اتنا ہی کہہ

”پایا تھا کہ چرن سنگھ مجھ سے ملے گا۔ میں نے اس کی آنکھوں سے

”انسو پیتے دیکھے تھے۔ میں اس کی پشت پر چھپنے لگا۔

”گھنٹا سے کوئی ماں مایا مل گیا۔“ چرن سنگھ ہانک کر کہا۔

”تھوڑی انگریزی سن کر تھے۔“ میں نے ایسا ہی دیکھا تھا۔

”میں تو مدرسہ کا بیوی بھائی تھی۔“

”میں پاکستانی ہوں۔“ سرزمین قصور کا۔“

”او جیو ویل۔“ دھڑلے سے سنوں کا نون میں سر تھپک

”رہے۔“ بڑے دلوں کے بعد کوئی اپنا بلا ہے۔“

”مگر یہاں کب سے ہو؟“ اس نے کہا۔

”علی یار خان۔“ میں نے جواب دیا۔

”اسی چرن سنگھ بیگے؟“

”ہاں تھا۔ نام میں میں چکا ہوں۔“

”کیسے ہو یہاں؟“

”زیادہ عرصہ نہیں ہوا۔“

”ادنی! بے تہاجب نے شہر انوں کا پوچھ نہیں کھ سکا۔“

”واہ! گرو دی سون! اب مزے آئے گا پھر ہر فاضل جان بچانے کی بات“

”تھی پر آپ۔۔۔۔۔“

”انہیں اتنا عرصہ ہو گیا چرن سنگھ؟“

”گیارہ سال ہو گئے۔“ نو سال سے گرو دی میں ہوں۔

”بڑی گروں جھکاؤں ہے جی تب جا کر ان سالوں کو بے وقوف بنانے

”میں کامیاب ہوا ہوں۔“

”اس لالچ پر تھوڑی ڈیوٹی تھی۔“

”پیارا مال سے لالچ چلا رہا ہوں۔“

”نیکلے کی کوشش نہیں کی؟“

”اونان جی! کیلچر چنا کسان بھڑا ہوا۔“

”کار ہو سکتا ہے۔“ سات مہینے سے۔“

”پھر گلوام پل رہا تھا۔ اوڑھے کا

”انتھار تھا۔“

207

خصوصی حکام کی خلاف ورزی کی تو کسی جاسوسی بھی
"ہاں جی جیسے اس طرح کے کام پھیلنے میں ہی تو تھا۔"
چرن سنگھ نے جھگڑے کے انداز میں کہا اور اوڑھے غری
نچا پیوں سے اسے گھونٹنے لگا۔

لاٹچ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گئی تھی لیکن اس قیوت
میں سنسنی محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا جب میں نے کسی لانچ کو دیکھ
اُٹے ہوئے دیکھا۔ میری چھٹی جس خطے کی خبر دینے لگی تھی۔
لاٹچ غیر معمولی رفتار سے جاری سمت بڑھ رہی تھی۔ اوڑھے بھی
اُٹھ کر اُسے دیکھنے لگا اور دیکھ کر آہستہ سے "والا! مریضان! یوں معلوم
میزبانے جیسے انھیں ہم پر رشک ہو گیا ہے لیکن ہم ان کا کچھ بھی
سین بٹاؤ سکتے ہیں شے ہم کیا ارادہ ہے۔"

"ہم دوبارہ گرفتار ہونا پسند نہیں کریں گے۔" لیکن نے کہا۔
"ہاں ہم وہاں ان کے ساتھ نہیں لگیں گے۔ اگر ایسی کوئی صورت
عالی ہو تو ہم نہیں بھی ماریں گے اور خود بھی مر جائیں گے۔ لاٹس
نے جتنا باقی ہے یہاں۔"

"تو پھر ٹھیک ہے۔" پویشیار نے بڑو! اوڑھے نے کہا اور ایک
بار پھر وہ اطراف میں غالی بونٹ تلاش کرنے لگا۔ بونٹ تو اسے نہیں
ملی تھی البتہ وہ ان کے ساتھ دلے اور پرتی تھے۔ ہر اس طرح میں
گیا۔ جیسے شراب میں غرق ہو گیا ہو کشتی میں لوہے پر روکنے سے وہ
یوں لڑکھڑا رہا تھا جیسے تازین قائم رکھنا اس کے پس کی بات نہیں
میں نے اپنے ہتھکڑوں پر رشک خالی بڑا رکھ کر بچانا شروع کر دیا
تھا اور دس اور فرسنگ گانے میں مصروف ہو گئے تھے۔ چند
محلات کے بعد لاٹچ کشتی کے باجل نزدیک پہنچ گئی اور پھر اس کا
انجن بند ہو گیا۔ ایک سینڈش افسر اور اس کے ساتھ چند سپاہی کو کر
کشتی میں آئے۔ سپاہیوں نے سنشین گلوں کا رخ ہم لوگوں کی طرف
کیا ہوا تھا۔

پیشکش تبصرے نے چرن سنگھ کو مخاطب کر کے کہا: "تمہاری
کشتی کا رخ کس طرف ہے؟ کہاں جا رہے ہو؟ ہم سب وہ
چرن سنگھ کسی قدر خوفزدہ تھے۔ میں اپنی مخصوص انگریزی
میں بولا۔ "وہ صاحب جی! ہم گریوٹن خود اور تمہاری کے درمیان سفر
کرتے ہیں مسافرانہ آکر رہے ہیں۔"

"تھما سے پس آدھ رفت کا اجازت نامہ موجود ہے؟"
"ہاں جی۔ کیون نہیں۔ چرن سنگھ نے کہا۔ "ابن جب شہر نے
کے بعد ایک کافہ نکال کر تھم کی طرف بڑھا دیا۔ "فیصلہ جازانہ
دیکھا اور دفعہ چارنگ بٹا۔"

"لیکن تم اپنی لائن پر نہیں ہو رہے تھما سے پس جو اجازت

ہے وہ کسی دن پہلے کا ہے اور اس وقت کچھ کسی پیشین پر ہوا
ہونا چاہیے تھا۔"

"پیشین... پویشیار نے پیشین۔ اوڑھے نے نہیں دیکھا تھا
ہوئی آواز میں کس اور اس طرح آٹھ کھڑا ہوا جیسے اس کے
پیروں میں کھڑا ہونے کی سکت نہ ہو۔ وہ لاٹچ کے ہٹنے سے
لڑکھڑایا اور دوسری لمحے ایک محافظ پر جا پڑا جس کے ہاتھ
میں سنشین گئی دلی ہوئی تھی۔ اوڑھے شاید اندازہ لگا سکا تھا
کہ صورت حال مناسب نہیں ہے یا پھر یہ اس کی جلد بازی تھی۔
سنشین گئی تھیں ہی کرتے ہی اس نے دفعہ خاندان کے شروع کر دی
میں بھی وقت لیکن نے اپنی جگہ سے اُٹھ گیا۔ لگا ہی اور ٹانگوں کی
پیشین میں اس نے ایک اور محافظ کو بے جا جرحی مانڈ کر مارا لیکن
اس کے پیچھے نہ ہوا۔ پھر اس کے پیشین گئی بھی نہیں لی اور اس کے
بعد جو محافظ لاٹچ پر پہنچے تھے وہ بچ نہ سکے اور وہیں مار مار کر مارا
میں گر پڑے۔ دونوں پویشیار بھی آگ آگے تھے لیکن اس لیے لاٹچ
پر موجود دوسروں کو اس نے ہٹا دیا۔ دفعہ خاندان کے شروع کر دی۔

لاٹچ پر شاید زیادہ اتوا نہیں تھے اور وہ صحیح صورت حال کا اندازہ
بھی نہیں لگا پاتے تھے۔ اس لیے کوئی مؤثر کارروائی نہ کر سکے۔ اور پھر ہم
سب جو اوڑھے کی جلد بازی کا شکار ہوئے تھے اپنی اپنی کوششوں میں
مصروف ہو گئے۔

ہم نے محافظوں کی کوششوں سے لاٹچ پر موجود لوگوں
کو بھونک دیا۔ لاٹچ پر خاموشی چھا گئی تھی لیکن اوڑھے اب تک ہر
اس چیز کو نشان بنار تھا جس کے نتیجے میں کسی کے پیچھے ہونے کا فخر
ہو سکتا تھا۔ اس کی یہ کوشش ناکام نہ رہی اور کئی چھین اس کے
بعد بھی سنائی دی تھیں۔ بلاشبہ اوڑھے کو انسان مارا نہ
کہا جاسکتا تھا۔ وہ باقی لوگ اتنے سفاک نہ تھے۔ وہ صرف اپنی
اپنی جان بچانے کی کوشش میں ان کا ساتھ دے رہے تھے۔ چرن سنگھ
کا چہرہ بھی سنجیدہ تھا لیکن اوڑھے ان تمام باتوں سے بے نیاز
معلوم ہو رہا تھا۔ سنشین گن لاقہ میں بیٹھائے ہوئے اس
نے کشتی سے لاٹچ پر چھپا لگ لگا دی اور بڑی ہتیاؤ سے آگے
بڑھتا ہوا ایک ایک کو لے کھدے کا جائزہ لینے لگا۔ چند محلات
کے بعد وہ ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

ہم سب پریشان ہو گئے۔ لاٹچ کو دیکھ رہے تھے۔
زیادہ دیر نہیں گزرتی تھی کہ ایک عجیب سی کوٹھڑی میں پھیل گئی۔
پھر چند محلات کے بعد اوڑھے ایک سب سے نمودار ہوا۔ اس کے
ہاتھوں میں ایک کاٹن تھا جس پر شراب کا سونو گرم نظر آ رہا تھا۔
کاٹن اس کے فرینک کو کھینچا اور پھر سنشین گن سنبھالی کمر
کشتی پر آ گیا۔

"دوستو! اس نے اس طرح کہا جیسے کوئی سب سے ہی اہم
کام انجام دے کر آیا ہو۔ چرن سنگھ نے لہجہ میں کہا۔
یاد ہو رہا تھا کہ انھیں اشارت کر دیا لیکن اس کی جانب دیکھا تھا
کہ پھر سنشین کشتی کو کھینچ کرے جارہیں۔ اوڑھے ایک ہند
جڑ کھڑا ہو گیا۔ جب کشتی لاٹچ سے تقریباً تیس سینٹیں گزر گئی
لیکن اپنی قواؤں نے دفعہ لاٹچ کی طرف سنشین گن کا رخ کر کے
خاندان کے شروع کر دی۔ ایک لمحے کے لیے ہم سب جو کسک پڑے
تھے لیکن پھر اوڑھے کی خاندان کا مقصد کچھ نہیں آ گیا۔ لاٹچ سے
دفعہ لاٹچ سے ہٹے ہوئے تھے اور پھر پرتی ہی دیکھ کر پرتی ہی لاٹچ
نے ہٹ کر پرتی۔ اوڑھے نے لاٹچ پر کھینچنے سے پرتی دریافت کر
لیا تھا اور پرتی لاٹچ کو پرتی میں بھونک رہا تھا۔ ہماری کشتی میں
ہی انسان لاٹچیں پرتی ہوئی تھیں لیکن لاٹچ کا اس طرح جتاہ
ہونا ہم لوگوں کے لیے خاصا تکلیف دہ تھا۔

اوڑھے نے دفعہ لگاتے لگاتے کہا۔ "وہ! انداز میں ایک مشعل
دفعہ ہے اور رات کی تاریکیاں اس روشنی کو چھل کر گئی ہیں۔"
اور یہ روشنی اگر کسی پر فائدہ کرتے ہوئے نہ تھی تو لیٹنا
وہ ہمارے اس کالے کی داڑھی سے خوراک کے گا۔ لائس بے اختیار
پول تھا۔

اوڑھے نے اس کے لیے کھنکھوس نہیں کیا تھا، اس نے
لاٹس کے شانے پر ہاتھ مار کر دفعہ لگاتے ہوئے کہا۔ "وقتی واقعی۔"
اور پھر پرتی دیکھ کر بعد ایک اور دفعہ آسمان سے زمین کی جانب دیکھا
ہواؤں کے کالے زمین سے میری مراد منہ ہے کیونکہ اب ہمارے پاس
سنشین گن نہیں ہیں۔ غور کرنے سے پرتی جہاز کو ہم پر آسانی شانہ
ہٹانے ہیں یعنی وہ اسے کھینچ کر لے گا۔ پرتی نے ہاتھ مارا۔ اس
کوشش میں اس کا استعمال اس نے فوٹا نشان لے کر کیا کیونکہ شراب
کی ناریت سے۔ وہ دفعہ اور یہ تعجب۔ کشتی پر لگے سنگھ ابھی بات
تو یہ کہ تم ایک کامیاب سفر واپس ہو اور اپنی ناقص منصوبہ بند
کے تحت تم کو روکھی کسی جہاز میں چھین سکتے تھے۔ چرن سنگھ نے
پرتی سامنے بنا کر اوڑھے کی طرف دیکھا اور اوڑھے نے فرینک سے بولا۔
"دوستو! یہ کارٹن کو کھنکھوڑا۔ دیکھو تو کسی قوتوں کے اندر زندگی
دیکھا رہی ہے۔ ہند کے سینے پر دلاں دواں زندگی اور سامنے کشتی
ہوئی مشعل دیکھو لاٹچ غرق ہو رہی ہے۔ سامنے کشتی اپنی زندگی
پر پرتی کا زخمی انجام دیا ہے۔ اس لاٹچ کو اگر سنشین گن سے پرتی بارہ
پرتی کا کالے کالے ہونے سے بے زار شکلات پیدا ہو سکتی تھیں
اور ہم سنشین گن فرینک! عجیب انسان ہو کاٹن کھوڑا
فرینک سے پرتی کے انداز میں فرینک کے کارٹن پر لگا ہوا
نچپ پچھلے لگا پچھلے کارٹن سے ایک بونٹ بھلا کر اوڑھے کو

تھما دیا۔ "اس کو واقعی کشتی کا محافظ انسان اس شراب کو پیتے تھے اور
میرتی تھکی بٹھا تھے۔ سنسناپے سنتا ہے۔ اس نے سنشین گن
بغل میں ہاتھ کر بونٹ کا کار کاٹا اور بونٹ سے لگا کر پھر بونٹ
سے چند گھونٹ لینے کے بعد بولا۔ "چند محلات قبل تھے اداکاری کا پڑ
رہی تھی لیکن دیکھو خوب حقیقت کیسے بننے۔" چند گھونٹ اور
صحنہ میں اندازے کے بعد اس نے بونٹ کا کار کاٹا اور پرتی نے اس
کی طرف رخ کر کے بولا۔ "اس میں سے ایک گھونٹ بھی نہیں دوسرے
کاٹن موجود ہے۔ جتنا بھلا کے ساتھ اپنا اپنا حصہ لے لو اور پیش کرو۔ مگر
پرتی کو نہیں اس کا سنسناپے۔ ہمارے کشتی میں ان کا کالے بونٹ
ہو رہا ہے۔ اس نے بونٹ کو چھین میں کہا اور نزدیک پرتی کے
محافظ اندر کی لائن دلوں پر بھونک میں اٹھی کر سنسناپے میں۔
دفعہ سنسناپے ہی چرنک پڑے۔ بونٹ کشتی پر پرتی ہوئی
تھیں انھیں چھینک دینا ضروری تھا۔ چنانچہ یہ ناخوشگوار فرینک پرتی
بھی انجام دیا۔ کچھ عجیب سی ذہنی کیفیت ہو گئی تھی۔ یہ حقیقت تھی
کہ لٹا حور کو زندہ نہیں رکھا جاسکتا تھا۔ یہ بھی حقیقت تھی کہ لاٹچ
کے کشتی پر کھانے والے افسر ہوتے ہی سنسناپے میں نہ سکتے تھے۔ لیکن
انسانوں کا اس طرح کے ریلنگ قتل عام دل کو نہیں بچا تھا۔

اوڑھے سے پرتی سنشین میں مصروف تھا۔ شراب جو چرن
اس کے منہ میں اتارتی جارہی تھی اس کی رنگ بڑھتی جارہی تھی۔
چرن سنگھ نے جھکے کہا۔ "خان جی! یہ خیال ہے کہ اس کشتی پر سے
خون کے دھبے اور اوصاف کرادو۔ ہمارا ذہن اس وقت تک خراب ہے گا
جب تک کشتی پر خورن بڑا مڑا ہے گا۔ میں نے سنشین سے اس
سلسلے میں بات کی تو وہ تیار ہو گیا۔

چنانچہ چند پرتی سے کہا دیا اور انھیں سنشین کے باقی ہیں
بھگتو! گیا اور خون صاف کیا جانے لگا۔ اوڑھے اب ان کے سامنے
والی پھری ہوئی جگہ پر دیکھ کر شراب کے جھوٹے چھوٹے گھونٹ
لینے لگا تھا۔ سنشین گن اس لٹا رہی گرو میں دیکھ رہی تھی اور اپنے
آپ کو سنبھالنے کے ساتھ ساتھ وہ دفعہ بھی لگا رہا تھا۔ اب
وہ سنشین خورن معلوم ہوتا تھا۔

کشتی کی صفائی میں خاما وقت لگ گیا کسی اوڑھے شراب
کو ہاتھ نہ نہیں لگایا تھا لیکن اوڑھے نے اب شراب کی دوسری بونٹ
بھال لی تھی۔ "اسے قلع ہونے کے بعد میں چرن سنگھ کے پاس
کھڑا ہوا۔ چرن سنگھ نے عجابی زبان میں کہا۔ "ان افسروں کو
مغفل نہیں کیا جاسکتا تھا۔"
"ہاں چرن سنگھ لیکن فی الحال میں سب کچھ ہواشت

کڑا ہے۔ میں نے اسے ٹھونک کر لے لیا۔
 "استہلاک میں اچھا نہیں ہوتا۔ چرن سنگھ بدستور مرغوشی کے انداز میں بولا۔

"خود کو ٹھونکوں میں رکھو چرن سنگھ! اس وقت شخص ہمارا نہ رہا ہے۔ چرن سنگھ خاموش ہو گیا۔ لارنس شراب کی ایک بوتل لیے جسے نزدیک سے کھینچ لیا تھا۔

"اگر تم لوگ بھی صرف چند گھنٹہ اپنا ذہنی توازن درست کرنے کے لیے یہی تو کوئی ہرج نہیں ہے؟"

"نہیں شکوہ! میں نہیں بیٹا۔ میں نے جواب دیا۔ البتہ چرن سنگھ نے لارنس کے ہاتھ سے بوتل لے لی تھی۔

"حافظ کرنا خان! صرف چند گھنٹہ! اس نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔ چرن سنگھ نے بوتل سے چند گھنٹے کے لیے پلٹ کر کوئی ایک اندھنی جیب میں رکھ لی تھی۔

رات چوری طرح نمودار ہو چکی تھی اور مندر تاحہ نگاہ تارک سے ہو گیا تھا۔ اوڑھے شراب کے نشے میں مدھوش وہیں دوار ہو گیا۔ سب مشین گن اس کے پاس بھی ہوئی تھی۔ میں نے اسے باقاعدہ دیکھا لیکن وہ ہوش و حواس سے بے گناہ ہوجھکا تھا۔

خرینکے کھانے پینے کی کچھ چیزیں نکالیں اور انہیں دوسرے لوگوں میں تقسیم کرنے لگا۔ اس نے اوڑھے کی حالت دیکھتے ہوئے اس کی طرف جانا سہا بہت تھا۔

لیسکٹ چاہتے تھے۔ میں نے چرن سنگھ سے کہا۔ دوست! ہماری منزل کوئی ہے؟"

"جس راستے پر ہم چل رہے ہیں اس کے مطابق ہمیں گروانو کے ایکس پی ایجنٹ پر پہنچ جانا چاہیے۔ یہ ذیلی مشین میرے اپنے انداز سے کے مطابق نظر بنانا سولہ گھنٹے کی مسافت پر ایک سو تین راستوں پر سفر کرتے ہیں اور وہ گروانو کے چار اور تین کے درمیان رہتے ہیں۔

گروانو چار اور تین کے درمیان رابطہ کا ذریعہ ہیں تو پھر ہم نے یہ نہایت کیوں اختیار کیا لیکن میں تو سرتو۔ میں ذیلی مشین اسکا نام تھا۔ یہاں سے اس کی خدمت اوڑھے نے کچھ اور انتظامات کیے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ یہاں سے ہمارے مددگار کون ہیں اور

ہمارے یہاں سے جھینکے کی کیا ذرا ہے البتہ یہ بات بہتر میں شامل تھی۔

"گویا یہ سب کچھ اسی اوڑھے کے ہاتھ میں ہے۔"

"ہاں میرے لارنس نے مجھے یہ بتایا۔ معاف اوڑھے اس سلسلے میں ہماری مددگار کی ہے۔"

"اور جو گروانو کے لیے تمام منصوبہ لپٹے زمین ہی میں رکھا ہے

اور دوسروں کو اس سے بچا رہا۔ میں نے کہا۔
 "یہی بات ہے اس چالاک آدمی نے ہم سب کو اپنا آندھا بنا کر رکھا چلو ہے اور صرف اسے ہی پہلے کے معاملات کی کوئی کس مرحلے پر کیا ہوگی۔ اب جیسے ہمارا رابطہ مشن لارنس سے تھا اور میری ذمہ داری یہ تھی کہ میں اس کے کمر میں ذیلی مشین تک سب کو پہنچاؤں۔

"یوں تب تو اس کم سخت کی حفاظت کرتے رہا بھی ضروری ہے۔ میں نے کہا۔

"نہایت ہی خون کا انسان ہے۔ بالکل جانوروں کی سی فطرت رکھتا ہے۔ چرن سنگھ نے لغزت بھرے انداز میں کہا۔

"چرن سنگھ! تم سے میرا خصوصی تعلق ہے اور میں تم کی دنیا و صرف یہی نہیں ہے کہ تم ہی ایشیائی ہو۔ یہ ایک اور شخص کیلئے اتنا پیارا دوست تھا کہ مجھ سے اس کی قوم سے ہی لغت ہو گئی ہے۔ چرن سنگھ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

اس نے مجھ سے اس دوست کے بارے میں پوچھا تھا وہ خاموشی سے سامنے لگا ہوا تھا۔ اپنی جگہ مستعد رہا۔ ذیلی مشین کے بارے میں اس نے اس سے معلومات حاصل کیں تو اس نے بتایا کہ وہ ایک بار اس جگہ جا چکا ہے۔

"وہاں باقاعدہ اپنی مشینوں کی چھڑائی ہے اور وہیں سے گروانو کے تمام مشینوں کو گروانو کیا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں یوں سمجھو کہ وہ گروانو کا میڈیکل وارڈ ہے۔"

"کیا وہاں کوئی قید خانہ بھی ہے؟"

"مجھے اس کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہیں۔ جس دن میں لپٹے کر وہاں گیا تھا، شدید بارش ہو رہی تھی۔ میں نے سنا ہے کہ اس علاقے میں تقریباً مسلسل ہی بارش ہوتی رہتی ہے ایک مخصوص جگہ میں ایک رات قیام کیا تھا اور دوسری صبح وہاں سے چل پڑا تھا۔

چرن سنگھ کی بات سن کر میں خاموش ہو گیا۔ البتہ میں نے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اوڑھے سے اس بارے میں ضرور معلومات حاصل کروں گا۔ اگر یہ مفروضہ عمل کے مطابق طے ہوتا رہا تو سولہ گھنٹے کے بعد ہمارے اس محول میں ہمیں قیدی پیدا ہوگی۔

میں نے اسے فریڈکے اور لارنس کے لانچ کے معاملات میں احوال دیا۔ قیدیوں کو ایک ہی جگہ پر سمیٹ کر رکھنا ہوتا ہے۔ میں نے اسے یہی بتا دیا۔

صبح تک کسی نے مجھے نہیں جگایا تھا جب صبح کی روشنی چھوٹی تو میری آنکھ خود بخود کھل گئی۔ آسمان پر سرخروں کی

پرتھو پرتھو دی گئی تھیں۔ اچھا! کچھ کر رہا ہے۔ میں نے

دیکھا۔

میں نے اس کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہیں۔ جس دن میں لپٹے کر وہاں گیا تھا، شدید بارش ہو رہی تھی۔ میں نے سنا ہے کہ اس علاقے میں تقریباً مسلسل ہی بارش ہوتی رہتی ہے ایک مخصوص جگہ میں ایک رات قیام کیا تھا اور دوسری صبح وہاں سے چل پڑا تھا۔

چرن سنگھ کی بات سن کر میں خاموش ہو گیا۔ البتہ میں نے دل میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اوڑھے سے اس بارے میں ضرور معلومات حاصل کروں گا۔ اگر یہ مفروضہ عمل کے مطابق طے ہوتا رہا تو سولہ گھنٹے کے بعد ہمارے اس محول میں ہمیں قیدی پیدا ہوگی۔

میں نے اسے فریڈکے اور لارنس کے لانچ کے معاملات میں احوال دیا۔ قیدیوں کو ایک ہی جگہ پر سمیٹ کر رکھنا ہوتا ہے۔ میں نے اسے یہی بتا دیا۔

صبح تک کسی نے مجھے نہیں جگایا تھا جب صبح کی روشنی چھوٹی تو میری آنکھ خود بخود کھل گئی۔ آسمان پر سرخروں کی

پرتھو پرتھو دی گئی تھیں۔ اچھا! کچھ کر رہا ہے۔ میں نے

دیکھا۔ سب ہی لوگ اپنے اندروں کو دیکھ رہے ہیں۔
 اوڑھے اس وقت ہوش میں تھا میری طرف سے کچھ نہ کر سکا یا لا۔ اب میں مندر کا سفر ترک کر دینا چوکا۔ مگر خان! اوڑھے

میں نے کہا۔ میں بتا رہی ہوں کہ ہم زمین کے قریب ہی

ہیں۔

"کیا آپ ناستا کر چکے ہیں مشراوڑے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں کبھی کہاں۔ ویسے میں زیادہ وقت نہیں ہوا ہے۔"

اس وقت اپنی فطرت کے خلاف کچھ انسان نظر نہ آتا تھا۔

"مشراوڑے! یہ آپ نے کیسے کہا کہ ہم مندری سفر ترک کر لیں گے؟"

اور ہمارا کیا خیال ہے کیا مندری میں زندگی گزار دوں گے؟

میں نے اس کے بارے میں پوچھا۔

"میں نے اس کے بارے میں پوچھا۔"

"میں نے اس کے بارے میں پوچھا۔"

"میں نے اس کے بارے میں پوچھا۔"

"میں نے اس کے بارے میں پوچھا۔"

"میں نے اس کے بارے میں پوچھا۔"

"میں نے اس کے بارے میں پوچھا۔"

"میں نے اس کے بارے میں پوچھا۔"

"میں نے اس کے بارے میں پوچھا۔"

"میں نے اس کے بارے میں پوچھا۔"

"میں سوچ رہا ہوں کہ وہاں سے۔"
 کوئی خاص بات نہیں مشراوڑے! بس یہی سوچ رہا تھا۔

کہ دیکھیں یہاں سے کب نکلتا ہوتا ہے۔ میں نے طے کر لیا۔

"ہم یہاں سے ضرور نکل جائیں گے۔ اوڑھے نے کہا۔

"ہاں یقیناً۔ میں نے سترے سے کہا اور کھڑکی کے ایک گوشے میں بیٹھ گیا۔ میری نگاہیں مندر کی طرف ہر جگہ ہوتی تھیں۔

اور پھر میں خیال کے تیز رفتار گھومنے پر سوار ہو کر نکلے گاں سے کہاں پہنچ گیا۔ بہت سے لوگ بڑھائے۔ آخری شکل صدف العیش کی تھی۔ نہ جانے اس کے قصور نے جتنے لوگوں کو کیوں سکون بخشا۔

صدف العیش بہت دلچسپی رکھتی تھی۔ میں نے زندگی سے اب یہ سلسلے احساسات تکل چکے تھے۔ بھلا اس زندگی میں جس د عشق کا کوئی تصور ہو سکتا تھا!

میں نے قہقہے سے آواز دی اور میں چمک کر اسے دیکھنے لگا۔ پھر میں نے تسکین کر لیا۔ کچھ نہ سہی گئی۔

"نہایت نہیں کرو گے؟" میں نے پوچھا۔

"اور! ہاں ضرور۔ میں نے تسکین کر لیا۔

"میں نے اس کے بارے میں پوچھا۔"

"میں نے اس کے بارے میں پوچھا۔"

"میں نے اس کے بارے میں پوچھا۔"

"میں نے اس کے بارے میں پوچھا۔"

"میں نے اس کے بارے میں پوچھا۔"

"میں نے اس کے بارے میں پوچھا۔"

"میں نے اس کے بارے میں پوچھا۔"

"میں نے اس کے بارے میں پوچھا۔"

"میں نے اس کے بارے میں پوچھا۔"

کے بلے میں میں تھیں بتاؤں گا۔ اوڑھے لے کہا۔ چہرہ ہلکا
 نے ہر کوئی بات نہیں کی۔
 سب دھند میں جھانک رہے تھے۔ بڑی سنیسی سی پھیل
 ہوئی تھی۔ کافی دیر گزرتی بائیں ٹکسل ہو رہی تھی کہ کشتی میں
 پانی جمع ہوتا جا رہا تھا۔
 دفعتاً اوڑھے نے کہا۔ بس رخ بدل دو۔ اور چرن منگھ
 نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ صورت حال کچھ بھی ہو۔ لیکن
 اوڑھے واقعی زبردست حیثیات کا مالک تھا۔ دھند کے باوجود ہم نے
 سال دیکھ لیا تھا۔ کشتی اب سال کے ساتھ ساتھ چل رہی تھی۔
 اوڑھے انھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا تھا اور چرن منگھ کو ہدایت
 دیتا جا رہا تھا۔ پھر اس نے کہا۔ بس کشتی روک دو۔
 سنان ساحل نکال رہا تھا۔ دور میں تھا۔ کافی فاصلے پر
 دھند میں پھٹی غماز میں نظر آ رہی تھیں لیکن اطراف میں کوئی
 انسانی وجود نہیں نظر آ رہا تھا۔ اوڑھے مزید ہدایتی سی۔ یہ
 سب کشتی میں بائیں سے بچا کر لکھو تو کچھ ہے۔ ہمیں اس کی ضرورت
 نہ پڑ جائے۔
 جس کے ہاتھ جو کچھ لگاؤ اس نے نشین گنیں پھیل گئیں۔
 لیکن میں نے دستکول پر قناعت کی تھی جسے میں آسانی سے چھپا
 سکتا تھا۔ چرن منگھ نے البتہ ایک ذہانت کا کام کیا۔ کشتی سے
 اترنے والا آخری آدمی تھا۔ اس نے بادلوں کا رخ تبدیل کر
 کے کشتی کو سمندر میں چھوڑ دیا۔
 اوڑھے نے اس کی اس کاروائی پر اطمینان کا اظہار کرتے
 ہوئے کہا۔ ہاں یہ ضروری تھا۔ غمازی کشتی اس کی نظروں میں نہ ملے گی
 لیکن فوراً نہیں۔ اور پھر وہ اس جگہ کا اندازہ ہی آسانی سے نہیں
 لگا سکیں گے۔ جہاں کشتی رکتی تھی۔ اوڑھے اس نے آگے بڑھتے ہوئے
 کہا۔ ہم سب اس کے ساتھ چل پڑے تھے۔
 "میسٹر اوڑھے کیا یہ منا سب نہیں ہوگا کہ ہم سب مشتر
 ہو کر آگے بڑھیں تاکہ اگر کوئی غیر متوقع واقعہ پیش آجائے تو سب
 ایک ساتھ بچ سکیں۔" اوڑھے نے کہا۔
 "نہیں۔ ہم سب کا میری نگاہوں میں رہنا ضروری ہے،
 بڑھتے رہو۔ بائیں کی شدت بھی ہمارے لیے سازگار ہے۔"
 اوڑھے نے سختی سے کہا۔
 ساحل سے تقریباً ڈیڑھ فرلانگ چلنے کے بعد دھانے
 کیت شروع ہو گئے۔ زمین پانی میں پھسل گئی۔ ہوتی تھی اور پانی چوڑا
 ہوا۔ چپک چپانے والی تھی۔ کشتی کے تونے ہمارے پیروں
 پر چڑھ گئے تھے۔ اور قدم اٹھانے میں دقت ہو رہی تھی۔ دھان
 کے پونے چھوڑے اور زیادہ سے زیادہ دھنٹ اوڑھے تھے جس کی

وجہ سے وہ جس چٹپانے سے تھکتے۔ اوڑھے اس میں سے بری
 طرح بچھڑا گیا تھا لیکن اس کے علاوہ کوئی راستہ بھی نہ تھا۔ خدا
 خدا کر کے بطور راستے ہوا اور کھیت ختم ہو گئے۔ اب پانی سرخ
 پتھروں سے بنی ہوئی مخصوص طرز کی غمازیں نظر آ رہی تھیں۔ زمین
 میں سے بعض کے اطراف دینے تھے اور بعض چھوٹی تھیں۔ اوڑھے نے
 انہی سے ایک علامت کی طرف اشارہ کیا اور کہا۔ اس طرف ۱۰
 جہے رخ بدل لیا۔ عمارت کے وسیع احاطہ میں ایک تالاب بھی تھا جس
 میں پانیس تیر رہی تھیں۔ سبز گھاس کا وسیع لانا بنا چڑھا۔ اوڑھے
 کی رفتار بہت تھی۔ وہ دھند کے انداز میں علامت کی طرف
 جا رہا تھا پھر وہ دروازے کے قریب رکت گیا۔ ان کی آن میں ہم
 لوگ بھی اس کے قریب پہنچ گئے تھے۔ اوڑھے چاروں طرف دیکھ رہا
 تھا پھر اس نے فرینک اور چرن منگھ سے ایک طرف اشارہ کرتے
 ہوئے کہا۔ تم دونوں اس جگہ چلے جاؤ۔ یہاں سے تم کھیت سے آنے
 والوں پر نگاہ رکھو گے۔ فرینک تم جانتے ہو تمھیں کیا کرنا ہے آنے
 والے جیسی کو بڑی احتیاط سے قابو کرنا ہے۔
 میں اوڑھے کے اس اقدام سے سخت اختلاف رکھتا تھا۔
 اگر یہ عمارت اس کے کسی شناسا کی گئی تھی تو پھر اس میں کھیت سے
 کیا فائدہ ہوگی۔ زکوٰۃ ضرور یہاں ہوتا ہوگا۔ اوڑھے اس کے ساتھ
 دنہ کی کا احتیاط کر کے گا اور اگر بات مجھ کو سنا دیا تو دھان
 میں مل جائے گا۔ ناہم بھی اوڑھے کے ساتھ اندر چل جانا پڑا تھا۔
 اوڑھے نے اب سب نشین گنیں پھیل لی تھیں اور نہایت چھپرتی سے
 چرکتا انداز میں گئے۔ پھر باہر قلم ایک باب اس میں داخل ہوئے۔ یہاں
 چند افراد موجود تھے۔ اوڑھے کو ایک مرد ایک عورت جو اس کی بڑی
 بھانجری تھی اور دو چھوٹے بچے تھے۔ دو ملازمین کے آدمی بھی تھے۔
 ہمیں دیکھ کر ان کے منہ کھلے کے کھلے ہوئے۔ اور ہلچل مچ کر رہ گئے۔
 اوڑھے دانت بکڑے آگے بڑھ گیا تھا۔ اس کی بھانجری
 مٹکاری سے جھکے ہاتھوں اس کے لائیں سے کھانہ تم بھرتی سے
 عمارت کی غمازی سے ڈالو اور تم دونوں کو جلدی سے میٹھا لٹا دلاؤں میں
 کہا۔ عورت نے دونوں بچوں کو جلدی سے میٹھا لٹا دلاؤں میں
 سے ایک نے بڑی چھپرتی سے اوڑھے کی ناچوں میں ناچیں بھرا کر
 اسے لڑنے کی کوشش کی تو اوڑھے نے نشین گنوں کی طرف کر کے
 اسے چھپائی کر دیا عورت کے حق سے ملکی سی چٹ پھل بھی لے لی تھی۔
 درخت زدہ آواز میں کہا۔ نہیں جوزف! تم کوئی حرکت نہ کرنا پھر
 جوزف پیڑز! اس کا مطلب دو ملازم تھا۔ لیکن اوڑھے کے ملازم
 کے حرکت کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔ وہ اپنے مڑو
 ساتھی سے پوچھ گیا تھا اور اس میں زندگی تلاش کر رہا تھا۔ پھر
 اس کے حق سے آواز نکلی۔

"جم۔۔۔ میرے بھائی" اور وہ ایک جگہ کر دے لگا۔ اس
 دوران اوڑھے نے اس کی کچھ گئی۔ لیکن درمیان میں کھڑا تھا۔ اور
 اس کے چہرے کے انداز میں ہوتا تھا کہ اس کی کیا کیفیت ہے۔
 "کیا تمہارے ساتھ اوڑھے نے کرکٹ کھیلے ہیں؟
 "ہیسی برفوٹی۔ یہ میری بھانجری کی ہے۔ اور یہ میرے دونوں
 لڑکے ہیں۔ میں نے اپنی وحشت پرنا کو پاتے ہوئے کہا۔
 "اور کوئی ہے یہاں؟ اوڑھے نے پوچھا۔
 "میں۔۔۔ دو ملازم اور میری بڑی منشی جو واقعی مرعوبہ ہے۔"
 برفوٹی نے جواب دیا۔
 "تم کیا کرتے ہو؟"
 "مرٹا ٹرو فرمی ہوں اب کچھ نہیں کرتا۔ چھوٹا سا کاروبار ہے
 مجھے۔ میرا سنبھالنا ہے۔"
 "تمہارا کیا کام ہے؟"
 "وہ اس جوڑے میں نہیں ہے۔"
 "جو؟" اس میں سے اس کی زندگی تھیں عزیز ہے اور
 اس کی موت چاہتے ہو؟ اوڑھے نے پوچھا۔
 "کسی کی نہیں۔" اوڑھے نے ٹھپ کر کہا۔
 "اس کی ایک ہی شکل ہے۔ ہماری دیانت پر عمل کرو۔"
 "ایمانان کھو سکتا ہے۔ میری اختلاف کچھ نہیں ہوگا۔"
 "فری ہے یہاں۔"
 "ہاں اوڑھے کو یہ ہے۔" میسر برفوٹی نے کہا۔ اس وقت
 اس ایک نوجوان عورت کو جھپٹا ہوا اندر داخل ہوا۔ وہ حسین
 اور بڑی شخصیت کی مالک تھی۔ لائیں نے شاید اس کے بال کپڑے
 کھینچے تھے۔ کیونکہ وہ بری طرح منتشر تھیں۔ اس کی آنکھوں سے آنسو
 بہ رہے تھے۔
 "ڈیڈی! یہ دیکھو۔۔۔" اس نے کہا۔
 "اوہ نیسی! خود کو قابو میں رکھو۔ ہم میسر برفوٹی میں نہیں ہیں۔"
 برفوٹی نے جلدی سے کہا۔
 اس دوران ملازم اپنے ساتھی کی لاش سے پشاورا رہا تھا۔ منشی
 نے بے چارے پر ایک گرمی نظر ڈالی تھی۔ یہ لڑکے کون ہیں؟
 "منشی! پیڑز! خود کو قابو میں رکھو۔" برفوٹی نے سخت کر کہا۔
 "خون بہا رہے ہیں یہ۔۔۔ زندگی لے چکے ہیں۔" انیس چھر
 بھی خاموش رہنا پڑے۔ ہم اب بھی خاموش رہیں تو بڑی ایک
 بے خاموشی زندگی کی ضمانت ہوئی ہے لیکن میں اس فیصلے سے مطمئن
 نہیں ہوں۔
 "ہم تمھیں اطمینان دلاؤں گے۔ یہ بی بی! جہاں کے پاس
 میٹر جاؤ۔ اوڑھے نے کہا اور منشی آخرت ہماری نگاہوں سے ملے

دیکھنے لگی۔
 "منشی زندگی سے اتنا پیار نہیں ہے۔ کیوں۔۔۔ ٹھیک ہے۔"
 میسر برفوٹی کے پاس جا بیٹھی۔
 "ہیں اپنی ضمانت کے مطابق اس دکان میں میسر برفوٹی!
 آپ ہماری مدد کر سکتے ہیں؟ اوڑھے نے کہا۔
 "ہاں سب شہر اس میں اس کو خود میں نکال لو۔ ان میں سے
 کچھ کھاتے ہیں۔ بدن برفوٹی ہوں گے۔ باقی کے لیے مجھے بتاؤ کیا کروں؟
 "ہم خود دیکھ لیتے ہیں۔" لائیں ازم اور منشی کو اس دکان
 کی تلاش میں لے لیں۔ لیکن خیال رکھنا۔" اس نے گردن ہلا دی۔
 اوڑھے نے میسر برفوٹی کے ہاتھ دیکھا اور ساتھ آنے کا اشارہ کر کے
 باہر نکل گیا۔ میں اس کے پیچھے چل پڑا تھا۔ ہم نے پوری عمارت
 کی تلاشی لے لی۔ میسر برفوٹی ابھی میٹھے تھے، لائیں نے عمارت
 قریبی ساز و سامان سے بھری ہوئی تھی۔ ایک لیٹین میٹھی کرسی بھی
 کافی تعداد میں موجود تھی۔ اوڑھے نے اسے قبضے میں لے لیا۔ اور
 پھر اس نے سہارے کے لیے اس کی کرسی کے کچھ حصے میں دیسی سبے
 بڑی ضمانت رکھنا تھا اس لیے کہ اس کی اس کے بدن برفوٹی
 نہ آیا جب کہ چوبیس میں نے پشاورا تھا وہ اس طرح بیروہ بدن پر
 قیٹ چھا بیٹھے۔ یہی سلا ہو۔
 "اوڑھے کو کوئی کام اس میں تبدیل کر دو۔ میں کھانے کا بندہ لیت
 کرتا ہوں۔ اوڑھے نے کہا اور اس میں اس سے کہ باہر نکل گیا۔
 "چرن منگھ اور فرینک اپنی برفوٹی پر مستعد تھے۔
 چرن منگھ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "کوئی خامی اس کے اندر کے مہلات کیے
 ہیں۔" میسر خیال ہے۔ دو چار ہندے کھانے کے گئے۔ اس میں سے
 غازی رنگ کی آواز سنائی دی۔
 "یہ لباس تبدیل کر دو چرن منگھ! اور اپنے لباس کو تبدیل بنا کر
 اس بھوکا چکر چھپا دو۔" میں نے اس کی بات کو غور نہ کر کے نکلے
 سنبھالنے سے کہا۔
 "اوہ جیو لوٹ! جو سچی بات تو ہے کہ ان کپڑوں میں زندگی
 بڑی بڑی لگ رہی تھی۔" کہیں سنانے کا بندہ سبھی ہو سکتا ہے۔
 "ابھی نہیں۔ اوڑھے کا حکم نہیں ہے۔" میں نے جواب دیا اور
 چرن منگھ عجیب سی نگاہوں سے دیکھنے لگا۔ پھر اس نے گردن ہلائی
 اور لائیں سے لڑنے لے لیا۔ میں واپس اس کی طرف چل
 پڑا تھا۔ یہاں تک کہ میں عجیب سی کیفیت کا شکار ہو گیا تھا۔ اس
 گھولنے سے مجھے کوئی دل چسپی نہیں تھی لیکن اوڑھے کی بات سے
 مجھے نفرت محسوس ہو رہی تھی۔
 جب میں لڑنے کے دروازے پر پہنچا تو میں نے خون میں بھیگے
 ہوئے کپڑوں والے ملازم اور عورت کو اس کا کام لیتا تھا، باہر

نہی تھے ہوتے دیکھا۔ اوڑھے ان کے پیچھے آ رہا تھا۔ میں نے اٹھنے پر نگاہ ڈالی وہ پُرسکون نظر ہوا تھا۔ دیکھ کر وہ مسکراتے لگا تھا۔ پھر اس نے کسی قدر جیسے جیسے میں کہا۔ تم اندر جاؤ میں ان دونوں سے کہیں مل کھانا آتا۔ کراہ کر کہیں آؤ۔ اوڑھے کے بڑھ گیا تو میں بالکل دھل ہوا۔ میرا آدمی ہونے پر دلزدہ تھا۔ دونوں چپے سے ہوتے نیکی کے پاس بیٹھے ہوتے تھے۔ لاش اور لیگن سسٹم میں جنسین سے ہوتے دو گریوں پر موجود تھے۔ ملاسن نے مجھے دیکھا اور اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا۔

میں فوراً باغیہ زخم جا رہا ہوں تم دونوں خیال رکھنا۔ یہ کہہ کر وہ باہر نکل گیا لیگن سپاٹ بگاڑوں سے مجھے دیکھ رہا تھا تب نیکی کی آواز ابھری، وہ میری جانب ہی دیکھ رہی تھی۔

”الفاظ کیساں بھستے ہیں میں نے جنوں کا یہ تھا۔ وہاں یہ جاہو تھلے تھم دونوں میں سے کوئی مجھے اس سوال کا جواب بنا پسند کرے گا؟“

میں چونک کر نیکی کی جانب دیکھنے لگا تھا۔ دفعتاً نیکی کے پاس سے ایک پتھر اٹھا اور بیسٹر نزدیک پہنچ گیا۔ نیکی ہی ٹیگن کی بیسٹر پاس میں سے کیا۔ نیکی کی بیسٹر دیکھ سکتا ہوگا؟ اس نے میرے ہاتھ میں ڈالی ہوئی مشین گن پر اپنا مناسا سفید ہاتھ چیرتے ہوئے کہا۔ براؤنی دہشت زدہ انداز میں میری طرف دوڑ پڑا تھا۔

اُس نے مجھے کوہلو کر کھینچے ہوئے کہا۔ ”سوری سوری! اسے صاف کر دو۔ آئی ایم ہیری سوری“ اس کا چہرہ دہشت سے سفید ہو رہا تھا۔ میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

براؤنی نے مجھے کو کھینچے ہوئے کیا تو نیکی بولی۔ جو فون پہنے کے شوقان ہوئے ہیں وہ بچوں اور بڑوں میں نہیں کہہ سکتے۔ چلنے کیوں آئے اسے خاک میں کیا۔

رہی تھیں اس نے سچ کو گھورتے ہوئے کہا۔ کیا جانتے ہو؟ یہاں سے نکل چلو اور آؤ۔ مجھے سے ان کے لگا ہوا ٹوکوں پر اس نے نہیں دیکھا جاتا۔ آڑھان کا کیا قصہ ہے؟

دہشت بڑا قصہ ہے۔ یہ آزاد زندگی گزارتے رہے ہیں۔ زندگی کے بہترین سال کھو چکے ہیں۔ یہیں چلے۔ پچاس سال کا وہیں کرے گا؟

”میں آؤں۔ یہاں سے نکل چلو۔ تم ہر شے کیوں نہیں آئیدہ منصوبہ کیل ہے؟“

”میں سچ اس لئے آئیدہ منصوبہ کے بارے میں کسی کو نہیں بتاؤں گا جس طرح اسے ایک کام ہونا ہے اسے اسی طرح کرنا پڑے گا۔ جو کہ میں کر رہا ہوں میں کسی کی مدد غلط سمجھتا ہوں۔“

”میں مشورے میں ساری باتیں مان سکتا ہوں۔ یہ تم دیکھو ان چھوٹے چھوٹے چھوٹے خصوصیات کو دیکھو۔ ان کی آنکھ میں خوف و ہراس کی بڑھ چکیاں تھیں۔ بروڈسٹ میں ہوں۔ ان لوگوں کو آزاد کر دو، یہاں سے نکل چلو۔ ہم ان سے معاہدہ کیے ہیں کہ یہ ہمارے بارے میں کسی کو نہیں بتائیں گے۔ لیگن نے کہا۔ اوڑھے نے پُرخال انداز میں گردن ہلاتی پھر لاش کی طرف دیکھ کر بولا۔ ”کیوں لاش کیا خیال ہے تمہارا؟ اور تم یہ بتاؤ خان کیا میں لیگن کی بات مان لیتی چاہیے؟“ لاش کوئی جواب نہیں دیا۔ میں اسے غامض سے اوڑھے کو گھورتا رہا تھا۔ اوڑھے نے سسٹم میں جن ایک طرف رکھی اور پھر لیگن کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔ ”لیگن اجنبی آدمی کو نقصان نہ پہنچاتے ہیں۔ میرے سب سے بڑے ساتھی ہو۔ میری فطرت میری عادت جانتے ہو۔ بہتر ہے کہ خاموشی اختیار کر دو۔ غصہ اور وقت اور گردن جھانکا رہم ان شریف لوگوں کو چھوڑیں گے۔ میں خود ہی نہیں زیادہ بروڈسٹ میں کرنا چاہتا۔“

میں تھا کہ حالات کو یہاں تک پہنچنے کے بعد گھبرانے لڑکوں سے کہہ کر چوکھٹا تھا۔ واپس نہیں لایا جاسکتا۔ لیگن کی لاش فون پر پھیل کر رہی تھی۔ دونوں چپے ہو کر نیکی سے سپاٹ گئے اور مشر براؤنی پھر کے بت کی مانند انہیں بھاٹے پینڈر دیکھ لے گئے۔

اوڑھے نے خون آلود غمزہ من کے ہاں سے صاف کرتے ہوئے سر دھو لے میں کہا۔ ”میں اس قسم کا انچارج نہیں کھو چکے کہ دیا اور وہ سب کی بہتری کے لیے ہے۔ تیرا میں جان بچا کر نہیں ماننا چاہتا۔“

”میں اپنی مخالفت ایک لمحہ کے لیے بھی بروڈسٹ نہیں کر سکتا۔ تم لوگ اس میں اور ان لوگوں کو بھی۔“ بات بتا دو جو باہر چہرا دے رہے ہیں۔ میں بھی کبھی جذباتی تھا۔ اگر جذباتی نہ ہوتا تو اپنے خاندان کو براہ نہ ہوتے دیتا۔ لیگن زندگی کے اس شدید درد میں ان کی زندگی کے بعد دھکے جذبات کی میرے پیلنے میں کوئی مخالفت نہیں ہے۔ اس لیے میں کسی بری رسم میں کر سکتا۔ میں گڑے چکا چوں کو پوری دنیا کو تباہ کر دینا چاہتا ہوں۔ مجھے یہ کہیں ان الفاظ پر غور کر لینا۔ اس نے

”مجھ کے لیگن کی آواز اسے پھری اور اسے گھٹ کر اسے جھکے یا پہلے ملائی لاش پڑی ہوئی تھی۔ پھر اس نے نفرت بھرے انداز میں لیگن کی لاش کو ملائی لاش پڑا دیا۔ ہستے ہوئے فون کی لکیر پھری وہاں تک پہنچتی چلی گئی تھی۔

میری نگاہیں اس فون پر جمی ہوئی تھیں اور دل میں اوڑھے کے لیے نفرت کا لاوا اگل رہا تھا۔ میں نے دل ہی دل میں کہا۔ ”اوڑھے میری زندگی بھر کے شمار انسانوں کے لیے صیغہ کا باعث بننے کی اس لیے ٹھہرنا نہ ہے کہ مجھے زندہ نہ چھوڑوں۔ تو واقعی اس قابل نہیں ہے کہ اپنا دل میں واپس چلے۔ اگر تجھے وہ نہ ہے تو اُن کے لیے میں چلنے کے لئے انسان موت کے گھاٹ اُتر جائیں گے۔ اُن کی اس وقت، اُن کی اس وقت صیغہ کا تقاضا یہی تھا کہ میرا خاموشی اختیار کروں۔“

تھکانے ملنے پٹنے والے یہاں نہیں تھے؟“

”میں خیال ہے یہاں کوئی نہیں آئے گا اور اگر کوئی آیا بھی تو میں تم سے رجوع کرنا چاہوں گے۔ اس کے پاس پہنچا دیتا۔ میں کسی کو یہاں کی کیفیت نہیں بتاؤں گا۔ یہاں تک کہ یہاں پر اعتماد کر سکتا چاہیے۔“

”اگر ایسی کوئی صورت حال پیش آتی تو ہم پر اعتبار کر لیں گے۔ یہ رجوع ہو کر کیا تم کا ہی ہونا پسند کر دے؟ اوڑھے نے پوچھا۔

”میں شکریہ۔“ براؤنی نے جواب دیا تھا۔

میں کچھ سامان پلٹوں میں رکھ کر باہر نکل آیا تھا۔ یہ میں نے فریبک اور چرن سنگھ کو پیش کر دیا۔ جن سنگھ کسی قدر بروڈسٹ انداز نظر آ رہا تھا۔ اپنی پلیٹ کے گرد میرے نزدیک پہنچا اور اسے بولا۔ ”یہ سب کیا ہو رہا ہے؟“

یہ پوزیشن سنبھالی ہوئی ہے غالباً یہاں تک کہ اوڑے اس سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہے اور اس کے بعد وہ یہاں سے نکلنے کے اشتیاقات کرے گا۔

”مگر اس منصوبہ کو عملے کو ختم کرنے سے کیا فائدہ؟“
 ”ہاں جیسا کہ نگاہ اندازہ زندگی میں کسی قیمت پر برعکاس نہیں کر سکتا۔ اگر اوڑے سے ایسی کوئی حرکت کی تو پھر حالات میں نمایاں تبدیلی ہوگی۔ ہم اس انداز میں غور کرنے پر موت کو ترجیح دیتے ہیں۔ ماندہ و مصروفیت کے بھی ہیں۔ عرصہ شوق کی مانند سفید سفید اور نہایت ہی خوبصورت ایک نوجوان عورت ہے۔ ایک بوڑھا مرد۔ ایک بوڑھی عورت اور ایک طالبہ۔ دوسرے طالبہ کو اس نے قتل کر دیا ہے اور جو ملازم زندہ بچا ہے، وہ زندہ درگور ہے۔“

”تھک گیا ہے۔ لوگ اسانیت سے عاری ہیں۔ مگر ہم تو جاگلیں ہوئے ہیں۔ ہم اپنی جان بچانے کے لیے یہ زندگی قبول نہیں کریں گے۔ یہاں سنگھ آہستہ سے بولا اور دیکھنے کے برائی ہیٹھ اٹھا کر اس میں دھکی پھینک دیا۔ نگاہ کے چہرے پر غم و غصے کے لیے ڈھان گئے۔ پھر اس نے ایک نگاہ فریٹک پر ڈالی اور بولا۔ ”یہ شخص میں ناقابل معرکہ ہے۔ اوڑے کے ہر کام سے اتفاق رکھنے والا۔“

”تھکری اس سے گفتگو چوٹی ہے؟“
 ”مختصر۔ یہ اوڑے سے عقیدت رکھتا ہے۔“
 ”تب اس سے ہوشیار رہو۔ اپنی وہی کیفیت اس پر ظاہر نہ ہونے دے۔“

”خیال رکھوں گا۔ چرن سنگھ نے بھاری آواز میں کہا۔
 ہم دونوں کچھ دیر تک خاموش بیٹھ رہے پھر مرنے لگے۔
 ”ہم نے کہا۔ ہم دھڑکی کی کیفیت کا شکار ہو گئے ہیں۔ چرن سنگھ ایک طوطا اپنی جان بچانے کا مسئلہ بھی درپیش ہے اور دوسری طرف اس منصوبہ خاندان کے ختم کی ذمہ داری بھی ہم پر عائد ہے۔
 اس وقت تک کوئی فیصلہ کرنے کے قابل نہیں رہا ہے۔ اس کے باوجود بیرونی لوگوں سے جو شہر لہنے کی ضرورت ہے۔ کوئی آئے تو اسے بڑی ہوشیاری سے سنبھالنا۔“

”یہاں کی حکومت کرو بھائی جی! ایکنگ اند کی ذمہ داری تم پر ہے۔ کوئی گڑبڑ ہو تو دل کی بات مان لینا۔ غرض کہ تم ہونیہ۔“
 ”اساری ہوگا۔ چرن سنگھ انجمن کو اس میں نے برقی بجائے اور اند چل پڑا۔ لارنس دروازے پر تھا اور اوڑے اٹھ کھڑا تھا۔
 مٹر برائوسی کے نزدیک بیٹھا اس سے اس علاقے کی جغرافیائی پوزیشن کی بات کی۔ آدھی اور آمد و رفت کے ذرائع کے لیے میں

معلومات حاصل کرنا تھا۔ دونوں عورتیں ان بچوں کو بھلا رہی تھیں جو باہر جا کر کھینے کی جگہ کر رہے تھے۔

”مجھے دیکھ کر اوڑے نے اپنی جگہ سے اٹھ بیٹھا۔ یہاں ان لاشوں میں بدبو پیدا ہونے لگی ہے۔ ہم اور لارنس ان میں کسی روکے کرے میں جاؤ اور کہہ بد کر دو۔“ میں بھاری انتظار کر رہا تھا۔
 لارنس نے خاموشی سے ہنگے برہ کرینگن کی لاش اٹھالی۔
 میں نے ملازم کی لاش اٹھالی تھی کہ وہ لاش کرنے میں نہیں کوئی وقت نہیں ہوئی۔ پوری عمارت خالی تھی۔ اسی کمرے سے طبقہ غسل خانے میں ہم نے منہ اٹھ دھوئے۔ واپسی میں میں نے لارنس کا عندیہ لینے کے لیے پوچھا۔ ”مٹر اوڑے کا آئندہ پروگرام کیا ہے لارنس؟“

”وہ کسی کو نہیں بتا رہا۔ اور میرا خیال ہے کہ پوچھنا مناسب نہیں ہے۔ میں نے نہیں اس پر اصرار کیا ہے۔ وہ یہ ساری کوششیں تنہا اپنی ذات کے لیے ہی کر سکتا تھا۔ اگر وہ اگلے لیے تیار ہے۔
 کر رہا ہے تو میں کراؤ کہ اس کے احکامات کی تعمیل تو کرنا چاہیے۔
 مگر میں سمجھتا ہوں کہ اس کا شکار رہو کیا تھا۔ ان حالات میں کسی کے لیے یہ بات ہونا کہاں کی عقلندی ہے؟ لارنس نے کہا۔ ”تھکری کیا خیال ہے خان؟“

”بالکل ٹھیک۔ جب ہم گروہ میں زندگی اور موت کی کشمکش کا شکار ہوئے تھے تو ہم نے یہ کون جیڑی جوڑا تھا،“
 میں نے مستقبل کے بارے میں لارنس کے لیے میں اندازہ ہو گیا تھا کہ ہر طرح اوڑے کے ساتھ اس کا فریٹک بھی اسی کھائی تھا۔

رات کو میری اور لارنس کی ڈیوٹی باہر لگائی گئی تھی۔
 اوڑے نے فون کیا کہ اس کو شیوں سے کس دیا۔ بدگھت نے فون کو بھی نہ چھوڑا جو اس وقت حالت سخت خوفزدہ ہو گئے تھے اور سننے کی ہی کیفیت کا شکار تھے۔

رات گیارہ بجے کے قریب اوڑے باہر نکل آیا اور میرے قریب پہنچ کر بولا۔ ”شریف لوگ گئے ہیں، یہاں صرف لارنس کی ڈیوٹی رہنے دو۔ اگر سب مل جائے۔“
 ”ایک ہی اتفاق سے ہیں کوئی مشکل پیش نہیں آئی ہے۔ میں نے سمجھا تھا کہ میں لارنس کے ساتھ رہوں گا۔ کوئی طاقا ہی آئے۔ اس سے قبل کہ میں کسی خطرات کی صورت حال کا سامنا ہو۔ یہاں سے نکل جانا بہتر ہوگا۔“

”آپ کا کیا پروگرام ہے مٹر اوڑے؟“ میں نے ذی پر جبر کر کے پھر وہی سوال کیا۔
 ”میں لوگوں کی تلاش میں جا رہا ہوں۔ یہ وہی شخص ہے جو یہاں میرے خلاف ہے۔ رات کے انتظار میں میں نے یہ وقت گزارا ہے۔“

”لوگوں کا یہاں سے علاقہ کوئی اور نہیں کر سکتا۔ میں تم سے کسی کو روانہ کر رہا ہوں۔ یہاں مٹر اوڑے کے قریب نہایت ہوشیاری سے ان لوگوں کی نگرانی کرے گا۔ بوڑھا کچھ رشتہ زوری ہے، آج تک۔
 ”ہوگا۔ اس کی ایک ایک حرکت پر نگاہ رکھنا۔“
 ”مٹر اوڑے کے ساتھ لارنس کے ساتھ رہنا۔ یہ تمام گفتگو لارنس کی موجودگی میں ہوئی تھی۔ اوڑے نے پھر لارنس کے قریب نہایت انداز میں کہا۔

”مٹر اوڑے کی کامیاب واپسی یہاں سے مستقبل کا دارو مدار ہے۔ اس کے ان کی بات کا کوئی جواب نہ دیا تھا۔
 جب اوڑے نکلے تو اس سے اوچھل کر گیا تو اس نے لارنس سے کہا۔ ”مٹر اوڑے کے ساتھ رہنا۔ یہاں سے مستقبل کا دارو مدار ہے۔“
 ”اس طرف کی قطعی توجہ کرنا۔“ لارنس بولا۔ اور میں رست رفتاری سے اندر کی طرف چل پڑا۔ مگر میں جوشی لارنس کی نگاہوں سے اوچھل کر واپس نہ آتا تھا۔ تیز کر دی۔ اوڑے ہال کا دروازہ باہر سے بند کر گیا تھا۔ میں اسے کھول کر اندر داخل ہو گیا۔

”وہ سبے چارے اوڑے سے کچھ بڑے ہوئے تھے۔ چرن سنگھ اور فریٹک جانے کہاں سو گئے تھے۔ میں نے ہال کا دروازہ اندر سے بند کیا اور ان لوگوں کو دیکھنے لگا۔ پھر میں نے رست میں گن ایک طرف لکھی اور مٹر برائوسی کے قریب پہنچ کر لارنس میں جانا ہوں۔
 آپ میں سے کوئی نہیں ہو یا مٹر برائوسی، ان حالات میں نیند آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ براہ کرم جلدی جلدی ان بچوں کے لیے خوراک کا بندوبست کیجیے۔ وہ باہر چلا گیا ہے۔ میں نے تھک کر برائوسی کے ہاتھ کھولے۔ ہونے کہا۔ تمام گروہ میں میری طرف محکوم لکھی تھیں۔ برائوسی کے ہاتھ بھی کھل گئے تو وہ آٹھ کر ڈھٹ گئے۔
 ”اے کاحلیہ! تم کو تم میں کسی قدر اسانیت باقی ہے۔“
 ”ہاں مجھے زندگی سے دلچسپی کی حد تک پیار نہیں ہے۔ اس میں نیسی کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ میں نے نیسی، اچھے بھوکے پنا ان کے لیے جلدی سے کچھ لائے۔“

”انکل! ہمارے ہاتھ بھی کھول دیجیے۔ ایک بچے کی مصوم آواز ابھری اور مٹر برائوسی نے کہا۔ میں نے ایک ایک کمرے کے سب کے ہاتھ کھول دیے۔ نیسی میری طرف دیکھ رہی تھی۔
 ”افسوس میں تم سب کو باہر جانے کی اجازت نہیں دے سکتا۔
 اس میں بھاری زندگی کو خطرہ لاحق ہو جائے گا کیونکہ تم جانتے ہو۔
 میں یہاں تنہا نہیں ہوں۔“
 ”اگر تم اجازت دو تو میں لوگوں کو ساتھ لے جاؤں۔“ مٹر برائوسی نے کہا۔

”مٹر اوڑے جہاں لیکن خدا کے لیے جو کچھ کرو احتیاط سے کرو۔
 دوسرے سب کو جو چاہیں۔ میں نے کہا۔ اور مٹر برائوسی کیس کے ساتھ باہر نکل گئے۔
 ”انکل! آپ ڈاکو ہیں؟ ایک بچے نے پوچھا۔

”ڈاکوؤں سے بھی بدتر ہے۔ میں نے کہا۔ کرب زدہ لیے میں کہا۔
 ”تو آپ کوٹ مار کر کے یہاں سے چلے کیوں نہیں جلتے؟“
 ”خاموش رہو۔ تم بیکار واپس نہیں کر سکتے۔ نیسی نے بچے کو ڈانٹتے ہوئے کہا۔

”مٹی میں تو اسکل سے ان کے ہاتھ میں پوچھ رہا نہیں۔“
 ”نہیں خاموش رہو۔ نیسی نے کہا۔ اور پھر بھاری بھوسے میں اپنا پیچہ سے خطاب، براہ کرم اسے معاف کر دیجیے۔ میں خاموشی سے نیسی کی شکل دیکھتا رہا۔
 ”نوجوان تھی دل میں بھی لیکن پیچہ پر ایک عجیب سی آدمی کھڑی ہوئی تھی۔ مٹر برائوسی نے کہا تھا کہ وہ خطا اٹھو جس سے لیکن بھاری سی کوئی بات نظر نہیں آتی تھی۔
 ”خوشی دیر کے لیے مٹر برائوسی اور کیس ڈالیں گے۔ وہ بچوں کے لیے دودھ اور بسکٹ وغیرہ لائے تھے۔ کچھ چیزیں وہ اپنے لیے ہی لائے تھے۔“
 ”تھکری سنگھ۔ کچھ دینا پسند کرے؟“ مٹر عورت نے کہا۔

”نہیں شکریہ۔ آپ براہ کرم اپنا پیٹ بھر لیں۔“
 ”اس میں کوئی غلط چیز نہیں ہے۔ مگر تم پسند کرو تو کچھ لے لو۔“
 ”برائوسی نے کہا۔
 ”نہیں مٹر برائوسی! آپ یہ سب کچھ حلیہ کر لیں اور براہ کرم کوئی نشان نہ چھوڑیں۔“
 ”تم اس سے خوف زدہ ہو۔ وہ تمہارا لیڈر ہے؟“
 ”مٹی کھولیں۔“
 ”کیا تم نے ہمارے ساتھ یہ سلوک کر کے حماقت نہیں کی ہے؟“



میں نہیں جانتے۔ وہ ہمیں تلاش کریں گے اور اس کے بعد اسے اپنے
 بعد ایک بار چہرہ تم لوگ گرو اہل کی صفوہوں میں گرفتار
 ہو جائے گے۔ بہرحال سبکھانہ میں نے تیرے اوپر احسانات کیے ہیں

یہ شخص السابیت کو بھول بیٹھا تھلنے شک اس کی تہلے
کچھ اٹناک واقعے رونما ہوئے تھے لیکن اس کا ان مقام کچھ سنگد
لوں سے تو نہیں لیا جا سکتا تھا۔

مکتبہ نفسیان

عجیب کہانیاں • افسانہ کہانیاں • زہریلی کہانیاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

فریڈک لارنس اور میگی کی لاشیں محفوظ
اوڈے لازم کی لاش کے ساتھ جو اب بڑی طرح
 سڑ رہی تھی سڑ براؤنسی کی لاش کا گہرے مٹی میں ایک گڑھا
 کھود کر دفن کر دی گئیں۔ سڑ براؤنسی پر طرغ ہم دونوں سے تعاون
 پر آمادہ نظر آ رہے تھے۔ انہوں نے کہا تھا۔
 "ایک رٹاؤ ڈرو اور اپنی حکومت کا وفادار ہونے کی حیثیت
 سے میرا فریڈک ہے کہ اگر میں تم دونوں کے پھنگل سے بچ جاؤں تو
 سب سے پہلا کام یہ کروں کہ تمہارے بارے میں اشتعال میرے دل کا
 دوسے دونوں لیکن یہاں انسانی رشتوں کا مکمل شروع ہو گیا ہے۔
 تم نے انسانیت کے رشتوں کو زندہ رکھنے کے لیے اپنے ان ماحول
 حکومت کے گناہات ادا کرنا جن کی مدد سے تمہاری زندگی بچ گئی تھی۔
 اور تم یہاں سے فرار کی کوشش کر سکتے تھے۔ کامیابی یا ناکامی قرار
 ذاتی مسئلہ تھی مگر جس طرح اگر ناپاک خوفناک بندشیں توڑ کر
 تم یہاں ٹپک پیچھے اس طرح یہاں سے نکل جانے کی کامیاب پہلے
 لیکن تم نے اپنی آزاد روی بدکاری زندگی اپنی قوم اور اپنی حکومت کا
 بچا لی۔ میں سڑ براؤنسی اور منگلی کا ثبوت دے سکتا ہوں کہ تمہیں
 گرفتار کرادوں۔ میں خود کو پوری زندگی اپنی قوم اور اپنی حکومت کا
 جرم سمجھ کر زندہ ہو سکتا ہوں لیکن انسانیت کے خلاف یہ جرم
 میں نہیں کر سکتا۔ آؤ ہم پہلے یہ لاشیں پھیلنے دیکھا دیں ان کے
 بعد کوئی اور کام کریں گے۔ آؤ آؤ وہ تو سڑ براؤنسی تھے دل سے
 یہ باتیں کر رہا تھا۔ یہی میری اپنی آؤ کیس تم جانتی ہو کہ تمہیں کس طرح
 یہ راز راز رکھنا ہے۔"
 اس کے بعد ہی ایک گڑھا کھود کر لاشیں دفن کر دی گئیں۔
 اس کو دیکھ کر سڑ براؤنسی ہم نے کیا وہ بگاڑی حقیقت کا حامل تھا۔
 مجھے تو یہ محسوس ہوا جیسے صدیوں بعد میں دوبارہ انسانوں کی
 آؤ کی میں پہنچا ہوں۔ چونکہ شگہ نے کہا تھا کہ ہونے کا اہمائی
 جی انا عہدہ کھانا کھلا کر اگر کوئی مجھ سے کہے کہ اپنے ماحول سے
 بچاؤ نہیں لگا کر جیسا تو میں اس کی بات مان لوں گا۔
 "لیکن اس بات پر شک کروں کہ تم گرواؤں سے بچا گے
 ہونے قیدی ہو؟ سڑ براؤنسی نے کہا۔
 "نہیں سڑ براؤنسی یہ حقیقت ہے۔"
 "تم جرم کی پاداش میں وہاں پہنچائے گئے تھے وہ اب تمہارے
 اور خدا کے درمیان معاملہ ہے وہاں رہ کر اور یہاں پہنچنے تک
 تم جن مصائب کا شکار ہوئے، شاید وہ سزا تمہارے جرم کے لیے
 کافی ہو۔ اب مجھے یہ بتاؤ میں تمہارے لیے کیا کروں گا؟
 "ہم اس سے زیادہ تمہیں تکلیف بھی نہیں دے سکتے۔
 سڑ براؤنسی یہاں تک تو پہنچ گئے ہیں، اگر زندگی باقی ہے تو یہاں

سے بھی نکل جائیں گے۔ میں نے کہا۔
 "میں تمہارا مطلب نہیں سمجھا؟ سڑ براؤنسی نے کہا۔
 "میں ایک بار بارو ایسا ہی کہا تھا۔ وہ اس کے بعد ہم
 یہاں سے چلے جائیں گے۔ چلوں گے۔
 "نہیں میں نہیں اس کی اجازت نہیں دوں گا۔ مجھے سونے
 دو کہ میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟ پھر سونے کی خاموشی کے
 بعد وہ بولے۔ "تم یہاں سے کہاں جانا چاہتے ہو؟
 "میں بھی ایسی جگہ جہاں خود کو آزاد محسوس کر سکیں ماس کے
 بعد کوئی دکانی ٹھکانا ہی جانا چاہتا تھا۔
 "اس جگہ کے بارے میں تفصیل جانتے ہو؟
 "نہیں۔"
 "میرا تو آزاد کرنا ہے۔ یہاں کی آبادی تقریباً ڈیڑھ لاکھ
 نفوس پر مشتمل ہے جس میں سے تقریباً نو لاکھ لاکھ گرواؤں
 کی انتظامیہ سے مشغول ہیں۔ ان میں مختلف ملک کے باشندے
 ہیں جو اپنے اپنے ملکوں کے قیدیوں کا ریکارڈ رکھتے ہیں۔ مغرب
 قیدیوں کی تلاش اور ان کے خلاف کارروائیوں کے لیے میں تیرہ
 ہزار پرنسپل دسے ہیں جو ہر طرح کے ساز و سامان سے لیس ہیں۔
 اور آخر مغرب قیدیوں کو گرفتار کر کے لاتے ہیں جن کا رابطہ گرواؤں
 سے رہتا ہے۔ اور مجھے یقین ہے کہ تمہارے فرار کی اطلاع ان
 ملک پہنچے گی۔ یہی ہوگی۔ یہ جرم نہیں، بلکہ جرمہ مناسبتہ لیکن تاہم
 تم نے تقریباً دو سال سے عقلی کارنامے ختم کر کے رکھ دیے۔ اس لیے
 کا مندرجہ بالا انتظامیہ اس میں مداخلت نہیں کرتی۔ یہاں آئے والے اور یہاں
 سے جانے والے صرف سمندری راستے استعمال کرتے ہیں اور
 اس کے لیے حکومت کے کیریج بھی ہمارا استعمال ہوتے ہیں۔
 غیر سرکاری باشندے بھی انہی جہازوں میں سفر کرتے ہیں اور
 ان میں جانے والے کے سخت مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ ان حالات
 میں کسی جہاز میں خفیہ کاروان جہازوں کے ذریعے یہاں سے نکل جاتا تھا
 ناممکنات میں سے ہے۔ میں تمہیں کسی قیمت پر اس بات کی اجازت
 نہیں دوں گا کہ تم اس طرح یہاں سے نکل جانے کی کوشش کرو۔
 یہ ممکن ہی نہیں ہے۔ سڑ براؤنسی نے عجیب سے انداز میں کہا۔
 اور میں اس میں بھی انسانیات کو محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اپنا
 وہ سوال مجھ سے پہلے چوں کہ جو دیکھا جو میرے ذہن میں آیا تھا
 تھا۔ "یہ تاہم دیکھا جیسے ہی اس نے اپنی انگلی پڑی میں
 پنجابی شامل کر کے ہونے کہا اور سڑ براؤنسی نے سمجھنے لگے۔
 "آؤ فوراً اس علاقے کا سب سے بڑا مسئلہ ہے ہونے
 ہیں۔ دراصل یہ لوگ گرواؤں علاقوں کے وہ قدیم قیدی ہیں جو

صدیوں سے یہاں آباد ہیں۔ اس وقت بھی جب اپنی حکومت
 نے بین الاقوامی معاہدے کے تحت مشترکہ قید خانے قائم نہیں کیے
 تھے یعنی زمانہ قدیم میں اگر کوئی ملک ان جرمیوں کو قیدیوں کے لیے
 مناسب زمینیں سمجھتا تھا اور یہاں وہ تمام قیدی لاکر رکھے جاتے
 تھے جو مشترکہ ملکوں کے خلاف ہوتے تھے اور جو جب قیدی
 معاہدہ ختم ہو جاتا تھا تو وہ اپنی دنیائے اس قدر اپنی ہو چکے
 ہوتے تھے کہ کسی قیمت پر وہاں جانا پسند نہیں کرتے تھے۔ ایسے
 قیدیوں کو جن میں میری جہیزوں، ڈاکوؤں، قاتلوں اور ہر قسم کے جرائم
 پیشہ افراد کی بہت سی اہمیت کے شہروں میں تو آباد نہیں کیا جاسکتا
 تھا۔ چنانچہ اپنی حکومت نے فیصلہ کیا تھا کہ ان قیدیوں کو
 پہاڑوں میں آباد کر دیا جائے اور انہیں زندگی کی عام سہولتیں
 فراہم کر دی جائیں۔ چنانچہ تاہم زندگی پرستیاں قائم ہوئیں۔ کچھ
 بستیاں تھیں جہاں زندگی کی سہولتیں صرف اس قدر تھیں کہ وہ لوگ
 زندہ رہ سکیں لیکن اس وقت کی حکومت نے مستقبل میں نہیں
 آنے والی صورت حال پر غور نہیں کیا تھا، تاہم وہ اپنی آباد ہونے
 اور ان کے معمولات زندگی جاری ہو گئے۔ یہ لوگ مٹی کی بڑی کتے
 تھے اور کبھی کبھی کشتیوں میں بیٹھ کر یہاں بندوں میں لوٹ مار بھی کیا
 کرتے تھے۔ لیکن کوئی بڑی جبری قوت انہوں نے نہیں کی تھی۔
 حکومت ان کی طرف سے اندیشوں کا شکار ضرور نہیں لیکن اس معاملے
 میں کوئی ٹوڑ کارروائی مل میں نہیں آئی تھی اور یہ منظم ہوتے چلے
 گئے۔ پچھلے چند سالوں سے انہوں نے نفاذ کا اعلان کر دیا اور
 اپنے لیے اپنے علاقے میں خود مختاری کا مطالبہ کرنے لگے۔ اس
 مسئلے میں انہوں نے پہلے تو قانونی کارروائیاں کیں لیکن حکومت
 نے سب ان کی سرکوبی کے لیے مجھے مجھوتے فوجی دستے روانہ
 کیے تو جلد ہی کشتوں کے بعد ان فوجی دستوں کو شمشیریں کر دیا گیا۔
 صرف چند ہی افراد زندہ واپس آئے تھے۔ اس کے بعد سچوٹی
 کوئی کارروائیاں جاری رہیں لیکن ان لوگوں نے جنگوں اور ہماروں
 میں اس طرح اپنے مورچے بنائے کہ میں کبھی توئی جنگی کارروائیاں
 بالکل بے اثر ثابت ہوئی ہیں۔ تاہم وہ کے خلاف مجھوتے فوجی دستوں
 اب بھی جاری رہتی ہیں۔ اس علاقے کی سرحدیں پوری کھلی ہیں۔
 فری کوئی کارروائی سامنے ہزار افراد کی آبادی ہے لیکن اب زیادہ
 تر یہاں تاہم وہ کے خلاف کارروائی کرنے والے رضا کار دستے
 حقیقت میں تاہم وہ مختلف راستوں سے یہاں بھی پہنچ گئے ہیں اور
 ان کی وحشت خیز کارروائیاں اس جگہ بھی جاری رہتی ہیں۔ اکثر وہ
 بیشتر انسانک حادثات ہوتے رہتے ہیں۔ انہوں نے اس جرمہ
 لاکھ لاکھ کی کارروائی کر دی ہے اور فری کوئی کے بعد ان کا اپنا
 علاقہ شروع ہو جاتا ہے چنانچہ اس طرف سے کوئی آمد و رفت ممکن

نہیں ہے۔ سڑ براؤنسی نے مکمل تفصیلات بتاتے ہوئے کہا اور
 میں گری سوچ میں ڈوب گیا۔
 چند لمحوں کے بعد میں نے گردن اٹھا کر سڑ براؤنسی
 سے کہا۔ "سڑ براؤنسی اس معلومات کے لیے میں آپ کا بے حد
 شکر گزار ہوں۔ آپ نے جو کچھ میری پرانی قیدیوں کے بارے میں
 وجہ سے شہرہ ذہنی یاد کا شکار ہونے کے باوجود آپ نے یہی
 معاف کر دیا ہے اس لیے مجھے جرات ہوئی ہے کہ میں آپ سے
 مزید اس مسئلے میں معلومات حاصل کروں؟"
 سڑ براؤنسی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ چھلک چکی تھی وہ بولے۔
 "تم جرم کی پاداش میں گرواؤں لائے گئے تھے؟
 "کیوں؟ یہ سوال آپ نے اتنی دیر کے بعد کیوں کیا؟ میں
 نے پوچھا۔
 "خیر، ایسا کہ میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں لیکن گرواؤں میں لائے
 جانے والے وہ قیدی ہوتے ہیں جو علاقوں و اطراف اور انسانیت
 کی حدود سے گریچے ہوئے ہیں یہی کہتا تھا وہ سامی جرم کا نام تم
 اوڈے لیتے تھے اور جرمہ ان کے دوسرے سامی تھے۔ سوائے
 اس شخص لیکن کے جسے بے دردی سے قتل کر دیا گیا۔ ایسے لوگ
 تو گرواؤں سے جملے ہوئے لوگوں میں شمار کیے جاسکتے ہیں لیکن
 وہ ہوا احسان کرنے کے بعد بھی اپنا احسان تسلیم نہیں کرتے،
 ایسے خطرناک قیدی نہیں ہو سکتے جنہیں گرواؤں جیسی ہیبتناک جگہ
 لایا جاتا ہے۔"
 "نہیں لوگ گردش وقت کے قیدی بھی ہوتے ہیں سڑ
 براؤنسی؟ میں نے ہنسے۔ کہا اور سڑ براؤنسی ہمدردانہ نگاہوں
 سے مجھے دیکھنے لگے۔
 "ہاں اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ میرے گاہ لوگ
 ایسے لیے عذاب کا شکار ہو جاتے ہیں کہ انسانیت اس پہنچ جاتی
 ہے۔ خیر تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟
 "پوچھنا نہیں بلکہ مشورہ لینا چاہتا ہوں۔"
 "مکمل رہو۔ میں تمہیں مشورہ دوں گا۔ تم نے فری اور میرے
 غلامان کی زندگی بچائی ہے، اسے محفوظ فراہم کیا ہے تو یہ بات میرے
 فرائض میں بھی شامل ہے کہ میں تمہارے ساتھ وہ ہر ممکن تعاون
 کروں جو کر سکتا ہوں۔"
 "شکر سڑ براؤنسی؟ کیا کوئی صورت ایسی بھی ہو سکتی ہے کہ
 ہم دونوں ان جہازوں میں یہاں سے باہر نکل سکیں؟
 "میں نہیں جانتا چکا ہوں کہ سمندر کے راستے سفر کرنے والے
 ایک ایک شخص پر اپنی کڑی نگاہ رکھی جاتی ہے کہ کسی اجنبی کا یہاں
 داخل ہونا یا یہاں سے نکل جانا ناممکنات میں سے ہے۔"

”وہ رضا کار جو بین الاقوامی حیثیت رکھتے ہیں، میرا مطلب ہے گولڈن گلوب کے قیدیوں کے ٹھکان، کیا یہاں سے باہر نہیں آتے جاتے رہتے؟“

”ان کی ایک میعاد ہوتی ہے، اس میعاد سے پہلے وہ یہاں سے نہیں جاتے اور جب کوئی گروہ یہاں اپنی تقرری کا وقت پورا کر کے واپس جاتا ہے تو بے شمار اصل سے گورکھ لے لے یہاں سے ٹھکان نصیب ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ اس بین الاقوامی معاہدے کے تحت شرائط کے طور پر طے شدہ ہے تاکہ گولڈن گلوب کوئی مفروضہ قیدی یہاں سے نہ نکل سکے۔“

”گویا راستہ محدود ہے ہمارے لیے؟“

”ہاں، اس سلسلے میں کوئی بھی کوشش ظاہر کار گریں ہوگی۔ تاہم اگر تم چاہتے ہو تو حالات کا جائزہ لے لو۔ ممکن ہے تم اس سلسلے میں کوئی بہتر ممبر کر سکو۔“ مشر براؤنسی نے جواب دیا۔

”دوسری صورت دشمنی کے اس راستے سے نکلنے کی ہے جو تانڈوڑ کے علاقوں سے گزرتا ہے۔ کیا اس طرف سے سفر نہیں کیا جاسکتا ہے؟“

”بے شک اس میں ہی مشکلات ضرور پیش آئیں گی لیکن یہ خیال ہے اگر تم تانڈوڑ کے علاقوں سے ہو کر نکلنے کی کوشش کریں تو دشمن سے کامیابی نصیب ہو جائے۔“ مشر براؤنسی نے میری بات ختم ہونے سے پہلے ہی باغیچہ اٹھا لیا تھا لیکن کچھ لوگ نہیں سمجھے۔

”جوئی میں خاموش ہوا وہ یوں بیٹھے۔“

”ناممکن ہے، ناممکن ہے، زندگی کو میٹھو گے۔ وہ، جنہوں کی فوجوں کو لگتے ہیں۔ اور ہر جہتی حکومت کا فائدہ سمجھتے ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ تم کسی طرح اپنے آپ کو ان میں ہم کر سکو گے، وہ سفاک اور وحشی، قاتل اور شہساز ہیں، وہ انسانیت سے اس قدر ناگشتا ہو چکے ہیں کہ اگر تم ان کی کارروائیوں کے نمونے دیکھو تو برداشت نہ کر سکو۔ دیاوائے میں سب کے سب، ان کی کارروائیاں یہاں تک پہنچی ہوئی ہیں، اگر تم شریک میر کے لیے نکل جاؤ تو شخص ایسے آواز ضرور نظر آئیں گے جو تانڈوڑ و دہشت پسندوں کی کارروائیوں کی یادگار ہوں گے۔“

”تو میری جہتی بھی بہتر ہے یہی ہے کہ میں ہمیشہ شادی وادی کر لیں، بچے پیدا کریں اور آرام سے رہیں، بچوں کو گلے سے چھائی بہن میں کیا اور میں بیٹھنے لگا۔“

”مشر براؤنسی بھی ہنسنے لگے اور لوگ بے کیا کتا ہے تمہارا یہ دوست؟“

”کچھ نہیں، اگر ہمارے کہ ہم ہمیں رہائش اختیار کریں۔ بہتر یہی ہے۔“

”مشر براؤنسی اس بات پر ٹھکانے نہیں بلکہ بغیرہ سے

ہو گئے تھے۔ انہوں نے گری سانس لے کر کہا۔ “کاش یہ ممکن ہوتا لیکن نے گولڈن گلوب سے فرار کا منصوبہ اسی لیے توڑ دیا ہوا کہ وہاں سے بہت کم یہاں آبا و جوار تھے۔“

”اس میں کوئی شک نہیں ہے مشر براؤنسی، براہِ دل تو رہتا ہے ان لوگوں کے لیے لیکن یہ طریقہ کچھ عجیب ہے، کوئی عمل نکالیں گے۔“

”ایک درخواست کرنا چاہتا ہوں میں تم سے۔“ مشر براؤنسی نے کہا۔ ”اس وقت تک جب تک کوئی مشکل صورت حال فزین میں نہ آجائے، مناسب ہوگا کہ تم کسی جگہ قیام کرو تم دونوں مجھ پر اور میرے اہل خاندان پر کسی طرح باہر نہیں جو گے، میں تمہاری بہتر حفاظت کر سکوں گا۔ اور یہ کام کے مجھے خوشی بھی ہوگی۔“

”میں نے ٹھکر اور گارڈا ہوں سے مشر براؤنسی کو دیکھا اور گردن ہلا کر بولا۔ “مشر براؤنسی اس دیاوائے میں آپ کا یہ تعاون ہمارے زندگی کے لیے بہت بڑی نعمت ہے۔ علاوہ ہمارے ہاتھوں آپ کو نقصان بھی پہنچا ہے۔“

”مشر براؤنسی پھر اپنے مخصوص انداز میں اہم مذاکرہ کر لے۔ بہتر ہے کہ ہم تعلقات میں وقت ضائع نہ کریں۔ ایک تم میری یہ پیش کش قبول کر سکتے ہو؟ میں جانتا ہوں کہ گولڈن گلوب سے نکلنے والے اس قدر کم بہت اور عام سے لوگ نہیں ہوں گے جو مجھ جیسے کرور پورے کا سہارا قبول کر سکیں۔ یہ مجبور ہو جائیں گے کہ وقت کا تقاضا یہی ہے کہ متادے مسالط میں مدخلت کروں۔ یہ بحث تو اب ختم کر میں یہاں نہیں رہو گے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی میں یہ پیش کش کرتا ہوں کہ میں اپنی تمام تر صلاحیتوں سے کام لے کر تمہیں یہاں سے نکلنے کی کوشش کروں گا۔ فوجی زندگی سے ریٹائر ہونے کے بعد میں نے یہ پرسکون گوشہ اپنا لیا تھا، اس لیے بھی کہ میرے ساتھ بھی کچھ اہم مذاکرات واقعات پیش آچکے ہیں لیکن میرے تعلقات مختلف لوگوں سے ہیں، دنیائے گرا کئی کا یہ دور زیادہ طویل نہیں ہے، میں اپنے تعلقات پر بحال کروں گا اور تمہارے لیے یہاں سے نکلنے کے راستے تلاش کروں گا۔ یہ میری غصہ اندیش کش ہے، چنانچہ کچھ وقت اطمینان سے گزارو ہاں، اپنے طور پر تم پلاننگ کر سکتے ہو اور مجھ سے مشورہ بھی دینے میں ہرگز کوئی تازہ صدمت حال کا جائزہ لینے کے بعد فیصلہ بات بھی تیار کرنا کہ کچھ نئے قیدیوں کے فرار کی خبریں یہاں تک پہنچی ہیں یا نہیں۔ اگر ایسا نہ ہوا تو خبریں تمہیں موقع دوں گا کہ تم یہاں کی سیر بھی کرو۔“

”ہم نے مشر براؤنسی کی یہ پیش کش قبول کر لی تھی چنانچہ

یہاں ہماری حیثیت مہمانوں کی سی ہو گئی لیکن ایسے مہمانوں کی کسی ہوجام لوگوں کی نگاہوں میں نہیں آسکتے تھے۔ مشر براؤنسی نے اپنے اہل خاندان کو خصوصی طور پر ہر بات کو دیکھ کر ہمارے بارے میں کوئی خبر پراہنہ نہ جانے پائے۔ بچوں کو انہوں نے خاص طور سے ہدایت کی تھی، انہی سے خطرہ تھا، ورنہ باقی لوگ تو بچ رہتے۔

”دوسری رات ہی مشر براؤنسی نے نیند کے بارے میں بھی بات ہوئی اور مشر براؤنسی نے ٹھکان کے لیے میں بتایا۔“

”ایشر، مینی کا شوہر تھا اور ان بچوں کا باپ۔ بہت ہی خوبصورت جوان تھا۔ تم نے ڈراما نگ روم میں اس کی تصویر لی ہوگی دیکھی ہوگی اور یہ لباس جو تھا ہے وہاں پہنچو ہوئے، ایشر ہی کی یاد آگیا ہے۔ وہ ایک ہوائی حادثے کا شکار ہو گیا۔ مینی اس سے بے پناہ محبت کرتی تھی۔ اس کے بعد مینی مہمانوں کے اشارتے دے لگتی۔ اس کا بیٹی تو ان کی بھی کچھ غراب ہو گئی ہے کبھی ہاں پر وہ بھی رہتا ہے، ویسے حال دوسرے وہ خاموش رہتی ہے۔ میرا خیال ہے ان کی موت سے اس تک کسی نے اس کے رشتوں پر سکراہٹ نہیں دیکھی۔ یہ بچے باپ سے غورم ہو گئے۔“

”یہ میرا بیٹا ہر کار۔ وید کرتا ہے اور کبھی بھی یہاں آتا ہے میں شاید یہ علاقہ چھوڑ دیتا لیکن مینی یہاں سے نہیں جانا چاہتی اور یہی کیفیت کہیں کی ہے۔ ان دونوں کی وجہ سے میں اپنے اس آہنی علاقے کو نہیں چھوڑ سکتا۔ مینی کی اس بے جا رنج و ملال کوئی دم نہ رہا۔ ہر حال یہاں رہ کر تم ان کے لیے کسی طور بارشیں بنا چاہتے تھے لیکن مجبوریاں بھی کوئی حیثیت رکھتی تھیں۔“

”مشر براؤنسی نے ہمارے لیے واقعی کوششیں شروع کر دی تھیں۔ اب وہ دن بھر تمہارے قاتل بہتے۔ ان کی غیر موجودگی میں کہیں اور نہیں۔۔۔ یہاں کے مہمانات سنبھالے رہتی تھیں بڑے براؤنسی کا علاقہ آسپاہ بہت ہی محدود تھا۔ صرف چند ہی افراد ہی کبہ وہاں آجاتے تھے جن سے مشر براؤنسی ڈراما نگ روم میں ہی ملاقات کرتے اور وہیں سے شخصیت کر دیتے۔ آسں دوران صرف دو بار ایسا ہوا تھا، صاحب ان کے علاقے آئے تھے۔ یہ بھی ٹھکانے اور ریٹائر ہو چکی تھی۔“

”ہم مطمئن تھے کسی طرح کی کوئی پریشانی فوری طور پر نہیں آتی۔ مجھ سے مدد نہ کیا نظر آیا جا رہا تھا۔ کچھ ٹھکانے ورنہ سنیں بھی ہم نے جاری رکھی تھی۔ خاص طور سے دونوں بچے ہر وقت ہمارے ساتھ گئے رہتے تھے لیکن ہم ان بچوں کو خود سے زیادہ، انہیں نہیں کرنا چاہتے تھے ورنہ ہماری دعا تھی کے بعد ان کے لیے یہ کہہ کر دیا ہو جاتے۔“

”سینڈر وید مشر براؤنسی نے بتایا کہ یہاں سے مفروضہ قیدیوں کے بچنے کی کوئی اطلاع ظاہر نہیں ہے، سینڈر پولیس افران سے ان کی دوستی ہے، ان کے درمیان ہی وہ عام طور سے ملتے جلتے رہے ہیں، ہر موقع پر بات چیت ہوتی ہے لیکن ایسی کوئی اطلاع ان کے کانوں تک نہیں پہنچی اور اس وجہ سے اگر ہم لوگ چاہیں تو تھوڑی بہت آوارہ گردی بھی کر سکتے ہیں لیکن مشر براؤنسی کے ساتھ۔ انہوں نے تمہارا بھی باہر نکلنے کی اجازت نہیں دی تھی۔ مشر براؤنسی کبھی بھی بہت ادا اس ہو جاتے تھے، ایک بار انہوں نے کہا۔ اب تو مجی یہ جانتے کہ باخود بھی تم لوگوں کے ساتھ یہاں سے نکل جاؤں یا پھر تم لوگوں کو ہی یہاں رہنے پر مجبور کروں۔ کچھ ایسی ہی انسانیت ہو گئی ہے تم سے سوچتا ہوں۔ تم چلے جاؤ گے قریب باجبر اور اسپاہ میری زندگی میں لوٹ آئیں گی؟“

”آپ اپنے بیٹے کے پاس کیوں نہیں چلے جاتے مشر براؤنسی؟ یہ دونوں خواتین۔۔۔ کاش یہ اس بات پر تیار ہو جائیں۔ میں واقعی اب بہت تنہا محسوس کر رہا ہوں۔ ہر حال ایک منصوبہ یہ ہے کہ میں یہاں سے ہو کر علیحدہ طور پر بین متادے کا لوں تک پہنچا دیتا ہوں۔“

”جی، جی، فرمائیے؟“

”اگر پولیس افران کے طور پر خبری کوں تک پہنچ جاؤ اور وہاں پہنچنے کوئی جگہ بنا لو تو یہ خیال ہے کچھ صدمہ اٹھانے کے بعد واپس اگر تم یہاں سے باہر جانے کا مطالبہ کر سکتے ہو۔ تم دونوں زمین ہو، میں تھا انجیو بک تار ہاں ہوں۔ اگر کوشش کر لو اور وراثت پسندوں کے خلاف تھوڑی بہت کارروائی کر لو تو تمہیں ایک خاص مقام حاصل ہو جائے گا اور اس کے بعد تم یہاں سے باہر نکلنے کا مطالبہ کر سکتے ہو۔ یہ منصوبہ دیر طلب ضرور ہے لیکن میرا خیال ہے اس علاقے سے نکلنے کا اس سے مؤثر ذریعہ اور کوئی نہیں ہے۔“ مشر براؤنسی کے اس منصوبے پر ہم دونوں حیرت کئے گئے تھے۔ اس دوران اس علاقے کی جہتی سروسا سے کی تھی اور جو کچھ یہاں دیکھا تھا اس سے مشر براؤنسی کی باتوں کی تصدیق ہوتی تھی کہ یہاں سے نکلنا آسان کام نہیں ہے بلکہ ایک طرح سے ناممکن ہے۔ یہاں ان لوگوں نے اس قدر سخت انتظام کر رکھا تھا کہ کسی کا نکل جانا یا داخل ہوجانا ناممکنات میں سے تھا۔ چنانچہ مقررے وقت کا زیاں اور سی۔ اس امید پر کہ شاید کوئی بہتر صورت پیدا ہو جائے۔

”چرن سنگھ تو فوراً تیار ہو گیا تھا لیکن میں نے کچھ سوچنے کا وقت طلب کیا اور اسی رات میں نے چرن سنگھ سے اس

سلسلے میں نظر کریں۔

مشرقاؤں کا منصوبہ نہایت ہی پیچیدہ ہے۔ ہم یہاں سے فری کول چلے جاتے ہیں اور وہاں برطانویوں کے خلاف کارروائیوں میں حصہ لیتے ہیں تو کیا یہ آسان کام ہوگا؟ میں نے کہا: ”بھائی! یہی تائیدوں کے خلاف کارروائیاں کسے گا؟ کیا وہاں دس بیس گولیاں چلا لیں گے، تو توڑا سا غلہ غبارہ چلا لیں گے اور اس کے بعد وہاں آجائیں گے۔ زمین کیا پڑی ہے کہ ان لوگوں کے خلاف کارروائی کریں اور ہم بھی بات تو یہ ہے کہ وہ قیدی بھی ہمارے ہی ہیں ہوں گے، ہم ان کے خلاف کارروائی کیوں کریں۔ لیکن جہاں تک یہاں سے نکل جانے کی بات ہے اس سلسلے میں میرے خیال میں یہ طریقہ مفید ہو سکتا ہے۔“

”ہاں جرنل سنگھ! میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔ واقعی اس سے بہتر منصوبہ... اور کوئی نہیں ہو سکتا، اگرچہ یہاں مقامی لوگوں کی سی حیثیت حاصل ہو جائے۔“

”مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے بھائی! جی کہ میں یہ حیثیت کیسے ملے گی؟ آخر کوئی نام تو ہوگا ہمارا؟ کوئی آتا تو ہوگا، لوگ تو ہمیں ملے گی، البتہ شکل یہ تم کی کیا کریں گے؟“

”یہ خیال ہے کچھ اس قسم کے معاملات ضرور ہوں گے جن کی وجہ سے مشرقاؤں نے ہم سے اپنے میں یہ بات سوچی؟“

”تو پھر ٹھیک ہے بھائی! یہاں رہ کر وہ صانع کونے سے بہتر ہے کہ ہمیں اس بات پر عمل کرنا چاہیے، ورنہ یہاں پڑے پڑے تو ہم کال ہو جائیں گے اور اگر ان لوگوں سے زیادہ محنت ہوگی تو پھر اپنی دنیا میں واپس جانا ہمارے لیے مشکل ہو جائے گا۔ جرنل سنگھ کی آنکھوں میں امید کے چراغ روشن ہو گئے تھے۔“

میں نے اس کا چہرہ دیکھا اور دل میں کہا: ”ٹھیک ہے جرنل سنگھ! یہ تم سے ذرا مختلف ہوں بے شک میرے کچھ ہونٹوں سے کچھ قیمت کرنے والے ہیں اور میرا ایک ٹن میرے سامنے ہے ایک ایسا ٹن ہے جس نے خود اپنے لیے قبول کیا ہے اور وہ ایک جہیزوں کے تختہ میرے سینے میں روشنی بن کر جاگے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ میرا دنیا میں ایسا کوئی ہمدرد کوئی ساتھی نہیں جس کے لیے میرے دل میں ہوا اٹھتی ہو تاہم میں تمہارے لیے یہ سب کچھ ضرور کروں گا۔“

ہم نے مشرقاؤں سے کام لے کر انھار کا قودہ کچھ اندر سے ہو گئے۔ غالباً یہ جاری روایں گے اس کا تھیر تھا۔ پھر انھوں نے کہا: ”ٹھیک ہے تم تمہارے لیے اس سلسلے میں انتظام کر دوں گا۔ پہلے تو میں تمہارے لیے کچھ ایسے کاغذات

ماصل کرتا ہوں جن کی مدد سے تم یہاں کے شہری ثابت ہو جاؤ اور اس کے بعد میں پولیس کے ایسے کاغذات حاصل کرتا ہوں یا انتظام میرے جن کی مدد سے تمیں پولیس آفیسر تسلیم کر لیا جائے لیکن یہ کام مقامی طور پر نہیں ہو سکتا اس لیے میں تمیں فری کول بھیجا رہا ہوں۔ یہاں کی انتظامیہ کے افراد ایک دو سے کوئی دس جانتے ہیں بلکہ فری کول کا قریباً سب سے زیادہ ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو یہاں کے لیے آجائیں ہوں۔ تم یہاں سے یہاں کے رہنے والوں کی حیثیت سے جاؤ گے اور وہاں سے وہاں کے رہنے والوں کی حیثیت سے یہاں آؤ گے۔ تمیں ہر طرح کی ہمتی ہم پہنچانی چاہیں گی۔ اس لیے کہ تم تائیدوں کے خلاف براہ راست کارروائیوں میں حصہ لے چکے ہو گے۔ چنانچہ تمہاری حیثیت معزز لوگوں کی ہی ہوگی۔ اگرچہ میں سے کوئی اس قسم کا معاملہ بن سکتا تو میں تمیں بھی فری کول میں دروازہ کراتا۔“

”ہم آپ کو بہت شکریاں دے رہے ہیں اس کا احساں ہوں ہمیشہ رہے گا۔“

مشرقاؤں کی آنکھوں سے آنسوؤں کے دو قطرے ٹپک گئے تھے جنھیں انھوں نے شجرتی سے صاف کیا اور پھر بولے: ”ٹھیک ہے ٹھیک ہے، کوئی بات نہیں ہے تم نے مجھ کو یہ سچ بچوں کو پایا ہے۔ یہ کہہ کر وہ اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔“

قریباً ایک ہفتہ مشرقاؤں نے ہم سے یہاں سے کاغذات کے حصول کی کوششوں میں صرف کیا اور ایک شام انھوں نے ہمارے سامنے کچھ کاغذات رکھ دیے۔

”اب تم مقامی شہری ہو اور رضا کارانہ کوششوں کے ساتھ فری کول حاصل کرنا کاغذات کی مدد سے مشرقاؤں کے ساتھ تھا تاہم بڑی دیکھو بڑے آدمی ہائیں کوئی ہونے دو توں پولیس آفیسر، یہاں سے خاموشی کے ساتھ ہمیں اس ریلوے اسٹیشن تک پہنچا ہے جہاں سے ایک ٹرین تائیدوں کے خلاف سفر لینے والے رضا کارانہ کوششوں کو لے کر فری کول جاتی ہے۔ اس ٹرین سے مقررہ والوں کو کوئی چارج پوٹا نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس کا سفر صرف فری کول تک ہوتا ہے اور وہاں پہنچنے والوں کی قیمت پر بھی شہ نہیں کیا جاتا۔ چنانچہ ہم پولیس آفیسر کی مدد میں ریلوے اسٹیشن تک خاموشی سے پہنچا دیے جاؤ گے اور اس کے بعد، رقم کی مشدہ شکا ہوں سے محفوظ ہو گئے۔ فری کول پہنچنے کے بعد ہمیں کوئی بھی ایسی شہ نہیں سے رابطہ قائم کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوگی۔ اگر اتفاق سے کبھی تمہارے کاغذات طلب کر لیے جائیں تو تم بڑے خوش قسمت سے یہ کاغذات دکھا سکتے ہو۔“

تم کوئی شہ نہیں کیا جائے گا البتہ وہاں کے انھار کی نگاہوں میں آنے کی کوشش کرتے رہنا اور جو کچھ اس انداز میں کرنا کر لوگوں کو تمہارے بارے میں علم پڑتا رہے۔ یہ سب تم وہاں سے آؤ گے تو میں کسی لیے آخر سے مل کر واپس آنا ہوگا جو وہاں نمایاں حیثیت رکھتا ہو۔ وہی انھار نہیں بلکہ اپنی دنیا میں جانے کا اجازت نامہ ملتا کرے گا اور اس کے بعد تمہارے لیے کوئی مشکل مشکل نہیں ہے گی۔ میں بڑی دیکھو اور اس کو اسے کوئی نہ کہنے کے آخری لمحات تک نہیں چھوڑوں گا، چنانچہ جب یہاں سے واپس جاؤ میرے پتہ پر تو مجھے مل کر ضرور جانا۔“

مشرقاؤں نے اس وقت اپنی آواز پر قابو نہ رکھ سکے اور ان کے منہ سے سکایں سی نکل گئیں۔ انسانی محنت کے اس احساں کو ہم بھی نظر انداز نہیں کر سکتے تھے۔ ہم انھیں تسلیاں دیتے رہے۔ مشرقاؤں نے ہم سے لیے پولیس آفیسر کی وردیاں اور ایسا کچھ سامان بھی فراہم کر دیا تھا جو ہمارے کام آ سکتا تھا۔ دو سو ٹن ہیں فراہم کیے گئے تھے جن میں ہمارے لیے لباس وغیرہ تھے۔

جس میں ہم روانہ ہوئے والے تھے اس سے ایک دن پہلے شام کو کوشی دفعتاً اس کو میرے میں آگئی تھی میں صرف میں موجود تھا، جرنل سنگھ کو بھی لیا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں گری مرنے اور تھوہم ہو رہی تھیں۔ وہ میرے سلسلے میں نظر آ رہی تھی اور مجھ ہی نگاہوں سے مجھ دیکھنے لگی۔

”بھائی! میں نے کہا لیکن وہ پتھر کے بت کی مانند وہیں کھڑی رہی۔ اس کی آنکھوں سے ایک عجیب سی کیفیت نمایاں تھی جیسی کی آنکھوں میں پوشیدہ یہ تمام پڑھ لینا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ وہ اپنی زندگی میں ایک بار بھی یہاں نہیں آئی تھی۔ لیکن میں ہماروں کی دنیا کا انسان نہیں تھا، میں تو خزان کا خزانہ تھا۔ میں بھلا اس بے چاری کو کیا دے سکتا تھا۔ وہ زندگی میں بہت کچھ کھونے کے بعد اب تو کچھ بچے کی آرزو کر رہی تھی اس کے لیے اس نے غلط شخص کا انتخاب کیا تھا۔ میں اس کی نگاہوں کے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دے سکا اور وہی غم سے بھری ہوئی تھی۔ میں نے ایک بار میرا آگے بڑھ کر کہا: ”نہیں! آؤ بیٹھو کوئی کام ہے مجھے؟“ لیکن اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ میں اس کی نگاہیں سوال کرتی رہیں اور جب میری طرف سے اس نے کوئی جواب نہیں پایا تو خاموشی سے ٹھہری اور میری سرے سرے سے نکل گئی۔

اس سے زیادہ کچھ طریقہ کار اہل بحال کا اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا، اس سے زیادہ تو خزانہ میں بند بات کی حکمت کسی اور طرح نہیں کی جاسکتی تھی لیکن میری بدقسمتی میں سب کچھ جانتے

ہوئے بھی نہ جانتے والوں میں سے تھا۔ اس کے بدقسمتی میرے سامنے نہیں آئی، مجھ اس کے دکھ کا اندازہ تھا۔

پھر کس نے نہیں نصبت کیا۔ نیسی اپنے بچوں کے ساتھ تھی۔ بچوں کو وہ لوگ ہمارے دعا گوئی کے بارے میں بتانا نہیں چاہتے تھے۔ وہ ہم سے کافی فاصلے پر ہو گئے تھے۔

مشرقاؤں نے ہم دونوں کو ایک گاڑی میں لے کر مل بیٹھے اور اچھا فاصلہ سفر کرنے کے بعد ہم اس ریلوے اسٹیشن پر پہنچ گئے جہاں روانہ ہونے والوں کا جہوز تھا۔ مخصوص قسم کی انتظامیہ کی مدد میں میں اس جہان اور جسے ادرہ ہمارے تھے۔ یہاں سے تقریباً دو سو تری پانے ٹرین فری کول تک جاتی تھی اور وہاں سے واپس آتی تھی۔ ٹرین روانہ ہونے میں تقریباً چار گھنٹے باقی تھے۔ یہ چار گھنٹہ مشرقاؤں نے ہمارے ساتھ ہی گزارے اور میرا چھپا اسٹیشن پر زمین کی دعا گوئی کا اعلان ہوا تو وہاں سے لوگوں کے ساتھ ہم بھی ایک کلب رشتہ میں آکر بیٹھ گئے۔ مشرقاؤں نے ٹرین کی دعا گوئی تک ہمارے ساتھ موجود رہے تھے اور اس کے بعد وہ شہر تک لنگھ گئے تھے۔ ٹرین دیکھتے ہوئے نصبت ہو گئے۔ ٹرین آہستہ آہستہ آگے بڑھتی تھی۔

جرنل سنگھ کی ذہنی کیفیت کا تو مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا لیکن مجھے زندگی کے ان انوکھے کھیلوں پر بھی آگئی تھی۔ کلب رشتہ میں ہماری طرح کے بے شمار افراد موجود تھے جو کچھ کر رہی تھی ابھی وہاں کوئی تھی اس لیے وہ سب اپنے اپنے طور پر مصروف تھیں۔ لیکن سامان سنبھال کر رکھ رہا تھا تو کوئی ایسی داخل تو اس طرح محفوظ کر کے رکھ رہا تھا کہ اس میں کوئی خرابی نہ پیدا ہو جائے۔

مشرقاؤں نے ہمیں دریاں تو فرما کر دی تھیں لیکن ان کے ساتھ اس طرح فراہم نہیں کیا تھا۔ البتہ میرے پاس ایک پستول موجود تھا میں نے اسے چھپا کر رکھا تھا۔ سب خفیہ میں ہم نے مشرقاؤں کے پاس چھوڑ دی تھیں جس کے بارے میں انھوں نے کہا تھا کہ وہ انھیں زمین میں دفن کر دیں گے تاکہ کسی کی نگاہوں میں نہ آسکیں۔ یہ سب خفیہ میں انھیں محافظوں کی تحویل میں دیا جاسکتا تھا۔ پستول میں سے صرف اس لیے محفوظ کر لیا تھا کہ کوئی ہم ضرورت میں آگئی تو استعمال کیا جاسکے۔

میں باہر کے مناظر دیکھنے لگا۔ بہت ہی سبز و شاداب علاقہ تھا جس میں ٹرین اس وقت سفر کر رہی تھی۔ یہ علاقہ تو آجی تھا اور تقریباً پانچ یا ساٹھ منٹ تک ٹرین اسے راستے سے گزرتی رہی جس کے گرد و غابات اور کھیتوں کا سلسلہ تاحہ نگاہ بچھا ہوا تھا۔ اس کے بعد آہستہ آہستہ بنجر زمین کی ابتدا ہو گئی اور جوں جوں ٹرین آگے بڑھتی گئی موسم خشک اور شدید ہونا چلا گیا۔ اب ہلکے

میں شریک کرلوں۔ آخر تم بھی تو کسی کام کا خاکہ درج و مقصد سے کر
 یہاں تک آئے ہو اس کی ابتدا کرو۔ میں نے یہ بات صرف تمہارے
 غلط فہمیوں کو سامنے نہ کرنا چاہی تھی۔
 میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے اس حقیقت میں ہاتھ پر ہاتھ
 کر کر کے پیش کیے ہیں تاکہ میرا دوست بڑی گارنٹی دے سکیں کہ اس
 کے لیے اسے کسی کام کرنے کا موقع نہیں مل سکا ہے۔
 ”قواب تمہیں کوئی عمل رہا ہے۔“ آئرن نے سیاہ ٹیڑوں
 پر کھینچ کر اور کمر میں پٹی بٹل سے نشان زدہ نقشے کی طرف اشارہ
 کرتے ہوئے کہا اور میری نگاہیں ان نشانات پر جم گئیں۔ عموماً
 دیگر تک اس نشانات کو دیکھ کر ہر شخص نے اسے اٹھا کر کمرے کا
 جائزہ لیا، دیواروں پر تانے والے بہت سے انکان کی تصویریں
 آویزاں تھیں۔ ان میں دیکھ کر ہر شخص کی غریب حالت سازنی تصویریں
 تھیں۔ یہ نقشے کچھ گھور کر ان تصویروں کے نزدیک پہنچ گیا۔ ان
 ساری تصویروں میں جو جیسے نظر آ رہے تھے وہ انتہائی خطرناک
 شکل و صورت کے لوگ تھے اور دلچسپ بات یہ تھی کہ یہ لوگ
 کسی ایک قوم کے معلوم نہیں ہوتے تھے۔ چند منٹ ان تصویروں
 کو دیکھنے کے بعد میں نے آئرن سے پوچھا۔
 ”کیا ان وہشت پسند افراد کے پچھلے براہ میں یہ یا کوئی ایک
 شخص جو ان لوگوں کو کھڑول کر رہا ہو؟“
 ”ہاں۔ اس سلسلے میں صرف گورنر ونگلین کا نام لگایا ہے،
 گورنر ونگلین پر نکال کا باشندہ ہے اس کا دادا قید ہو کر ان پر راز
 میں پھنسا تھا اور اپنی قیدی زندگی گزارنے کے بعد اس علاقے میں
 آباد ہو گیا تھا۔ گورنر ونگلین بری قزاق کی شہیت سے بھی شہو
 ہے اور اس کے بعد جب خود مختاری کا لفظ ان اٹھا تو اس نے
 نمایاں کر دیا اور ان کے علاقے میں قزاق اور پولیس اطراف
 کے گھنے جنگلوں میں دور دور تک پھیلی ہوئی ہے لیکن اس کا
 کہیں پتہ نہیں چلتا اور ادھر کیفیت یہ ہے کہ ان دنوں اس کے
 نام سے وہشت گردی ہوتی رہتی ہے۔ قرب و جوار میں لوگوں
 کا بیٹا مشکل ہو گیا ہے۔“
 ”تو تمہارے خیال میں یہ قتل تانڈوز کی کارروائی کا نتیجہ
 ہے۔ کہیں ایسا تو نہیں کہہ دیا کہ اس کے کسی اور دشمن نے
 قتل کیا ہو اور مختاری تو قزاق ونگلین کی جانب میں تھی ہو؟“
 ”ہاں اس بات کے امکانات بھی ممکن ہو سکتے ہیں لیکن
 ایک وجہ اور یہ ہے۔ آئی میں نے کچھ عرصہ قبل ان وہشت
 پسندوں کی سرگرمیوں کے متعلق کچھ معلومات پولیس کمرہ کی
 تھیں چنانچہ خیال ہی ہے کہ اسے اس جرم کی پاماش میں سزا دی
 گئی اور اس کا پورا خاندان تباہ و برباد کر دیا گیا۔“

”پیراب کی خیال ہے، کیا ہم لوگوں کو قصبہ میں چلنا ہے؟“
 ”ہاں۔ یہاں جا رہا ہوں کہ ایک بار اور تمہارے ساتھ
 وہاں کا جائزہ لے لوں۔ میں نے تمہارا ذہن اس سلسلے میں بہتر
 کام کر سکے۔“
 ہم تیار ہو گئے۔ سچو ہم نے اپنی گاڑی وہیں چھوڑ دی
 اور آئرن کی گاڑی میں سوار ہو کر اس جی کی طرف روانہ ہو گئے۔
 ہمارے پیچھے پولیس کی ایک اور گاڑی بھی آرہی تھی جس میں پولیس
 والے سوار تھے۔ پولیس اسٹیشن سے لے کر کافاسٹر تقریباً تین میل تھا۔
 ہماری گاڑی کی سرنگ پر دوڑ رہی تھی اور یہ سرنگ گھنے درختوں
 میں سے گزرتی تھی۔ سرنگ کا یہ راستہ انتہائی عجیب اور شہید
 سے پر تھا۔ بعض موڑ اتنے خطرناک تھے کہ گاڑی آٹھ جانے کا
 خطرہ پیدا ہو جاتا تھا۔ اس کے علاوہ یہ بھی خوف تھا کہ کہیں ہم
 وہشت پسندوں کی گولیوں کا نشانہ نہ بن جائیں۔ تاہم نہایت
 احتیاط سے ہم سب آگے بڑھ رہے تھے اور یہ بھی لمحے کسی خوفناک
 واقعے کے لیے تیار تھے۔ ہماری گاڑی ان بالآخر ہستی کے
 قریب پہنچ گئی۔ یہاں سے پھیل شروع ہوتی تھی۔ لیکن جو بھی ہم
 چھیل کے نزدیک پہنچے وہاں ایک خوفناک دھماکا ہوا اور آٹھ
 میں ہماری گاڑی اویٹھنے آنے والی گاڑی کے درمیان دھوکوں کا
 ایک بادل مائل ہو گیا۔ غیر خودی طور پر میرا ہاتھ اٹھ گیا جو
 خاص طور سے آئرن نے مجھے ہتھیلی تھی۔ آئرن نے اپنا بیٹول
 نکال لیا تھا اور عموماً اور دوں پر گولیاں چلانے کے لیے تیار تھا
 لیکن دھوکوں کا بادل آٹھ اٹھا اور چاروں طرف اس طرح پھیل
 گیا تھا کہ کوئی چیز نظر نہیں آتی تھی۔ ہم نے آگے بڑھنے کی بجائے
 گاڑی وہیں روکی اور اپنے پیچھے آنے والی پولیس کار کا انتظار
 کرنے لگے۔ لیکن ابھی چند ہی سیکنڈ گزرے تھے کہ وہاں ہتھیار
 گولیاں سننا ہی ہوئی ہمارے سرور پر سے گزرتی ہیں اور ہم اپنی اپنی
 گاڑی سے باہر چھلانگیں لگا کر زمین پر لیٹ گئے۔ گولیوں
 کی تڑتڑ سے علاوہ بڑی طرح گونج اٹھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گولیاں
 چاروں طرف سے آرہی ہیں۔ ہم آہستہ آہستہ رہ گئے ہوتے
 پھر گاڑی تک پہنچ گئے۔ اس کے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ
 ہم گاڑی کی آٹھیں بچا لیں۔ لیکن یہ تو کس سمت سے لی جائے؟
 اس کا کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا تھا۔ چنانچہ مجبوراً یہ کہ وہاں
 گاڑی میں داخل ہو جائیں۔ تقریباً تین منٹ تک یہ گولیاں برسی رہیں
 اور اس کے بعد یہ بند ہو گئیں۔
 دھوکوں کا وہ بادل تو آہستہ آہستہ اٹھنا چاہتا تھا اور آٹھ
 اب فضاؤں میں گم ہوئے تھے۔ اتنا متعلقہ تھا کہ وہی ہم سے اٹھنے
 والے دھوکوں کا بادل تھا۔ ہم نے چند لمحے انتظار کیا اور اس کے

بعد کار سے سرباہر نکال کے جھانکا۔ ہمارے پیچھے آنے والی پولیس
 گاڑی ابھی بھی تھی اور اس میں بیٹھے ہوئے تمام سپاہیوں میں
 انتہائی زمین پر پڑے ہوئے تھے۔ انتہائی ہولناک شہر تھا
 ایک لمحے کے لیے ہم ساکت رہ گئے۔
 آئرن کی آنکھوں سے وہشت ٹپک رہی تھی۔ اس کے
 چہرے پر خون ہی خون نظر آ رہا تھا۔ وہ زخاں ہوا آواز میں بولا۔
 ”تم نے اندازہ لگایا ہوگا، تانڈوز کے علاوہ یہ کسی اور کی کارروائی
 نہیں ہو سکتی۔ آؤ ہم انہیں تلاش کریں۔“
 لیکن ہم تین آدمی عموماً تانڈوز کو کہاں تلاش کر سکتے تھے۔
 ہم جنگل میں ادھر ادھر چھٹکتے رہے۔ راتھیں ہمارے ہاتھوں میں
 تھیں۔ مجھے یقین تھا کہ تانڈوز وہشت پسند ہم پر حملہ آور ہونے
 تھے ان کی تعداد کم نہیں ہوگی۔ جیلام میں آدمی اب بے شمار لاشوں
 کی تلاش میں کیا کر سکتے تھے۔ چنانچہ عموماً وہ جنگل میں گھومتے
 کے بعد اور کوئی نشان نہ پا کر ہم وہاں سے واپس چل پڑے۔
 بے پادہ آئرن اپنے ساتھیوں کی موت سے بہت دل برداشتہ
 ہو گیا تھا۔ میں نے بھی آواز میں اس سے پوچھا۔ ”ان لاشوں کا
 کیا کرو گے سرگرمی؟“
 ”انہیں اپنی گاڑی میں لا دیا جائے کیونکہ دوسری گاڑی
 مکمل طور پر تباہ ہو چکی ہے۔ ہم بائرن کیسی ہی میں ان کی تدفین
 کا انتظام کر دوں گے۔ چنانچہ جیسے خون آلود لاشوں کو ہم نے
 اپنی گاڑی میں لا دیا اور خود ہم تینوں ایک سیٹ پر آ بیٹھے۔
 آئرن بالکل خاموش تھا۔ عموماً یہی وہی بعد گاڑی بائرن بھی
 میں داخل ہو گئی۔
 آئرن اپنے ساتھیوں کی موت سے بہت غمگین تھا۔
 اس کے سینے میں انتہائی مذہب بہت شدت سے جاگ اٹھا
 تھا اور بار بار وہ تانڈوز کے خلاف نفرت کا اظہار کرتا تھا۔
 یہی میں داخل ہونے کے بعد اس نے سچی دالوں کو کھانیا
 اور اپنے ساتھیوں کی لاشیں دفنانے کا کام اس کے سپرد کر دیا۔
 یہی کے لوگوں میں خوف وراس کی کسی فضا پھیلی ہوئی تھی یہ
 جسے سامنے مقامی دہاتی تھے جن کی اپنی کوئی سیاست نہیں
 تھی۔ وہ تانڈوز کے لیے کام کرتے پر آمادہ تھے نہ ان
 کے خلاف۔ آئرن نے مجھے بتایا کہ سچی دالوں کا تانڈوز حاصل
 کرنے کے لیے ہر کوشش کرتی تھی ہے مگر وہ تانڈوز کے
 خلاف کچھ بتائے پر آمادہ نہیں ہیں اور اس سلسلے میں ہی کہتے
 ہیں کہ حکومت پہلے تھادی حفاظت کا بندوبست کرے۔ انہوں
 نے آئی میں کی موت پر بھی ہتھیار کھینچے کہ اس طرح آئی میں کو
 اس کے خاندان پر بہت تباہ کر دیا گیا اس طرح ایک نہ ایک دن
 وہ بھی تانڈوز کے ہاتھوں مارے جائیں گے اور ان سے
 بچنے کا طریقہ ہی ہے کہ تانڈوز کے خلاف کچھ کریں اور
 نہ ہی ان کے ساتھ تعاون کریں۔
 اس وقت پولیس کے لیے تدفین کا کام کرنے سے
 انہوں نے انکار نہیں کیا تھا۔ اس کام سے فارغ ہونے کے
 بعد آئرن نے مجھ سے کہا۔ ”آؤ ان لاشوں کا جائزہ لے لیں جو
 آئی میں کے مکان میں پڑی ہوئی ہیں۔“
 میں نے تعجب سے پوچھا۔ ”کیا وہ لاشیں دفنانی نہیں
 گئی ہیں سرگرمی؟“
 ”نہیں۔“
 ”لیکن کیوں؟“
 ”کوئی خاص بات نہیں، صرف اس لیے کہ ہم اپنی تعیناتی
 مکمل کر لیں۔ میں نے اس سلسلے میں کوئی خاص کارروائی نہیں
 کی ہے۔ میں قانون کی تلاش میں دوڑ رہا ہوں مارا مارا پھرتا
 رہا ہوں اور اس کے بعد وہاں فری کول بیٹھ گیا تھا کہ ضرورت
 امور میں نے کے بعد اس سلسلے میں کارروائی کروں۔“
 ہم سچی کے کچھ لوگوں کے ساتھ آئی میں کے مکان میں
 داخل ہو گئے۔ مکان سے دربار کھنکھنے کے بجائے آٹھ رہے
 تھے۔ جس جگہ یہ تینوں لاشیں پڑی ہوئی تھیں، وہاں ساڑھے تین
 منٹ کی ماسک تھی۔ ہم کسی طرح آگے بڑھ کر اس جگہ پہنچ
 گئے جہاں یہ تینوں لاشیں بے گھر کھنکھتی ہوئی تھیں۔ کھنکھتوں
 نے ان لاشوں کو کوئی طرح ڈھک رکھا تھا۔ ان کی منہ بند ہٹ سے
 وہاں ایک عجیب کی گونج پیدا ہو رہی تھی۔ آئرن نے ایک پرانا کپڑا
 اٹھا کر کھنکھتوں کو ڈال دیا تو میری آنکھوں نے ایک دلگدلا منظر دیکھا
 سے کچھ بند ایک چوتھہ تھا جس پر آئی میں کی لاش پڑی ہوئی تھی اس
 کا آدھا بدن نیچے زمین پر تھا۔ سچو تڑپ کے اور تھا۔ آنکھیں
 کھلی ہوئی تھیں اور سر سے نکلنے والی لاشوں پر لپٹی ہوئی تھیں
 کی آنکھیں میچا ہوا انداز میں لڑائی لگ رہی تھیں گولیوں کی کچلتی پر
 گئی تھی۔ اس سے متوجہ نہ ہوئی تھی بلکہ اس کی دھواں پوری خون میں
 لت پت پڑی ہوئی تھی۔
 ایک کونے میں آٹھ فرسائی کی لڑکی اوندھے منہ پڑی ہوئی
 تھی اس کا دایاں ہاتھ سر کے نیچے اور بائیں ہاتھ دل پر تھا۔ گولی
 اس کے دل سے بائیں کی تھی۔ کچھ کے نزدیک ہی اس کی گڑبڑ
 شیشے کا ایک خوبصورت گھنٹا اور کئی کانڈر رکھا ہوا تھا۔ ایک
 کمرے میں برقی بکھرے پڑے تھے۔ ایک جانب مٹی کے تیل کا
 لیپ پڑا تھا۔ ان تمام چیزوں کو دیکھ کر میں پر ہلاکت کا تاثر
 قائم ہوتا تھا۔

بات یقینی تھی کہ قابل ایک سے زیادہ تھے ورنہ ایک چھوٹے سے کمرے میں تین انسانوں کو اس طرح موت کے گھاٹ نہیں مارا جاسکتا تھا۔ آئی ٹی نے آئرن کو تانڈوز کے بارے میں جو معلومات مہیا کی تھیں، وہ اتنا ہی کارآمد نہیں اور ان کے نتیجے میں آئرن ایک مخصوص حصے تک پہنچ سکتا تھا جہاں تانڈوز کا ایک بلاڈا تھا۔ یہ بات آئرن نے سمجھ اس لیکن اس کا جائزہ لیتے ہوئے بتانی تھی۔ اس کے دانت پیچھے ہوئے تھے اور وہ بہت زیادہ غصے میں تھا۔

”میں آئی ٹی کا انتقام لوں گا اور اس کے نتیجے میں تانڈوز کو ناقابل برداشت نقصان پہنچاؤں گا۔“ آئرن کی آواز میں غیر معمولی گمن گرج تھی۔

”بلدا بازی یا جند بایت اس سلسلے میں کارآمد نہیں ہو سکتی دوست بہتر ہے کہ کہیں کسی نتیجے پر پہنچنے کے بعد اپنے کام کا آغاز کرنا چاہیے۔“ میں نے کہا۔

”تجبر، تجبر، تجبر۔ آخر کیا نتیجہ نکلے گا ہماری سوچ بچاؤ؟“ ڈی جی ان کی بحث اس دہشت گردی میں مصروف ہے۔ اس نے ان تمام جی والوں کو دہشت زدہ کر رکھا ہے، میں دھمکے سے کہتا ہوں کہ جی والے اس سلسلے میں یقینی معلومات رکھتے ہوں گے، وہ جانتے ہوں گے کہ ان کی جھگڑوں میں کس کس کی گرفتار ہوئی دہشت پسند پیچھے ہوئے ہیں۔ آخر وہ راتوں پر ہوا ہو کر تو ان بیٹیوں تک نہیں پہنچتے ہوں گے، قرب و حصار میں ان کے ٹھکانے ضرور موجود ہوتے ہوں گے؟

”افسوس یہ ہے کہ ان کے بارے میں مکمل تفصیلات ہمارے علم میں نہیں ہیں۔“ میں نے کہا اور شاید میں نے یہ الفاظ مزے سے نکال کر قطعی کی تھی۔

آئرن نے عضیل نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ ”مقامی اہل حق پسین سے بے اور تم نہیں جانتے کہ وہ کم بحث کیا کچھ کر رہے ہیں۔ ہماری بہت بڑی تعداد ان لوگوں کی سرکوبی میں مصروف ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ حکومت نے گولائز سے فرار ہونے والے قیدیوں کی نگرانی کے لیے کو ایک بڑا اڈا قائم کر رکھا ہے لیکن یہ کم بحث جو اس پاس کی بیٹیوں کو نقصان پہنچا رہے ہیں ان کے لیے کوئی مؤثر بندہ بہت نہیں ہے۔ ابھی کچھ دنوں پہلے ہی کوئی کارروائی ہوئی تھی اور کرنل کراؤ فرج اور ضروری اہلے کے ساتھ یہاں سے مغربی علاقے میں آ کر فوج ہوئے ہیں لیکن میرا خیال ہے کہ ان کے کوئی بہت زیادہ با عمل آدمی نہیں ہیں، کیونکہ ابھی تک ان کی طرف سے کسی کارنامے کی اطلاع نہیں ملی۔“

”کرنل کراؤ فرج اس سستی سے کہتے خالصہ پر ہیں؟ میرا مطلب ہے بائرن سے؟“

”مجھے اس کی صحیح سمجھ کا اندازہ نہیں ہے لیکن میرا خیال ہے یہاں سے جنوبی علاقے میں جو بیٹریاں بھیجی ہوئی ہیں کراؤ فرج نے وہاں پر پورے پانچ سو اہلے بولے؟“

”تو یہ کیوں نہ کر کرنل کراؤ فرج سے طاقت کر کے اس صورت حال کا کوئی حل تلاش کریں؟“

نامکین، قطعی نامکین؟

”کیوں؟“

”تم ان لوگوں کی کارروائیوں کے بارے میں نہیں جانتے اطراف کے گھنے جنگل ان کی چاہ گاہ ہیں اور اس لیے اس علاقے میں پیچھے ہوئے ہیں، ان کا خطرہ کار بہت خطرناک ہے۔ یہ پندہ ہیں جس کی ٹولہ میں اور حصار دیکھ جاتے ہیں پھر خوراک اور اسلحے کے ذخیرے پر حملہ کرتے ہیں۔ جس کبستی پر حملہ کرتے ہیں، وہاں سے خوراک طلب کرتے ہیں اور خوراک نہ ملنے پر اندھا دھند گولیاں پلٹانا شروع کر دیتے ہیں۔ بڑے بڑے تاجروں کے بچے اور بعض اوقات ان کی فریادیں پوچیاں اور گولیاں اٹھا کر لے جاتے ہیں اور جب تک انھیں مطلوب چیزیں نہیں ملتی انھیں آزاد نہیں کرتے، خواہ کوئی کچھ بھی کرے ان کے سارے گھر کا صفایا کر دیتے ہیں۔ بستی والوں کا یہ خوف بے جا نہیں ہے۔ یوں سمجھا اس علاقے میں حکومت کا نظام درم برہم ہو چکا ہے اور کوئی قانون یہاں رائج نہیں ہے۔ ہم دیکھنا یہ بستی والے ہم سے کس طرح کمزور سے بیٹھے ہیں۔ ہم اگر ان پر قبضہ کریں تو یہ ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے لیکن تانڈوز کے بارے میں کوئی کچھ نہیں جانتے گا؟“

”گوشش کرنے میں کیا برباد ہے، اگر وہ ہیں تانڈوز کے کسی ٹھکانے کے بارے میں جیسا کہ میں تو میرا خیال ہے اس سلسلے میں ہم کافی قیمتی معلومات حاصل ہو جائیں گی۔“ میں نے اصرار کیا۔

”نامکین ہے، تم اگر گوشش کرنا چاہو تو کرو۔“

”پہلے ان لاشوں کا بندہ بہت کر لیا جاتے ان سے بڑی طرح تحقیق اٹھا رہا ہے۔“ میں نے کہا اور آئرن چہرہ نگاہ میں گہم کر گیا۔

”مڑ پڑی، آپ اس سلسلے میں جی والوں کی مدد حاصل کیا؟“

چہرہ سنگھ خاموشی سے ہنس نکلا گیا۔ ”مڑ پڑی دیر کے بعد چند بستی والے آگئے۔ میری نگاہیں ان سب کا جائزہ لے رہی ہیں بستی والوں کے چہرے پر غم کے آثار مزور سے تھے لیکن وہ بالکل

خاموش تھے اور یقینی طور پر انھوں نے دل میں تیز کر لیا تھا کہ وہ اس کو کچھ نہیں بتائیں گے۔ میں نے ان جی والوں میں سے ایک اپنے منہ سے اس انتخاب کا جو میرے خیال میں کچھ بڑھا لگنا اور کسی حد تک جھلکا تھا جی کے لوگ ان لاشوں کی تدفین میں مصروف ہو گئے۔ میں نے اس مختصر شخص کو اپنے پاس روک لیا چہرہ نگاہ میں لاشیں ان کے حوالے کر کے واپس آ گیا تھا۔ اس شخص سے اس کا نام پوچھا تو اس نے اپنا نام بتا دیا۔ اس کے بعد ہم نے اس سے تانڈوز کے بارے میں سوال کیا۔

”ہم جانتے ہیں مڑ پڑی، آپ بھی جی کے دوست ہیں لوگوں کی مانند تانڈوز سے خوفزدہ ہیں لیکن سوچیے، غور کیجیے، آپ کا اپنا گھر ٹھ جائے، آپ کے اپنے اہل خاندان تباہ و برباد کر دیے جائیں، تب بھی کیا آپ خاموش رہیں گے؟“

”نہیں، میں خاموش نہیں رہوں گا لیکن اپنے خاندان کو قتل کرنے والوں سے کہوں گا کہ وہ مجھے بھی ہلاک کریں اور اگر انھوں نے ایسا نہ کیا تو میں... میں خودکشی کر لوں گا؟“

”لیکن اس کے علاوہ بھی تو آپ کچھ کر سکتے ہیں؟“

”مثلاً؟“ اس نے طنز بھرا لہجہ سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔

”تانڈوز کے ٹھکانوں کی طرف نہ بھاگیں کریں؟“

”اتنا ہی احمقانہ ذہن ہو گیا۔ کیا آپ لوگ ابھی خودکشی دیر قبل ایسی ہی رہنمائی کرنے والے اور اس کے اہل خاندان کی تدفین نہیں کر چکے ہیں؟“

”گرمیاب لوگ ہم سے تعاون کرنے پر قطعی طوراً آمادہ نہیں ہیں؟“

”تعاون ان سے کیا جا رہا ہے جو کچھ کسی کی صلاحیت رکھتے ہیں؟“ اس نے نفرت بھرے لہجے میں کہا اور واپس چلا گیا۔

آئرن شدید غصے کے عالم میں دانت پیس رہا تھا۔ بولنے کے جانے کے بعد بولا۔ ”دیکھا تم نے دیکھا؟“ لوگ اس طرح پیش آتے ہیں لیکن جی بات یہ ہے کہ قصور ان کا بھی نہیں ہے حکومت صحیح انداز میں کام ہی نہیں کر رہی۔ حالانکہ تانڈوز کے بارے میں بہت سی اطلاع بتائی جا چکی ہیں۔ اب یہ کرنل کراؤ فرج...

کرنل کراؤ فرج... وہ خاموش ہو گیا۔

میں غور کرتے نگاہ کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی چہرہ نے آئرن سے کہا۔ ”مڑ پڑی، یہ تو جی سے اب صرف تین افراد یہاں رہ گئے ہیں۔ کیا ہم اپنے طور پر کوئی کارروائی کر سکتے ہیں؟“

”نہیں کر سکتے۔ لیکن اگر آپ لوگ اس کے دس بیس جواڑوں کو یہاں لے جاتے ہیں تو قحط کیا ہوگا؟“ جاسے ساتھ کوئی منزل تو ہو، کوئی راستہ تو ہو کہ ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ ان علاقوں میں تانڈوز

کہاں کہاں موجود ہیں؟ ان کی جھگڑوں میں سے اگر کوئی ذہین کوئل... لیکن میں پوری بات کہوں گا کہ قصور ان کا بھی نہیں ہے۔

”میسرے ذہن میں ایک اور ٹریک ہے؟“

”وہ کیا؟“

”کیوں نہ کہ کرنل کراؤ فرج سے ملاقات کریں اور ان کے ساتھ مل کر جی اطراف میں کچھ کارروائیاں کریں۔ دیکھیں تو کسی کہ آخر ہم اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں؟“

میری اس تجویز پر آئرن سوچ میں ڈوب گیا تھا۔ پھر اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”ٹریک ہے، میرا خیال ہے میں کرنل کراؤ فرج کے بارے میں معلومات حاصل کر سکتا ہوں۔ تم لوگ غور کرو، میں تم لوگوں کے قیام کا بندوبست کروں، اس کے بعد میں کرنل کراؤ فرج کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے نکلوں گا۔“

ایک چھوٹے سے مکان میں ہماری سہارا کا انتظام کر دیا گیا مکان کے اس پاس کوئی موجود نہیں تھا اور لوگوں نے کسی طرح کا تعاون ہم سے نہیں کیا تھا۔ یہاں کھانے پینے کا سنبھالنا ضرور تھا، چھوٹی سی بستی تھی، معمولی نوعیت کی اشیاء ہی دستیاب ہو سکتی تھیں۔ چنانچہ ہم نے ان پر ہی گزارا کیا۔ آئرن چلا گیا تھا۔

چہرہ سنگھ نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ ”سیانی جی، یہ کس طرح پیش پیش گئے ہیں لوگ۔ یہاں تو واقعی بڑی گند کی پھٹی ہوئی ہے کہیں یوں نہ ہو کہ تانڈوز کو ہلاک کرنے یا گرفتار کرنے کے چکر میں ہماری اپنی زندگیاں ہی ملی جائیں۔ اگر اس طرح مر گئے تو واقعی بڑی بے وقوفی کی موت ہوئی ہے۔“

میں ہنس پڑا۔ پھر میں نے کہا۔ ”چہرہ سنگھ، ہمیں وہ سب کچھ تو کرنا ہی ہے جو کم از کم ہیں اس قابل تو ہمارے کہ ہم یہاں سے روانہ ہو سکیں۔ اس کے علاوہ میں اس جی کو نہیں چھوڑ سکتا میں نے ایک ہاتھ سے اپنا دل پڑھا ہوا تھا اور اس کے اطراف میں اس کے گھر سے بھرے ہوئے تھے۔“

”سیانی جی، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کوئی بھی میں جذبات سے خالی نہیں ہوتا، مجھے بھی تو دکھ ہوتا ہے لیکن یہاں صورت حال عجیب نہیں ہے۔ لیتے بڑے بڑے واقعات ہو رہے ہیں اور یہاں کی حکومت نے اب تک کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھایا۔“

”میں اس سلسلے میں کیا کر سکتا ہوں؟“ میں نے کہا۔

ابھی ہم لوگ ہی باہر کر رہے تھے کہ دفعتاً اس مکان کا دروازہ زور زور سے دھڑ دھڑانے کی آواز سنائی دی جس میں ہم رہ رہے تھے۔ دروازہ کھانے کی آواز سنائی دی کہیں نہیں پڑا تاہم ہم تیار ہو کے دروازے پر پہنچ گئے۔ اندر آئے والی ایک ستائیس یا اٹھائیس سال کی لڑکی تھی۔ اس کا چہرہ زور زور ہوتا تھا۔ سامنے بستی

طرح ہوا تھا۔ انھوں سے دشت نمایاں تھی، بدن سحر معر کا پرباستا۔ جیسی دیکھ کر وہ بڑی طرح رونے لگی۔
"بالاخر وہی جہاں کا مجھے خطو تھا، بالاخر وہی جہاں نے روتے ہوئے بھاری۔"

"کیا ہوا؟ کون ہو تم؟ میں نے آگے بڑھ کر پوچھا۔
"تھے گئے، وہ آگے ہی لے گئے۔ سمجھتے؟ وہ اٹھنے ہی لے گئے؟"

"مجھے؟ آؤ اندر آؤ، ذرا تفصیل سے بتاؤ، کیا بات ہے؟
"میرا فائدہ تفصیل بتانے سے تم لوگ کیا کر سکو گے؟ بتاؤ؟
"تم میرے محبوب کے لیے کیا کر سکو گے؟ میں نے بچپن سے اپنے پیار کیا ہے اور اب وہ وہ انکا شمار ہو گیا، پاکی مٹا دینے میں وطن سے محبت کا جذبہ رکھتا تھا، تانڈوز کے خلاف اپنے وطن کی مدد کرنا چاہتا تھا اور اب اب اس کی لاش میں زمین ملی ہی جاتی ہے، وہ نہجوت مجھوت کر دینے لگی اور زمین پر بیٹھتی ہے، ہم سے دلاس دینے میں مصروف ہو گئے، میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میں کیا کروں؟ آخر کار جب اس کا دنا دھونا ہی قدم ہوا تو میں نے اس سے پوچھا۔
"براہ کرم پوری تفصیل تو بتا دو اب جبکہ تم یہاں آئی ہو تو اس کا کوئی نہ کوئی مقصد تو ہو گا؟"

"ہاں۔ وہ تانڈوز کے لیے دل میں نفرت رکھتا تھا، آئی ہی کی موت کا بھی بہت افسوس تھا۔ اس نے سمجھ کیا تھا کہ وہ تانڈوز کے بارے میں معلومات اسکا کر کے حکومت کے حوالے کر دے گا اور نتیجے میں وہ لوگ اسے پکڑ کر لے گئے؟
"نکلتے تھے وہ لوگ؟ تانڈوز میں تھے؟ میں نے تشریف زدہ لیے میں سوال کیا۔

"جیسا سامنے کے قریب ہوں گے۔ وہ شہر جذبات سے اپنے جوتے چلتے ہوئے بولی۔ اس کی آغوشیں بھیجی ہوئی تھیں۔
"کیا تم جانتی ہو کہ وہ کس سمت گئے ہیں اور کس طرح انھوں نے تمھارے محبوب کو قبضے میں کیا؟ میں نے پوچھا اور وہ ہمیں تفصیل بتانے لگی۔

"اسی دوران آٹھ لکھ وہاں پہنچا، لڑکی کو بچھ کر اس نے حیرت کا اظہار کیا تھا۔ میں نے لڑکی کے بارے میں اسے تفصیل بتائی اور وہ ہمدردی سے لڑکی کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے پوچھا تھا کہ نام کیا ہے؟

"میں کیسی ہوں؟ لڑکی نے جواب دیا۔
"میرا نام کیسی ہے؟ وہ تمھارے محبوب کو بچھ کر لے گئے ہیں، ہم تمھاری مدد کرنا چاہتے ہیں لیکن تمھاری بستی کے لوگ کسی طرح

سے تعاون کرنے پر آمادہ نہیں ہیں؟
"میں آمادہ ہوں۔ میں تمھیں ان کا راستہ بتاؤں گی، میں تمھیں ان کے بارے میں مکمل تفصیلات بتاؤں گی۔ سمجھو! میں تمھیں ان کے بارے میں بتاؤں گی؟"

"براہ کرم صبر کرو، میرا اہمیت سے کام لو، اگر تمھارے ساتھ تعاون کرو گے تو یقین کرنا کہ ہم تمھارے محبوب کو بچھوانے کے لیے جان کی بازی لگا دیں گے؟ آخر میں لے لیا۔

"ہاں۔ میں اسے آزاد کرانا چاہتی ہوں۔ پھر خداوند کے ہاتھوں مر جانا چاہتی ہوں۔ سمجھو؟ بتاؤ، میں تمھارے لیے کیا کروں؟"

"تمھارے اہل خاندان میں اور کون کون ہے؟"
"میرا کوئی خاندان نہیں ہے، میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے، سوائے اس کے میرا کوئی نہیں ہے۔ جلدی کرو، دیر نہ کرو وہ وہ جذباتی لہجے میں بولی اور آخر میں ہر طرف دیکھنے لگا۔

"میں خود بھی ذرا بے نشان سا تھا۔ اگرچہ اس لڑکی کی مدد پر آمادہ ہو بھی جاتے تو کیا کر سکتے تھے، ہم صرف تین افراد تھے۔
"میں کرنل کی لڑکی کے بارے میں معلومات حاصل کر کے آیا ہوں۔ آخر میں لڑکی کو چھوڑی یہاں سے تقریباً چھ میل کے فاصلے پر ہے اور چھ میل کا یہ فاصلہ طے کرنے میں ہمیں کوئی خاص وقت نہیں ہوگی۔ لڑکی کو اپنے ہم ساتھ لے لیتے ہیں، کیوں؟

"تم مسلسل فصول، تمہارے لیے کیا جارہے ہو؟ میں نے کب انکار کیا ہے؟ وہ بولی اہم ہر اسی وقت تیار ہو گئے۔
"کرنل کی لڑکی کے بارے میں مجھے کچھ زیادہ معلوم نہیں تھا لیکن اس کی ضرورت بھی نہیں تھی، ہم تو دوسرے ہی مقصد سے یہاں پہنچے تھے، تاہم دل میں یہ غماش ضرور پیدا ہوئی تھی کہ کم از کم تانڈوز کی زیارت تو کر لی جائے، دیکھ کر تو لیا جائے کہ ان کا جیف کیا اطرائش و مقاصد رکھتا ہے اور اس کا طریقہ کار کیا ہے؟

"ہم سب پولیس جیب میں بیٹھ کر چل پڑے۔ آخر میں نے اسے کا معقول بندوبست کر لیا تھا اور ہم دونوں کو چھوڑنا رہنے کی ہدایت کی تھی۔ وہ خود مرکزی جیب چلا رہا تھا۔ ایک ایک طرح کا رہ کر ہم یہ چھ میل کا فاصلہ طے کرنے میں کامیاب ہو گئے، ہر لمحہ جیسی دھڑکا لگا رہتا تھا کہ ابھی اس طرف سے کوئیوں کی پوچھا ہوگی اور ہمارے بدن خاک و خون میں لیٹے ہوئے نظر آئیں گے۔ یہ صورت حال اس قدر خوفناک ہوئی کہ اس کا اندازہ ہمیں نہیں تھا لیکن اب تو آج ہی تھے تھے اور ان معاملات میں

الٹوٹ بھی ہو گئے تھے، اس لیے جو کچھ ہوتا ہے وہ تو ہو گا ہی۔
"کرنل کی لڑکی سمجھنے میں کوئی خاص دشواری پیش نہیں آئی۔ وہ درمیان میں عموماً ایک اچھا خاصہ سادہ و چالاک آدمی تھا۔ اس نے پڑھ لکھ میں ہم تینوں سے مصافحہ کیا اور پھر لڑکی کو بخیر دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ خاتون کون ہیں؟"

"محبت ہے ان کا نام اور کتنی ہی کہ یہ تانڈوز کی سمت ہمارے پر آمادہ ہیں؟"

"آؤہ! واقعی ہے تو بڑی دلچسپ بات ہے۔ میں لوگوں کو لڑکی کے بارے میں ان کی طرف کے لوگوں پر ایسی برف بھی پھونک رہی تھی کہ کچھ بھی نہیں، ان میں سے کوئی زبان کھولنے پر آمادہ نہیں ہے۔ بعض لوگوں پر میں تشدد کر کے بھی دیکھ چکا ہوں، وہ مر جانا پسند کرتے ہیں لیکن تانڈوز کے خلاف زبان کھولنے پر آمادہ نہیں ہیں۔"

"کرنل! کیا میں آپ سے ایک سوال کر سکتا ہوں؟ میں نے مخاطب کیا اور کرنل کی لڑکی کو کبھی دیکھنے لگا۔

"ہمارا شش ایک ہی ہے دوست! ہم زندگی کی بازی لگا کر یہاں پہنچے ہیں۔ چنانچہ کچھ بھی پوچھنے میں تکلف کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ خوش اخلاق سے بولا۔

"فکر نہ کرن! کیا آپ نے اس بات کا اندازہ لگایا کہ میں دو لوگ ذہنی طور پر تانڈوز کے شش سے متعلق نہیں ہیں؟"

"میں تمھاری بات سمجھ رہا ہوں۔ میں نے اس کا اندازہ لگائے کی کوشش کی ہے لیکن میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ یہ لوگ قطعی طور پر تانڈوز سے کوئی ہمدردی نہیں رکھتے، قاتلوں، دغاخوؤں اور جرائم پیشہ لوگوں سے کون ہمدردی رکھ سکتا ہے؟"

"کرنل نے کہا۔
"گویا آپ کے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ یہ لوگ تانڈوز سے ہمدردی تو نہیں رکھتے، البتہ ان سے خوف زدہ ہیں؟"

"ہاں، سو فیصد یہی بات ہے۔"

"تو پھر کرنل، کیا یہ دگرگاہ ہے آپ کا؟"

"ہم اس لڑکی کی رہنمائی میں اس سمت سفر کریں گے جہاں وہ تانڈوز پہنچے ہوئے ہیں۔ میں یوں کرتا ہوں کہ تقریباً ڈیڑھ سو افراد ساتھ لے لیتا ہوں، ہم اپنے ساتھ چند ٹینک بھی لے لیتے ہیں، تاکہ کسی موقع پر زیادہ خوشگوار رہائی بھی کر سکیں۔ یہ خیال ہے ہم دو ٹینک ساتھ لے لیتے ہیں تاکہ کرنل نے کہا۔ آخر میں اس کی بات سے اتفاق کیا تھا۔ چنانچہ کرنل نے پہلے ہمیں اپنے ہاں ٹھہرایا۔ لڑکی کے لیے بھی اس نے مناسب بندوبست کر دیا تھا لیکن وہ بے حال معلوم ہوئی تھی، بار بار ہم لوگوں کے پاس پہنچ جاتی

اور جیسی کہ ہم لوگ وقت مناسب کر رہے ہیں اور وقت کا یہ لڑیاں اس کے محبوب کے لیے نقصان دہ ہو چکا تھا نہیں تانڈوز کب اسے قتل کر کے کہاں پھینک دیں۔ بہر حال دلاس دینے کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا ہمارے پاس کرنل کی لڑکی نے جلدی جلدی انتقامات کیے اور شام کا چھٹپٹا ہونے سے پہلے ہم وہاں سے چل پڑے۔ لڑکی نے ہمیں وہ سمت بتائی تھی جو صبح میں سے تانڈوز کو جاتے ہوئے دیکھا تھا۔ ہر چند کہ ایک قسم کی کوشش تھی اور اس سلسلے میں کوئی امیدواریت نہیں تھی جاسکتی تھی۔ چیر چیر ضروری نہیں تھا کہ لڑکی نے جو کچھ بتایا ہے، وہ درست ہی ہو گا لیکن اس صورت حال سے نکلنے کے لیے اور کوئی راستہ نہیں تھا۔

"کرنل کی لڑکی نے کہا کہ وہ رات بھر سڑ جاری رکھے گا اور اس وقت تک واپس کا امداد نہیں کرے گا۔ بہت کم کہ تانڈوز کے کسی گروہ سے مل کر پھرتے ہو جائے۔ وہ خود بھی پڑھ لکھ انسان تھا اور بہت کچھ کرنے کا امداد رکھتا تھا۔ راستے میں اس نے کہا "میں نے یہاں کے بارے میں حکومت کو رپورٹ بھیجی ہے اور مجھے یقین ہے کہ بہت جلد حکومت اس طرف متوجہ ہو جائے گی۔ جلد ہی کوئی بڑی فوج بھیجی جائے گی جو یہاں آکر مارا انتقام سنبھال لے گی۔ فوری طور پر میں تین سو جوانوں کے ساتھ آیا تھا۔ میرے دوست بھی میری جہاں کام کر رہے ہیں اور میں اپنے

طور پر تانڈوز کے خلاف کچھ اقدام کیے ہیں جن کا ابھی کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا لیکن ہم مایوس بہر حال نہیں ہیں، کرنل کی لڑکی اور جیسی بہت سی باتیں کرتا رہا اور ہمارا سفر ہم تار مار چلنے میں فوجی جوان سفر کر رہے تھے۔ وہ ٹینک تیرہ فٹ دی سے آ رہے تھے۔ رات ہو گئی، رات کی گہری خاموشی میں ترکوں کے

آہٹوں کی آواز اور ٹینکوں کی گڑگڑاہٹ دور دور تک گونج رہی تھی، مجھے یقین تھا کہ تانڈوز ہماری آمد سے بے خبر نہیں ہوں گے۔ وہ یقیناً بات جانتے ہوں گے کہ ان کے خلاف ایک فوجی دستہ حرکت میں آچکا ہے۔ ان حالات میں اس لڑکی کے محبوب کا پناہ مشکل ہی تھا لیکن اس راہ میں یہ ہماری رہنمائی تھی اس لیے اسے ساتھ لے لیا گیا تھا۔

رات کی تاریکی میں سفر جاری رہا تھا، ہم نے پاک بھی نہیں چھپکی تھی اور اس وقت سیدہ محروم وار پوچھا تھا جب ہم گہرائیوں میں آتے تھے گئے تقریباً ایک میل کے فاصلے تک یہ ٹرک گہرائی میں آگئی تھی اور یہ ایک خطرناک موڑ مڑنے کے بعد یہ لمبی کی جانب چل جاتی تھی۔ اس ٹینک ہماری مدد بھیڑ تانڈوز سے ہمیں ہوئی تھی اور نہ ان کے نشانہاں ہی ملے تھے۔

کرنے کی کوئی قدر مضرب نظر آ رہا تھا اس نے گڑبھڑک کر کہا کہ اس قدر سختی کا انداز بھی کیا تھا کہ کہیں رُک راستہ نہ بھول گئی ہو۔ کیا ضروری تھا کہ تانہ زخمی سمت میں ہوں گے لیکن انہوں نے جواب دیا تھا کہ چونکہ ان کے پاس اس کے علاوہ کوئی ذریعہ نہیں ہے اس لیے کم از کم ایک مخصوص علاقے تک اس جگہ کو دیکھ لیا جائے۔

گھڑیاں وہ فاصلہ کرنے کے بعد ایک ایسی جگہ تک پہنچ گئیں جہاں دونوں طرف گھٹا جھل جھلا ہوا تھا۔ جو کسی نہ فوجی کاروان اس موڑ پر پہنچا، دفعتاً ہم پر چاروں طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہو گئی گولیاں اچانک ہی چٹا شروع ہو گئیں۔

ٹینک تیار کر لے گئے اور جواب میں تین پانچ کے دالوں والی توپوں سے گولہ باری کی جالے گی۔ فوجیوں کی شکل حرکت میں آگئیں لیکن دشمن نگاہوں سے اونچل تھا۔ ہم دوسرے نہیں کہہ سکتے تھے کہ جو گولیاں ہم چلا رہے ہیں، وہ دشمن کو نقصان پہنچا رہی ہیں یا نہیں۔ فوجی مورچے برابر سے تھے اور بے شمار فوجی ٹرکوں میں ہی تانہ زخمی شکار ہو گئے تھے حملہ چکر لگا چکا ہوا۔ اس لیے خود کو بچانے کے لیے کھٹکھٹا کر بھاگ رہا تھا۔

چرن سنگھ میں آئین گن لے کر نیچے اتر گیا تھا اور ایک پتھر کی آڑ سے گولیاں برسرِ بار تھا۔ مجھے دیکھ کر اس نے متواضع انداز میں کہا: "وہ بھائی جی! اس سے بہتر تو یہ تھا کہیں ہندوئی فوج میں جرتی ہو جاتا اور ہم پاکستانی فوج میں۔ یہی سب کچھ کرنا تھا تو پھر اتنی آوارہ گردی کی کیا ضرورت تھی۔ جواب میں صرف مسکرا کر رہ گیا۔

ہم اپنی آئین گنوں کو استعمال کر رہے تھے اس وقت جان بچانے کا سلسلہ بھی درپیش تھا۔ اگر تانہ زخمی پر حملہ ہو گئے تو کوئی یہ نہیں سوچے گا کہ ہم اصل میں کون ہیں اور چند گولیاں ہمارے محسوس میں بھی آ رہی جائیں گی۔ اس لیے ہم بھی دوسروں کی مانند اندھا بھند گولیاں برسرِ بار تھے۔ البتہ ہم نے اس کا خیال رکھا تھا کہ ہم بالکل ہی نشہ سے ہوجائیں۔ تانہ زخمی طرف سے جو کارروائی ہو رہی تھی وہ اتنی مشورہ و احتیاط تک تھی کہ مجھے یہ احساس ہو چلا تھا کہ شاید یہ فوج مکمل طور پر اپنا دفاع نہ کر سکے جس کی تعداد صرف دیرِ در سو کے قریب ہے۔

کرنل کی رائو تو ہی ہم پہنچ کر رہا تھا لیکن ان دھماکوں کا بھی کوئی نتیجہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا۔ پھر دوسری طرف سے بھی دھماکوں کا استعمال شروع ہو گیا۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ ہم سے زیادہ دوزخیں تھے۔ صورت حال اور یہ ایک ہو گئی تھی اب ہمارے

میں نہیں آ رہا تھا کہ ہم کیا کریں۔ تانہ زخمی طرف سے جو کارروائی ہو رہی تھی اس کے نتیجے میں فوجی جوان دھڑلہ دھڑلہ سے تھے۔ چوکان کی تعداد بھی کم تھی اور پھر وہ لیے علاقے میں تھے جہاں ان کے لیے پوزیشن بہت نہیں تھی۔ گولیوں سے تو وہ بچ گئے تھے لیکن دقت یہ تھی کہ تاک کر لیے ہی نشانوں پر پہنچنے کے لیے تھے۔ جہاں وہ موجود تھا۔ ہم زیادہ کارآمد طور سے تھے۔ صورت حال تیزی سے تبدیل ہو رہی تھی فوجی کارروائی تقریباً کام ہو چکی تھی اور ہم شکست سے دوچار تھے۔ اب اپنی جان بچانے کا مسئلہ نکلیں سے لیکن ترمیم چار رہا تھا۔

چنانچہ ہم نے وہ جگہ چھوڑ دی اور آہستہ آہستہ پیچھے ہٹنے لگے۔ ہمارے عقب میں درختوں کے گھنٹے پھیلے ہوئے تھے۔ میں نے بہتر پوزیشن بھی کر رکھی تھی میں پناہ لی جالے۔ چنانچہ میں اور چرن سنگھ پیچھے ہٹتے ہوئے بالآخر درختوں کے قریب پہنچ گئے۔ یہ بھی قدر تھا کہ کہیں بے گویہ بھی اس جنگل میں موجود ہوں لیکن خطرہ مول لیے بغیر جارہے نہیں تھا۔ ہمارا اندازہ کسی حد تک درست نکلا، ہم ابی درختوں کے گھنٹے میں گھسے ہوئے تھے کہ دفعتاً آئین گن کا ایک برسٹ ہم پر پڑا۔ اس قدر بڑی تھی کہ پتھ گئے، اور نہ ہماری پشت گولیوں سے چھلنی ہو گئی تھی۔

چرن سنگھ نے ایک لوٹ لگائی۔ غالباً وہ آئین گن سے فائر کرنے والوں کے رخ کا اندازہ لگا چکا تھا۔ لوٹ لگاتے ہی وہ سیدھا ہوا اور اس نے ایک درخت کی چوٹی کی طرف رخ کر کے زبردست فائرنگ شروع کر دی۔ چار آدمی پکے ہوئے پھلوں کی طرح نیچے آ گئے تھے۔ یہ تانہ زخمی تھے۔ میں ایک درخت کے تنے سے پشت لگا کر اطراف کا جائزہ لینے لگا لیکن اس کے بعد خاموش چھائی تھی۔

اندازہ یہ ہوا کہ یہاں ان چاروں کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ ہم نے جلدی سے اپنی جگہ چھوڑ دی اور پھر درختوں کے گھنٹے میں گھسے ہوئے۔ بالآخر گھاس کے ایک ایلے جھنڈے کے نزدیک پہنچ گئے جس میں داخل ہونے کے بعد ہمیں باہر سے نہیں دیکھا جاسکتا تھا۔ اس جھنڈے کے آس پاس درخت بکھرے ہوئے تھے جن کی وجہ سے یہ جھنڈا ابھی محفوظ ہو گیا تھا۔ فی الحال چھپنے کے لیے اس سے بہتر جگہ اور کوئی نظر نہیں آئی تھی۔ گویا کارروائیاں اب رک گئی تھیں۔ غالباً ہم ابی فوجی کام آگئے تھے۔

چرن سنگھ نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا: "دھت تیرے کی۔ اس کا مقصد ہے کہ کرنل کی فوجی کام آگیا اور غالباً تمہارا یہ میرا مطلب ہے آئین جی۔ میں تو تانہ زخمی انداز میں اس مسئلے پر غور کر رہا تھا۔ اگر وہ دونوں کام آگئے تو ہمارے لیے واقعی مشکلات

پیدا ہو جائیں گی۔

چاروں طرف سکوت پھیل گیا تھا کبھی کبھی ان کوکوت ہیں زنجیروں کے کراسنے کی آوازیں زشتا نماز ہو جاتی تھیں اور اس کے بعد مکمل خاموشی چھا جاتی تھی۔ سورج بلند ہو چکا تھا۔ اس وقت دن کے تقریباً گیارہ بجے ہوں گے جب اس خاموشی سے لگا کر ہم دونوں نے باہر نکلے کا فیصلہ کیا اور آہستہ آہستہ باہر نکلے۔ ہم سارا رخ ہی جانب تھا۔ پھر فوجی جوانوں پر قیامت ٹوٹی تھی ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ ٹرکوں و فیک کی کیا پوزیشن ہے اور کیا ہمارا یہاں سے جانا ممکن ہے؟

میں آہستہ آہستہ پوزیشن لیتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔ پھر مجھ سے پشت ملانے سے دوسری سمتوں پر نگاہیں دوڑا رہا تھا۔ تصویری دیر کے بعد ہم واپس پلٹے جہاں ٹرک و فیک گھسے تھے۔ چاروں طرف خون ہی خون کھلا ہوا تھا۔ فوجی جوانوں کی لاشیں دیکھ کر سر ہلانے جارہے تھے۔ تقریباً تمام ہی جوان کام آگئے تھے۔ ان کی لاشیں خاک و خون میں نشتر ہوئی تھیں۔ پراگندہ سیڑھی پڑی تھیں۔ آسمان پر بولسٹیں لگے ہوئے تھے۔ غایا انھوں نے ٹرکوں کی بوڑھی کر لی تھی۔

کچھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کیا جائے۔ میں ان لاشوں میں گولہ کرنا اور آئین کی لاشیں تلاش کر رہا تھا۔ میری نگاہیں ابھڑو پھٹک رہی تھیں۔ اسی طرح آگے بڑھتا ہوں اس ٹرک کی آڑ میں پہنچ گیا جس کے دوسری طرف ٹینک کھڑا ہوا تھا۔ ابھی میں مڑنے ہی والا تھا کہ دفعتاً میں نے محسوس کیا، ٹینک کا ڈھکن اٹھ رہا ہے۔ میں ایک دم سے اپنی جگہ رک گیا۔ ٹینک کے ڈھکنے میں سے ایک چہرہ ابھرا۔ میں نے فوراً دیکھا۔ یہ گیش تھی جس کی رہنمائی میں ہم یہاں تک پہنچے تھے۔ میری مجھ میں نہیں آیا کہ گیش ٹینک میں کسی کیا کر رہی ہے۔ ممکن ہے وہ جان بچانے کے لیے اس میں آچھپی ہو جائے۔ میں نے آگے بڑھ کر گیش کو آواز دی۔ "دور سے ہی لے ہو سکتا ہو گیا اور وہ اندر تک گئی۔ اس کے دیکھنے کی وجہ ایک لمحے کو تو میری کچھ میں نہیں آئی لیکن بالآخر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ اس خون ریزی سے خوفزدہ ہو گئی ہے اور یقیناً خوفزدہ ہو کر ہی اندر چھپ گئی ہوگی۔

میں اپنی آئین گن بٹھالے ہوئے آگے بڑھا لیکن جوشی میں ٹینک کے قریب پہنچا دفعتاً ڈھکن اٹھ گیا اور اٹھارے فٹل کا شعلہ میرے دائیں کان کی نوک کو چھو تا ہوا گر گیا۔ میں فوراً دفعتاً منہ زمین پر گر پڑا اور پھر مجھے یہ اندازہ لگا ہے کہ میں دقت میں ہوئی کہ گیش قطع طور پر یہاں سے نہیں ہے بلکہ یقیناً پورے کوئی

اور یہی معاملہ ہے۔

چرن سنگھ نے مجھے دیکھا، وہ گھوم کر دوسری جانب سے ٹینک کی سمت آ رہا تھا۔ اس طرح ہم دونوں پیٹ کے بل رینگتے ہوئے ٹینک کے نزدیک پہنچ گئے۔ مجھے ایک بڑی غلطی کا احساس ہو چکا تھا۔ گیش کے بارے میں میری رائے بدل چکی تھی اور میں محسوس کر رہا تھا کہ یہ صورت دراصل وہ نہیں ہے جو اس نے ظاہر کیا تھا۔ یقیناً اس طرح وہ ہم لوگوں کو گھیر کر یہاں تک لے آئی تھی اور اس کے بعد... اس کے بعد... تازہ صورت حال مزید ابھین کا باعث بن گئی تھی ایک دشمن صورت ٹینک میں چھپی ہوئی تھی اور رخ تھی۔ اس کے علاوہ یہی ممکن تھا کہ اطراف میں تانہ زخمی دہشت پسند بھی موجود ہوں۔ اس طرح ہم مکمل فضا میں ان کے نشانے کی زد پر تھے۔

عین اسی لمحے ٹرکوں پر کسی کے چلنے کی آہٹ ہوئی اور ہمیں احساس ہو گیا کہ اب میرا وقت بالکل قریب آ گیا ہے۔ فراسی غفلت ہمارا خاتمہ کر سکتی تھی۔ میری پشت کی جانب ابھرنے والی آہٹ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ دفعتاً ٹینک کا ڈھکن ایک بار پھر کھلا اور گولیاں برسنے لگیں۔ یہ گولیاں اس آہٹ کی سمت برسیں گی تھیں۔ پھر مکمل خاموشی چھا گئی۔ غالباً دوسری طرف تو کوئی بھی تھا وہ ان گولیوں کا شکار ہو گیا تھا یا اگر نہیں ہوا تھا تو چھپ گیا تھا لیکن کیا گیش سے غلطی ہوئی ہے یا اس نے ہمارے دھوکے میں ان پر گولیاں برساتی ہیں؟ کوئی فیصلہ کرنا مشکل تھا۔ آہستہ آہستہ میں ٹینک کے قریب پہنچ کر ڈرا رہا تھا اور پھر ایک چھلانگ لگا کر اس کے ڈھکن کے قریب پہنچ گیا۔ اب مکمل یہ تھا کہ گیش کو ٹینک سے باہر طرح نکالا جائے۔ میں ابھی اس سلسلے میں سوچ ہی رہا تھا کہ کبھی کبھار گیش کے ساتھ ڈھکن پھر اٹھا اور جوشی گیش کا چہرہ فضا میں بلند ہوا میں نے پوری قوت سے اس کی گردن کو عقب سے اپنے بازو کی گرفت میں پکڑ لیا اور اس سے پھیلے کہ اس کے حلق سے ایک پتھ بھی نکلتی۔ میں ٹینک کے اندر کود گیا۔ اب وہ میرے رحم و کرم پر تھی۔ میں نے اس کی انفل اٹھائی اور باہر پھینک دی پھر اسے بالوں سے پکڑ کر دھکیلا اور نیچے دھکا دے دیا۔ جہاں اسے سنبھالنے کے لیے چرن سنگھ موجود تھا۔

گیش کے بارے میں اب یہ یقین ہو گیا تھا کہ وہ تانہ زخمی سے مل ہوئی ہے اور ہمارے خلاف ان کی مدد کر رہی ہے۔ گیش کو نکالنے کے بعد جوشی ہم باہر پہنچے اور ہم نے اس کے ہاتھ پاؤں کے دفعتاً عقب سے پھینک ایک آواز سنائی دی۔

گولی مت چلا تا برس! یہ ہم لوگ ہیں! آواز کر کے گولی کی تھی اور اس کے ساتھ گرتے آئرن بھی موجود تھا۔ ان دونوں کو دیکھ کر آتی فوجی ہوائی کر بیان نہیں کیا جاسکتا۔ وہ دونوں بہت آہستہ جاسے قریب پہنچ گئے۔ گولی انھوں سے خون چھلک رہا تھا۔ وہ شدید غصے کے عالم میں تھا۔ یہی کیفیت آئرن کی بھی تھی۔ ہوں۔ تو تمہارا محبوب ان کو لایا تھا اور تم ہماری ہتھالی کر رہی ہوئی یہاں تک پہنچی تھیں کہ کرنی کو مارنے کے کام لیں۔ کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ بھی کچھ کھوسو حال ہو گئی تھی۔ لیکن اب اس کے چہرے پر پتھر دس کی سی سختی ابھری تھی۔ کچھ تو آگے بڑھا اور اس نے گیش کے بالوں کو بھی میں جکڑتے ہوئے کہا۔ "ذلیل عورت! تم نے جو کچھ کیا ہے، کیا تم جھگڑتی ہو، تمہیں اس کے لیے صاف کر دیا جائے گا۔" گیش نے نفرت بھری نظروں سے کیڑا لکڑو دیکھا اور پھر زمین پر ہتھوک دیا۔

"ٹھیک ہے! اسے ترک میں ڈال لو اور بے چارے کی گولی نے یہ حکم ہم لوگوں کو دیا تھا۔ چنانچہ گیش کو بانہر کر رکھیں ڈال دیا گیا۔ ترک محفوظ ہے اور انھیں کوئی خاص نقصان نہیں پہنچا تھا۔ کیونکہ فوجی جوان مرگے سے نیچے اتر آئے تھے۔ لیکن بدقسمتی سے ایک بھی فوجی جوان زندہ نہیں بچا تھا۔ ہائے چاروں طرف ان کی لاشیں ہی لاشیں بکھری پڑی تھیں۔ ترک میں وار ہونے سے قبل کی گولی نے ان پر نگاہ ڈالی اور پھر اس کے حلق سے قابض ہو گئی۔

"تم میں سے ایک ایک کا انتقام لیا جائے گا۔ میرے بہادر جوانوں! تم میں سے ایک ایک کا انتقام لیا جائے گا۔ یہ کہنے کے بعد وہ ترک میں سوار ہو گیا اور پھر اس نے ترک اشارت کر کے آگے بڑھا دیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی آئرن نے جھجے اور چرچن سنگھ کو حکم دیا تھا کہ ہم ترک کے عقبی حصے میں جا کر اسٹین گنیں نبھال لیں۔ ممکن ہے دلستے میں ہماری مڈل میڈ دوبارہ تانڈوز سے ہو جائے۔

اطراف میں جس طرح خاموشی پھیلی ہوئی تھی، اس سے یہ اندازہ ہوتا تھا کہ تانڈوز پر کام انجام دینے کے بعد وہاں جا چکے تھے۔ تھوڑی دیر کے بعد آئرن بھی ہلکے سے زبردست پہنچ گیا۔

فریڈ سو جوان خاک و خون میں مل گئے۔ بہت بڑا نقصان ہو گیا تھا۔ اتنا بڑا کہ حکومت بال کر رہ جائے گی۔ تھوڑی دیر کے بعد اس نے مرگوش کے انداز میں کہا۔

"لوگوں نے تانڈوز کی لاشیں تلاش کرنے کی کوشش کی۔

"ہاں۔ اطراف میں ان کی تقریباً پندرہ لاشیں موجود ہیں۔ آئرن سے جواب دیا۔

"کیا اس بات کا خطرہ موجود ہے کہ راستے میں ان سے دوبارہ مڈل میڈ ہو جائے؟"

"ہاں، اس خطرے کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ اس بات کے امکانات ہیں کہ وہ ان راستوں پر پہنچ گئے ہوں جہاں سے ہم واپس گزرنے والے ہیں۔ انھیں یہ اندازہ ہو گا کہ ہم واپس ہیں، اسی راستے سے گزریں گے۔"

"آپ لوگوں کو کوئی چوٹ تو نہیں آتی؟"

"نہیں، ہم محفوظ ہیں۔ لیکن ہمارے دل شدید زخمی ہیں، کیونکہ ہم اپنے دیرینہ سو جانوں کو کھو کر جا رہے ہیں۔ آئرن نے ٹھوکر کھینچے میں جواب دیا۔

ہم راستے پھر اس بات کے منتظر ہے کہ کسی طرف سے حملہ ہو تو اس کا جواب دیں لیکن معلوم ہوتا تھا کہ تانڈوز اس علاقے میں اب موجود ہی نہیں تھے۔ آئرن بار بار خوشخوار نکالے ہوں سے گیش کو گھومنے لگا تھا جو بندھی ہوئی پڑی تھی۔ اس کے چہرے سے اظہار ہوتا تھا کہ وہ ذرا بھی خوفزدہ نہیں ہے۔ بالآخر کرنی کی گولی ٹھکست اور وہ اپنے کپ میں واپس پہنچ گیا جہاں دوسرے جوانوں نے اس کا استقبال کیا لیکن صرف ایک ترک کو آتے دیکھ کر اور اس ترک میں بھی صرف چند افراد کو دیکھ کر وہ سب حیران رہ گئے تھے۔

کرنی کی گولی نے مختصر تفصیلات بتائیں اور ان کے چوہوں سے غم و اندوہ کے تاثرات چھلکے گئے۔ کرنی کی گولی گیش کو لے کر اپنی خصوصی قیم گاہ میں پہنچ گیا۔ پھر اس نے گیش کو ایک خدمت کے لئے ہوئے تھے سے باندھ دیا۔ آئرن اور کرنی کی انواب اس کی زبان کھلوانے کی تیاریاں کر رہے تھے۔ لاپتہ کی سلاخیں گرم کی گئیں اور ٹھانے کو کون سی تیاریاں کی گئیں۔ روٹی نے بتایا کہ اس کا نام گیش ہی ہے لیکن اس کا حلق تانڈوز سے ہے۔ وہ اس لڑکی میں تقریباً چھ ماہ سے رہتی تھی اور تانڈوز کے لیے کام کرتی تھی۔

تانڈوز نے اس کے ذہن سے کام لگا رکھا تھا کہ وہ اس علاقے میں ہونے والی کارروائیوں کی اطلاع دیتی رہے۔ لیکن ساتھ ساتھ ہم لوگ کرنی کی گولی سے ضرور ملاقات کریں گے۔ چنانچہ اس نے ہم تک پہنچ کر یہ پکڑ لیا اور ہمیں گھر گھر کر دیا۔ تک لے گئی۔

"اب تم فریڈ کے بارے میں بتاؤ۔ وہ کام کیا کر رہا ہے؟"

ہم نے دوقوف ہونے لوگ میری زبان کی چیز سے کچھ کہہ کر پھر پھرتے ہوئے تھیں۔ پھر کہہ دو۔ تب تک فریڈ کے بارے میں ہمیں ایک فکری نہیں بتایا جائے گا۔ اس کی ہوا میں کچھ ایسی پتھری کیفیت تھی کہ کم از کم میں نے اسے جھوٹا کیا کہ وہ زبان نہیں

کھولے گی اور میرا اندازہ درست تھا۔ کرنی کی گولی اور آئرن نے سو سو جتن کیے لیکن وہ ٹھس سے ٹھس نہیں ہوئی۔ لاپتہ اور خوف کا چہرہ استقبال کیا گیا مگر اس نے کسی چیز کا اثر قبول نہ کیا۔ وہ ایک مضبوط چٹان کی طرح ہر سختی کو برداشت کرتی رہی۔ فریڈ کرنی کی گولی نے یہ محسوس کیا کہ اس سے کچھ اور نہیں معلوم کیا جاسکتا تو اسے گولی سے آزاد ہونے کا فیصلہ کیا گیا۔ اس سے آخری بار یہ کہا گیا کہ اگر وہ اپنے ساتھیوں کے متعلق معلومات فراہم کرے اور اسے لڑتا رہے تو اس کی جان بخشی ہو سکتی ہے لیکن اس نے اپنے خواہشوں پر عمل کرنا اور وفاداری کے ساتھ نفی میں گون جلا دی۔

"کو تو پھر یہ تو ہو سکتا ہے؟" آئرن نے اپنا لپٹول نکال کر کہا اور اس کے دل کا نشانہ لے کر کچھ کی کچھ گولیاں اس پر دراز دیں۔ اس کے حلق سے ایک بلی کی جیٹ نکلی تھی خون کا فوارہ اس کے بدن سے ٹپکا اور وہ ٹھنڈی ہو گئی کرنی کی گولی نے اس کے قتل کے بعد کچھ اطمینان کا اظہار نہیں کیا تھا۔ البتہ وہ بالکل خاموش تھا۔ گرتے آئرن نے اس سے اجازت طلب کی اور کہا کہ وہ اپنے ہمراہ گولیاں واپس جانا چاہتا ہے۔

کرنی کی گولی نے میری طرف رخ کر کے کہا: کیا آپ لوگ بھی مڈل میڈ کے ساتھ واپس جانا چاہتے ہیں؟"

کرنی اور اصل ہم لوگ صرف اپنے قومی جذبے کی تسکین کے لیے اس ہم پر کمر بستہ ہوئے تھے کہ تانڈوز کو خیر کے ... خلاف کارروائیوں میں حصہ لیں۔ ہمارے لیے کسی جگہ یا کسی منزل کا کوئی تعین ضروری نہیں ہے۔ میں جہاں بھی ہماری ضرورت ہو۔

"بلاشبہ لیکن اس کے باوجود میری خواہش ہے کہ میں اپنے دوستوں کو اپنے ساتھ لے جاؤں۔ دراصل ذہنی طور پر میں بھی اتنا اچھا ہوا ہوں کہ تنہا سفر کرنے کے قابل نہیں ہوں۔ اگر آپ حکم دیں گے تو میں ان دونوں کو بہت جلد آپ کی خدمت میں روانہ کر دوں گا۔ آئرن نے کرنی سے کہا۔

"یہ حقیقت ہے کہ میں ان لوگوں کی دیر سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ میں انھیں کچھ عرصہ اپنے ساتھ رکھنا چاہتا تھا لیکن خیر، کوئی بات نہیں۔ میں بھی ابھی مصروف رہوں گا کیونکہ اس سلسلے میں مجھے مزید اقدام کرنا ہیں۔ چنانچہ اگر تم انھیں ساتھ لے جانا چاہتے ہو تو ٹھیک ہے۔ یہ تمہارے ساتھ دس جوان بھیجے گئے تھے۔ مگر ان کی دسے دارن کی کفالت واپس پہنچا دیا جائے۔

ہم واپس فریڈ کو لے آگئے۔ یہاں گرتے آئرن کو اپنے کچھ ساتھیوں کی موت کے بارے میں اطلاع دینا بھی ضرورت حال

سب رنگ ٹیبلٹ میں قسط وار شائع ہونے والا سلسلہ

اقبال

محکم دوسروں میں

تاریک غم کے ڈھیر سا راجاں میں ہم نے والی ایک بہت آنکھز داستان جہاں کانے کا ڈاؤن گلی کے مقابلے بڑھاتے تھے۔ بخشی قابل اور ان کے دشت ماہر زم زم وروج کی ایک ناقابل نہیں سرگزشت۔ ان تاریک اور گناہ جبر و جلا کی کہانی۔ جہاں تہذیب کو کوئی دخل نہیں تھا۔ سنگون کی خاطر معصوم اور شہسوار بچوں کو زوروں پر اچھا اچھا تھا عجیب اقلقت اور خوشی کا دنیاؤں کے مسکوں کو تازہ خون خسل دیا جاتا تھا۔ لغزیر حیدر ناؤں کی جھٹ پٹش کی کہانی تھی

اقبال

دش قبیلوں کی ایک سرکش حسین جس کا سن، ماہ و سال تھا جس کے حصول کے لئے موت کا بازار بیش گھر رہتا تھا۔ خون کی ہولی اچھلی ماتی تھی۔ ایک سیاح کی تدبیر کے لئے آخر وقت جسے سمندر کی سرکش ہوجوں نے اٹھا کر احتساب کے ڈبیر کی اس کے قتل میں ڈال دیا تھا۔

کتابی شکل میں پہلی بار منظر عام پر آئی ہے

قیمت فی صفحہ ۲۰/- روپے، علاوہ محصول ڈاک

پتہ ذیل پر بھیجیں

بکمایاٹ پبلی کیشنز

پوسٹ بک نمبر ۲۳ ۵ کراچی ۱

نظامی جنگیں ہو گئی تھیں لیکن ہم ان فطرت کے باوجود ابھی یہاں سے واپس نہیں جاسکتے تھے۔ ہرگز تھا کہ جس مقصد کے لیے ہم یہاں آئے تھے اسے انجام دینے کے بعد ہی یہاں سے واپس جانے کے بارے میں سوچیں۔

اس واقعے کے بعد میں تمام صورت حال کی اطلاع مفتی رہی تھی۔ ان ڈیڑھ سوچ والوں کی موت کی اطلاع جب ایسی حکومت کو ملی تو وہاں کرم چنگ اگیا چل رہی روز کے بعد بے شمار فوجی مزدوروں کے ساتھ یہاں بیچ دیے گئے مزدوروں کو ہدایت ملی کہ اس جنگ کو دور دور تک عاف کر دیں اور فوجی طور پر کام ہونے لگا تھا۔ اونچے اونچے درجہ گرا دیے گئے۔ فوج جنگ میں چاروں طرف پھیل گئی۔ چند ہی کاروباری بیچ دیے گئے تھے جو دن بھر پر واز کرتے رہے تاکہ تانڈو کی کاروباریوں کی لگائی کی جاسکے۔ مزدور تمام دن دشتوں کو کھٹ کاٹ کر ڈھیر کرتے رہتے اور دلت کو فوج کی لگائی میں ایک ٹکڑے سوجاتے۔

تقریباً ڈیڑھ ماہ تک مسلسل کام ہوتا رہا۔ اس دوران وہ راستہ صاف کر دیا گیا تھا جو فوجی کول سے کرنلی کے لڑکے کو پہنچ جاتا تھا اور یہاں آنے جانے کی سہولت ہو گئی۔

ہم کی بارو ماں بچتے تھے اور کئی بار واپس آئے تھے۔ ایسے ہی ایک دن کی بات ہے، ہم اپنی جیب میں کیراٹو کے کیپ سے واپسی کا سفر کر رہے تھے۔ آئرن بھی ہمارے ساتھ تھا کہ راستے میں موٹ پر ایک شخص ہاتھ اٹھائے کھڑا نظر آیا۔ آئرن نے فوراً آئینہ کنجھالی کی تھی اور اس کا رخ اس شخص کی طرف کیے ہوئے تھا۔ جیب اس وقت چرن لنگھ ڈراؤن کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ اس شخص کے نزدیک پہنچ گیا۔

ہاتھ اٹھانے ہوئے شخص نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

”میرا نام بوتھان ہے اور میں ڈیگان کے اہم ترین ساتھیوں میں سے ایک ہوں۔ اس کے منہ سے الفاظ سن کر ہم ششدر ہو گئے تھے۔ وزارت قسٹ شخص پھیلے ڈھالے کپڑے پہنے ہمارے سامنے کھڑا تھا۔ اس کا چہرہ دلاور ہاتھ پاؤں بہت سخت تھے۔ اس کے بدن پر اور چہرے پر زخموں کے نشان بھی صاف نظر آ رہے تھے۔

”کیا تم سچ کہہ رہے ہو یا میں اسے مذاق تصور کروں؟“

آئرن نے درشت لہجے میں کہا۔

”نہیں جناب! براؤ کم مجھے گرفتار کر کے لے چلے اور کسی ایسی جگہ لے چلے، جہاں میں اس وقت تک زندہ نہ ہوں جب تک کہ آپ کو اپنے بارے میں تفصیل نہ بتا دوں۔ آئرن کے اشارے پر پیش نے نیچے آکر اس شخص کی مکمل طور پر تلاشی

کی لیکن اس کے پاس سے کسی قسم کا اسلحہ برآمد نہیں ہوا۔ اس نے اپنے آپ کو ڈیگان کا ایک خاص ساتھی بتایا تھا۔ چنانچہ وہ ہمارے لیے بڑی اہمیت کا حامل تھا۔ آئرن کی لازوری اور مخالفت کے ساتھ ہم نے اپنی کہیں کا دیکھ لائے۔ آئرن نے اس کے لیے بہت سے شکاات کیے تاکہ کہیں انسان ہو کہ کچھ بتائے سے پہلے ہی اسے گولی کا نشانہ بنا دیا جائے اور اس کے بعد آئرن نے ہماری موجودگی میں اس سے سوالات کرنے شروع کر دیے۔

”تم کتنے عرصے سے ڈیگان کے ساتھی ہو؟“

”شروع سے جناب امیرا خلیق انھی تانڈو سے ہے جو

آج کل بناوٹ پر آمادہ ہیں۔“

”لیکن تمہارے دل میں تانڈو کے خلاف کام کرنے کا خیال

کیوں کر آیا تم ڈیگان کے مخالفت کیوں بن گئے؟“

”میرا خیر مجھے اپنی ایک حرکت پر اس طرح ملامت کر رہا

ہے کہ میں موت چاہتا ہوں۔ میں بغاوت کے شوقین انسانیت

سے دور ہو گیا تھا۔ بات دراصل یہ ہے کہ میرے ہاتھوں کچھ

ایسے قتل ہوئے ہیں جنہوں نے میرے خیر کو سمجھ کر دھک دیا ہے

اور اب میں اپنے اس گناہ کی قیمت ادا کرنا چاہتا ہوں۔“

”ہوں۔ تم آئی میں کے قتل کے بارے میں کیا جانتے ہو؟“

”جی ہاں کیوں نہیں اس نے جواب دیا اور ہم پکڑے ہوئے۔“

”تو پھر بتاؤ۔ آئی میں اس کی بیوی اور بچی کو کس نے قتل

کیا تھا؟“

”میں نے؟“ بوتھان نے جواب دیا اور ہم سب ایک

لہجے کے لیے ساکت رہ گئے۔

”آئرن نے فرلے ہوئے کہا۔ تم نے؟“

”ہاں میں نے۔ اس نے ہماری تحریک میں شامل ہونے

کا عند کیا تھا لیکن پھر ہم سے غداری کی اور ہمارے کئی راز

آگے دیے۔ چنانچہ اسے سزا دینے کے لیے ڈیگان نے میرا

انتخاب کیا۔“

”لیکن تمہارا دشمن تو آئی میں تھا اس کی بیوی اور بچی

سے تمہاری کیا دشمنی تھی؟“ گریٹر آئرن ہمیں تمام خود پر قابو

پائے ہوئے تھا۔ اس کا اظہار اس کے بدن کے نقش سے ہوتا تھا۔

”آئی میں کی بیوی بھی ڈیگان کی کارکن تھی اور تانڈو

کے لیے وفاداری کا حلف اٹھا چکی تھی۔ اسی صورت سے کہیں یہ

اطلاع دی تھی کہ آئی میں مقامی حکومت کا تجربہ کیا ہے لیکن

اس نے یہ بھی کہا تھا کہ اس کے شوہر کو کوئی نقصان نہ پہنچایا

جائے۔ وہ اسے راہ راست پر لے آئے گی۔“

”پھر اسے کیوں قتل کیا گیا؟“

”یہ تانڈو کا بنیادی اصول ہے کہ وہ جو کسی مخالف نہیں کرتے۔ مجھے لیکن تھا کہ آئی میں کی بیوی اپنے شوہر کے قتل میں مزاحمت نہیں کرے گی چونکہ وہ تانڈو تحریک کی وفادار تھی لیکن میرا یہ خیال غلط نکلا میں جب بتی دیوار سے اندر داخل ہوا تو سب سے پہلے اسی صورت نے میرے دلتے میں رکاوٹ بننے کی کوشش کی نتیجے میں مجھے اسے قتل کرنا پڑا۔“

”اور اس کی مقصود پہنچی؟“ گریٹر آئرن نے غصہ ناک

لہجے میں پوچھا۔

”اس کی طرح ویکار نے میرے بدن میں ایک بھر بھی پیدا

کر دی تھی اور یہ یقین کر کہ وہ صرف میری طور پر میرے

ہاتھوں ماری گئی۔ گولی اس کے دل کو چیر کر ہوئی مکمل گئی اور

... اور اسٹو آئرن وہی دن تھا جب میرا خیر چاگا کہی وہ

قتل تھا جو مجھے مجبور کرتا رہا کہ میں ڈیگان کے اصولوں سے

منہ پھریوں۔ میں اس کی ان مگر عیسوں سے نفرت کرنے لگا ہوں

اس قتل کے بعد مجھے اپنے آپ سے نفرت ہو گئی تھی مجھے

اپنے مشن سے نفرت ہو گئی ہے۔ اپنی زندگی کا ایک ایک لمحہ

مجھ پر گرا کر رہا ہے۔ اس جنگ کی دردناک باتیں دن رات

میرے کانوں میں گونج رہی ہیں اور میں... اور میں طویل

عرصے سے نہیں رکا ہوں۔ بوتھان کی آواز بڑھ گئی۔ اس کی

ہانسی پر انہوں نے قطرے چھینے لگے۔

”تو پھر اب تم کیا چاہتے ہو؟ بولو تمہارے ساتھ کیا

سلوک کیا جاسکے؟“

”جو دل چاہے کرو میں مرنے کے لیے تیار ہوں بلکہ

میں مرنے ہی کے لیے یہاں آیا ہوں لیکن... لیکن میں تمہیں

صرف ایک بات بتانا چاہتا ہوں۔ میں اب تانڈو کے خلاف

ہوں اور تم جاؤ تو اس موقع سے فائدہ اٹھا سکتے ہو۔“

یہ بات گریٹر آئرن کے لیے بہت زیادہ فوجی کا باعث

تھی۔ چنانچہ اس نے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ ”جیکب ہے لیکن

یہ بھی سوچ لو کہ اگر تم نے کوئی بڑی چال چلتے ہوئے ہمارے

خلاف کچھ کرنے کی کوشش کی تو تمہاری زندگی میں بچنے کی

”مہاں زندگی بچنا ہی کوں چاہتا ہے۔ اگر تم مجھ پر اعتبار

کرنے کو تیار نہیں ہو تو پھر بہتر ہے کہ مجھے قتل ہی کر دو۔“ ہم

نے بوتھان کے لہجے میں چٹائی عیسوں کی تھی۔ چنانچہ آپس میں

مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ بوتھان کو کرنلی کے لڑکے کے سامنے پیش کر دیا

جائے۔ کرنلی فوجی بوتھان سے ملاقات ہوئی اور وہ خلف قسم

کے سوالات بوتھان سے کرنے لگا۔

ان دنوں فوجی کارروائی کچھ اور تیز ہو گئی تھی اور مزید

فوجی اس علاقے میں بھیج دیے گئے تھے جن کی کمان کرنل کیرا فوجی کے پر دستوں بے شمار مزدوروں کو حکم دیا گیا تھا کہ جنگل کی صفائی زیادہ سے زیادہ دور تک کر دی جائے تاکہ کھیلے فوجیوں کی نگاہوں میں آجائیں۔ وہیل کا پڑوں کی تعداد بھی بڑھا دی گئی تھی اور اس طرح موٹر انداز میں کام شروع کر دیا گیا تھا۔

اب فوجی دستیاں کسی حد تک ان تانڈو سے محفوظ ہو گئی تھیں

اور کافی عرصے سے وہاں کسی گوریلا حملے کی اطلاع نہیں ملی تھی۔

یہیں یہاں آئے ہوئے تقریباً ڈھائی ماہ ہو چکے تھے اور ہر مصر

بڑا مصر آزمایا تھا۔ ہم اپنے حقیقی مشن سے بہت دور نکل آئے تھے

جب بھی کسی ہم تمنا ہوئے تو آپس میں بیچ کر مٹا دینا داز میں

ایک دوسرے کو دیکھتے اور ایک دوسرے سے یہ سوال کرتے کہ

یہ ہم کس جگہ میں آچکے ہیں یہاں سے کبھی نکلنا نصیب ہوگا یا نہیں؟

مشرقی جنگل میں ہم کا آغاز کر دیا گیا تھا اور بوتھان کو

اس سلسلے میں رہنا بنایا گیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ ڈیگان کو ان

سے علاقوں میں ملتا ہے اور کہاں کہاں اس کے آگے بڑھنے

ہوتے ہیں۔ اس کی تجویز بھی یہی تھی اگر جنگوں کی صفائی کر کے

آگے بڑھتے رہا جائے تو یقیناً وہ ڈیگان کے بڑے کوارٹر تک

پہنچ سکیں گے۔ کام بڑی تیز رفتاری سے جاری تھا۔ طریقہ یہ تھا

کہ فوج جنگل کے ٹودے میں کے علاقے کو چھاتی اور ہر شے

جگہ پر تانڈو کو تلاش کرتی۔ اس کے بعد ہزاروں مزدور جنگل

کا کٹنا شروع کر دیتے اور جس وقت یہ جنگل صاف ہوجاتا مزدور

مزید آگے بڑھ جاتے۔

دن کی روشنی میں فوجی دستے دور دور تک کا جائزہ

لیتے، کئی بار یہیں بھی ان کے ساتھ جنگوں میں داخل ہو کر پڑا۔

ایسے ہی ایک دن کی بات ہے کہ ہم آگے بڑھ رہے تھے۔

ہماری رہنمائی بوتھان ہی کر رہا تھا۔ بوتھان کے ہاتھ میں اب

اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں رہا تھا کہ وہ اس جنگل کے

بیچ و خم اور ضعیف راستوں سے پوری طرح واقف ہے۔ چنانچہ

وہ بڑے اطمینان سے ہماری رہنمائی کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا۔

دشوہر گزار راستوں پر گڑا ڈال لے جانے سے بڑی مشکلات پیدا

ہو جاتی تھیں۔ بعض جگہوں پر پیدل ہی سفر کرنا پڑتا تھا چنانچہ

اس دن بھی ہم پیدل ہی سفر کر رہے تھے۔ ہماری سبکیں تیار

تھیں۔ آدھا دن گزر چکا تھا اور ہمیں اب تک کسی بھی

تانڈو سے واسطہ نہیں پڑا تھا۔

دوسرے کے بعد جب سورج نے ڈھلان کا سفر طے کرنا

شروع کیا تو ایک ایسی جگہ نظر آئی جہاں دلدل پھیلی ہوئی تھی۔

اس میں کہیں کہیں تھوڑا تھوڑا پانی کھڑا ہوا تھا۔ بوتھان نے ہماری

طرف دیکھا اور میں آگے آنے کا اشارہ کیا لیکن ٹھوڑی دور چلنے کے بعد چرن نگلھنے لگا میرا خیال ہے یہ سال زیادہ آگے بڑھنا مناسب نہیں ہے ممکن ہے دلدل آگے پس کر گئی ہو جائے۔ ہماری واپسی حتیٰ آسان نہیں ہوگی ابھی چرن نگلھنے نے یہ اتفاقا ادائیگی کی تھی کہ دفعتاً دلدل کے دوسری جانب سے ایک گولی سنائی ہوئی آئی اور یوتھان کے طلق کو چھری ہوئی ایک طرف نکل گئی۔ یوتھان چرخ مار کر ایک طرف گڑا کافی دیر تک اس کا بدن پھرتا رہا اور اس کے بعد ٹھٹھا ہو گیا۔ یہ سارا خیال تھا کہ ہم سب ساکت ہو کر رہ گئے تھے۔

یوتھان کی موت نے ہمارے آگے بڑھنے کا راستہ مطلق کر دیا تھا۔ وہی ان علاقوں میں ہمارا رہنا تھا۔ ڈیچان کے آڑوں نے اسے قتل کرنے کے بعد ہمیں دہری صیبت کا شکار کر دیا تھا لیکن اسی وقت میں نے کرنل کیڑا کو فائدہ پہنچنے کے عالم میں آگے بڑھتے ہوئے دیکھا وہ یوتھان کی موت سے سخت متعلق ہو گیا تھا اور دلدل کی صورت کے اس کے دوسرے کنارے پر پہنچنا چاہتا تھا تاکہ یوتھان کو قتل کرنے والے تانڈو کو کاش کر کے ٹھکانے لگا دے۔ اس کی دیکھا دیکھی دوسرے لوگ بھی تیزی سے آگے بڑھنے لگے، مجبوراً انہیں بھی ان لوگوں کے پیچھے چھوڑنا پڑا تھا۔ ہمارے پاؤں دلدل میں دھنسنے لگے اور قدم اتنے بوجھل ہو گئے کہ پاؤں اٹھانا دیر محسوس ہونے لگا میں نے فوراً ہی یہ محسوس کر لیا تھا کہ کرنل کیڑا کو فائدہ پہنچانے میں اس طرح جوش میں آگے بڑھ کر حیرت کا ثبوت دیا ہے۔

دوسری طرف مکمل خاموشی چھا گئی تھی۔ تانڈو نے انتہائی ذہانت کا ثبوت دیتے ہوئے گولی چلا کر ایک طرف اپنے راستے سے تجربے کا رول یوتھان کو ہٹا دیا تھا اور دوسری طرف ہمیں اشتعال دلایا تھا۔ تاکہ ہم اپنی موت آپ مر جائیں۔ یوتھان زلزدہ ہوتا تو وہ ہمیں ان دلدلی راستوں سے بے آسانی گزار دیتا۔ اب طریقہ ہی میں تھی کہ ہم واپس جانا لیکن کرنل کیڑا بوجھل غضب میں پاگل ہو رہا تھا وہ آگے ہی بڑھتا چلا گیا۔

دلدل میں انتہائی خوفناک جوشیں رنگ رہی تھیں جنھوں نے فوراً ہی ہمارے جسم کے کھلے ہوئے حصوں پر قبضہ کر لیا اور جسم کے ساتھ چپک کر خون چوسنے لگیں۔ میں اور چرن نگلھنے اس آفت سے بری طرح بوکھلا گئے تھے۔ بڑی مشکل سے ہم نے ایک جوں کا توں ایک پر سے فوجی وہ خون پانی پنی کر بڑی طرح پھول گئی تھی۔ ہم تو بے گنت مذاہب میں مبتلا تھے۔ دلدل سے فوراً باہر نکلنا آسان کام نہیں تھا۔ یہاں تک کہ میں نے کرنل کیڑا کو گنگے تک دلدل میں پھینٹے ہوئے

دیکھا۔ اس کے طلق سے چھین نکل رہی تھیں۔ اس وقت کرنل کیڑا کو موت کا مطلب یہ تھا کہ ہم سب ہمیں فنا ہو جائیں، اس لیے میں اور چرن نگلھنے تھرتھرتے آگے بڑھنے کی کوشش کرنے لگے لیکن وہ جگہ بھی ایسی تھی کہ ہم لوگ بھی تیزی سے دلدل میں دھنسنے جا رہے تھے۔

کرنل کیڑا کو اب تقریباً آدھے چورے تک دلدل میں دھنس گیا تھا۔ اس کی آنکھیں باقی رہ گئی تھیں اور اب ان آنکھوں میں خوف اور حسرت تھی۔ میں نے اس کے بال پکڑ لیے، میرے عقب میں چرن نگلھنے تھا۔ اس نے میرا ہاتھ تمام لپٹا دیا لیکن کچھ اور لوگ بھی آگے بڑھ آئے اور اس طرح ایک قطاری بنی چلی گئی۔ سب نے ایک دوسرے کا ہاتھ مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا اور ہم کرنل کیڑا کو باہر نکھینے لگے۔ کرنل کیڑا اب ایک موت کا منظر تھا، آہستہ آہستہ باہر نکھنے لگا اس کے حواس بے شک بحال تھے اور وہ خود بھی باہر نکھنے کی جدوجہد کر رہا تھا۔

بڑی مشکل سے ہم نے اسے باہر نکھنے میں کامیاب ہوئے لیکن اس کا بدن مخلوق سا ہو گیا تھا۔ ہمارے بے شمار آدمی اس دلدلی موت کا شکار ہو گئے اور جو باقی بچے وہ مشکل تمام پیچھے آنے میں کامیاب ہو سکے۔ ہمارے تمام جسم سے جوشیں پھٹی ہوئی تھیں۔ ان جوں کوں سے جان چھڑانا انتہائی مشکل کام تھا۔ کم سخت اس طرح چپٹ گئی تھیں کہ فوری طور پر کوئی ذریعہ ایسا نظر نہیں آتا تھا کہ انھیں علیحدہ کیا جاسکے۔ خدا خدا کر کے ہم واپس اسی جگہ تک پہنچے جہاں سے دلدل شروع ہوئی تھی، یہاں پہنچنے کے بعد لوگوں نے سب سے پہلا کام یہی کیا کہ ایک روشن کی اور ملگتی ہوئی چھوٹی چھوٹی گولوں کے سرے گولوں کے جسوں سے لگا کر انھیں بدن سے جدا کیا گیا لیکن اس دوران وہ کہ بھت اتنا خون چوس چکی تھیں کہ فوجیوں کے جسم میں نقابہ پڑا ہوئی تھی۔ ہمارے لیے اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ فکر نہیں تھا کہ ہم پیچھے ہٹ جائیں وہ راستہ ہمارے لیے محدود ہو چکا تھا۔

ہم اس افتاد سے نجات پا کر چلنے ہی کو ناکارہ اس لیے کہ تھے کہ ایک بار پھر ہم پر گولوں کی بارش شروع ہو گئی۔ بچے بچے سپاہیوں نے بھی انھیں دھندھا کر ایک شرواع کر دی۔ کرنل کیڑا کو اسے اب بھی بہتر نہیں تھے۔ نئی زندگی پالنے کی فوجی نے اسے نکھال سا کر دیا تھا۔ ہمیں یہ احساس ہلیدی ہو گیا کہ اگر ہم نے مزید کچھ وقت اور ادھر گزارا تو پھر جلدی زندگیوں کا بچنا محال ہو گا۔ ہم سب نے کرنل کیڑا کو اسے بحال کرنے کی کوشش کی اور بے چارہ کرنل جلدی گاہ میں آ گیا۔

چنانچہ اس نے پیچھے ہٹنے کا فیصلہ کیا اور اس کے بعد ہم لوگ مسلسل پیچھے ہٹتے چلے گئے یہ شکست تسلیم کرنے کا معاملہ نہیں تھا بلکہ کرنل کیڑا کو اپنے حواس جمع کر کے کوئی اور قدم اٹھانا چاہتا تھا۔ اس واقعے کے تقریباً بیس دن کے بعد کرنل کیڑا کو نے ایک انتہائی خوفناک کارروائی کی اس نے مکمل گولوں طرف سے آگ لگادی اور اس کے بعد وہ آگ بھینک پل گئی جنگل جلتا رہا اور اس کے اطراف میں فوج نے گھیر ڈال دی لیکن حیرت انگیز بات یہ تھی کہ تانڈو نے جلتے ہوئے اس جنگل سے باہر نکلنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اکثر ان کیڑا کیڑا آگ کے شعلوں کے درمیان سانی دیتی تھیں، ان کے کھنکے کے لیے کوئی راستہ نہیں چھوڑا گیا تھا اگر کسی آگ کے شعلوں میں جھپٹتے ہوئے کچھ بدن نظر آجاتے تو ان پر گولوں کی بارش شروع کر دی جاتی کرنل کیڑا کو اس سے زیادہ ہمایاک انتقام ان گولوں سے نہیں لے سکتا تھا۔

جنگل بھانے کتنے عرصے تک جلتا رہا لیکن کیڑا کو نے فوج کو مدد یا ت دی اور وہ اپنے ہیڈ کوارٹر آیا تھا۔ میں اور چرن نگلھنے بھی اس کے ساتھ تھے اور اب میں کرنل کیڑا کو اور آسٹریلیائی پولیس آفیسر گریٹر آئرن کی مکمل توجہ اور حمایت حاصل ہو گئی تھی۔ کیونکہ ہم نے اس کارروائی میں ان کا مکمل اور پورے ساتھ ساتھ دیا تھا، اب کرنل کیڑا کو نے اپنے ساتھ رکھا تھا۔ چرن نگلھنے اور میں ایک فوجی دوسرے گزریچے تھے ہم پر بے پناہ گولوں کی موت کا اثر اب تک جاری تھا۔ وہ غور سے نہ گئے کہ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے جن میں فوج کے جوان بھی تھے۔ تماشا مارے گئے تھے اور اس کے بعد جنگل میں گولوں کو روک دیا گیا تھا۔

چرن نگلھنے نے ایک رات مجھ سے کہا: "بھائی جی! اب تو عرصہ یہاں اور گزارو گے، مجھے تو یہی لگتا ہے جیسے ہم وہاں لو لائے کہ کسی جزیرے پر پہنچ گئے ہوں۔"

"میں شوکر تار بابوں چرن نگلھنے اور اب یہاں سے واپس ایک ہی ترکیب میری سمجھ آتی ہے۔"

"وہ کیا جاتی ہے؟" چرن نگلھنے نے پوچھا اور میں چرن نگلھنے نے اپنے پروگرام کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگا۔ چرن نگلھنے نے پوری تفصیل سننے کے بعد مجھ سے اتفاق کیا تھا۔ میں پناہ کا کام پوری احتیاط سے انجام دینا تھا۔ چنانچہ ایک دوپہر ہم چھپ لے کر پہلے پڑے۔ آسان شفاف تھا اور ہم چھپ کر ہمارا ہاتھوں پر دوڑتے ہوئے پھر ایک ایسی جگہ منتخب کرنے کے بعد جہاں کوئی جوانوں کی آمد و رفت زیادہ نہ تھی وہی ہم نے چھپ کر ایک طرف سے پھر پڑھا کر اٹھ دیا اور خود بڑی احتیاط سے اس

کے نیچے دب گئے۔ ہم نے اپنے بدن اس طرح چھپ کے ایک حصے تلے دبائے تھے کہ یہ حادثہ حقیقی محسوس ہو سکیں۔ درحقیقت درمیان میں اتنا غلام موجود تھا کہ چھپ کا وزن ہمارے جسموں پر نہ پڑ سکے۔ اس حادثے کی اطلاع ان لوگوں کو ہو جانا زیادہ مشکل کام نہیں تھا تقریباً چھپنا بیس منٹ تک لیں، اس طرح پڑے رہنا پڑا اور اس کے بعد ابھی ہوئی چھپ۔ چھپ لی گئی فوراً ہی کرنل کیڑا کو اس حادثے کی اطلاع دی گئی۔ اس دوران فوجی جوانوں نے زور لگا کر چھپ ہٹادی تھی اور اب میں بے ہوش رہنے کی ادائیگی کرنا تھی۔ لہذا ہم بے ہوش رہے اور سب کی آوازوں سننے رہے۔

کرنل کیڑا کو اطلاع ملنے ہی وہاں پہنچ گیا تھا اور اب ہرج و مرج وادعات کا جائزہ لے رہا تھا۔ عارف اندازہ ہو رہا تھا کہ چھپ پتھر پر پڑ کر اٹھ گئی ہے کسی کو ہمارے اوپر شبہ بھی نہیں ہو سکا۔ کرنل کیڑا کو نے فوراً ہی گریٹر آئرن کو طلب کر لیا اور گریٹر آئرن جو ہمارا گرا دوست بن گیا تھا، وہاں پہنچ گیا۔ میں بے ہوش کی حالت میں، ابتدائی فوجی امداد دی گئی۔ ہم ان لوگوں کی گفتگو سننے رہے، آخر گریٹر آئرن نے میرے دل کی بات کہہ دی۔ اس نے کہا کہ ہم دونوں کو فوراً ہیڈ کوارٹر واپس بھیج دیا جائے، تاکہ بہتر طریقے سے اسپتال میں ہمارا علاج ہو سکے۔

بے چارہ گریٹر آئرن خود ہی میں نے کفری کول سے واپس آیا اور ہم ہیڈ کوارٹر پہنچ گئے۔ ہیڈ کوارٹر کے چھوٹے اسپتال میں ہمیں داخل کر دیا گیا۔ یہ عارضی طور پر قائم کیا گیا ایک معمولی اسپتال تھا۔ اس کے ایک کمرے میں ہم دونوں کو لایو اور بستر پر لیٹ دیا گیا، جہاں ہم لوگوں کو ہوش آنا ہی تھا کہ گریٹر آئرن ہمارا ہر دور نگہ رنا ہوا تھا۔ اس نے ہماری نیرت پوچھی اور ہم اسے چھپنے کی تفصیلات بتانے لگے لیکن اس کے بعد ہم نے فوراً ہی اپنے کچھلے بدن کے مفلوج ہو جانے کا اظہار بھی کر دیا اور اس بات پر ہم دونوں انتہائی آزرده ہو گئے۔ گریٹر آئرن پریشان ہو گیا تھا اس نے اپنی موجودگی میں ڈاکٹروں کو طلب کیا اور ڈاکٹروں کی توجہ ہم پر مرکوز ہو گئی۔

گریٹر آئرن جو کہ پولیس کا ایک اعلیٰ افسر تھا، اس لیے اس کی ہدایت پر جاری نیرت نگہداشت کی گئی۔ علاج معالجے کے سلسلے میں ہمیں مختلف مزل سے گزارا گیا تھا لیکن یہاں ہمارے مرض کے علاج کا مقبول ذریعہ نہیں تھا۔ چنانچہ کرنل کیڑا کو گریٹر آئرن نے بہتر علاج کے لیے ہمیں باہر بھیجنے کی سفارش کی۔ ہماری دلی مراد یہی تھی یہاں رہ کر مرنے والا کسی بھی کئی بار یاد آئے تھے۔ دل چاہتا تھا کہ ان سے ملاقات کی جائے لیکن یہ

گھر بیٹھے انکمشن سکھانے والی بہترین کتابیں

HOW TO WRITE AN ESSAY مضمون نگاری کیلئے قیمت چھ روپے	HOW TO WRITE A LETTER خطوط نویسی کیلئے قیمت ۱۰ روپے
HOW TO LEARN CORRECT SPELLING صحیح تلفظ سیکھنے کے لئے قیمت چھ روپے	HOW TO WRITE AN EXPLANATION وضاحت و تشریح کیلئے قیمت چھ روپے
CORRECT POSITION OF PREPOSITIONS پری پوزیشن کے صحیح استعمال کیلئے قیمت چھ روپے	HOW TO DO COMPREHENSION ادراک و فہم کا اظہار کرنے کیلئے قیمت چھ روپے
HOW TO TRANSLATE اردو سے انگریزی میں ترجمہ کرنے کیلئے قیمت ۱۰ روپے	HOW TO PUNCTUATE مؤثر آفاق بنانے کیلئے قیمت چھ روپے

○ لندن کی ملک ڈاک خراب ایک سال سے ناکام رہی ہے۔ ۱۰ روپے ہوگا۔ پورا سیدھا ملنے پر ڈاک خراب صوف (صوف اندون ملک کے لیے) ○ کتابوں کی قیمت اور ڈاک خراب بدلتی رہتی اور ارسال کریں۔ مئی آرڈر کو پورا پورا نام دیتا اور کتابوں کا نام ضرور لکھیں ○ کسی رقم کی قدر تم خط میں ڈال کر گزرتے ہیں ○ مئی آرڈر ارسال کرنے کا پتا ○ مکتبہ نفسیات، پوسٹ بکس ۹۳۳ سید میمنش بلیو ریا اسٹریٹ، کراچی ۱ ○ بیرون ملک پورے سیٹ کی قیمتیں ۱۵ ڈاک خراب، مشرق وسطیٰ ۱۰ روپے، پاکستانی روپے، یورپ اور مشرق بعید ۱۵-۲۰ پاکستانی روپے، آسٹریلیا، امریکہ، افریقہ ۲۰ پاکستانی روپے ○ بیرون ملک کتابیں ملنے کے لیے رقم بذریعہ ڈرافٹ روانہ کریں ○ ڈرافٹ پر نام امریکہ کنوینینس ○ خط و کتابت کا پتا

مکتبہ نفسیات : پوسٹ بکس ۹۳۳ کراچی ۱

کیا پروگرام رہے گا؟
چرن سنگھ اول تو میں کوشش میں کروں گا کہ وہ دونوں ساتھ ساتھ رہیں لیکن انھیں اگر ایسا ہو بھی گیا تو بہتر یہی ہوگا کہ موقع پاکر تم تنگے کی کوشش کرنا میں اپنے طور پر یہ کوشش کروں گا اگر ہمارا ساتھ نہ تو تنگے سے۔ ورنہ بہتر یہی ہے کہ ہم یہیں سے ایک دوسرے کو خدا حافظ کہہ لیں۔ میں نے جواب دیا۔ میں تو یہ سوچا بھی نہیں سکتا بھائی جی، تم سے اتنی محبت ہو گئی ہے کہ اب تم سے بغیر تو مرنے کا تصور ہی نہیں کر سکتا۔ چرن سنگھ ہماری لمبے میں بولا۔
”نہیں چرن سنگھ میری منزل کچھ اور ہے۔ تم میرا ساتھ نہیں دے سکو گے۔ میں ایک بار پھر تم سے درخواست کرتا ہوں کہ جذباتی ہونے کی کوشش مت کرنا، اگر زندگی باقی رہی تو ممکن ہے کسی اور موڑ پر ہماری ملاقات ہو جائے۔ میں نے کہا اور چرن سنگھ عجیب سی نگاہوں سے مجھے دیکھا رہا تھا۔ بالآخر وہ اپنا اقبال پتھر کی سی اسپین کے ایک بہت بڑے شہر کا بہت بڑا ہسپتال تھا۔ انتہائی شاندار۔ چرن سنگھ کا دفتر درست نکلا، ہم دونوں چونکہ تمام کاغذات اپنے ساتھ لائے تھے جن کی رو سے ہمیں حکومت کا ایک اہم کارندہ ہونے کا شرف حاصل تھا۔ چنانچہ ہماری دیکھ بھال کے لیے بھی معقول توہین بندوبست کیا تھا۔ البتہ ہمیں الگ الگ کمرے میں رکھا گیا تھا۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم ہوا کہ چرن سنگھ کا کمرہ میرے کمرے سے کتنی دور ہے۔ جس کمرے میں مجھے منتقل کیا گیا تھا۔ وہ خاصا کشادہ اور صاف تھا۔ دو درزیں میری خدمت پر مامور ہو گئیں ڈاکٹروں نے میرا جائزہ لیا اور اسی دن مجھے پندرہنی مراحل سے گزنا پڑا۔ وہ لوگ میرے مفلوج بدن کا جائزہ لے رہے تھے۔ تمام رپورٹ ان کے پاس موجود تھیں اس دن میرے مین ٹیبلٹ لیے گئے اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ مزید جرنیٹ لے کر علاج شروع کیا جائے گا۔ چونکہ ابتدائی ٹیبلٹ جبر لیے گئے تھے۔ اس کے مات کا پتا نہیں چلتا تھا اور ڈاکٹر یہ معلوم کرنے میں ناکام رہے تھے کہ مفلوج ہونے کی وجہ کیا ہے۔ یہاں بھی مجھے اپنے آپ کو اس انداز میں رکھا پڑا تھا لیکن جب بھی موقع ملتا میں اپنے اعضا کو چونک چونک کر دو دو خون ممال کرنے کی کوشش کر لیتا تھا لیکن نہایت احتیاط کے ساتھ، تاکہ ان لوگوں کو کوئی شبہ نہ ہو سکے۔
چرن سنگھ کی طرف سے طبیعت پریشان ہوئی تھی پتا نہیں ہے چارہ کس حال میں تھا۔ یہاں سے تنگے میں کامیاب ہوا تھا یا نہیں۔ ویسے ایک احساس اور بھی تھا اگر چرن سنگھ

صورت حال ہمارے لیے انتہائی خوفناک ثابت ہو سکتی تھی۔ کس کو ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا تو اس کے بعد کے حالات کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔
سفارشات چاہکی تھیں اور اب ہمارے آنے کا انتظار تھا۔ ہسپتال میں ہماری طبیعت قدر دیکھ بھال ہوتی رہی۔ ڈاکٹر اس بات پر حیرانی کا اظہار کر رہے تھے کہ کچھ بدن پر تو کوئی جوش نہیں ہے پھر بدن کیوں مفلوج ہو گیا ہے جبکہ بظاہر اس پر فحاش کے بھی آثار نظر نہیں آتے لیکن بظاہر ہولناہی کہنا بھی احمیت رکھتا تھا کہ ہم مفلوج ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں جو ادکاری کرنا پڑی، وہ کراہتے ہوئے پیش یاد رہے گی۔ بدن کو یہ مخصوص انداز میں سارکتا رکھنا ہے جس شکل کے تمام کین زندگی جانے کے لیے ہر طرح کے معاملات سے گزرنا پڑتا ہے۔
ہرگز کارڈ کے ہسپتال میں ہم نے اسی حالت میں وارد ہونے سے گریز کیا۔ نہ تو اس میں اسٹریچر ہوں پر ڈال کر بھاریں بننا دیا گیا ہے ایک جدید قسم کا جہاز تھا۔ جو کچھ قیدیوں کو لے کر آیا گیا تو انہیں کو لے کر واپس جانے والا تھا۔ اس جدید ترین جہاز کے ایک خوب صورت کین میں مجھے اور چرن سنگھ کو منتقل کر دیا گیا۔ لیکن ہمیں آتا تھا کہ گریو لائز سے فار ہونے کے بعد ہمیں واقعی آزادی کی زندگی نصیب ہونے والی ہے۔
اب اول مرحلہ ہم نے اس علاقے میں گزارا تھا۔
ہمارے چوب گریو لائز کے ہیڈ کوارٹر کا ساحل چھوڑا تو ہماری آنکھیں نم ہو گئیں۔ چرن سنگھ خاص طور سے بہت زیادہ متاثر تھا۔ اس نے ہمارے ہونے لمبے میں کہا بھائی جی..... بھائی جی، کیا یہ حقیقت ہے؟ مجھے یقین نہیں آتا کہ تم یقین کرنا مجھے یقین نہیں آتا ○
”چرن سنگھ! تو کو تو ابویں رکھو ابھی ہمیں مزید کچھ مراحل سے گزرنا ہے ○
چرن سنگھ خاموش ہو گیا، جہاز کا سفر ہماری رہاقت پر بڑا ڈھائی گھنٹے کا سفر تھا ہے۔ ڈھائی گھنٹے کے بعد ہم بالآخر ایک بندرگاہ پر پہنچ گئے۔ بندرگاہ سے ہسپتال تک کا سفر اتنا عجیب لگ رہا تھا کہ بیان سے باہر ہے۔ بلند و بالا عمارتیں، گھول پڑتے ہوئے لوگ، دور کی ہوئی کاریں۔ یہ دنیا پہلی ہی لگ گئی تھی۔ گریو لائز میں جو بھی وقت گزار چکا تھا، وہ شاید آخری خاص ملک اسے نہیں بھول سکتا تھا۔
راتے میں چرن سنگھ نے مجھ سے کہا ”بھائی جی یہ لوگ ہمیں ہسپتال لیے جارہے ہیں۔ ممکن ہے کچھ لمبے حالات پیش آجائیں جن کی بنا پر ہم لمبا عرصہ ملک ایسی صورت میں گزارا

مجھ سے پہلے نکلنے میں کامیاب ہو گیا یا مجھے اس سے پہلے نکل جانے کا موقع مل گیا تو لیکن دوسرا پھنس جائے لیکن اگر چہ ننگہ فرار ہوا ہے تو میری شخصیت شکوک ہو سکتی تھی اور میرا فرار ہونا چرن ننگہ کو شکوک بنا سکتا تھا لیکن ایک سال اور بھی تھا میرے ذہن میں، خوری طور پر تو ڈاکٹر نے فیصلہ لیا کہ میں اس ہسپتال میں منتقل ہوں یہ جو تھا دن تھا اور اب میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ تمام حدتات کو بالائے طاق لکھ رہا ہوں سے نکل جاؤں گا۔ حالانکہ یہ بھی ایک مشکل معاملہ تھا۔ فرار کے بعد ایک بار پھر مجھے چھپنا پڑے گا لیکن اس کے علاوہ میں اور کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ جیسا بھی تھا یہ موقع غنیمت تھا۔ میں انہی خیالات میں غلغلہ تھا کہ شام کو چار بجے کچھ افراد میرے پاس آئے۔ میں نے یہی سوچا کہ وہ ڈاکٹر ہوں گے لیکن جب آئے والوں میں سے ایک کے پہرے پر نگاہ پڑی تو میرے پورے بدن پر چڑچڑاہٹیں سی گئیں۔ میں میری آنکھوں میں جھنڈے کے لیے وحشت اٹھائی تھی۔ ایک کمرہ اور وہ ننگہ شکل میرے سامنے موجود تھی اور میں اس شخص کو پہچاننے میں قلعہ نہیں کر سکتا تھا یہ اویو ہارڈ تھا۔ ہاں، یہ اویو ہارڈ ہی تھا۔ میرا بدترین دشمن۔ جس نے میری زندگی کا بہترین حصہ گرو لائن کے حربے میں ضائع کروا دیا تھا اور جس کی اس وقت آمد نے میری تمام امیدوں پر پانی پھر دیا تھا۔ چند لمحوں میں شہید بننے کا شکار بنا، میری ذہنی کیفیت امتداد پر نہیں رہی تھی لیکن پھر میں نے خود کو مستحالا۔ علی یا برسان! زندگی کا ایک اور نازک موڑ آ گیا ہے۔ یہ بد بخت شیطان یا ماں بیچ گیا ہے۔ بڑی بہت بڑی جرأت سے کام لینا ہو گا، ورنہ صورت حال گڑبگڑ جائے گی اور پھر میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ کہیں حد تک بھی ممکن ہو، میں نوک اویو ہارڈ سے لائق رکھوں اور چرسے پر لپیے آثار نہ پیدا ہونے دوں کہ میں اُسے پہچان گیا ہوں۔

اویو ہارڈ مسکراتا ہوا میرے نزدیک پہنچ گیا۔ اس نے انتہائی نرم لہجے میں کہا: "ہیلو، کیسے مزاج ہیں تمہارے؟" "شکیم ہوں" میں نے کھوئے کھوئے سے لہجے میں کہا۔ "مجھے یہ پتہ ہے جو اویو ہارڈ مشتاق لہجے میں بولا۔ بالکل یہی معلوم ہو رہا تھا۔ جیسے وہ یہ کوئی پرانا دوست ہو۔ اور میرے لیے دل میں بڑی ہمدردی کے جذبات لکھتا ہو۔" "تھیں۔۔۔ تم۔۔۔ میرا مطلب ہے تم ڈاکٹر ہو یا میں نے بڑی سادگی سے سوال کیا۔

"نہیں۔ میں تمہارا دیرینہ دوست ہوں" اویو ہارڈ نے اویو ہارڈ نے میری کلائی پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ اس کا ہاتھ ڈاور کھردرا ہوا تھا میری کلائی سے ٹکرایا تو مجھے ہلکے جھوٹے جیسے میرے سارے بدن میں انگارے بھر گئے ہوں۔ "انوس! میں نے یہ نام اس سے پہلے نہیں سنا۔" "ڈاکٹر امیر دوست مجھے پہچان نہیں سکا۔ جیسا کہ اس کی شکل دن رات میری آنکھوں میں محفوظ رہتی تھی۔ مجھے انوس ہے اپنے دوست کی اس حالت پر اور ڈاکٹر میں اسے اپنے ساتھ لے جانا چاہتا ہوں۔"

"مشر باورڈ! ہم آپ کے سامنے انگارے نہیں کر سکتے آپ جس حیثیت کے مالک ہیں اس کے تحت بھلا کسی سلسلے میں آپ سے انکار کیسے کیا جاسکتا ہے لیکن انہیں یہاں سے روانہ کرنے کے لیے میں کچھ ضروری کارروائیاں کرنا ہوں گی۔"

"تو آپ کیلئے میں یہاں موجود ہوں" اویو ہارڈ نے کہا اور ان دنوں سے ایک ڈاکٹر واپس چلا گیا۔ میرے بدن کا ہوا شک ہوا جا رہا تھا، اویو ہارڈ نے اس وقت مجھ پر قابو پایا تھا جب میں آزادی سے قریب تھا۔ دل چاہ رہا تھا کہ انھوں اس پر حملہ کروں اور اسے اسی جگہ فنا کر کے رکھ دوں لیکن خود کو بینہانا تھا۔ میں دباؤ میں تھا، دشمنوں کے ترغیب میں تھا، تنہا تھا، اس وقت میری ہر کوشش خطرناک ہو سکتی تھی۔ مجھے یہ بھی خبر تھی کہ کہیں میرے ساتھ ساتھ ہی چرن سنگھ کی شامت بھی نہ آجائے لیکن میں کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

ڈاکٹر ٹھوڑی دیر کے بعد میری شکل افسیر کے ساتھ واپس آیا۔ میری شکل افسیر نے اویو ہارڈ سے کچھ معذرتی الفاظ کہے۔ جن میں اس نے کہا تھا کہ دراصل میرے کچھ ٹیسٹ اویو ہارڈ نے نہیں اور اس کے بعد علاج شروع کیا جاتا ہے لیکن اویو ہارڈ نے ان کی ایک نہ چلنے دی۔

"میں اس سلسلے میں آپ کو وزارت داخلہ سے براہ راست احکامات دلا سکتا ہوں، بہتر یہی ہے کہ اسے میرے ساتھ جانے کی اجازت دے دیں، اس کے بارے میں میں کل دن سے جاری قبول کرتا ہوں۔ تمام تر علاج میں اپنی ذمہ داری پر کراؤں گا۔"

"میں آپ کے بارے میں بتا دیا گیا ہے مشر باورڈ! ہم آپ سے تعاون کرنے میں درخ جیسی کرتے یہ عرف ایک ڈاکٹر کے طور پر میں نے آپ سے درخواست کی تھی۔"

"شکیم ہے ڈاکٹر! آپ کا بہت بہت شکریہ میں نے دوست کو لینے ساتھ رکھوں گا۔"

"نہیں، میں اس کے ساتھ نہیں جانا چاہتا۔" میں نے

نویاتی انداز میں جھجک کر کہا

"فکر نہ کرو ڈاکٹر! فکر نہ کرو سب شکیم ہو جائے گا۔"

باورڈ نے کہا اور میرے اسے ہلکے سے ہلکے کسی کو آواز دی کہ تم لوگ اندر آ جاؤ۔ میں جانتا تھا وہ تمہا نہیں آیا ہو گا۔ اس وقت چار افراد اندر آ گئے، سب کے سب مسلح تھے اور لیٹا تھا کسی بیکوٹ سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے آنے کے بعد ڈاکٹر ان کے لیے کھینکے کی گئی، اس نے نہری، پتھر کچھے اپنی جگہ سے اٹھا کر اس پر پڑا لگا۔ میں جانتا تھا کہ اس وقت کوئی خوری ہمدردی کا نہیں کرے گی، اس لیے میں نے اپنے آپ کو حالات کے سارے پر بھروسہ کر دیا تھا۔

اس سچ ایک بند گاڑی میں رکھ دیا گیا، اویو ہارڈ میرے ساتھ ہی بیٹھ گیا تھا۔ اس کے ہونٹوں پر ہلکے مندی کی لکڑی تھی اور میرا کلیجہ خون ہوا جا رہا تھا۔ بند گاڑی چل پڑی۔ میں جانتا تھا کہ وہ شدید ترین حفاظت میں ہوگی، اویو ہارڈ میری طرف سے کبھی غافل نہیں رہ سکتا تھا۔ وہ جیسے ہی پھر نگاہ ڈالتا اس کی آنکھوں میں ایسی شفقت، ایسی ہمدردی دیکھ جاتی کہ مجھے اپنے آپ پر یقین آئے گا کہ مجھ کے اس انداز میں ہونے کے لیے پناہ ملے گا، اسے میں ابھی طرح محسوس کر رہا تھا لیکن بے بسی کے یہ لمحات میری تقدیر تھے۔ اس سے پہلے میں نے اپنے آپ کو بھی اتنے بے بسی نہیں محسوس کیا تھا۔ مجھے زندگی سے کوئی خاص لگاؤ نہیں تھا۔ میں یہ جانتا تھا کہ جب تک زندہ رہوں تعلیمی مفادات کے لیے کام کرتا رہوں اور اس کوشش میں اگرچہ بھی دیر لگے تو اس سے قطعاً دریغ نہ کروں لیکن اس طرح اس موذی دشمن کے ہاتھوں فنا ہونا مجھے پسند نہیں تھا۔

اویو ہارڈ کی لہجہ نشین یہاں خاص مضبوط تھی اس کا انداز انتہائی ہی میں ہو گیا تھا۔ چار پھر یہ تصور بھی تھا تھا ہوتا کہ میں قانونی ذرائع حاصل کرنے کی کوشش کرتا۔ اس کے علاوہ آپ کو میں تعلیمی ختم کر کوئی امید کافر میرے علم میں نہیں تھا یعنی اس سے رابطہ بھی ممکن نہ تھا۔ جو کچھ کرنا تھا، خود ہی کرنا تھا۔ دین کے سفر کے دوران میں نے فیصلہ کر لیا کہ اویو ہارڈ کے سامنے بھی مجھے مطلوب ہی رہنا چاہیے۔ تاکہ کم از کم وہ میرے فرار ہونے کے امکانات پر حور نہ کر سکے اور مجھے بے بسی بھگالے اہتمام سے باز رہے جو میرے لیے اس کے چلنے سے نکلنے کی راہ میں کاوش بن جائیں۔

وین کا سفر مختلف مقاموں میں باری بار پھر وہ رک گئی۔ غائب وہ جگہ گئی تھی جہاں اویو ہارڈ مجھے لانا چاہتا تھا۔ اس نے مسکرا کر میری طرف دیکھا اور بولا: "ہاں، تو مصر علی یا برغان! کیا تم اپنے پیروں سے چلنا پسند کرو گے؟ دراصل تمہارے ہاتھ میں

میری معلومات اس قدر زیادہ ہیں کہ شاید آپ کے بہت قریبی رہنے دار یا دوست کے بارے میں بھی نہ ہوں گی، میں نے شکیم ہونٹوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے باورڈ کی قوت دیکھا، اپنی آنکھوں میں ایسا نے کسی شہید کے کسی کے آثار پیدا کیے تھے کہ لیٹتا باورڈ ان سے متاثر ہو گیا ہو گا۔ یہاں مجھے اپنی بے پناہ صلاحیتوں سے کام لینا تھا۔ گرے والٹر کی زندگی اور وہاں سے فراہم کوششیں دریافت تھیں۔ وہاں زیادہ تر مقامی طاقت سے کام لینا پڑا تھا لیکن اویو ہارڈ کے سامنے ذہن و جسم دونوں کا استعمال لازمی تھا۔ چنانچہ میں نے زبان سے کچھ بھی نہ کہا۔

اویو ہارڈ ایک لمحے کے لیے سوچ میں ڈوب گیا پھر آہستہ سے بولا: "یہ حال، میں تم سے مکمل تعاون کروں گا۔" اس نے اپنے آؤ میں کو بولا اور وہ لوگ میرا اسلحہ پھر لے کر چل پڑے۔ اویو ہارڈ اسلحہ پھر کے ساتھ ساتھ اس کے ہاتھ میں آتا تھا جس میں مجھے لگا گیا تھا۔ ایک آرام دہ خواب گاہ تھی جس میں انیس بستر لگا ہوا تھا اور ہلکا سا ڈھکڑھکڑ کا سامان موجود تھا۔ اسلحہ پھر مجھے بستر پر منتقل کر دیا گیا، اویو ہارڈ نے اپنے ساتھیوں کو جانے کا اشارہ کیا اور پھر خود دروازہ بند کر کے میرے نزدیک پہنچ گیا۔

"کیا واقعی، تمہارے خیم کو شدید نقصان پہنچا ہے؟ اگر ایسا ہو تو ملی یا برغان تو مجھے شدید افسوس ہے مجھے تو وہی بھلا وہی برق رفتار دشمن تھا جس کے لیے میرے دل میں بہت سرت سرتی کراہٹیں تھیں اس لیے اپنے ہاتھوں سے بے دست و پا بنا سکوں۔ اگر تم مجھے منطوق حالت میں لے ہو تو میرے لیے انتہائی دلچسپی کی بات ہے لیکن اگر تم کو بعض اوقات درجن دشمن بہترین دوست ثابت ہو سکتے۔ مجھے اس وقت تک تم سے کوئی دشمنی نہیں ہے جب تک کہ تم میرے سامنے اپنے پیروں پر تن کرنا کھڑے ہو جاؤ۔ اس لیے علی یا برغان! ابھی اپنے دل سے تمام حدتات نکال دو۔ میں تمہیں بے بسی کے مالک میں قتل میں کروں گا۔ بلکہ بہتر یہ ہے کہ انھوں سے تمہارا علاج کراؤں گا۔ اس کے لیے میں ایک عجیب سا ناظر تھا، میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں اس کے بارے میں کیا سوچوں، لیکن ایسی گفت گو سے متاثر ہو کر اپنے دل میں نرمی پیدا کر لینا بھی طاقت کی بات تھی، اویو ہارڈ نے کسی جھوٹی کی توقع نہ رکھنا، ایسا ہی تھا جیسے میں نے سانپ پر اٹھا کر مارا۔

وہ میرے بدن کے چلنے سے کھٹکے کھٹکے مٹول مٹول کر کھینچنے لگا۔ جگہ جگہ اس نے میری پٹلیوں اور میری رانوں میں اپنی پٹلیاں

یہی کہ میری جان ہی تھی لیکن ادکاری میں حقیقت کارنگ
بھرتا تھا سب کچھ روایت کرتا تھا۔ اولیو اور ڈگری نگاہوں سے
میری نگاہوں اور میرے چہرے کو دیکھتا رہا پھر اس نے کہا کہ جب
کی بات ہے وہاں خون سوس ہوتا ہے لیکن بدن کی جگہ میرے
لیے قوی ہے۔

اس نے اپنی جیب سے لائٹ نکالا اور اسے روشن کر کے
میرے گھٹنے کے قریب لے گیا۔ میں نے انھیں بھی نہیں بند
کی تھیں۔ البتہ دل نہیں لے رہا تھا کہ شاید وہ اولیو اور ڈ
تھوڑی دیر لگا کر اسی وقت ناگہم نہ رہا تو میں بھی پاکستان
کا بیٹا نہیں۔ لائٹ میرے گھٹنے کی کھال تھلا دی لیکن کیا خیال
جو میرے پاؤں میں کسا ہٹ بھی پیدا ہوئی ہو۔ جلیں شدید ہوئی
تھی لیکن میں انھیں کھولے لے دیکھ رہا تھا۔ اس دوران اولیو اور ڈ
کی نگاہیں میرے چہرے پر بھی رہی تھیں پھر اس نے لائٹ بند کر کے
پچھے ہٹا لیا۔

ہوں بھر حال میرے دوست! آرام کرو! میں تمھارے لیے
ڈاکٹر کا بندوبست کرتا ہوں! وہ کمرے سے باہر نکل گیا۔ میری
آنکھوں میں نمی پیدا ہوئی تھی۔ تکلیف شروع تھی۔ پورا جسم قوت
برداشت کے اس مظاہرے کے بعد مجھ میں بے فریاد تھا۔ اولیو اور ڈ
نے روانہ باہر سے بند کر دیا تھا میرے چاروں طرف سنگاں ساڑی
تھا۔ ذہن میں شدید سناٹا ہو رہی تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے دور
سے غولان بولہ بال کا شور آ رہا ہے اور میرا اور یہ آواز میرے
وجود میں شدید عیاں پیدا کر رہی تھی۔ اپنے آپ کو اس عیاں
سے بچانے کے لیے میں نے اپنی سوچ کا رخ بدلا اور تھوڑی
دیر کے بعد آواز میں مدد مہم ہو گئی۔

اولیو اور ڈ میں طرح طرح تک پہنچ گیا تھا۔ اس سے
اس کی دوسرے کا اندازہ لگا یا جس کا تھا۔ چنانچہ میں کس طرح اسے
میری یہاں آمد کی خبر ہو گئی۔ ذہن اس سلسلے میں کوئی طرح فیصلہ
نہیں کر پایا تھا۔ زیادہ دماغ کھانے کی ضرورت بھی نہیں
تھی۔ میں تو اب یہ سوچ رہا تھا کہ اولیو اور ڈ کے اور میرے
تنازعات اب کیا رخ اختیار کریں گے وہ جس جگہ مجھے لے آیا
تھا، وہ اتنی فرعونو بھی نہیں ہوگی کہ مجھے یہاں سے بے آسانی
نکلنے میں کامیابی حاصل ہو جائے۔ میں جانتا تھا کہ وہ میرے قتل
کے دوسرے نہیں ہے کیونکہ وہ مجھے یہودی رہنماؤں کے سپرد
کرنے کا عندیہ کر چکا تھا۔ لیکن یہ سب وہ مجھے یہاں سے ہی ایسا
پہنچانے کے انتظامات شروع کر دے کہ کم از کم میں اس ایسا
نہیں جانا چاہتا تھا۔ خواہ اس کے لیے مجھے موت ہی کیوں نہ
قبول کرنا پڑتی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ اگر مجھے کچھ وقت گزاروں اور

اس کے بعد یہاں سے فرار کی جگہ لوگوں کو پیش کروں اور اگر اس
کوشش میں ناکام ہو جاؤں تو موت کو بخوشی گھنے لگا لوں۔

اولیو اور ڈ کو بھی کھینکے میں کل ایسا نہیں جانتا تھا۔
اس کے لیے یہ بھی ضروری تھا کہ میں کھانے پینے کی کوئی چیز
قبول کروں۔ یہ ہوئی کے عالم میں وہ مجھے جہاں چاہے لے
جاسکتا تھا۔

نیامر حلا سخت اور صبراً نہ تھا۔ پلادون گزر گیا، ابھی کچھ
کھائے پیے۔ اس دوران دوسریں کے بعد دیکھ کر میرے پاس
دو دو گھٹے ڈھیلے دے چکی تھیں۔ ان کا وہ بھی میرے ساتھ
بہت اچھا تھا۔ ویسے یہ مقامی اور کھانے تھیں۔ اس لیے میں جانتا
تھا کہ ان سے کوئی سوال کرنا حاکم ہوگا۔ انھوں نے مجھے کھانے
پلانے کی کوشش بھی کی لیکن میں نے ان سے معذرت کر لی۔ میں
نے کہا کہ مجھے بھوک نہیں ہے۔ شام کو تو قہر پنا سا ہے۔ پانچ
بجے اولیو اور ڈ کچھ ڈاکٹروں کے ساتھ میرے پاس آیا۔ ان کی
تعداد چار تھی اور ان میں دو امریکن معلوم ہوتے تھے۔ ڈاکٹر مجھے
دیکھتے رہے، انھوں نے مخصوص طریقوں سے میرے بدن کے
اس حصے کو ٹھوک بجا کر دیکھا۔ ایک ڈاکٹر نے میرے پاؤں کی
نس میں سوئی چھو کر غصہ سا خون بھی حاصل کیا اور اس کے بعد
وہ اولیو اور ڈ سے گفتگو کرنے لگے۔ یہ گفتگو میری سمجھ میں تو
نہیں آ سکی تھی کیونکہ مرگوشیا انداز میں ہوری تھی لیکن اولیو اور ڈ
کے ہونٹوں کی سکراہٹ دیکھ کر میں اندازہ لگا چکا تھا کہ ڈاکٹروں
نے میرے لیے کیا کہا ہے لیکن اب خواہ مجھے بھی جو میں خاموشی
سے ان کی یہ حرکات دیکھتا رہا پھر اولیو اور ڈ خاموشی سے
ڈاکٹروں کے ساتھ باہر نکل گیا تھا۔

وقت اسی طرح گزرتا رہا۔ رات کو پھر مجھے کھانے کی
پیشکش کی گئی لیکن میں نے اسے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس
سلسلے میں کسی نے مجھے کوئی قرض نہیں کیا تھا۔ تقریباً نو بارہ
یا بارہ کا وقت ہو گا کہ دفعتاً مجھے کوئی پیشکش ہوئی۔ میں
نے تھوڑا انداز میں گردن کھاکو دیکھا تو وہی کھڑکی کا پڑا پردہ
دھڑا دھڑا ہل رہا تھا۔ اس کے نزدیک ہی دیوار پر دوسرا پردہ
بھی ہل اٹھا تھا اور لڑائی کا ایسا آواز سی سامان جو دیواروں پر
نصب تھا۔ آگ پڑنا جا رہا تھا۔

یہ آگ کیسے لگی؟ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا۔
اس وقت اس پاس کوئی موجود نہیں تھا۔ چنانچہ آگ آسانی
سے نہیں بجھائی جاسکتی تھی۔ آگ کے شعلے بھوک رہے تھے اور
ہوئے کر کے میں دھواں بھرے دیکھتا رہا۔ میں نے پڑاٹنی کے
انداز میں ایک لمحے کے لیے سوچا لیکن دوسرے لمحے میں نے

ذہن کو پکڑ سکون کر لیا۔ اصل صورت حال میری سمجھ میں آنے
لگی تھی۔ یہ آگ لپٹنا اولیو اور ڈ نے گواہی تھی۔ ڈاکٹروں نے
میرے بدن کے مچھ بھونے کی اطلاع دے دی ہوئی اور اس نے
اپنے طور پر اسے کوشش کی تھی لیکن یہ فرسودہ اور پرانی
محنتیں تھیں۔ جن سے کم از کم اولیو اور ڈ مجھے کھانے کو گھر
کرنا چاہتے تھے۔ میں نے اولیو اور ڈ کی اس گھٹیا چال کو ناکام
بنانے کیلئے دل میں کچھ فیصلے کیا اور پھر میں نے بے تحاشا چھینا
شروع کر دیا۔ آگ کی لپٹیں اب میرے بستر تک پہنچ رہی
تھیں۔ یہاں تک کہ میرے بستر کی چادر نے بھی آگ پکڑ لی۔
میں نے اپنے آپ کو تیزی سے جنبش دینا شروع کر دی لیکن
اس طرح کدھ میرا اوپر ہی بدن حرکت کر رہا تھا۔ میں آگ کو
بجھانے کی کوششوں میں مصروف تھا جس کے نتیجے میں میری
کلائیوں پر موجود گھٹنے بال بڑی طرح جل گئے لیکن اس کے
باوجود میں بستر سے نیچے نہیں آیا تھا اور وہیں مسلسل آگ بجھانے
کی جدوجہد میں مصروف رہا تھا۔ زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ
دھواں پوری قوت سے کھلا اور آگ میں کوئی اندر نہ آئے،
انھوں نے پھر قہر سے آگ بجھانے کی کوشش شروع کر دی تھی،
انھیں دیکھ کر میرے ہونٹوں پر ایک لمحے کے لیے سکراہٹ آئی،
اولیو اور ڈ جانتے ہی تاک رہے تھے کہ اس شخص سے ہوا کی ہتھ
یہ لوگ آگ بجھانے والی گیس کے سلنڈر لے کر آئے تھے۔ گویا
یہ سب اس کے لیے پہلے سے تیار تھے۔

فراسی دریش ان سب نے مل کر آگ بجھا دی اور مجھے
وہاں سے اٹھایا گیا پھر ایک اسٹریچر پر ڈال کر بچھے۔ باہر
کے برآمدے میں لایا گیا جہاں تریس موجد تھیں۔ یہاں زیادہ
نہیں جلا تھا۔ اس کا خیال رکھا گیا تھا کہ جب خطرے کا حدود
تک پہنچ جاؤں تو وہ فوراً حالات پر قابو پائیں۔

ایک دوامیرے ہاتھوں کے بلے ہوئے تھیں۔ ہر اسے
کر دی گئی تھی۔ میں نے ایک لمحے میں میرے بدن کی طرف غور کر دی۔
گھٹنے پر جو لائٹ کا نشان لگا گیا تھا، وہ البتہ ابھی تک تکلیف
دے رہا تھا لیکن میں نے اس کی طرف سے ذہن کو باطل ہی
ہٹا لیا تھا۔ چنانچہ اس قسم کی کتنی آؤتیں اسی روایت کرنا
پڑیں۔ میرے بدن پر اسے کرنے کے بعد مجھے ایسا اسٹریچر
پر ایک اور مال ٹا کر سے میں پہنچا دیا گیا جو پہلے کمرے سے
کھینکنا اور آرام دہ تھا۔ یہاں ایک بستر میرے لیے
غالب خصوصاً طور پر لگا گیا تھا۔ چنانچہ میں اس پر منتقل کر دیا گیا۔
ابھی میں بال کا جائزہ لے رہا تھا اور زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ۔۔۔

ہاور ڈ ایک خوبصورت سوٹ میں لیٹوں اندر داخل ہوا اس کے

ہونٹوں پر وہی مکروہ سکراہٹ رکھنا تھی۔
دوسرے بارخانہ ان کیوں کی متعلقہ لڑنے سے بے وقوفت
جہاں نظام میں قہر براہ کوی خلی پیدا نہیں ہوئی ہے لیکن تم
نچے ہیں قوت بر داشت کا مظاہرہ کیا، وہ قابل فہم ہے اور
اس نے مجھے اس بات پر مجبور کر دیا ہے کہ میں کھانے منلوں
ہاں کو قبول جاؤں یعنی اگر وہ منلوں ہے مجھے تو مجھے اس سے
لونی مرکار نہ ہو۔

کیا مطلب! میں کچھ سمجھا نہیں؟ میں نے جواب دیا۔
تم میری باتوں کا ایک ایک لفظ سمجھ رہے ہو مجھ سے
اس انجینٹ کا اعتراف کر دوں بارخانہ! ہم لوگ ذہنی سطح پر
اتنے کچھ نہیں ہیں کہ ایک دوسرے کی باتیں سمجھ سکیں۔ میں نہیں
آج سے نہیں جانتا، میں نے بارہا اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ تم
بلاتر ذہنی طور پر دست قوی ہو اور تمھارا عمل قابل دوسرے
میں امریکہ میں اور خاص طور سے سان فرانسسکو میں تمھارے
ان دونوں کو تلاش کرتا رہا ہوں جنھوں نے امریکہ سے نکلنے
میں تمھاری مدد کی تھی۔ سارا پلان میری سمجھ میں آچکا ہے کہ کس
طرح تم امریکہ سے باہر نکلے لیکن مجھے صرف ایک بات کا شبہ
ہے کہ میں تمھارے دونوں تک نہیں پہنچ سکا۔ مجھے ان کے
بارے میں کسی صحیح بات کا علم نہیں ہو سکا۔ میں جانتا ہوں کہ اس
بات سے تمھیں بے پناہ غمی ہوگی لیکن میں تنگ دل انسان
نہیں ہوں۔ اگر کسی مسئلے میں ناکام رہا ہوں تو اس کا اعتراف بھی
کر رہا ہوں۔ البتہ تمھاری طرف سے میری ایک آنکھ بھی بند نہیں
ہوئی۔ تمھیں گھر سے والو بھانے کے لیے میں نے جس ابتدائی
جگہ سے اس کام کا آغاز کیا تھا وہاں سے تمھاری کوششوں پر
نگاہ رکھتا رہا ہوں۔ مجھے علم ہے کہ کتنے لوگ تمھارے جانوں
رہے اور کس طرح تم نے انھیں ہینڈل کیا۔ یہاں تک کہ
تم گھر سے واپس سے فار ہوئے میں کامیاب ہو گئے تھا اور
بلاشبہ گروانڈ کی تاریخ کا سب سے شاندار کارنامہ تھا اور میں
اس بات کا اعتراف کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ وہاں تم مجھے دھوکا
دینے میں کامیاب ہو گئے تھے جس طرح کہ تو تم نے فرار کے
لیے اپنا مجھے اس کی توقع نہیں تھی۔ انسانی سینے میں دھڑکنے والا
دل قوت کا سرچشمہ سمجھا جاتا ہے لیکن آج تک کسی دل کے بائے
میں تھی طور پر یہ بات نہیں کی جاسکتی کہ اس میں خوف کا
احساس نہ ہو۔ دلیری اور بہادری کی بے انتہا شاہیں میں تاریخ
میں ملتی رہی ہیں اور ایسے ایسے کارنامے ہمارے علم میں آتے رہے
ہیں کہ ان پر یقین نہ کیا جاسکے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تمھاری کوشش
بھی ایسے ہی جیلے انسانوں کے کارناموں میں سے ایک ہے۔

تم جس طرح وہاں سے فرار ہوئے اور جس طرح یہاں تک پہنچے، مجھے اسے ایک کارنامہ قرار دینے میں کوئی عارضی کمی نہیں اس کی تفصیل سے لاعلم ہوں البتہ یہ بات میرے ذہن میں ضروری ہے کہ اگر تم نے فرار ہونے کی کوشش کی تو کسی جگہ نہیں پہنچ سکتے جو ایجنٹوں میں نہ ہو کہ ان علاقوں میں کہیں بھی جائے بالآخر تمہیں اسی شہر میں آنا ہوتا۔ چنانچہ میں نے یہاں تمہارا انتظار کیا۔ ایک خوبصورتی انتہا اور بالا تر میں اس کی کیا بات رہا اور میں نے تمہیں پایا۔ تم جس طرح بھی یہاں پہنچے مجھے اس کمائی سے دلچسپی ظاہر ہے لیکن اس تفصیل سے کہ کافی نفعی گا۔ فوری طور پر میں تمہیں یہ بتا دوں کہ اب یہاں لاکھ لاکھ کا ارادہ ہے۔ کیا تم اس مسئلے میں مجھ سے گفتگو نہ کرنا چاہو گے؟ علی بارخان، ایک بار پھر میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ گفتگو معین انسانوں کی مانند کی جائے۔ تم جانتے ہو کہ میں بھی نہایتی طور پر کمزور نہیں ہوں اور میں اس بات کا احترام کر رہا ہوں کہ میں تمہیں بھی اپنا ہم پلہ سمجھتا ہوں۔ بیگانہ گفتگو میں نہ رہیں دے گی۔

میں خاموشی سے اویو باورڈ کی شکل دیکھتا رہا۔ اس کی باتیں ایک عجیب سی حیثیت رکھتی تھیں اور اب مجھے اس مسئلے میں طاقت نہیں کرنی چاہیے تھی۔ اگر وہ جوش کے عالم میں واقعی اپنا پروگرام مجھے بتانے پر آمادہ ہے تو یہ ایک اچھی بات تھی۔ چنانچہ میں نے گردن ہلاتے ہوئے کہا: "میرے اویو باورڈ! آپ نے ایک مذہم کوشش کی ہے۔ اگر آپ میرے بارے میں تفصیلات معلوم کرنا چاہتے ہیں تو آپ کو کوئی شک نہ رہتا کہ میں اپنی جسمانی صلاحیتوں سے عزم ہو چکا ہوں۔ میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ اس مسئلے میں مکمل طور پر تحقیق کر لیں اور یہاں تک کہ آپ نے کہا ہے کہ اگر میں مفلوج ہو چکا ہوں تو آپ میرا علاج کرنے کے بعد مجھے اپنا مزہ قابل ہر گز لطف نہ کھوس کو اس کے سوسری بھی ہو گا جس میں ہے کہ میرے اور آپ کے درمیان ذہنی و جسمانی جگہ ہوگی اس لیے میری یہ دعا ہے کہ آپ کے ذہن سے قبول نہیں کرتا تو پھر میرے خیال میں ہمارے درمیان ہونے والی یہ گفتگو بے فہمی ہے۔"

"میں نہیں مفلوج علی بارخان! میں واقعی بنیدگی سے کہہ رہا ہوں کہ میں تمہیں اس طرح نہیں ماروں گا اور مجھے اس کا حق بھی نہیں ہے چونکہ تمہارا مسئلہ میں تو میں نے بہت بلند بانگ دعوت کی ہے لیکن بلکہ لوں کو کہہ کر میں نے اپنی ساری شخصیت ہی واؤ پر لگا دی ہے۔"

"تو پھر آپ کیا چاہتے ہیں مشر باورڈ؟"

"میں کسی معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ہم وقت ضائع نہیں کیا تم اس بات کو تسلیم کرو گے کہ تم جہاں بھی مفلوج نہیں ہو؟"

"مجھے اس بات کا علم نہیں تھا مشر باورڈ! اگر آپ سے میری طاقت اس طرح ہو جائے گی کہ چنانچہ کہ انکم آپ کے لیے میں نے یہ ضرور سمجھ لیا تھا۔"

اویو باورڈ میرے الفاظ کی کوئی پروغور کر رہا تھا پھر اس نے شانے چلائے ہوئے کہا: "تو پھر آپ کو اطمینان رکھنا چاہیے کہ آپ کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی جائے گی کہ اگر اس وقت تک جب تک کہ آپ تندرست نہ ہو جائیں، چنانچہ اطمینان سے کام لیں۔ میں نے بھی سنا ہے کہ آپ نے کہا ہے کہ میں نے کوئی چیز قبول نہیں کی۔ اس طرز عمل سے صرف ایک بات سمجھ میں آتی ہے کہ آپ کو اس بات کا شہر ہو گا کہ کھانے میں کوئی خیاب آہر خیز دے دی جائے گی۔ میں خاموشی سے اور ڈی کی شکل دیکھتا رہا پھر باورڈ نے کہا: "اگر تمہارا اویو باورڈ اس سے زیادہ میں آپ سے سو کوئی گفتگو نہیں کرنا چاہتا اور نہ ہی آپ کو اطمینان دلانے کے لیے میرے پاس مزید الفاظ موجود ہیں۔ البتہ آخری بار میں آپ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ تم کو تندرست رکھنے میں تمہاری ساری طاقتوں کو چھوڑ دینا چاہیے۔ میں ایک بار پھر وہ طاقتور بیٹوں کی طرح سامنے آئیں گے۔ میں آپ کو پورا پورا موقع دیتا ہوں کہ آپ اپنی ذہنی و جسمانی صلاحیتوں کو آزمائیں اور میں ان کا ثور کروں گا۔"

وہ دھڑکے سے باہر نکل گیا۔ پھر میں نے دروازہ باہر سے بند ہونے کی آواز سنی اور کھڑکی پر ہاتھوں سے دروازے کو دھککا دیا۔ مجھے اب بھی شہر تھا کہ جس نئی جگہ مجھے لایا گیا ہے۔ یہاں میری فعل و حرکت پر نگاہ رکھنے کے لیے لقمہ لایا ہے کیسے موجود ہوں گے جو میری حرکات و سکنات کا جائزہ لیتے ہوں گے لیکن مجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اب کیا کروں زیادہ عرصے تک تو اپنے بدن کو اس طرح رکھتا نہیں کہ کھانا خورداشت کی بھی ایک حد ہوتی ہے۔ کچھ نہ کچھ چاہیے کچھ نہ کچھ چاہیے۔

اویو باورڈ کے جانے کے بعد میں کافی دیر تک غور کرتا رہا۔ دوسری صبح جاگا تو نرس نے میرا چہرہ و عروق صاف کیا اور پھر ایک ٹرل میں میرے لیے تاشا آگیا۔ نرس کے ساتھ ہی اویو باورڈ بھی آیا تھا اس نے میرے بستر کے نزدیک کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا: "تاشا کیسے مفلوج علی بارخان! البتہ کہ آپ میرے ایک سوال کا جواب دینا پسند کریں گے؟ میں نے سوالیہ انداز میں... باورڈ کو دیکھا اویو باورڈ اس کی نسبت اس وقت زیادہ فطرتاً ہی تھا پھر اس نے مزید مجھے میں کہا: "میں تم کو اس خطا پر آپ کے

ساتھ مفلوج کیفیت میں یہاں تک پہنچا تھا اور اسی سہولت میں زیر علاج تھا؟ میں خاموشی سے اویو باورڈ کی شکل دیکھتا رہا۔ تب وہ میرے جواب کا انتظار کیے بغیر بولنے لگے: "آپ لوگوں کی پینٹنگ کا کسی حد تک اندازہ ہو چکا ہے۔ میں ماننا ہوں کہ آپ کیا چاہتے تھے اگر وہ شخص مفلوج نہیں تھا تو آپ بھی مفلوج نہیں ہوں۔ مشر علی بارخان! کیونکہ وہ ہسپتال کے اس کمرے سے نکل چکا ہے اور چلا گئے ہوئے اس نے دو ٹکڑیوں کو شہر بڑھائی کر دیا ہے مجھے یقین ہے کہ وہ بھی گریڈ 1 سے جگا ہوا کوئی قیدی ہی تھا لیکن وہ کون ہے یہ آپ کو بتانا ہو گا یہ بہت ضروری ہے۔ اویو باورڈ کے لیے میں پینٹنگ کی کئی کچھ تھی۔"

میرے بدن میں ایک لمحے کے لیے سرایت کی مری ہوئی تھی۔ مجھے ہر ننگے کے فزکی اطلاع سن کر غصی ہوتی تھی کہ وہ کب چاہے چرن سکے تو نکل جانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ میں نے ٹیک کر ہی سانس لی اور بولا: "کیا کرے والا ہے مجھانے والے تمام قیدیوں کے بارے میں مجھے معلوم ہونا ضروری ہے مشر باورڈ؟"

"وہ کون تھا؟ کیا نام تھا اس کا؟ یہاں سے وہ کہاں جانے لگا؟ تم سے اس کا کیا تعلق تھا؟ اویو باورڈ کو رشتہ مجھے میں بولا۔"

"بڑے اہم حالات ہیں مشر باورڈ! آپ کے امتیازات لامحدود ہیں۔ آپ وہاں زیر مطالعہ ہے کیونکہ ان میں ہر طرح کی مہمان بینی کیسے ہیں۔ یہ سوال مجھ سے کرنے کی ضرورت نہیں پیش آئی، لیکن خیر اس شخص کا نام اویو ہے۔ تھا وہ بہت خوفناک فطرت کا مالک تھا۔ فزکی پوری اسکیم اس نے متاثر کی تھی۔ چنانچہ ساتھ کہ افراد اور بھی تھے۔ وہ راستے میں ہٹا کر ہو گئے صرف میں اور وہ یہاں تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکے۔ میں نے اطمینان سے کہا: "جاننا تھا کہ بالاؤر باورڈ گولڈ فیلڈ سے تعلیمات معلوم کرے گا لیکن اسے یہ نہیں معلوم ہو سکے گا کہ دروازہ جانے والا چرن سکے تھا۔ کٹرل کر اویو پورے کٹرل خزانہ میں آئی ہے میں اسے کچھ نہیں بتا سکتا۔ جب تک چرن سکے کو ان کے سامنے شناخت کے لیے پیش نہ کیا جائے۔"

"اویو! اویو باورڈ نے عرب سے ایک کاغذ نکال کر اس پر نگاہ دوڑاتے ہوئے کہا: "پھر یہی وہ شخص ہے کہ میں نے غصے میں یہاں سے فرار ہو کر کہاں چلے گا؟"

"سیدھا کہہ کر۔ اس کا خیال ہے کہ یہاں اسے مشر باورڈ کی جگہ مل جائے گی کیونکہ وہ کچھ اور ذہنی طور پر مفلوج اویو باورڈ اب اپنے منصب کے لیے نوزوں نہیں رہا ہے۔ میں نے مسکرا

کر کہا: "میرے الفاظ پر اویو باورڈ کی آنکھیں سرخ ہو گئی تھیں۔ چنانچہ وہ مجھے گھونٹا مارا پھر بولا: "اگر مشر علی بارخان! اس بات کا تمہیں معلوم جواب دیا جائے گا: وہ اٹھا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ میری گشت گشت نے اسے مفلوج کر دیا تھا لیکن وہ ابھی میرے خلاف کوئی سخت کارروائی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کی جگہ میں نے تقریباً اڑسائیس گھنٹے گزار لیے تھے جس وقت تک روایت کر سکا تھا، ہیکو مارا اور جب عرصہ کیا کہ اب ہیکو عرصہ میں لے گی تو جو کچھ ملا کھالیا، تمام غرضات سے بے نیاز ہو کر لیکن ایسی کوئی بات نہ ہوئی جس کے قدرے سے ابھی تک کامیاب نہ ہو سکا تھا۔ البتہ اب بدن کو مسلسل مفلوج رکھنا خطرے سے خالی نہیں تھا کہ میں اعضا کام کرتا ہی نہ چھوڑ دوں اور پھر پھر اپنی جگہ ہوں گا۔ فی الحال ہی اندازہ ہو رہا تھا کہ باورڈ کے چنگل سے نہیں نکل سکوں گا۔ اس کی گرفت کمزور نہیں تھی۔ اب حالات کے رشتہ پر ہونا ہو گا اگر موقع مل گیا تو شہرک و تر جو بھی قدر پر میں کھانا خود باورڈ نے بھی میرے مفلوج ہونے پر یقین نہیں کیا تھا۔ کوئی علاج نہیں ہوا تھا اس دن سے۔"

غالباً پانچواں دن تھا، شام کے پونے چھ بجے تھے۔ جب باورڈ میرے کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی طاری تھی۔

"گولڈ فیلڈ سے تمام رپورٹ موصول ہو چکی ہے اور آج رات تمہارے دوست کٹرل کر اویو اگر کٹرل خزانہ میں یہاں آکھے ہیں۔ واقعی تاؤز کے خلاف ہم میں حصہ لے کر تم نے بڑے کامیاب سے انجام دیے ہیں اور میرے میں ان کی حدود میں حاصل کر کے یہاں تک پہنچ جانا بھی ایک کارنامہ ہے۔ ان سارے کارناموں کے انعامات وصول کرنے کے لیے..."

باورڈ نے اتنا ہی کہا تھا کہ عمارت ایک خون کی حمام کے سے لی گئی تقریباً ساری عمارت کے دروازے کھول دیے گئے۔ ٹوٹ گئے ہوں گے باورڈ نے کرنے سے پہلے میری سہری کا سارا اپنا تھا اور میں بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ باورڈ نے مجھے دیکھا اور..."

مجھے کے لیے میرے بدن میں سستی دور ہو گئی تھی۔ غلطی ہو گئی۔ کجست باورڈ اس بار اپنی چال میں کامیاب ہو گیا وہاں کا اٹھا اٹھا مصلحتاً اس نے مجھے اپنی باتوں کے جلال میں اس طرح بولا کہ میں متاثر ہو کر تباہ نہیں ہوا اس کے سامنے اٹھ کھڑا ہوا لیکن اب جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔ مضمین اور اس کا سامنے سے تاشا تھا میرے اس بدن کو

ایک

ہو جانے سے ایک لمحے کے لیے وہ بھی اٹھ گیا تھا۔ میں نے
 بڑی بات سمجھ کر اس کی طرف اشارہ کیا۔ بڑی جی ملی چلا گیا
 لگا ہی جی میں نے اس پر اوردی طرف گرفت قائم کرنے میں کامیاب
 ہو گیا تھا۔ دوسرے جی میں ہم دونوں زمین پر گرے۔ باور کی
 جگہانی گرفت کے بارے میں مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔ یہ تو ملن نہیں
 تھا کہ عورتوں میں مدد و بدل کرنے کی سادشیں کرنے والا اور ایک
 عظیم ترین ادارے کا سربراہ سمجھ کر تیرت یافتہ ہو گا اور اپنے بھائی
 سے فتنے کی ملاحیت نہ رکھتا ہو گا لیکن اس وقت وہ میرا بھائی نہیں
 تھا۔ میں خاصے طریقے پر میرے اپنے بھائی قاتل گرفت کا استعمال ترک
 کیے ہوئے تھا۔ اس وقت تو میرے اعضاء کو شعلوں اور ناکارہ ہونا چاہیے
 تھا لیکن صورت حال اس کے برعکس تھی۔ ادھر میں اولیہ ہادہ ڈھری
 طرح زمین پر رگید تا ہوا دروازے کی طرف تھکے لگا۔ اولیہ ہادہ ڈھری
 سنبھلنے میں درگم تھی۔ جب اس نے خود کو سنبھال کر مجھ سے
 مقابلہ کرنے کے قابل بنایا تو میں اس پر آخری وار کرنے کی
 پلڑی میں آگیا تھا۔ یہ آخری وار اس کی فٹنی کوڑنے کے
 لیے تھا۔ عین اسی وقت دروازے پر زوردار حمل کر پڑی اور میرا
 دھارہ گر رہا۔ اعضاء کی کشیدگی پیدا ہونے کی وجہ سے ہاتھ کی
 پلڑی میں بدلنے کی تاہم باور کی بائیں ہاتھ کی ہڈی کو کڑوائی تھی۔ اس
 کے حمل سے کبیرہ آواز نکلی گئی۔ دوسرے دروازے کا موقع نہیں تھا کہ کوئی
 دروازہ کھل جائے، آگے والے دروازہ فزاد تھے۔ اس سے قبل
 کہ وہ صورت حال کا جائزہ لے کر میری کوششوں کو نام نہانے
 میں باور کے دل سے آگاہ ہوا ان پر جا کر۔ انھوں نے ہڑکاو
 سے بچنے کی کوشش کی لیکن میرے ٹکے ہونے بازوں نے انھیں
 لپیٹ لیا اور چرواہے ہاتھ کی گرفت میں لے کر ہونے شخص
 کوڑنے نے پوری گرفت سے نزدیک دھار پر دے مارا۔ بائیں
 بازو البتہ اتنا طاقتور نہیں تھا کہ یہی عمل کرتا۔ چنانچہ دوسرے
 شہکار کوڑنے میں تھوڑا سا شہکار کر کے پیراؤ اور تھوڑا سا
 آگے بڑھ کر باور کا نشانہ نہ کر سچا دیا۔ اس کے بعد اس
 بات کی گنجشہ نہیں تھی کہ میں رک کر اپنے مہارنہ زانو بیچ کے
 نتائج کا جائزہ لے سکوں۔ میں نے ٹکے ہونے دروازے سے
 باہر چھلانگ لگادی۔

ساتھ طویل راجداری تھی۔ آگے جا کر یہ راجداری بائیں سبے
 گھوم گئی تھی اور اس طرف چنے لے کر اور نظر آ رہے تھے۔ دھماکا ہی بہت
 کیا گیا تھا اور یہ کوئی اتفاقی معاملہ نہیں تھا۔ باور نے یہ دھماکا خود
 کیا تھا۔ غالباً میرے سلسلے میں یہ اس کی آخری کوشش تھی۔ اس کے
 بعد وہ میرے مفلوج ہونے کا یقین کر لیست۔ لیکن اس کوشش
 کے لیے خود ناک نتائج کی اسے امید نہیں تھی۔ دھماکا اس کے لیے

غیر متوقع نہیں تھا لیکن میرے اس طرح کوڑنے ہو جانے سے وہ
 مجھ کو بھارہ گیا تھا اور اسی لمحے میرے سانسے مات دے
 دی تھی۔

راجداری کے اس سبے پر گھومنے کے بجائے میں نے
 اس کی تین فٹ اونچی دیوار کو کوڑنے کی اچالے میں جانا منا سبب سمجھا۔
 علاوہ دوسری طرف کی زمین اس دیوار کی بلندی سے بھی پہنچ
 فٹ مزید نیچے تھی، گویا مجھے آٹھ فٹ کی گرائی میں کودنا پڑا تھا۔ دیوار
 میں چوڑی گلی نکلی لیکن ناقابل برداشت نہیں تھی۔ سامنے تقریباً تین
 فٹ کے فاصلے پر اچالے کی دیوار نظر آ رہی تھی۔ یہ برق فٹاری
 سے دوڑنا ہوا اس دیوار تک پہنچا۔ اچالے کی چب کے باہر کی طرف
 چھڑتی سے چھلانگ لگادی۔ دیوار کوڑنے کے بغیر عبور کرنے کی کثرت
 تو نہیں ہوتی تھی لیکن میں نے اسے پیروں سے بچھا اور دوسرے
 ہی لمٹنے کی عمارت سے باہر تھا۔

انہوں کی مرگشت میں بعض اتفاقات بڑی دلچسپ ثابت
 کے حامل ہوتے ہیں۔ اب مجھ جیسے بے بار و ہدہ شخص کو کسی
 کے پیروں میں جوستے بھی نہیں تھے، اگر وہ دونوں احمق نہ مل جاتے
 جو یقیناً اس دھماکے سے متاثر ہو کر کامیابیت اچالے کی دیوار کے
 قریب پہنچ گئے تھے تو اس دیوار میں میرے لیے کس قدر مشکل
 ہوجاتی کس طرح یہاں سے جاتا اور باور کے چنگل سے نکلتا۔
 ان کا اس طرف اننا ضروری تھا اور یہ بھی ضروری تھا کہ دونوں گائی
 سے نیچے اتر کر احمقوں کی طرح اچالے کی دیوار کے قریب پہنچ کر
 دیوار کے دوسری طرف چھانکنے کی کوشش کرتے۔ دونوں جہان تھے
 مگر مجھے دیکھ کر ہی طرح اچال پر پڑے تھے اور پھر دوسری بار
 بھی ان کا اچھٹا ضروری تھا کہ یہ کس میں نے نیچے قدم جمانے کی
 ان پر حملہ کر دیا تھا۔ ایک ایک مضبوط ہاتھ ان کیلئے کافی ثابت ہوا
 اور وہ اپنے جسم کا شہکار ہو گئے۔

اس قدر کی امداد سے فائدہ نہ اٹھانا حماقت تھی۔ وقت
 نہیں تھا کہ کیا جا سکتا تھا کہ کوئی نہ کوئی دو لوگوں کے لیے میرے
 فزاد کی سمت کا اندازہ لگالینا مشکل نہ تھا اور یہ ممکن تھا وہ اس
 طرف دو ٹوپی پڑے ہوں۔ اس لیے صرف ایک کام کرنا تھا جو میں
 نے فرمایا۔ میرے نیچے تھے اندازے درست نکلا اور میں
 نے ان کے پیس اپنے قبضے میں کیلئے۔ ان میں کیا بے ہر دیکھنا
 اس وقت ممکن نہیں تھا چنانچہ میں ہار کی طرف بچا۔ چابی انگشت میں
 گئی ہوئی تھی، ماکھار اشارت کر کے بریل کی اور کھٹی سی ذہنی حرکت
 پر اسے پوری گرفت سے آگے بڑھا دیا۔ اس وقت واقعی کمال ہو
 گیا تھا۔ خانہ بہ دونوں کار میں اور دوسرے گھر رہے تھے۔ دھماکے
 سے انگریز گھر بک گیا لیکن کار دیوار سے ٹکرانے سے بچ گئی تھی

اور پھر وہ دھماکے کا سبب معلوم کرنے کے لیے دیوار کے قریب
 پہنچ گئے اور دل میں کام لیا گیا۔

ذہنی حرکت ایک پختہ شاعر سے حاصل علاقے کے
 بارے میں کوئی اندازہ نہیں تھا لیکن آگے جا کر ایک بار نظر آ گیا۔
 لباس تو جو کچھ بھی تھا لیکن ننگے پاؤں سب زیادہ پریشان کن
 تھے۔ کار سے اتر کر ٹکے پاؤں سرک پر نکلتا تو بہت سی نگاہوں
 کا مرکز بن جاتا۔ اس لیے مجھ میں آکر ہاتھ کا کیا کروں؟ اس
 کار کو یہ زیادہ دیر تک پاس رکھنا خطرناک تھا۔ آخر ایک مناسب
 جگہ کار روکی اور حجب سے ایک برس نکال کر جائزہ لیا، جی
 خوش ہو گیا۔ پہلے ہی پیس میں کافی رقم تھی۔ اطراف میں نگاہیں ڈالیں
 اور کوئی شوز اسٹور نہ پا کر کار آگے بڑھا دی۔ یہ بڑی گلی تھی
 تھی۔ زیادہ سفر نہ کرنا پڑا اور ایک دکان نظر آ گئی۔ تھائی طرز کے
 ہوٹوں کی ایک چھوٹی سی دکان تھی جو اس وقت میرے لیے
 موزوں ترین تھی لیکن سیزن میں نہ حیرت سے میرے ٹکے پاؤں دیکھ
 تھے۔ "میرے بچے ایک عادی کا شکار ہو گئے۔" میں نے
 مسکرتے ہوئے کہا اور سیزن میں ہی اخلاقی مسکرایا۔ میں نے جوستے
 پس کے قیمت ادائی اور فوراً دکان سے باہر نکل آیا۔ اب کازم
 میں لوگوں کی انقروں میں دکان پر اپنی جگہ لست بھیجی اور فٹنے کے
 سے انداز میں آگے بڑھا گیا۔ لباس وغیرہ کا مسئلہ تھا لیکن اس
 میں مشکل پیش نہیں آئی۔ ایک اور اسٹور سے میں نے چند ضروری
 لباس خریدے اور ایک سوٹ کپس میں رکھ کر نکل پڑا۔ اس کے
 بعد مجھے ایک نیلے سے "بولٹ فزوزے" پہنا دیا۔ تین سولہ عمارت
 قدیم اسپیشی عمارتوں کے طرز کی تھی ہوئی تھی۔ ہم قانون سے آگستہ
 ہال میں باہر نکل رہیں تھے۔ ہاتھ کے بوتھے فیچر نے کوہ خیر
 اعتمادہ الٹ کر دیا اور میں اچھا سوٹ لیں ٹھکانے ہی کر رہے ہیں داخل
 ہو گیا۔ جو دیر پیری رہنمائی کے لیے یہاں تک آیا تھا اس سے
 میں نے کافی کے لیے کر دیا اور ایک کرسی پر بیٹھ کر گری گری
 سانس لینے لگا۔

گزرے ہوئے واقعات پر نگاہ دوڑا اور صحت حال
 کا جائزہ لے کر یہ اندازہ قائم کرنا ضروری تھا کہ اب اولیہ ہادہ
 کے اقدامات کیا ہوں گے اور کس طرح وہ میری ماہ پر گم سکتا
 ہے۔ دونوں بے ہوش آدمی اس کے ہاتھ تک پہنچتے ہیں۔ زیادہ
 سے زیادہ وہ اپنی کار کا حوالہ دیں گے۔ پیس کی کشیدگی کے بارے
 میں بتائیں گے اور ہادہ سمجھ جائے گا کہ عارضی طور پر میں رقم کے
 لیے پریشان نہیں ہوں گا۔ اس کے بعد اسٹور پر اپنا قیام کی ہوئی میں
 ہی ہونا چاہیے۔ گویا ہوئی خطرناک ہے۔
 ویرگائی نے آگیا اور سناٹ لڑنے کافی سے بہت فرحت

بختی میں دھارن سورج کے دائرے سے چھٹتے رہے تھے۔ ہادہ
 میری ذہنی سطح سے واقف ہے۔ عارضیہ اندازہ لگائے گا کہ میں
 کسی ہوٹل میں قیام کر کے خطرات مول نہیں لوں گا لیکن اس کے
 باوجود وہ اس امکان کو نظر انداز نہیں کرے گا۔ "تو کچھ کرنا ہے"
 فزوزی طور پر کہنا چاہیے۔ لیکن کیا؟
 کافی رقم ہوئی۔ راست ہوئی تھی۔ اس شے کے نواح کے بارے
 میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ پہلے معلومات حاصل کی جائیں اس کے بعد
 کوئی فیصلہ کرنا مناسب ہو گا۔

لباس تبدیل کر کے دونوں پیس کی رقم بچا کی اور پھر
 اسے اندرونی حجب میں رکھ کر پیس کو کپس سے باہر اچھال
 دیے۔ علیہ یہ قدر درست ہو گیا تھا، چنانچہ ہوٹل کے کمر سے
 باہر نکل آیا۔ ہال سے گزرا ضروری نہیں تھا، اس کے برعکس
 بھی ایک راستہ باہر جاتا تھا۔ میں اس راستے سے گزرا کر حرکت
 پر آ گیا۔ پرانی آبادی تھی پرانے طرز کے لوگوں سے بھری ہوئی۔
 سڑکیں بادلوں تھیں، دکانیں کھلی ہوئی تھیں۔ خاص قسم کی پائے کے
 ہوٹل بکھرے ہوئے تھے جن میں لوگ نظر آ رہے تھے۔ میں اطراف سے
 چوٹیں ہونے پر گھر آگے بڑھا رہا۔ فزوزے کے راستے کوڈ میں رہا
 تھا کہ وہ اپنی ہی سے چھوٹا نہ پڑے، بہت دور نکل آیا تھا
 لیکن پہل قدمی میں کافی لطف آ رہا تھا۔

مجھے اس غلطی میں کوئی بک اسٹال وغیرہ نظر نہیں آ
 سکا تھا جہاں سے شہر کا نقشہ دستیاب ہو سکتا۔ آخر فیصلہ کیا کہ میں
 طرح ممکن ہو سکے رات گزاری جائے اور طرے میں ہوٹل چھوڑ کر
 کوئی ایسی جگہ تلاش کی جائے جہاں فزوزی طور پر باور کا فعالیت
 نہ پہنچ سکے۔ اتنی جلدی باور میرے بارے میں چیتا نہیں چلا سکے گا۔
 وہاں ہوٹل پہاڑ اور فزوزیگ ہال کا رخ کیا۔ ڈائیننگ ہال اس وقت
 مقامی لوگوں سے آباد تھا۔ ایک جی میز فزوزی ہال میں نظر آیا تھا اور
 میں اس جگہ باہر آگیا ہو گیا تھا۔ ہر حال رات گزارنی تھی ایک میز
 پر بیٹھ گیا۔ تب ایک اور شخصیت ہوا۔ مردوں کے علاوہ یہاں بڑیاں
 بھی بیٹھنے کے لباس میں سروں کر رہی تھیں۔ یہ کوئی خاص بات
 نہیں تھی میں اس سے قبل میں نے اس پر توجہ نہیں دی تھی۔ اس کا
 موقع بھی نہیں ملا تھا کہ یہ عہد میں نے ہوٹل کو میٹک سے دیکھا ہی
 کب تھا۔

ایک دیر میں ہی میرے پاس آئی تھی اور اس نے سینو
 میرے سامنے رکھ دیا۔ میں نے اسے مختصر سا راز دے دیا
 اور وہ چلی گئی۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے رات کو میں ہال سے
 اٹھا تھا۔ اس وقت بھی ایک قاصد میرے ہال میں ٹھہر کر پیس پیری
 تھی اور مقامی لوگ گھنٹی قسم کی شرب کے نشے میں بدست

مال دے رہے تھے لیکن میں بدظن انسان تھا اس پر لطف
 مطلق سے لطف اندوز نہیں ہو سکا اور اپنے کمرے میں آگیا۔
 اس کی تبدیل کرنے کی ضرورت تھی جس کیلئے قسم کا اس تختہ پہن
 کر چھبک دینے والا یہاں کن سنبھال کر کتا اس کے لمبے
 کتے آکر رہے تھے۔ اسی میسرور دروازے میں بیٹھا جو اس کا دروازہ
 پر دستک ہوئی اور میں چونک پڑا۔
 ”کون ہے؟“ میں نے سنبھل کر پوچھا۔
 ”وہ بلیوں سر سبواب ملا لیکن اس جواب نے ایک لمحے کے
 لیے ذہن پر ڈھک مارا تھا اور میں کچھ نہ سمجھتی تھی کہ بلیوں کی بلیوں
 کے لمبے میں جن میں بوسے ہی تھی۔ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کروں۔
 ”پر حال دروازے کے پاس بیٹھا اور پوچھا: کیا بات ہے؟“
 ”بستر تبدیل کرنا ہے۔“ دوسری بار آواز سنائی دی اور
 میں نے دروازہ کھول دیا۔ محض ایک گھنٹہ میں سال سے کسی طرح
 کم تنہا تھی چاروں اور مجھے کے غلافوں کا ایک انبار بازو پر
 فاصلے سے کھینچ کر بیٹھا تھا۔ میں راستے سے ہٹ گیا۔
 اس وقت باہر تھا کچھ نہ تھا۔ اس لیے میں نے اس
 کے اندر داخل ہوئے تھی وہ دروازہ بند کر لیا۔ وہ میری بستر کے
 پاس بیٹھا تھا۔ میں دروازے سے تھوڑا سا بہت کراہے کام کرتے
 دیکھتے لگا تھا۔ اس نے بازو پر بڑی چادریں لٹکے پر رکھیں اور
 ہر وقت وہ لٹکائی صرف ایک لمحہ... صرف ایک لمحہ میں نے
 چادریں کے نیچے سے کوئی سیاہ شے برآمد ہوتے دیکھی اور
 اس وقت مجھ کو ہوا وہ شہر سے زیادہ غیر شعری قوتوں کا
 شہر بہت تھا۔ میں نے اختیار چھبک لیا تھا اور اس کے ہاتھ
 میں دیکھے ہوئے پتھوں کی گولی میرے سر سے گزرتی ہوئی
 دھڑلے پر ہوتی ہو گئی۔ ریلواریں سائیکل لگا ہوا تھا جس کی
 وجہ سے کوئی آواز نہیں ہوتی تھی۔ میں نے اختیار چھبک لیا تھا۔
 میرے ہاتھ پیر سے لڑاؤ اور میں نے پھر سے سزا دینی کی تھی تو
 کافر تھا کہ مجھے کے بعد دوسرے دو گویاں میرے سگرائی تھیں۔
 محض کے اور میرے درمیان زیادہ فاصلہ نہیں تھا۔ اس کے
 دوسرے وار سے پہلے کے بعد میں نے ایک لمحے کی تاخیر نہیں
 کی اور میرے ہاتھوں میں توئی کر اس پر دسے ماری۔ وہ پوری طرح
 میری زد میں آگئی تھی۔ جو کچھ بستر کے قریب تھا اس لیے تو اڑن
 جھٹکتے ہی بستر پر گر پڑی۔ اس کے مطلق سے گراہ نکل گئی تھی۔
 بس مجھے اتنی ہی وقفہ درکار تھا۔ میں خود بھی اچھل کر اس پر جا گرا۔
 پہلی گزرتی میں نے زیادہ پر قائم کی تھی اور دوسرے ہاتھ سے
 میں نے اس کے بالی ٹیٹھی پر کھڑکیے لیکن دفعہ اس کے بالوں
 نے سر چھو دیا۔ نقلی بالوں کا وہ میرے ہاتھ میں آگئی تھی اور

جو کچھ اپنی وارفت میں، میں نے بالوں کے ذریعے اسے تاپہیں کر
 لیا تھا اس لیے میری قوت اسی طرف تھی۔
 وہ فوراً ہی پھسل کر طرح بڑی اور میری گزرت سے
 پھسل گئی۔ معمولی چیز نہیں تھی۔ ہر طرح وہ نکلی تھی اس سے اندازہ
 ہوتا تھا کہ لڑائی جھگڑائی کا مہر ہے۔ اس کی کار باری کار کو مسہری
 سے نیچے اتری لیکن زمین سے قدم گھٹے ہی اس نے پھر تھلا بازی
 کھائی۔ گزرت نے نہ جانے کہاں سے پھر نکال لیا تھا اور دوسری
 تھلا بازی اسے پھر مسہری پر آئی لیکن اب میں اس سفاک محضت
 کو سمجھ چکا تھا۔ پھر میں اس جگہ گزرتے میں پڑت ہو گیا جہاں خود
 ایک سینکڑے پلے میں لوگوں تھا۔ اس نے وارنا کام ہوتے دیکھ کر
 پڑ پڑا لیکن میں نے بستر پر بیٹھ لیٹے ہی اپنا پاؤں اس کی پیشانی پر
 ٹکھا کر دوسرے اسے دھکا دیا اور وہ اچھل کر مسہری سے دوڑ گیا۔
 ”کھیل ختم۔“ اس پتھوں کی بالی گویاں اب ہمارے بدن میں
 اتر چکی تھیں۔ پھر وہ اب اگر تمہیں بھی تو“ میں نے اس کے پتھوں
 کو جنبش دے کر کہا جواب میرے ہاتھ میں تھا اور وہ مجھے چونک
 پڑی۔ یوں میں بھیاسے لے کر ہوش آگیا۔ پھر جواب بھی اس کے
 ہاتھ میں تھا۔ پھر چھبک دو“ اس نے غامضی سے پھر ایک طرف
 اچھل دیا۔ کون ہوم؟ میں نے سر دھجے میں پوچھا اور وہ کسی قدر اس
 ہو گئی۔ اس نے خشک ہوٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے دروازے
 کی طرف دیکھا: کتنے لوگ ہیں ہمارے ساتھ؟ جواب نہ ملا تو آخری
 سوال ہو گا؟
 ”کوئی نہیں ہے؟“
 ”جھوٹ بگتی ہو؟“
 ”نہیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔“ اس کے انداز میں اب
 بے پروائی سی پیدا ہو گئی تھی۔
 ”کس نے پوچھا ہے؟“
 ”نام نہیں جانتی۔“ معاوضہ ڈالنے سے چکی ہوں؟
 ”کیا مطلب؟“
 ”نار تھا ہے میرا نام۔“ معاوضے کے ہر طرح کے جھڑم کرتی
 ہوں کیلئے کے علاقے میں سب سے زیادہ شہور ہوں۔ جھوٹا ہوں؟
 ”کوئی رہی ہو؟“ میں نے سخت لہجہ میں کہا۔ وہ پھلو بدل کر
 ”کوئی رہی ہو؟“ میں نے سخت لہجہ میں کہا۔ وہ پھلو بدل کر
 ”خوش نصیب ہو کر گئے۔“ یہ میرا آئیہ وان کام تھا۔ پہلی
 بارنا کام ہوئی ہوں؟
 ”گویا تھا تو کچھ ہو؟“
 ”ہاں۔“ دوسرے اٹھا۔ وہ غمزہ پوری۔
 ”میرا بچہ کچھ معلوم ہوا؟“ میں نے پوچھا اور اس نے اطمینان

سے گریبان میں ہاتھ ڈال دیا۔ پتھوں کے دستے پر میری ہاتھوں
 کی گرفت سخت ہو گئی تھی لیکن اس نے جیب سے ایک تصویر
 نکال کر میرے سامنے کر دی۔
 ”یہ تمہاری تصویر ہے۔“ اس کی ہاتھ اسے تلاش کر اور
 قتل کر دو؟
 ”خوب نام کی شکل میں؟“
 ”ان کی بات کر رہے ہو اپنی؟“
 ”درواز کی؟“
 ”مارا جاتے تو دروازہ کوئی اور سو کرنا ہے تو دوسری
 بات ہے۔“ اس کا دیا ہوا معاوضہ تو اب کیا رہا ہے؟
 ”کیا سو کرنا ہو؟“
 ”اب سب کچھ کہہ دو تو تمہارے بات کھا چکی ہوں؟“
 ”تو پھر میرے سامنے کر دو؟“
 ”میرا حرج نہ ہے۔“ اس کا نام ہے؟ وہ بے پروائی سے
 پوچھا۔ پھر میری آنکھوں میں دیکھ کر کہنے لگا: ”اگر تیرے پتھوں کا
 دوسری قبول کر لو۔“ نام سے میں رہو گے۔ گھر۔ پھر تو دوسری
 بات ہے؟
 ”یہ تمہارے کچھ چال چل رہی ہو؟“
 ”ہاں ہو سکتا ہے۔“ اس کے معاملات کا فیصلہ نہیں خود کرنا
 ہے۔ اب یہ کوئی نہیں رہ سکتی بیٹھا جاتی ہوں مجھے اجازت
 دے دیکھا میں نے سونے میں ایک شہید ہوا جان کا شکار تھا۔ اس
 وقت یہ فیصلہ کرنا مشکل تھا کہ لڑائی کی اندوختی کیفیت کیا ہے۔
 آیا واقعی وہ کرائے کا قاتل ہے یا اور کی ماتحت۔ ہارڈ ٹیک
 میں تعلیم کا مگر ہمارے کے اسکان پوری دنیا میں پھیلے ہوئے تھے۔
 اس لیے یہ لڑائی بھی اس کی سب سے پہلی تھی اور میرے ہاتھوں
 بے بسی ہونے کے بعد میں نے اس نے یہ چال چلی ہو۔ وہ
 مسہری پر پڑ گئی تھی۔
 ”نار تھا ہے تمہارا نام؟“ میں نے سرسری انداز میں اسے
 مخاطب کیا۔
 ”ہاں؟“ اس نے سرکھینچ دیتے ہوئے آہستہ سے کہا۔
 ”مجھ کو تمہاری یہ دشمنی اچانک دوستی میں کیلئے بدل گئی تھی
 لوگوں سے تو میں معاوضہ ملا ہے۔ میں نہیں کیا دونوں کا؟“
 ”فیصلہ باتوں میں آجیے۔“ میرا کہنا تھا کہ ان ہے۔ دل چاہے
 تو میری بات مان لو۔ درخت تمہاری مرضی؟
 ”میں صرف ایک بات سوچ رہا ہوں۔“ میں نے مسکراتے
 ہوئے کہا۔ وہ کبھی لگا ہوں سے مجھے دیکھنے لگی۔ تم غالباً مجھے بالوں
 میں الجھا کر اپنے ساتھیوں کا انتظار کر رہی ہو؟

”تو پھر تم بڑی کھول دکھا رہے ہو؟“ اس نے پتھوں کے ہاتھوں
 جانتے کہ اس نے تنگ مزاجی سے کہا اور میرے ہاتھوں پر
 مسکراتے ہوئے کہی۔ میں نے پتھوں پر کھینچے ہوئے کہا۔
 ”اچھی بات ہے۔“ اس نے ان کے ہاتھوں پر کھینچے ہوئے کہا۔
 میں نے پھر سو کرنا تو اب مجھے تھا اس کا کہ ہے۔ ایک دفعہ میں نے
 ہوں تم سے؟ میں نہیں سمجھتی۔ بہت شہرہ زدگی میں تھا انسان پورا
 گاؤں شہر معاوضہ لھوئے نہیں ادا کیا تھا اس سے گنا زیادہ معاوضہ
 میں تو میں دوں گا؟
 ”میں پتھوں نہیں ہوں۔“ اس کا جانتی ہوں۔“ اس نے سخت
 سے کہا۔
 ”اب کیا پروا ہے؟“
 ”میں نے سنا تھا کہ ملو۔“ ان لوگوں نے مجھے ہی نہیں دوسرے
 بہت سے کرائے کے قانون کو ہمارے لیے مقرر کیا ہے۔ وہ
 سب ہوٹوں میں تو میں تلاش کرتے پھر سہرے میں کوئی اور بھی
 یہاں پہنچ سکتا ہے؟
 ”تب ایک ایک ڈراما کریں۔“ ہمارے پاس پتھوں کی اور گویاں
 بھی ہوں گی؟
 ”ہاں ہیں۔“ اس نے جواب دیا۔
 ”کوئی یہ جانتا ہے کہ تم نے مجھے یہاں پایا ہے؟“
 ”کوئی نہیں جانتا؟“
 ”لیکن اب دوسروں کو جان لینا چاہیے کہ میں یہاں پہنچ
 تھا۔ ہمارے پاس گاڑی ہے؟“
 ”ہاں ہے۔“
 ”کہاں ہے؟“
 ”ہوٹل کے سامنے والے فٹ پاتھ کے ساتھ کھڑی
 ہوئی ہے۔“ نیلے رنگ کی پیکار ڈسٹے مکمل چھت کی؟
 ”تب مجھے چاہی کی ضرورت تھی نہیں ہے۔ میں چلتا ہوں۔“
 اور پتھوں کو سناٹہ نکال لو اس کا اور پھر اس کے پتھوں کی
 برساتا۔ دروازے کے قریب صاف کر دو، دو چارے نہیں مارا اور
 پھر ہوشیار سے نکل آؤ۔ میں تو میں تھا کی گاڑی میں ہوں گا؟
 ”بیٹھ رہو۔“ جاؤ۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور میں
 بھی مسکراتا ہوا باہر نکل آیا۔ پتھوں میں نے اس کے حوالے کر دیا
 تھا۔ بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا میں نے لیکن بعض اوقات
 اس طرح میں اپنی موت سے کچھ بھی کرتا تھا۔ اس وقت بھی یہی
 میز پر میرے دل میں آجیے تھا۔
 ”شیاں یہ تھا کہ میرے باہر کتنے ہی عقوبت سے گویاں
 پر سناٹوں ہو جائیں گی لیکن ایسا نہیں ہوا اندیشہ خزانے

نہیں ہاں نکل آیا۔ نیلے رنگ کی پیکار ڈھنڈھ مچی تھی۔ اس کی طرف بڑھ گیا۔ اور پھر اندک نام سے کریم پیکار ڈھنڈھ مچی تھی۔ وہاں پہنچ گیا۔ چند لمحات کے بعد ہی مجھے علم ہو گیا تھا کہ ماہر قاتل نے میری اسیم پر حمل کر ڈالا ہے۔ ہوتل صوف میں منزل تھا اور اس میں پھیل جاتے والی افراطی کے آثار نمودار ہو گئے تھے۔ کہ لوگ دوڑتے ہوئے باہر بھی نکل آئے تھے۔ پھر مجھے لاشوں نظر آئی۔ وہ بھی دوسرے لوگوں کی طرح دوڑتی ہوئی تھی۔ اسی اور اس نے پیکار ڈھنڈھ کر ڈی کی تھا۔ وہ بھی دروازہ کھولنے پر ایک کلاڑی میں آ پھنسی تھی۔ دوسرے نے اس نے کلاڑی اشارت کر دی تھی۔

”تم جو خود ہو یا نہیں؟ گاڑی گزشتہ ڈال کر اس نے پوچھا۔“

”اے تم جو خود ہو، تمہارے ہاتھوں پر جاننا چاہتا ہوں۔“

”میں نے کہا اور اس نے ہلکا سا ہنسنے لگا۔ گاڑی آگے بڑھا دی۔ میں دیر تک سیٹوں کے درمیان بیٹھا رہا تھا۔ اس نے دوبارہ مجھے بات نہ کی اور گاڑی تقریباً میں منٹ ملک دھنکی رہی۔ پھر وہ رفتار سست کر کے بولی: ”کیسٹر پیسنگ کی ہوں۔ یہ جرائم پیشہ افراد کا علاقہ ہے۔ گاڑی روک رہی ہوں۔ جو کچھ کہہ رہی ہوں فوراً سے سنو۔“

”اسٹاپ۔“ میں اندازہ لگا چکی ہوں کہ کسی نے اس گاڑی کا تعاقب نہیں کیا ہے۔ اسٹو ملدی: ”وہ بولی اور میں سیٹوں کے درمیان اٹھ کر بیٹھ گیا۔ تب اس نے ایک سمت اشارہ کر کے کہا: ”اس حالت کی دوسری منزل پر واقعیت سے انہر دوس۔“

”اگلے دروازے سے کسی شرابی کے سے انداز میں اندر داخل ہو نا اور غلطی قبر دوس پر آ جانا۔ دروازہ کھلے ہوگا۔ اطراف میں گھور لینا۔“

”اور تم.....؟“

”میں سامنے والے دروازے سے جاؤں گی تاکہ اگر کوئی ہو تو شک نہ کر سکے۔“

”اوکے۔“ میں گھڑی سے باہر گھو گیا اور تاریکی کی سمت رنگ گدھن میں اب بھی شدید دوس سے ابھر رہے تھے اور مجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ ناز تھا کہ اسے کہاں سے پہنچی تھی۔ اسے گھوم کر اس حادثہ کے سامنے جانا تھا جہاں پہنچنے میں مجھے زیادہ دیر نہیں لگتی۔ اب کیا کروں، اس کے فلیٹ پر جاؤں یا نہ جاؤں؟ فرار تو اس وقت بھی ہو سکتا تھا جب دروازے سے نکل کر اس کی گاڑی آ چھا تھا اور اس وقت بھی ضروری نہیں تھا کہ میں اس کی ہدایت کے مطابق فلیٹ پر جاتا۔

میں اس سے کہیں اور بھی نکل سکتا تھا۔ دل نے ناز تھا کہ میں نہ بھلا ہوا۔ اس وقت میری رہائش گاہ تھا اور کسی سے اس بارے میں مشورہ نہ تھا۔ اب جو پکارا دیا جانے لگا۔ چنانچہ چند منٹ کے بعد ہی اس بلڈنگ میں داخل ہو گیا۔ دوسری منزل تک پہنچے ہوئے کوئی بھی نظر نہیں آیا تھا۔ فلیٹ پر دس کا دروازہ اس کے کھلنے کے مطابق کھلا ہوا تھا۔ اس کے کھلے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہوا تو ناز تھا کہ آواز سنائی دی۔

”دروازہ بند کر دو۔“ اور میں نے دروازہ بند کر دیا۔ میرے پیچھے آ جاؤ۔ دوبارہ میں اس میں سے ناز تھا کہ دیکھ لیا۔ وہ مجھے ایک کمرے میں لے گئی تھی۔

”آگاہ سے متوجہ رہنا یہاں اپنے دشمنوں سے محفوظ رہو۔ میں تعینات ہیں دلائی ہوں کہ اس فلیٹ میں تمہارے ساتھ کوئی ہو گا کہ دشمن کی جانے لگی۔ کیا فلوں میں؟“

”کیا تم عجیب نہیں ہو نا تھا؟“

”کیسی خوش قسمت کیا خود پر۔ کہیں کمرے سے ہو؟“

”تمہیں قتل کرنے کی تھیں ادب میری دوست ہو۔“

”قتل نہیں کر سکتی تھی تعینات۔ اشارہ قتل کیے ہیں میں نے، ایک بار بھی ناکام نہیں ہوئی۔ تم سے بات کر رہی۔ عہدہ میری کمرے سے باہر جاؤں گا اس کی غلامی بن جاؤں گی۔“

”قتل و قمارت گری کی زندگی ترک کر دو گی؟ میں نے پوچھا۔“

”اس کا فیصلہ بعد میں ہوگا۔“ وہ مسکرائی۔ اس کے ہاتھوں میں میری جھڑی نہیں آ سکتا تھا۔

”بہر حال تمہارا شمار گزار ہوں۔“

”کافی بناؤں تمہارے لیے؟ کچھ کھاؤ گے؟“

”کافی پلا دو۔“

”ذہنی امتحان کا شمار ہو تو شراب میں کیا کروں؟“

”میں میں شراب نہیں پیتا۔“

”کیوں نہیں پیا؟“

”کیوں نہیں؟“

”خطرناک آدمی ہو۔ لوگ کسی طرح پہنچے ہیں اور میرا تھکا مادی ہو جاتے ہیں کہ یہ دیر وقت پہنان کے لیے شعل ہو جاتا ہے۔ میں اپنے لوگوں کو کمرے میں ہی ہوں اور وہ میرے لیے ناپی آمنا نہیں ہوتے۔ ان ان کی بات مختلف ہے جو نہیں دیتے۔ یہ تھکا وہ زندگی میں عمل کرنے کی ہمت رکھتے ہیں اور ان میں اتنا سا راز نہ ہوتا ہے۔“

”میں خاموشی سے تمہا کی شکل دیکھتا رہا اور میری باتیں نہ کر رہا۔“

”یہ وقت کی بات نہ ہو تو؟“

”کیسی باتیں کرتے ہو میں ابھی کافی بنا کر لاتی ہوں۔“

”عہدہ کافی کی دوپالیوں پہنے کے بعد ناز تھا کہ میں نے اشارے اور مجھے غلاما فطرت کرنا پھر چلی گئی جو مجھ کو اس نے میرے آرام کے لیے منتخب کی تھی، بلاشبہ وہ جبریں تھی۔ آرام بہتر برائے کمرے میں حالات پر بخور کر کے لگا۔ بعض اوقات ایسے ہمارے ہی قبول کرنا پڑتے ہیں جو عام حالات میں انتہائی مشکل چیز ہوتے ہیں۔ یہ لوگ میرے دشمن کی حیثیت سے میرے پاس آتی تھی اور اب میں اس کا سامان تھا۔ بڑی ڈرامائی کیفیت میں لیکن حقیقتوں سے انکار بھی نہیں کیا جا سکتا۔

”دوسری صبح ناز تھا میرے سامنے تھی۔ اس نے ناشتے کا بندوبست کر لیا تھا۔ جب میں غسل سے فارغ ہوا تو اس نے اگر مجھے اطلاع دی کہ کچھ شک ہے، میں نے کسی قدر زندگی سی محسوس کی تھی کہ ناز تھا کہ ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔“

”سامان کو میرا ناول سے متوجہ نہ کرنا چاہیے اور میرا تمہیں یہاں کو باقیات خیر ہوتے ہیں۔ میں اپنے ان کمرے ناول کی شکر گزار ہوں جنہوں نے مجھے تمہارے سامنے بیٹھا تھا۔“

”اوہ ناز تھا اب تمہارے غلوں کی ہے اور تم جیسی عجیب لڑکی سے ملاقات کیے جیسا کہ میں ہوں اور خوش ہوں۔“

”ناشتہ کرو۔ ناز تھا کہ میں اس میں مصروف ہو گیا۔“

”کریاں اس سے۔“

”چند لمحات خاموش رہنے کے بعد وہ بولی۔“

”تمہارے ساتھ گئے لوگ؟“

”یہی خطرناک جگہ ہے وہ تو میں نے قسمت اس کی کہ میں اس کی بات نہ کر سکی ہے کہ اگر میری عمر نہ زندگی مجھے گریو انڈیج کے لیے تو پھر قوتاید میری موت بھی اتنی جراثیم ہو شیعہ میں کہ ایک لمحے کے لیے میرا ہاتھ نہ لگا گیا تھا۔ تب ناز تھا کہ مسکراتے ہوئے کہا: ”میں فوٹو میں تمہارے بارے میں جہاں میں ہیں کرتی چھٹی ہوں، بس مجھے کے اخبارات میں تمہاری کہانی سنائی ہے تمہارا نام علی بارغان ہے؟ میں گریو ماسن کے کر لے دیکھنے لگا اور وہ مسکرائے لگی۔ پھر بولی: ”ناشتہ کرو و ناشتے سے ہاتھ کیوں روک لیا۔ ناز تھا کہ شخص دوست نہیں کریں اور مل سکتا۔ اس شخص میں اگرچہ جاہور تو مجھے پاں نہ کھسکے ہو۔ کرانے کی دشمنی کوئی دلی دشمنی نہیں تھی تم سے۔ اب یہ دشمنی دوستی میں تبدیل ہو چکی ہے۔ اس لیے مجھے یہاں تیار دوست بھی تعینات مقرر ہے۔“

”اخبارات میں کیا تفصیل ہے؟“

”ناشتہ کر لو اس کے بعد ہم اخبارات دیکھیں گے اور

تنبہ کر دیں گے۔ ناز تھا کہ میں۔“

”ناشتے کے بعد ہم لوگ ایک اور کمرے میں آ بیٹھے۔ ناز تھا نے دو اخبار میرے سامنے رکھ دیے تھے جن میں ایک مقامی زبان کا تھا اور دوسرا انگریزی کا۔“

”مکمل ہے تم مقامی زبان نہ جانتے ہو لیکن انگریزی اخبار کے جو معنی ہیں وہ اس سے مختلف نہیں ہیں۔“

”لوگوں تو سہی، کیا کھانا ہے میرے بارے میں پوچھنے لگا اور اخبار اپنے سامنے رکھ لیا۔ باور نہ ہی کی کارروائی معلوم ہوئی تھی، کھانا تھا۔“

”میرے اگلے خطرات کی خبروں کا ایک گروہ فرار ہو کر یہاں تک پہنچ چکا ہے۔ چند دن قاتلوں اور غلوں کے ان گروہ نے گورنر اس سے یہاں تک کا قاتل صلیب شمار اسانی جالوں کو نشانہ کر کے کیا ہے۔ وہ بڑی کامیابی سے مقامی حکام کو دھوکا دیتے ہوئے یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ چنانچہ حوام کو مطلع کیا جاتا ہے کہ وہ ان قاتلوں سے بڑھ کر نہیں۔ قاتلوں کا سر نہ ایک ایسا ہی شخص ملی بارغان ہے جس نے لاشوں قتل کیے ہیں اور وہ ایک چالاک مجرم ہے۔ اس کے ساتھ ہی اور ڈولنے تو فرار ہو کر ایک کہانی میرے بارے میں گھونپی ہوئی تھی کہ کو چھوٹی ہوئی آگے بڑھتی تھی لیکن اس میں اس کی آئی لے یا اس کی شخصوں کو کوئی تذکرہ نہیں تھا۔ باور نہ اپنے خود کے بارے میں اعلان بھی کیا تھا کہ ان قاتلوں کی گرفتاری کے سلسلے میں حکومت بہترین اقدامات میں سے کتنے سے چنانچہ ہر شخص نکل طور یہاں کی گرفتاری کے سلسلے میں تعاون کرے۔ وہ کہیں بھی تباہی مچی نہیں جہاں اس قاتل کے بارے میں اطلاع دی جا سکتی تھی۔

”پوری خبر سننے کے بعد میں نے مسکراتی نگاہوں سے ناز تھا کی طرف دیکھا۔ وہ بھی مسکرائی تھی پھر اس نے کہا: ”اب بتاؤ تمہارے خاندان کی آدمیوں نے چاہے کمرہ ماں باکر حالت کی ہے؟“

”کیا کمرے میں ناز تھا ماں، یہ تو بتاؤ ان لوگوں نے تم سے رابطہ قائم کیا؟“

”ہاں۔“ اسوں نے نہیں بلکہ میں نے غلوں فون پر انہیں اپنی تمام کارروائی کے بارے میں اطلاع دی تھی۔“

”اوہ گڑا کیا کیا تھا تم نے؟“

”فرار سے کھال دیا تھا اور کہا تھا کہ میں اسے تلاشی کرتی ہوئی وہاں تک پہنچ چکی تھی لیکن میری ناظم منصوبہ بندی نے مجھے ناکام کر دیا اور وہ وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب

”تو میرا؟ اس کے بعد ان کا رد عمل کیا ہوگا؟“

”میں جانتی ہوں کہ انہوں نے اس سلسلے میں تحقیقات شروع کی ہوں گی اور فرانزک سے انہیں اطلاعات مل گئی ہوں گی۔ تمہاری وہ ترکیب واقعی شاندار تھی۔ بہرحال مجھے کما گیا ہے کہ میں بدل نہوں اور جو مجھ میں سب سے پہلے اس تک پہنچی ہوں اس لیے میری حیثیت دوسروں سے ممتاز ہوگئی ہے۔ میں اپنی اس کم کو جابری رکھوں معاوضہ دے گی کیونکہ جس سے جبکہ میں نے انہیں ایڈوائس کی دہائی کی پیش کش بھی کی تھی۔“

”دو گنا؟ یہ عمدہ بات ہے کہ انہیں تمہاری ذات پر کوئی شبہ نہیں ہو سکا۔“

”ہاں، واقعی مجھے خود بھی حیرت ہے لیکن اس کی وجہ بھی جانتی ہوں۔“

”وہ کیا؟ میں نے دیکھی ہے پوچھا۔“

”یہی کہ وہ تصویر بھی دکھائیے ہوں گے کہ میں اپنا ایک تمہاری دوست بن گئی ہوں کیونکہ وہ میری شخصیت سے واقف ہیں۔ فطرت سے نہیں؟“ ناز تھا کہ اس کے جواب میں بھی وہی شکا ہوں سے اسے دیکھنے لگا۔

”ایسی ہی خدوخال کی یاد رکھنی مگر اس منزل میں نہیں ملتی جو فزیری اور جذباتیت کی منزل ہوتی ہے، پینٹنگ اور کالی گرافک مفاتیح آگے کے چہرے پر۔ اس کے باوجود اس کے خدوخال میں ایک انوکھا پن چھپا ہوا تھا۔ اگر وہ ان کی شکل کے ساتھ ایک عام روکی کی حیثیت اختیار کر سکتی تو اسے بھی طرح نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا۔ میں نے اس سب سے انھوں والی روکی کی آنکھوں میں ایک عجیب سی کیفیت پائی۔“

”میں نے اس کی کیفیت جواں سالوں کی منزل سے بہت دور ملے جاتی ہے۔ لیکن میں اس کی کیفیت سے اجنبی رہتا چاہتا تھا، کیونکہ تو میں ان اطلاعات کا حق پرست تھا اور میری زندگی میں اس کی گنجائش نہ تھا۔ چنانچہ مجھے بھیجی رہی تھی جیسے اس نے خود کو نکال دیا۔ لیکن یہ بات تو سچ ہے کہ اگر وہ اپنی ہی سے فرار ہوتے تھے؟“

”ہاں؟ میں نے سنا ہے کہ وہ جواب دیا۔“

”میں وہاں گئے تھے؟“

”میں کمانی سے ناز تھا۔ لوں سمجھ لو، زندگی میں ایک مقدس منہ اپنا تھا اور خود کو اس کے لیے وقف کر دیتا تھا۔ سو میں نے جن لوگوں کے خلاف مجھ کو اپنا تھا وہ ظاہر ہے بدل دینا چاہتے تھے۔ چنانچہ مجھے گریڈ انرجی دیا گیا۔۔۔۔۔ اس کے بعد ٹیپ میں فرار ہوا تو انہیں اپنی طاقت کا احساس ہوا اور وہ سوچنے لگے کہ انہیں سب سے پہلے میری موت کا بندوبست کرنا چاہیے تھا۔ پھر قدم قدم پر میرے ہاتھوں تک اٹھانے والے لوگ یہاں تک میرا تعاقب کرتے ہوئے چلے آئے اور بالآخر انہیں ایک اور شکست اٹھانی پڑی۔“

”شکست انہیں اٹھانی تھی، تم ایسے ہی ہو گرو۔ ان لوگوں کے جواز میں بروک کے تو بھلا وہ لوگ تھا دیکھا بگاڑ سکتے تھے۔ ناز تھا کہ اپنی زندگی میں جو بھی کیا اس میں ہمیشہ کامیابی حاصل کی لیکن وہ جین جانتی تھی کہ اس بار وہ ایک ایسے شخص سے ٹکرائے جا رہی ہے جو تمام کامیابیوں کو ناپائیدار کر دے گا۔ دیکھنے کا ماہر ہے۔“

”میں ناز تھا، تم اپنے بارے میں یہ سب کچھ مت کہو۔“

”میں تو سوچتا ہوں کہ تمہاری خدمات صرف اس لیے میرے خلاف حاصل کی گئی تھیں کہ میری تم سے ملاقات ہو جائے؟“

”تو مجھ سے ملاقات کر کے تو مجھ کو بھلا کر رہا تھا؟ اس نے پہلی بار مجھے میرے اصل نام سے ہی خطاب کیا۔“

”اچھے دوست کی کہ طلب نہیں ہوتے۔ ناز تھا اور تم تو میری دشمن ہی ہو۔ وہ وقتی چیز تھی کہ اس کے لیے میں متوڑی دیر کے لیے میں تم پر عادی ہو گیا تھا لیکن اس کے بعد تم جوں اور میں جگہ جانتیں مجھے تم کو کسکتی تھیں۔“

لیکن تم نے مجھ پر ناز و خروش اور عداوت کی بارش کر دی ہے کہ کا جواب میں مجھ کو ملتا ہوں کہ تم بھی نہیں دے سکو گاہ۔“

”گی۔ ظاہر ہے ہر شخص کی زندگی کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے اور بعض اوقات یہ مقصد ایسی اہمیت اختیار کر جاتا ہے کہ اس کے سامنے زندگی بچا ہوتا ہے۔ تمہارے ساتھ کیا رہتے ہیں اور تم کہاں جانے کے خواہشمند ہو؟“

”مجھے ضرورت ہونا پڑا۔ میں نے جواب دیا اور ناز تھا میری شکل دیکھتے تھے۔ دفعتاً میں نے اس کے چہرے پر ایک نمایاں تبدیلی محسوس کی، وہ چونک سی پڑی تھی اور پھر ہی سوچ میں ڈوب گئی تھی۔ میں اس کے خدوخال کا ساڑھ لیتا رہا جو مجھے کی وجہ میری بھولیں تھیں اس کی تھی۔ بیروت کا نام اس کے لیے کیا حیثیت رکھتا تھا اس کا مجھے کوئی اندازہ نہیں تھا۔“

”بیروت؟“

”ہاں ناز تھا؟ میں نے کہا لیکن یہ سوال اس نے مجھ سے نہیں کیا تھا بلکہ شاید اپنے خیالات کی نوعیت پر غفلت اس کے منہ سے نکل گیا تھا۔ میرے لیے اور الفاظ پر وہ چونک پڑی۔ اس نے کوئی نہ کوئی شکا ہوں سے مجھے دیکھا اور پھر جیسے ہوش و حواس میں واپس آگئی۔“

”تم حیرت مانا چاہتے ہو؟“

”ہاں؟ میں نے اس کا بارعبر اقرار کیا۔“

”اچھا، ایک بات بتاؤ۔ تمہارے یہ دشمن جو تمہاری ٹانگ میں ہیں کیا حیثیت رکھتے ہیں؟“

”میں نہیں سمجھاؤں؟ میں نے نہا طور پر ہونے لگا۔“

”کہ وہ بہت خوفناک لوگ ہیں؟ کیا وہ مقامی ہیں یا ان کا تعلق کہیں اور سے ہے؟“

”ناز تھا اور میری سی آئی اے کا ایک خطرناک مگر کم

ادب وار اور مبرا دشمن ہے۔ انھیں ہر سب سے اہمیت و برتری شکتی اٹھانے کے بعد باقی ہو گیا ہے۔ میں کچھ عرصے قبل اس کے بچنے میں متاواوہ مجھ پر عادی تھا لیکن چاروں طرف سے اپنے دشمنوں میں گھر سے رہنے کے باوجود میں نے عزت اور ذہانت سے کام لیا اور ایک بار پھر اس کے مزے لیا۔ چنانچہ وہ بھی شکا ہوں اور اب وہ کسی دشمنی سانپ کی طرح ٹھہرا رہا ہوگا۔ میں جانتا ہوں ناز تھا کہ وہ کی حیثیت پر مجھے یہاں سے نکلنے نہیں دے گا۔ گرو انڈیا میں وہ میرے ساتھ چھپے بیٹا کھیل کھیل رہا ہے اور اس کی یہی کو شش رہی ہے کہ میں زندگی سے اتنا عاجز ہو جاؤں کہ خود کو اس کے قدموں نوال دوں۔“

”اوجو! اتنے بڑے آدمی سے تمہاری دشمنی بدل رہی؟“

”ہاں۔ یوں سمجھو کہ اس کے گھر میں رہ کر میں نے اس کے

منہ پر اتنے طمانچے لگائے ہیں کہ وہ کسی کو مزہ دکانے کے قوال نہیں رہا ہے۔ میرا عقیدہ یہ ہے کہ انہیں غلطیوں سے بے ناز تھا۔ ہر چیز میں غلطیوں کا شہدہ نہیں اور یہی عہدہ دینا ہے کہ اس کوئی غلطی ہے۔ اگر تم وہاں غلطی کو تسلیم کر سکتی ہو تو میں سمجھ کر میرا ان سے ایک دو عالمی رشتہ ہے۔۔۔۔۔ سان فرانسسکو میں میری امریکی بیویوں سے دشمنی بل کی تھی وہاں سے فرار ہو کر انھیں دیکھنا اور پھر اپنے دشمن کی باقی عدالت کے لیے غلطیوں شامل ہو گیا۔ اب اولیو اور گرو جونا جونیو ہے، نہ صرف اپنی ملازمت کی ذمہ داریاں لے رہی کر رہا ہے بلکہ اپنے قوی جذبے کے تحت بھی میرا دشمن خاص بن گیا ہے۔“

”یونیو؟“

”یہ۔ میں بھی ان سے بے پناہ نفرت کرتی ہوں۔ علی بارخان میں اب سمجھتی لیکن بیروت کے نام پر تم نے مجھے چومنے دی ہوگا۔ اپنا ایک ہی ایک خیال میرے ذہن میں آگیا تھا۔“

”کیا مناسب سمجھو کہ اس کا تعاقب کرو؟“

”آج غائب ہیں مٹی ہے۔ یہ تین ہی کی بات ہے، رکش کار کے دوران ملاقات میں ایک دشمنی شخص باہر مام مجھے ملتا تھا۔ اس کے بدن میں دھن گولیاں بیروت میں تھیں لیکن مجھے اس کا علم نہیں تھا۔ اس نے مجھے دشمن سمجھ کر گولی چلائی تھی اور میں اس سے بیروا کرنا ہو گئی۔ اسے مزید دشمنی کر دیا اور جب اسے علم ہوا کہ میں وہ نہیں ہوں تھیں کہ مجھ کے پاس اس نے مجھ پر حملہ کیا تھا تو اس نے شرمندگی کا اظہار کیا۔ اس نے مختصر اچھے اپنی کہانی سنانی اور مجھ سے ایک درخواست کی کہ میں اس کا حق رائے کلام کر دوں۔ اس نے مجھے ایک ڈائری بھی دی تھی اور ایسی تصویر

کچھ نہیں لیکن میں فضولت میں نہیں پڑ سکتی تھی۔ اس کو تو مجھے ہونے آدمی کے منہ کوئی وعدہ نہیں کیا تھا۔ وہ مر گیا۔ میں اس کا سامان لے کر واپس آئی پھر فرصت کے وقت میں نے اس کی ڈائری پڑھی۔ وہ دراصل مڈلین گریوٹوں کے خلاف کام کر رہا تھا جو بیرون کو ان میں اپنی گوریلا کارڈاڈیوں میں مصروف ہیں اور تم نے شاید سنا ہوگا کہ انہوں نے اس علاقے میں بہت خوفناک تباہی مچا دی ہے۔ ان گوریلوں نے کوئی ایسی کارروائی کی تھی جس کی افلاک نے بھی بیروت میں اپنی کسی کمی کو دینا چاہتا تھا۔ ڈائری میں اس کے بارے میں تمام تفصیلات درج ہیں اور اس کی اپنی ساری کارگزاریاں کا تذکرہ بھی ہے۔ یہاں وہ گاؤں اسپتال کی ایک نرس دلی سے ملنا چاہتا تھا۔ دلی کے ذریعے وہ بیروت پہنچنے کا خواہشمند تھا کہ راستے میں اس کی گوریلوں سے ٹکرائے ہو گئی اور وہ شدید زخمی ہونے کے بعد اس طرف

جنگ اسلحہ کا فطرتاً سے تلاشیوں سے ملنے میں وقت نہیں ہوتی تھی۔ بے پناہ قہر و سزا لگ گیا۔ اس لڑائی میں شہید ہونے والے تھے۔ یہاں پر تین سو سال سے زیادہ میں ہوئی کسی قدر مقامی ضد و غالب کی مالک تھی لیکن مجھے دیکھ کر وہ بڑی طرح ہونک پڑی تھی پھر اس نے بڑی تھوڑی سی میرے کمرے کی آستین پکڑی اور مجھے اندھا لگنے لیا۔

"اوہ میرے خدا! الہ ربی! یہ تم ہو؟ کیا واقعی یہ تم ہو؟" اس کے لیے میں بے پناہ اضطراب تھا۔

"ہاں وہی میں ہوں۔ میں نے جھکے جھکے سے انداز میں وہ جلدی سے دروازہ بند کرنے کے لیے ٹوکھی۔

اور دروازہ بند کرنے کے بعد آگے بڑھتے ہوئے بڑی ناز آواز اندازاً ڈھونڈنے اور نہ دیکھتے ہوئے بڑی مشکلات سے گزرنا پڑتا تھا۔ میں یہ جان کر ڈکھو ہوا کہ جس کو شہید مرنے کر دیا گیا ہے۔ وہ میرے ہی اسپتال میں... میرا مطلب ہے کان اسپتال میں غیر علاج تھا اور میں اس کی بہترین نگہداشت کر رہی تھی لیکن اسے اسپتال سے اخراج کر دیا گیا۔ لیکن نے۔ میرا مطلب ہے گریلوں نے آٹھ آدمیوں کو قتل کر دیا جس میں دو ڈاکٹر تھے۔ اور یہ وہ جس کا شمار لے گئے۔

"اوہ میرے خدا! میں نے اب ہر سے کہا۔ اندازاً یہاں سے جیسے جیسے کی گشت گیر سے لیے بڑی ہی پریشان کن ہو دی تھی۔

مجھے فوراً ایک دم میں سے گئی۔

اس نے ہنسنے دیکھتے ہوئے کہا "لیکن تم کہاں گم ہو گئے تھے ہمارے بارے میں" میں نے نہ تھا کہ تم خطرات میں گھر گئے ہو اور خدا خواستہ..."

"ہاں وہی، میں اتھانی خطرات میں گھر گیا تھا۔ یوں سمجھو! جان بچانے کے لیے مجھے اس طرح چھپنا پڑا جیسے شہری فوجوں سے کوئی خوف نہیں تھا۔ میں نے جواب دیا۔

"ان کی دہشت گردیاں بے حد بڑھ چکی ہیں۔ کان اسپتال میں میں خود بھی غور و خیز میں ہوں۔ یہ میری آخری ڈیوٹی تھی اس کے بعد میں نے فیصلہ کیا تھا کہ اسپتال چھوڑ کر یہاں سے لیکن اور وائز ہو جاؤں گی۔ اب تم اتفاقاً طور پر اس انداز میں پہنچے گئے ہو تو میں چاہے کم تر وائز وائز کرانی چل پڑی۔"

"ہاں... میرا مطلب ہے..."

"ہاں۔ کچھ ایسی ہی تبدیلیاں مل رہی ہیں کہ یہاں وائز وائز کرانی جانا ضروری ہے۔ دہشت گردیاں اب جتنا کچھ پہنچ چکی ہیں اس کا تم اندازہ ہی نہیں لگا سکتے۔ یہ سترہ دن تم کے اس طرح گزارنے میں اس کے بارے میں میں جانتی لیکن میں نہیں کرو کر کے یہ سترہ دن

سوئی ہو کر رہے ہیں۔ اگر قتلہاں انتظار نہ ہوتا تو میں کہیں کی یہاں سے فرار ہو چکی ہوتی۔"

"شک ہے، ہم وائز وائز کرانی میں گئے۔ کیا تم نے اس کے لیے انتظامات کر لیے ہیں؟"

"انتظام کیا کرنا ہے۔ دہشت گردوں اس قدر بڑھ چکی ہیں کہ اب قدم قدم پر میں نہ کی اور موت کا کھیل لیکن پڑنا ہے۔ میں نے انہیں بند کرنے کی گری سانس لینے پڑے آپ بھی لعنت بھیجی اور موت کے اس کھیل پر بھی جس نے میری جان نہ چھوڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا لیکن کرنا وہی تھا جو بڑی کسرت تھی کیونکہ اسی میری بقا تھی اور ہر دو گھنٹوں طور پر دھکا دینے کے لیے اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جا سکتا تھا۔

اور اور وہی پوری زندگی خطرناک درگوں کے درمیان گزری تھی۔ ان کا تجربہ مجھے نہیں زیادہ تھا لیکن وہ بھی کیا دیکھ کر گا کہ کسی پاکستانی کو جان سے واسطہ پڑا ہے۔ میں نے قدم قدم پر اسے اس طرح پکڑ دیے تھے کہ اسے چھٹی کا دو دھواؤں ہو گا اسے انتہائی انوس ہو گا کہ اس نے مجھے گریلوں کیوں بھیجا لیکن یہ حد سے بڑھتی ہوئی خود اعتماد تھی۔ وہ مجھے زنجیر کرنا چاہتا تھا ستر حالات تک دم تبدیل ہو گئے تھے۔ یہاں ہی اس نے جس قدر انتظامات کیے ہوں گے ان کا مجھے بخوبی اندازہ تھا۔

میں نے وہی سے کہا۔ "وائز وائز کرانی پہنچنے کے لیے ہمیں جن راستوں کا انتخاب کرنا ہے وہی کیا وہ ہمارے خیال میں محفوظ ہیں؟"

"تم اس سوال واقعی اہم ہے۔ وہ حقیقت وائز وائز کرانی کے راستے موت کے راستے بن چکے ہیں لیکن ہم ایسے ایسے ہوئے راستے اختیار کریں گے کہ جن پر ستر گزرتے ہوئے ہمیں وقت نہ ہو۔ وہی نے کہا۔

میرے دل میں شدید غواہش تھی کہ وائز وائز کرانی کے بارے میں مزید تفصیلات کسی طرح معلوم ہو جائیں لیکن ظاہر ہے یہ فیصلہ وہی سے نہیں لی سکتی تھیں۔ یہ بڑی سادہ اور سہاگن پھر سے مالک تھی، رکشی سے علیحدہ وہ فطرتاً طور پر اس قابل نہیں تھی کہ اس کی جانب کوئی خصوصی توجہ دی جائے یا اس کی حسرت کو بہتر بنائیں۔

رات کا کھانا کمانے کے بعد اس نے کہا۔ "بہن خان ہر دو پاس چلنا ہو گا، وہ جہن خوف کا شکار ہے۔ ہمارے پاس سے میں شدید خوف میں مبتلا تھا۔ اور کتنا گراں گراں ہوا کہ ہم اسے کاشکار ہو گئے تو یہ ایک بہترین نقصان ہو گا۔" اس نقصان میں کی تھان ممکن نہیں ہے اور دہشت پسندوں کی خوش فہمی یہ کام

ہو سکتی ہے۔ بہر حال طرہ مہم اہم اہم اس مسئلے میں اپنے کام کا آغاز کر دیں گے۔"

میں نے اس کی بات پر گہروں میں ہل دی تھی۔ تقدیر کے اس نئے کھیل میں خود کو کس نے حالات کے حوالے کر دیا تھا۔ اس کے علاوہ اور کچھ کرنا میرے بس نہیں تھا۔ زندگی میں پہلی بار وہ آئی گئے تھے تو اب ان سے یہ کیا کہی مٹا کر مجھے ان واقعات کے بارے میں کوئی تفصیل معلوم نہیں تھی لیکن میں حالات کے حوالے پر ہنسا تھا اور جو کچھ مجھے سامنے آتا جائے اس سے اپنی واقفیت کا اس طرح اظہار کرتا تھا جیسے میں ہر چیز سے آشنا ہوں۔

وہی نے میرے جھکے جھکے سے انداز کو محسوس کر لیا اور بولی "ہم محسوس کر رہے ہیں کہ تم فوری طور پر ستر کے قابل نہیں ہو لیکن ہمارے لیے یہ ضروری ہے ستر مہم، اگرچہ حالات ہمیں سے سنگین تر ہو چکے ہیں۔"

"تم میری رازداریوں میں کوئی شک نہیں ہے کہ ستر پہنچنے کے لیے میں جن مشکلات سے گزر رہا ہوں؟ وہ ہے کہ حلیف دہشت گرد ہیں اس کے باوجود میں خود کو مستعد پاتا ہوں وائز وائز کرانی کا سفر جو کچھ ہمارے خیال میں بہت ضروری ہے اس لیے مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔ تم جو کرنا چاہتی ہو کر زور کرنا وہی میں تم پر ہمارے ساتھ ہوں۔ وہی میری بات نہیں کر رہی ہوں۔"

رات کو تقریباً ساڑھے آٹھ بجے کے قریب ہم فلیٹ سے نکل آئے۔ وہی کے پاس کار موجود تھی۔ اس نے ستر تک سنبھال لیا اور ایک بے خبر کے لیے چل پڑی۔ میں نے موقع فطرت جان کر راستے میں وہی سے اس انداز میں گفتگو شروع کر دی کہ حالات سے کسی حد تک واقفیت ہو جائے اور میں اپنی اس کوشش میں قاضی حد تک کامیاب بھی ہوں۔ گفتگو بے شک مہم انداز میں تھی کیونکہ وہی کو یہ نہیں تھا کہ میں وائز وائز کرانی کے حالات سے ناواقف ہوں لیکن میں نے اس سے اپنے مقصد کی باتیں معلوم کر لی تھیں۔

وائز وائز کرانی کے کسی حد تک حالات کو مجھے پہلے ہی معلوم ہو چکے تھے۔ یہ وہی گزریوں کے بارے میں تفصیلات کا علم ہی ہو گیا تھا۔ یہ ایک بالکل نیا ہی معاملہ تھا جو اپنی کے لواحقین کے ساتھ رہا تھا اور یہاں اس مسئلے میں خاصی ہنگامہ خیز رہا تھا۔ یہی نہیں۔ مجھے تعجب ہوا کہ ایک جانب ٹانڈو وائز وائز کرانی میں مصروف تھے، دوسری طرف میز وائز وائز کرانی کے لیے اپنا کام کر رہے تھے اور ان کا معاملہ بھی خاص خطرناک ہو رہا تھا۔

فان ہر وائز وائز کرانی کا ایک اہم آدمی تھا اور میرے مسئلے میں اپنی ہر مہم کے مسئلے میں اس کے پڑوسہ بھی تھے۔

میں نے انہیں بھی گشت گشت سے وہ سب پریشان تھے۔

کار پر رقیق فراقی سے تارک اسٹول پر آگے بڑھ رہی تھی۔ بندروں سے ساحلی پٹیوں کی جانب بڑھتے ہوئے گزری اور گھنٹوں میں اضافہ ہوتا ہوا تھا۔ بہت دور پہاڑوں پر کہیں کہیں بادلوں کی گھٹا کے ساتھ جلی جلی چمک رہی تھی اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے آگے بارش ہو رہی ہو۔ یہ ستر ہی برق رفتاری سے لے گیا جا رہا تھا اس سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہی ان علاقوں سے بخوبی واقف ہے اور پہلے ہی یہاں کار دوڑاتی رہی ہے۔ وہ طویل ترین سفر طے کرنے میں لے کرنا چاہتی تھی اور میں اس کی ڈرائیونگ پر حیران تھا۔ بعض اوقات موڑ کاٹتے ہوئے مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کار کی گرائیڈ پر پہنچ جانے کی لیکن وہی اس قدر اطمینان سے اسے سنبھالے ہوئے تھی کہ مجھے اس لڑائی کی مہارت کا اعتراف کرنا پڑا۔ البتہ میں نے کسی بھی جگہ کسی قسم کی پریشانی کا اظہار نہیں کیا تھا۔

بالآخر ایک طویل سفر طے کرنے کے بعد ہم ایک ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں کسی قدیم دور کا ایک ٹھکانہ نظر آ رہا تھا۔ جس اس قلعے کے دریا کی راستے سے گزر کر آگے بڑھنا تھا۔ قلعہ مسلمان بڑا ہوا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہاں رعوں کا کھیرا ہوا انسان کا نام ڈھنڈھ نظر میں آتا تھا۔ قلعے کے آخری سرے پر پہنچنے کے بعد وہی نے کار کی رفتار سست کر دی اور پھر اسے سڑک سے نیچے آ کر روک کر دیا۔

"کیوں غیر سست نہیں نے سوال کیا۔

"ہیں یہاں سے آگے کا سفر جو سب سے خطرناک ہو گا کیونکہ اس علاقے میں کاروں کا سفر شوک لگھوڑوں سے دیکھا جاتا ہے۔ رات کے وقت خاص طور سے یہاں کار کا سفر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ کابلی ان کی نگاہوں میں آجاتی ہیں اور گورے یہاں قدم قدم پر موجود ہیں۔ میں نے گردن ہلاتی اور کار سے آگے بڑھنا سافنا سٹے کے لیے ہم ایک آبادی میں داخل ہو گئے۔ اس آبادی میں افلاس و محنت کے دردناک مناظر دیکھے ہوئے تھے۔ ان کا دکھنا نہیں ہوئی تھیں جن میں سے کئی کی لائیں روشن تھیں۔ اطراف میں بے شمار ندیاں تھیں جتنے میں نہ تھیں جو کہ جھٹا اور اسے تیر کے گئے تھے۔ چھوٹی چھوٹی لائیں بھجوں اور ہاؤس بھجوں سے بنی ہوئی ایک نہر کے پتھروں والے پل سے گزرنے کے بعد مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں صدیوں پرانے کسی شہر میں آگے ہوں۔ کھانوں کا اندازہ اور آبادیوں کی اسی قسم کی تھیں۔ گوراء خاصی ہو چکی تھی لیکن لوگ سڑکوں پر گلیوں اور بازاروں میں چلتے پھرتے نظر آ رہے تھے۔ ایک جگہ راکر

وہیں نے ایک نوجوان سے کان پر دے کر مکان کا چار چھانچا تو وہاں نے چونک کر دم دوڑا اور کھڑے ہو کر ایک باب اشارہ کر دیا۔ ہم اس سمت بڑھ گئے۔ ایک آدمی ہمیں دیکھ کر کے ہم مکانات کے ایک ایسے صلاتے میں پہنچے جہاں سے ساحل نظر آرہا تھا۔

میں نے ساحل پر نگاہ دوڑائی اور اسی وقت وہاں پرے باز پر ہمارے کمرہ کرلی۔ یہیں اس طرف چلنا ہے۔ اس کی آواز میں ایک عجیب سی کیفیت تھی۔ میں اس کے ساتھ آگے بڑھنے لگا تو وہ پھوولی تیرا خیال ہے اسی نوجوان سے راستہ پوچھ کر میں نے اچھا نہیں کیا۔

”کیوں؟ میں نے چونک کر پوچھا۔“
”مجھے تعاقب کا شہہ ہو رہا ہے۔“

میں نے پلٹ کر دیکھا لیکن قریب دو چار میل چلنے پھرنے والے لوگوں میں سے کسی کے پاس سے بھی یہ اندازہ نہیں ہو سکا کہ وہ تعاقب کر رہا ہے۔ وہی بات کہیں نے نظر انداز کر دیا اور اس کے ساتھ آگے بڑھتا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد وہی نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ ”نوجوان نے جو بتایا تھا اس کے مطابق قاتل پر تو کامکان وہی ہونا چاہیے۔“

”پچھلے قاتل بھی یہ مکان نہیں دیکھا تو میں نے پوچھا۔“

”نہیں، قاتل پر تو کوہیاں آئے زیادہ عرصہ نہیں گورا وہ دراصل تھوڑی وجہ سے یہاں ٹکا ہوا ہے۔ ورنہ یقیناً تمہارے ساتھ ایک پر دست پہنچ گیا ہوتا۔“

”ہوں۔ بیلو دیکھتے ہیں۔ میں نے کہا۔“

”اگر یہی قاتل ہو تو اس مکان سے تو۔ یہاں پر تو غیر معمولی سناٹا طاری ہے۔“

”آؤ آؤ آؤ۔ آگے آؤ۔ میں نے کہا اور وہی کے ساتھ ہاتھوں کے بنے ہوئے ایک بڑے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ تختوں کا بنا ہوا دروازہ کھلا ہوا تھا۔ وہی رگ گئی اور پلٹ کر پیچھے دیکھنے لگی۔ چہرہ وہی ہوئی آواز میں بولی۔ میں دھڑکے سے کہتی ہوں کہ وہ لوگ ہمارے قاتل ہیں۔ ہم فطرت میں گھر گئے ہیں اور وہاں ہمارے لیے بہت مشکل ہے۔“

ہم مکان میں داخل ہو کر کمرے کی تلاشی لینے لگے۔ ایک کمرے سے گزرتے وقت میں نے ایک دھڑکنے والی آواز سنی۔ وہاں سے آگے بڑھ کر ایک اور کمرے میں داخل ہوئے ہی تھے کہ ٹھٹھک کر رک گئے۔ سامنے ہی میں ایک لاش پڑی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ کمرے کی حالت سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ کمرے والے نے قتل کے بعد سے پچھلے دنوں سے یہاں پر رہ رہ کر رہا ہے۔ ہوشیار رہتی ہوئی قتل اور لاش کا چہرہ انتہائی خوفناک نظر آرہا تھا۔

وہی نے سراپا نہ رکھا ہوں سے مجھے دیکھا۔ میں اس لاش کا جائزہ لے رہا تھا۔ اس کا مطلب ہے کہ وہ لوگ ہم پر پوری نگاہ رکھے ہوئے تھے۔ قاتل ہر کوئی انہوں نے ختم کر دیا۔ اب کیا ہوگا؟ وہی بڑے قیاس میں بیٹھ بیٹھ بولی۔

دفن دروازے پر بند دروازہ دھڑک رہی تھی۔ تعاقب کرنے والے کا پھر یہاں پہنچ گئے تھے۔ اور ہمارے اوپر اٹھیں کوئی شبہ نہیں تھا کہ وہ ہم ایک ایسے مکان میں داخل ہوئے تھے جہاں ایک لاش موجود تھی، ایک ایسے شخص کی لاش جسے انہوں نے بڑی حد و حد کے بعد قتل کیا تھا۔

مناہ سے وجود میں ایک ہری آٹھی میں بدل کر کہیں ہوں؟ بیشک یہ میرا غرض نہیں ہے لیکن اپنی زندگی بچا کر پر دست پہنچ کر زمین اقصیٰ ہے۔ گریو آئز سے یہاں تک آگے کے لیے ہی تو میں نے شدید حد و حد کے ہیں۔ وہاں سے یہاں تک آنے کے لیے طویل عرصے تک میں ایسے کاموں میں اٹھا رہا ہوں جن کا مجھے کوئی تعلق نہیں تھا لیکن تجزیہ کیا جاتا تو یہ بات ثابت ہوجاتی کہ موجودہ صورتحال کچھ بھی ہوائی ہی انہوں میں گھبراہٹ ہوا میں اس حد تک کامیابی حاصل کر سکا تھا۔ بلکہ مقصد کے لیے وہاں یہی اور ہوا میں نہیں ہوتی۔ راستے کے بیچ وہی تو غرض دیکھی کا باعث ہوتے ہیں چنانچہ بددی کا یہ احساس ذہن سے نکال کر کام کرنا چاہیے ورنہ کوئی بھی گھر زندگی سے نجات دلا سکتا ہے۔

وہی کی کسی ہوئی تھیں میری طرف اٹھیں اور میں نے لے ہوئے آواز سے اشارہ کیا۔ دوسری سمت تک ہوئی اور اس کے ساتھ ہی ہم نے باہر کی سمت چھوٹا لگا دی۔ یہی بڑے سرح میرا ساتھ دے رہی تھی چہرہ کے اندر میں چھوٹا لگا دی تھی۔ میں دور سے ہونے تو میں نے آواز نہ لے کر صاف گنگاں کے آواز ہو گیا تھا کہ ہمارے دشمن اس کو شش سے قتل نہیں ہیں۔ مذہی کا ہوا آواز میں تھا کہ میرے قتل کوئی وقت ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد میں دوسرے کنارے پہنچ گیا۔ پلٹ کر نگاہ دوڑائی تو وہی نظر

میں آتی لیکن چند سائے اسی جانب فرہے تھے۔ اب اس بھٹ کی نظر میں تھی کہ کمرے کا اس انتظار کیا جائے چنانچہ میں پھر سے آگے بڑھ گیا اور کسی ایسے جگہ کا جائزہ لینے لگا جہاں سے ان لوگوں پر نگاہ رکھی جائے۔ تھوڑے ہی فاصلے پر کڑی کے تختوں کی دیوار نظر آئی جو پانچ ساڑھے پانچ فٹ سے زیادہ اونچی نہیں تھی۔ میں نے دیوار کے اوپر ہاتھ رکھے اور دوسری طرف کود گیا۔ ذرا سا چپک کر دیکھنے سے وہ دونوں نظر آگئے جو باہر سے ہاتھ بندھے ہی تھے اور ان کے لباس کی میرے لباس کی طرح جیسے ہوئے تھے وہ دونوں برقی رفتار سے دوڑتے ہوئے آگے نکل گئے۔

میں نے ایک گری سائل لی اور سوچنے لگا کہ اب کیا کرنا چاہیے۔ نہ جانے وہی۔۔۔ انسانی سوچا تھا کہ وہ غائب ہی نگاہ عقبت میں آجوتی رہتی کی لگی پر پڑے تھے ہوئے تھے جو خشک کرنے کے لیے ڈالے گئے تھے۔ کیوں کہ تو لاش کی شکل اور کارخانوں میں کام کرنے والی جیکٹ اور ٹیکٹ نظر آئی۔ جیسے اوہاں سے چھپے ہوئے اس لباس سے چھپا کر حاصل کرنے کا موقع مل گیا تھا۔ اس لباس سے غلطی سے بدل گیا تھا۔ پلاٹا لباس ای طرح لگتی پر لٹکا ہوا جس طرح یہ لباس لٹکا ہوا تھا۔ البتہ جیبوں میں جو رقم وغیرہ تھی وہ اس لباس میں منتقل ہوئی تھی پھر میں وہاں سے نکل آیا تھا۔

شہر کا یہ حصہ سسٹن ان تھا لیکن کہیں دور سے میوزک کی آواز سنائی دے رہی تھی میں آواز کے سارے آگے بڑھا۔ ایک ٹھٹھانے راستہ میں کمرے کی طرف ایک روشن عمارت نظر آئی جس پر کولر ٹین کے روشن الفاظ نظر آ رہے تھے۔ کولر ٹین کی عمارت میں بنا ہوا ایک کلب تھا جس کے کاؤنٹر پر ایک فوجی نژاد سپرینٹنڈنٹ ہوئی تھی۔ اس نے پہلے اپنے حاتون کی فرائش کی اور میں جلدی سے اندر داخل ہو گیا۔ یہ افراطی جن مجھے ہر داشت میں ہو سکا تھا۔ فائن بار بار وہی طرف مائل رہا لیکن اس کی تلاش کی جنت میں تھی۔

کولر ٹین بہت بڑا اور عمارت میں بڑوں پر بڑا اور ہاتھ پائی کھیل نہیں رہے تھے وہ ہاتھوں کے بنے ہوئے کنبوں میں بیٹھے مختلف مشروبات سے شغل کر رہے تھے۔ مجھے میں بیٹھنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوا تھا۔ اس لیے میں غالی لیکن کی تلاش میں نگاہ دوڑانے لگا۔ دفعتاً عقبت سے ایک آواز سنائی دی۔

”تمہاری زندگی کا سب سے بڑا عذاب ہے۔“ میں نے پلٹ کر دیکھا ایک مقامی لڑکی نہیں سفید مہلوں کا کپڑا اندھے مسکرا رہی تھی۔ میرا نام سوزنیا ہے، کولر ٹین میں تھوڑی سا مٹی بننا چاہتی ہوں۔“

”ہم کہیں میں نہیں گئے؟“

”آؤ آؤ۔ اس نے کہا اور وہاں سے آگے بڑھ گئی۔ کولر ٹین کے کئی تھے تھے خاصہ بڑی جگہ تھی۔ ایک تیلی میڈیاری سے گزر کر ہم دوسرے ہال میں آ گئے۔ یہاں سرخ روشنی میں ہوئی تھی اور ماحول بے حد خوبصورت تھا۔ لاشوں پر لڑکیاں لٹائی اور غیر مقامی لوگوں کے ساتھ خوش گپیتوں میں مصروف تھیں۔ میری بڑی سیال ہی نڈکی اور ایک طرف تھی ہوئی بڑے میوزک کی طرف چل دی۔

”کہاں جاؤ گی؟“
”جنت میں۔“ اس نے مسکراتے ہوئے کہا اور سرخوں کو پھوڑ کر کے ایک ماہادی میں پہنچی جس کے دونوں طرف دروازے بنے ہوئے تھے۔ اس نے ایک سفید کھولا اور مجھے راستہ دینے کے لیے ایک طرف مڑی ہوئی۔

میں ایک گری سائل کے کمرے میں داخل ہو گیا لیکن دوسرے ہی لمحے میری کمرے کی جگہ سے آؤٹی ہو کر لڑکی نے میری سے دروازہ باہر سے بند کر دیا تھا۔ پھر اندر سے ایک آواز ابھری۔ ”گجراؤ نہیں۔ تم یہاں تنہا نہیں ہو۔ میں چونک کر بیٹھا، سامنے بیٹھ تین آدمی نظر آ رہے تھے۔ میوزک جوڑو کے لباس میں میوزکس تھے اور ان کی کمرے کال بٹیاں بندھی ہوئی تھیں۔

”بیلو آؤ۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ طبیعت میں ایک جھلانی سی پیدا ہوئی تھی انہیں دیکھ کر۔“

”اس طرف۔“ انہوں نے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ ”غزوہ منورہ۔“ میرا پھر پھر سوچنا تھا اور میں اس کے بتلے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ میں نے پلٹ کر دیکھی نہیں دیکھا کہ وہ لوگ میرے پیچھے آ رہے ہیں انہیں دوسری طرف خوب تیز روشنی ہو رہی تھی۔ جنت میں ایک عظیم الشان خانوں لٹکا ہوا تھا اور اس کے مین بیچے ایک سفید وٹھس بیٹھا ہوا تھا جو کسی طور مقامی نہیں تھا۔ اس کے پیچھے ایک لڑکی کھڑی ہوئی تھی میں نے بیلو کی طرف اشارہ کیا۔

”بیلو آؤ۔ میں نے کہا اور وہی نے لڑکی سے پوچھا۔“

”جنت میں آؤ۔ میں نے کہا اور وہی نے لڑکی سے پوچھا۔“
”شکر ہے۔ میں آپ کو اس نام سے مخاطب کروں؟ میں نے ترکی بڑی کہا۔“
”ایڈر کہتے ہیں مجھے۔“ اس نے کہا اور پھر لڑکی سے بولا۔

”اگر کوئی مخالفت ممنوع ہے۔“
 وہی نے سوجھی طرح گردن خم کی اور باہر نکل گئی۔
 ”تمہاری زندگی میرے لیے جہان کن ہے، اس کے
 اور کوئی زندگی کی مبارکباد قبول کرو؟“
 ”ایک بار پھر شکر ہے!“
 ”جبر قادی لوگ اگر پاس راستوں میں ملزم ہوتے ہیں تو
 ہم زیادہ انہوں کو ہتھیار ہے۔ ہم لوگ اپنا درجہ جانتے ہیں۔ تم
 گناہ کے لوگ دوسروں کے معاملات میں مداخلت کرنے
 والے زیادہ قابل نفرت ہو۔ ہمیں تم سے بے پناہ نفرت ہے
 اور تم جانتے ہو کہ ہماری نفرت صرف موت لاتی ہے عرف
 موت۔۔۔ اور موت کے لیے۔۔۔“
 اس نے اپنا ہاتھ بندھ کر اور اسی وقت کوئی شے منگانی
 ہوئی میرے کان کو چھوئی شکل تھی۔ ایک منظر جس کے دستے پر
 شراب لگا ہوا تھا۔ سامنے رنگی ہوئی ٹکڑی کی کھوپڑی میں بیورت
 ہو گیا۔ مجھے اس برق رفتاری عمل کی توقع نہیں تھی۔ لیکن اس کا
 ہوا سبھی کی برق رفتاری سے دینا تھا چنانچہ میں نے تیزی سے
 چھلانگ لگائی اور ایڈیٹر پر جا لگا۔ ایڈیٹر کسی سمیت الٹ گیا
 تھا لیکن انہوں نے اس کی گردن میری غرخت میں نہ آسکی اور
 میں نے نیچے گرے ہی دو وقت چلا دی۔ اسی وقت وقفہ
 اذہر اجلیا گیا۔ ایک اور خبر میرے قریب سے نکل گیا تھا۔
 میں نے تار بجی میں ایڈیٹر کو دبوچنے کی کوشش کی لیکن وہ کسی
 پائی چھلی کی طرح میری گرفت سے نکل کر ہوا۔ روشنی کرو تا کی
 اس کے حکم سے کئی ہے؟“
 میں نے اس آواز سے فائدہ اٹھایا اور اس کی سمت چھلانگ
 لگا دی۔ لیکن ایڈیٹر شاید ان کی نسل سے تھا یا پھر اسے اس کا ہر
 گناہ تھا کہ اس کی آواز پر چھلانگ نہ زور لگاؤں گا۔ چنانچہ اس
 چھلانگ سے مجھے کوئی فائدہ نہیں ہوا اور میں اپنی جھوک میں آگے
 بڑھتا چلا گیا۔ گرنے سے بچنے کے لیے میں نے جس دیوار کا سارا
 لیا وہ پیچھے ہٹتی گئی۔ وہ غالباً دروازہ تھا جو باہر نکلتا تھا۔
 دفعتاً مجھے اپنے کان میں گونجی سنائی دی۔ ”میرا نام بلورم
 جھوپڑی میں ہے دوست ہوں۔“ میرا اچھٹے چٹھے میں آپ
 کی مدد کروں گی۔ سرگوشی تھی اس لیے آواز نہیں پہچان سکا۔ البتہ
 ایک نرم و نازک ہاتھ میرے ہاتھ میں آگیا تھا۔ میں اس کے
 سہارے آگے بڑھتا چلا گیا۔ بندوق کے دودھماکے ہونے سے
 لیکن گولیوں کا ٹکڑا اس طرف نہیں تھا۔ اس طرف بلاورم، اس طرف
 نیچے میز جہاں پر بھیل کر گروٹی پھرا میری اور میرے پاؤں
 میز جہاں پر پڑے۔ میں خود کو سنبھال کر سر ہواں اترتا چلا گیا۔

گولیاں پھر چلنے لگیں۔ اس کے ساتھ ہی اوپر جھاک دھکی تیز
 آوازیں اُٹھنے لگیں۔ غالباً یہ کسی تہ خانے میں تھا جس کے
 اوپر ٹکڑی کی چھت تھی۔
 ”میں یہاں ٹھک جاتی۔“ میری رہبر نے کہا۔ نیچے پانی
 ہے۔ آپ کو پانی میں اترنا ہوگا؟
 ”کیا یہاں تم میری رہنمائی نہ کر دو گی؟“
 ”کیوں نہیں؟ میں آپ کے ساتھ ہوں۔ اس نے کہا اور
 میں نے پانی میں چھلانگ لگا دی اور پھر وہ بھی میرے
 ساتھ ہی پانی میں کود گئی تھی۔ ”میرے پیروں کو بچھرتے ہوئے
 آگے بڑھتے رہیں۔ لڑکی نے پانی میں تیرتے ہوئے کہا اور
 میں اس کی ہدایت پر عمل کرنے لگا۔
 مقررہ دیر کے بعد کھلی جگہ میں آگے جہاں تاروں
 کی تہم روغنی کے علاوہ متعدد عمارتوں میں روشن بیوں کی
 چمک بھی نظر آرہی تھی۔
 ”تیرتے رہیں۔ یہیں شرقی سمت، افسید کرنا ہے۔“ لڑکی
 نے کہا۔ میں نے پانی سے سر اٹھایا تھا اور دیکھا وہ بھی اب
 سطح پر سر اٹھ چکی تھی۔ میں نے دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ یہ وہی لڑکی
 تھی جو کافر شہر پر لڑائی تھی اور میں نے ایڈیٹر کے سامنے
 میری شاخت کی تھی لیکن یہ بڑی تھی؟
 دفعتاً عقب سے کچھ چھپکوں کی آوازیں سنائی دیں اور
 چند چھپکوں کشیاں پانی میں حرکت کرتی نظر آئیں۔
 ”تیزی سے آگے دو۔ وہ ٹکڑی کے مکان جو پانی پر نظر
 آ رہے ہیں، ہماری پناہ گاہ بن سکتے ہیں۔“ وہی بولی اور ہم دونوں لڑکی
 قوت سے آگے بڑھنے لگے۔
 سیاہ خام افیق لڑکی میری رہنمائی کرتی تھی اور ہم تیزی
 سے ان مکانوں کی سمت جا رہے تھے۔ عقب سے شور کی
 آوازیں بدستور بھڑکتی تھیں۔ پھر دھماکے سنائی دینے لگے۔
 غالباً یہیں دیکھ لیا تھا اور یہ گولیاں برساتی جارہی تھیں۔
 یہاں تک کہ ہم ٹکڑی کے بے ہوشے پہلے مکان کے پاس
 پہنچ گئے۔ یہاں ہم پانی سے ابھرے ہی تھے کہ دفعتاً کئی گولیاں
 بیک وقت چلیں اور میری ساتھی لڑکی پر پڑیں۔
 ”آہ۔۔۔“ مجھے یوں گولیاں لگی ہیں۔ جیڑ مڑا ہم ایڈیٹر اپنی
 جان بچاؤ؟
 ”آہ۔۔۔ تم۔۔۔ میرے منہ سے یہی الفاظ نکل سکے
 اور لڑکی بالکل میرے قریب آگئی۔
 ”جلدی۔۔۔ کرو۔۔۔ جلدی۔۔۔ اوج۔۔۔“ غالباً اس
 نے خون کھاتا تھا۔

ایک شے کے میں سکت رہ گیا۔ میری اس بعد وہ تو اپنا
 تعارف بھی نہیں کرایا تھا۔ بلکہ اس وقت اس نے میرے لیے
 اپنی جان کی قربانی دے دی تھی۔ اس نے دوبارہ جنش کی اور
 میر سر روکئی۔ مجھے اندازہ ہو چکا تھا کہ وہ مر چکی ہے۔ اس
 کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں اسے پانی ہی میں چھڑا دوں
 پناہ میں اسے چھوڑ کر قتل کی تھی اور پھر کچھ لیکن اسی وقت
 کوئی چیز میرے سر کا بھت پڑا۔ دوسرے لڑکی کے میرے حواس گم
 ہو گئے۔ سینے کی کوشش کی لیکن ذہنی طور پر اس کا دھکا کر رہا۔
 وہ معلوم کرتی رہی کہ بے ہوشی طاری رہی میرا کمر بستر
 ہوش آیا۔ بدنی بڑی طرح صل رہا تھا اور سر میں شدید نہیں آٹھ
 رہی تھیں۔ طبیعت تھلا رہی تھی۔ انھیں کھولیں تو تیز دھوپ کی
 وجہ سے دوبارہ بند کر دینی پڑیں۔ اس کا ہر سو رنگ چمک رہا تھا۔
 میں نے کراہ کر کوٹاہی بلی کو کسی نے میرے شانے پر ہاتھ
 رکھا کہ ہر دلی سے کہا۔ ”کیسی طبیعت ہے؟“
 میں نے انھیں کھول دیں نسوانی آواز تھی اور ہانی پہچانی
 تھی۔ میں نے وہی کو پہچان لیا اور اچھل پڑا۔
 ”بیٹے رہو، بیٹے رہو۔“ اس نے میرے سینے پر ہاتھ کا
 دباؤ ڈال رکھا۔
 ”تم یہی ہو ہوئی؟“
 ”ہاں مڑا زخم کیسا ہے؟“
 ”بہت عمدہ ہے، لطف آ رہا ہے۔ تم تو شہریت سے ہو؟“
 ”ہاں بالکل۔ ہم ایک بادشاہی کشتی میں سوار ہیں اور بندر
 میں سفر کر رہے ہیں۔“ وہی نے بتایا۔
 ”اودہ اتم نے میری شکل مل کر دی وہ میں سوچ رہا تھا
 کہ شاید میرا سر پھٹا رہا ہے۔ ہر کار زخم دیکھا تم نے؟“
 ”کیا وہ گرا نہیں ہے؟“ ہم ہی گوی گئی ہے۔
 ”کشتی کی ہے اور تم۔۔۔ میں نے جلد اذہر را چھوڑ
 کر چاروں طرف نگاہیں دوڑائیں۔
 ”ہم دوستوں میں ہیں۔ ذرا سنبھل جاؤ تو میں تمھیں مر ڈھونڈ
 سے ملواؤں۔“ لے سنو! جاؤ وہ دھلے آؤ۔ وہی نے ایک لڑکی
 کو آواز دی۔
 ”کانی نہیں مل سکتی؟“ میں نے پوچھا۔
 ”سب کچھ مل جائے گا لیکن اس وقت تمہارے لیے
 دودھ مفید رہے گا۔“ وہی نے جواب دیا۔ ایک اور لڑکی دودھ
 کا گم لے آئی تھی۔ کچھ تھوڑی سی تھی۔ میں اٹھ کر بیٹھا۔
 یہ پرانے ٹرک کی بادشاہی تھی لیکن کانی بڑی تھی۔ میں
 کوئی کینہ مزہ نہیں تھا۔ دھوپ سے بچنے کے لیے شاید

باندھ لیا گیا تھا۔ تو یہاں اس آدمی اس پر موجود تھے۔ ایک ٹھکانا
 شخص بادشاہ کے پاس کھڑا تھا اور بندر کی دوستوں کے نظارے
 میں مڑتا تھا۔
 ”تم کوئی نہیں کیوں جاگئے تھے؟“ وہی نے کہا۔
 ”تھک کر گرنے والوں سے بچنے کے لیے۔“
 ”ہم تو تمہاری زندگی سے ہی مایوس ہو چکے تھے۔ عین
 وقت پر یعنی اس وقت جب وہ تمہارے سر پر ضرب لگا کر
 قابو میں کر چکے تھے، ہم نے تمھیں دیکھا اور زبردست توجہ
 کے ساتھ تمھیں ان لوگوں کے چنگل سے بچا دیا اور وہ تمھیں
 یقیناً ہلاک کر دیتے۔“ کوئی نہیں دہشت پسندوں کی سرگرمیوں
 کا سب سے بڑا کر ہے؟“
 ”دل چاہا کہ ان دہشت پسندوں کے بارے میں کچھ پوچھوں
 لیکن اس کے نتائج جانتا تھا چنانچہ خاموشی اختیار کر لی۔ وہی
 القامت شخص ملتا تو ان کو ہدایات جاری کر رہا تھا۔ اس کی شکل
 پڑھ گیا یوں جیسی تھی۔ بڑے بڑے گھٹتے پھر سے کوٹھکے
 ہوئے تھے۔ میں نے کئی بار اس کا دوسرے جانب دیا۔ ہمیشہ
 نے وہی سے کہا۔ ”ایک سیاہ فام لڑکی نے وہاں سے فرار
 ہونے میں میری مدد کی تھی۔ اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکا؟“
 ”کیا وہ کوئی نہیں کی؟“ یہ سبب تھوڑی سی تھی؟
 ”وہی تھی؟“
 ”اس کا نام لاجی ہے۔“ ہمیں اس کے بارے میں کچھ
 نہیں معلوم لیکن پتا چل جائے گا۔“
 میں خاموش ہو گیا۔ جو کچھ میرے ساتھ ہوا تھا اس کے
 بیش نظر اس لڑکی۔ اسے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ لیکن یہ
 وہ وہی ماری گئی ہو پھر طول القامت طالع خود ہی ہمارے
 پاس آیا۔
 ”ہیلو وہی! کیسے مزاج ہیں تمہارے دوست کے؟“
 ”خوب ہے مڑا ٹھیک۔“ آپ۔۔۔“
 ”میں سخت مصیبت میں گرفتار ہو چکا ہوں۔ بروہتہ پینٹ
 جاؤ تو کسی کو اس مسئلے میں اطلاع ضرور دے دینا کہ کسی ٹھکانے
 کے سب سے بڑے انڈیٹر نے سے خطرناک ہتھیار گریزوں
 کے قبضے میں پہنچ گئے ہیں اور اگر وہ واپس نہ لے کر تو یہ مزور کان
 کی بقا خطر سے مل پڑ جائے گی۔ انھوں نے انڈیٹر ایک چھوٹے
 ہمارا پر لاد کر کسی معلوم سمت کا رخ کیا ہے اور ہم بھی تک
 یہ اندازہ نہیں لگا سکے کہ ان کا رخ کس جانب ہے۔ ویسے چھوٹی
 چھوٹی لائپیں اور ہین چھوٹے چھوٹے جہاز ان کی تلاش میں چل
 پڑے ہیں۔ جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ انھوں نے کس سمت کا

نہایت کی ہے، ہماری پریشانیوں پر راز رہی گی، ڈھونڈ کے لیے
 سے شہر پریشانی کا اظہار ہو رہا تھا چھ مہینے سے نزدیک ہو کر
 بولا "ملا برٹ ماہر، اگر تمہارے سامنے یہ حادثہ پیش نہ آتا ہوتا
 تو میں تم سے ہی کہتا کہ فی الحال ہمارے ساتھ قیام کرو اور بیروت
 جانے کا خیال چھوڑ دو۔ تمہاری ذہانت اور کارکردگی ہمارے
 لیے مثالی حیثیت رکھتی ہے اور اس سلسلے میں جس طرح تم ہماری
 مدد کر سکتے ہو اور کوئی نئی کر سکتا؟
 "میں اب بھی ماسٹر ہوں مگر ڈھونڈ رہی ہوں لائق جو بھی
 خدمت ہو، آپ اس کی تکلف نہ کریں۔"
 "نہیں، تمہارے بارے میں وہی کہی خیال ہے کہ تمہیں بیروت
 بھولنے کے لیے فوری انتظامات کر دیے جائیں، حالانکہ میں
 شدید مشکلات کا سامنا کرنا ہے گا کیونکہ اس کی بجائے تمہارے
 ذرا کام کو کیا ہے اور یقیناً وہ جاننا ہے کہ تم کون ہو؟
 "کس کی بجائے کی بات کر رہے ہیں آپ کو میرے بھانے
 وہی نے پوچھا۔
 "اسی ایلرلی تم جانتی ہو کہ ایلرلی کا بھروسہ ہے، ان اطراف
 میں ایلرلی کے تاج حکومت قائم ہے اور وہی بات یہ ہے کہ ایلرلی
 کو اگر ایلرلی کا سہارا نہ ہوتا تو وہ اتنی دہلی سے کام نہ کر سکتے بلکہ
 بعض اوقات تو یہ گمان کرتا ہے کہ ایلرلی ان ایلرلیوں کا پشت پناہ
 ہے اور اس کے لیے ایلرلی پر سب کچھ ہو رہا ہے، ڈھونڈ خاموش
 ہو کر یہ نکل چکے تھے لہذا میں ہی شہر جو شہر بڑی تھیں۔
 میں ابھی تک ان معاملات میں الجھا ہوا تھا۔ کوئی بات
 واضح طور پر ذہن میں نہیں آتی تھی مگر نہ تو کرائی کے گویے،
 میڈو نیا کا کوئی انقلاب، یہ سب نام تو میرے سامنے تھے
 لیکن حقیقت ابھی تک میرے علم سے باہر تھی۔ دل چاہا کہ اس
 سلسلے میں مزید معلومات حاصل کی جائیں لیکن میرے لیے یہ سب
 غیر ضروری تھا۔ میرا مقصد بیروت پہنچنا تھا اور ابھی تک مجھے یہ
 معلوم نہیں تھا کہ ان لوگوں نے مجھے بیروت بھیجے گا کیا نہایت
 کیا ہے۔
 "مگر ڈھونڈ کا کافی دیر میرے پاس بیٹھے رہے اور عجیب
 وہ چلے گئے تو میں نے بہت سے وہی سے کہا: بڑی دلچسپ
 شخصیت کا مالک ہے یہ شخص۔"
 "مگر ڈھونڈ کی بات کر رہے ہو؟
 "ہاں مگر ڈھونڈ کے بارے میں ہی کہہ رہا ہوں۔"
 "اوہ اوہ! یہ ہمارے لیے بہت بڑی اہمیت کا مالک
 ہے۔ سمجھتی معاملات میں اس سے بڑا آدمی آج تک کوئی اور
 نہیں دیکھا گیا اور حکومت اس پر سب سے اہم تھا کہ کہی ہے۔"

"مگر مگر ڈھونڈ نے جو خبر سنائی ہے وہ واقعی بڑی
 پریشانی کی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ بڑا بڑا مسئلہ ہے
 سبکدوش ہو جائوں اور سب راہیں ان گھم گھم کے ساتھ مل کر
 کام کروں۔"
 "بیروت سے تمہاری واپسی جلد ہی ہو سکے گی کمپنی
 کو اس بارے میں تمام اطلاعات فراہم کرنے کے بعد ممکن ہے
 تمہیں کوئی اور مشن سونپ دیا جائے۔ ویسے تم سے ملاقات
 کر کے بے حد مسرت ہوئی کہ یہی ہوں کیونکہ تمہارے
 ساتھ کام کرنے والوں کو بھی ایک نمایاں مقام حاصل ہو جائے۔
 میں نے وہی کا بازو تھپتھپاتے ہوئے کہا: "اوہ وہی اب
 ایسی بات بھی نہیں ہے۔ وہی ہی دل میں مجھے کسی اور جی جی
 شخص کی حیثیت سے میری تعریف و توصیف کی جا رہی تھی، میں
 اس کے فرائض کو بھی نہیں جانتا تھا۔ میں اگر اس کی بخاری میرے
 ہاتھ دگ جاتی تو شاید مجھے یہ اندازہ بھی نہ ہوتا کہ وہ تھا کیا
 چیز اور میں یہاں تک سنجیدگی میں نہ تھا۔ سب جاری تھا
 میری بے لوث مدد دیتے ہوئے کسی فائدے کی توقع نہیں تھی۔
 اس کی آنکھوں میں چمکتی ہوئی بیاد کی پیاں، میری نگاہوں سے
 اوچھل نہیں تھی لیکن اس کے جواب میں میرے پاس اسے دینے
 کے لیے کچھ نہیں تھا۔ وہ بے لوث محبت کا ایک عظیم ثبوت تھا
 جو انہماک دیا تھا۔
 وہی کی سوچ میں ڈوب گئی تھی، مگر وہی دیکھ کر خاموشی
 کے بعد میں اس سے پوچھا: "لیکن وہی تم نے مجھے ایک ہی مسئلہ دیا
 کہ ان بیوروکریٹوں کے مکان سے نکل کر کوئی دھوکے کا حکم پر کیا جیتا؟
 "کچھ نہیں۔ میں بڑی ہوشیار سے معاملہ سے جا ملتی تھی۔ وہ لوگ
 جو ہمارا تعاقب کر رہے تھے صرف تمہارے پیچھے لگے ہوئے
 تھے۔ مجھے انہوں نے نہ معلوم کیوں نظر انداز کر دیا تھا۔ وہی پر
 میری ملاقات مگر ڈھونڈ سے ہوئی اور میں نے انہیں ماری
 تفصیلات سنائی، چنانچہ مگر ڈھونڈ نے اپنے آدمیوں کو حکم
 دیا کہ وہ مجھے تلاش کریں اور میں اس وقت جب وہ لوگ تم تک
 پہنچ چکے تھے اور تمہارے اوپر حملہ آور ہو گئے تھے، مگر
 ڈھونڈ کے کہنے پر میں نے انہیں جان لیا۔ اس کے بعد وہ تین
 یہاں اٹھا لائے اور ان لوگوں کو بلا کر دیا گیا۔ میں اس
 وقت سے ہی تمہاری تیار داری کر رہی ہوں۔"
 "تو یہ اب یہاں کیوں جانا ہو گا؟
 "تمہارے من کے بارے میں مگر ڈھونڈ کو علم ہے،
 چنانچہ مگر ڈھونڈ نے فیصلہ کیا ہے کہ تمہیں کوئی بیل پر چھوڑ
 دیا جائے۔ اور کوئین بیل سے تم شہر کی آبادی میں چلے جاؤ۔"

وہاں سے تمہیں بیروت بھیجنے کے مناسب انتظامات ہو جائیں گے
 "کوئین بیل پر چھوڑ دیا جائے اس سے پہلے نہیں دیکھی۔"
 "اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ وہاں ہمارے آدمی موجود
 ہیں، وہ تمہیں رہسور کے شہر کی آبادی تک پہنچا دیں گے اور
 وہاں سے حکومت خود تمہارے لیے بندوبست کرے گی۔
 میں نے انہیں بند کر لیں۔ یہ سب کچھ میری سمجھ سے باہر تھا۔
 کوئین بیل، شہر کی آبادی حکومت، کیا اس طرح بیروت
 پہنچنا میرے لیے آسان ہو گا؟ میں گری گری سانس لینے لگا۔
 بڑے بڑے فطرتی حالات سے گزرنا پڑتا تھا۔ اب دیکھنا یہ تھا کہ
 یہ کوئین بیل کی بات ہے۔ بہت سے سوالات کا جواب ڈھونڈ کے
 دل سے نکلتا تھا لیکن اس سے فطرتی ناخوشیوں کے خطرے میں ڈالنا تھا۔
 کیونکہ مجھے ان تمام حالات کے بارے میں مکمل معلومات
 حاصل نہیں تھیں۔ چنانچہ بہتر یہ تھا کہ طبیعت کی خرابی کا بہانہ
 کرتے ہوئے خاموشی اختیار کرے رہوں۔ خاص طور سے
 یوں ہی کر رہا تھا۔ مجھے ایک ذہین آدمی سمجھتے تھے اور میری عقلی
 کارکردگی کو حسین کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ اگر اس کی حیثیت میں
 رہتے ہوئے ان سے موجودہ حالات کے بارے میں کچھ نہ تھا، انہوں نے
 کیا کچھ تو میری ماری بولی میں کہہ جاتے۔ اس کے لیے یہ صورت
 ایک ہی تھی کہ کوئی آدمی وہ بے خودی تھا جس کی طرف سے
 رہوں اور اس طرح بیان کرنا یہوں کہ مجھ سے زیادہ گفتگو
 کرنے کی کوشش نہ کی جائے۔ یہ کوشش میرے لیے عجیب تھی،
 ایک اتنا بلا میں اور اتنی خطرناک صورت حال میں اتنی
 معمولی سی کشتی استعمال کی جا رہی تھی، اس کی وجہ یہ تھی کہ بہتر
 کشتی چلانی کو چھوڑتی ہوئی تیزی سے وہاں دواں تھی اور
 تیز سمندری ہوائیں بادلوں سے ٹکراتے برقی رفتاری سے آگے
 بڑھ رہی تھیں۔ سوچی کی گزشتہ بیویوں کی طرح چھٹی ہوئی محسوس ہوتی
 تھیں۔ کبھی کبھی فضا میں ہلکے اچھے اچھے گزرتے ہوئے نظر آ
 جاتے تھے اس کے بعد خاموشی چھا جاتی تھی۔ لوگوں کے شور کے علاوہ
 اور کوئی شور سنائی نہیں دیتا تھا۔ وہی بھی کافی دیر سے خاموش تھی اور
 سمندر میں یہ طویل خاموشی عجیب کی گئی تھی۔ تھوڑے فاصلے پر
 ڈھونڈ موجود تھا جو علاقوں میں کچھ گھور رہا تھا۔ اس کی گھٹی سرخ
 بیویوں کے نیچے زرد لکھیں کنارہ آلود ہو رہی تھیں اور اس کی تیز
 نگاہیں چاروں طرف جھنگ رہی تھیں غائب اس چھوٹے جہاز کی
 تلاش میں جو کسی نیا گاڑی کی جگہ سے اٹھ کر فرار ہو گیا تھا۔
 وہی نے میری پریشانی پر اتنا دھڑک کر پوچھا: "ماہر، کیا طبیعت
 کچھ خراب ہو رہی ہے؟
 "ہاں وہی، میں شدید نفاہت محسوس کر رہا ہوں۔" میں نے کہا۔

"کچھ پیش کروں نہیں؟"
 "نہیں، مشکریہ۔ ویسے تم نے وعدہ کیا تھا کہ مجھے کافی
 بھی پلا دوگی۔ البتہ ایک بات میری گزشتہ میں آئی وہی۔ کیا یہ
 چھوٹی سی کشتی ہمارے لیے کارآمد ہو سکتی ہے؟"
 "اس کشتی کا استعمال جان لوچ کر کیا کیا ہے اگرچہ بیل کرنے
 والی کشتیاں سمندر میں گشت کرتی رہتی ہیں۔ مگر گوریوں کے لیے اب
 سمندر بھی اچھی نہیں رہا ہے۔ وہ یہاں بھی کسی کاروائی سے بچنے
 والے نہیں ہیں۔ چنانچہ اصل تہ کی لاچ کا استعمال انہیں ہوشیار
 کر سکتا ہے۔ مگر ڈھونڈ اس کشتی کے ذیلیے ہی کوئین بیل تک کا
 سفر کریں گے اگر وہ چاہتے تو کوئی تیز رفتار لاچ یا کوئی اور ذریعہ
 بھی اختیار کر سکتے تھے لیکن انہوں نے دیکھا کہ کام کیا ہے یہی تمہیں
 کوئین بیل تک پہنچانا اور سمندر میں اس جہاز کو تلاش کرنا۔
 "عجب کی بات ہے اگر انہوں نے اس جہاز کو تلاش کر بھی
 لیا تو اس سے کیا فائدہ ہو گا؟"
 "تمہارے طیارے فضا میں دیکھے ہیں، ان ۱۱۰۰ سے ہمارا
 رابطہ قائم ہو سکتا ہے کشتی پر اس کا انتظام ہے۔ اگر وہ جہاز کسی
 نے دیکھا تو پھر اسے گھر لایا جائے گا۔"
 "اوہ! تو یہ طیارے جو ادھر سے ادھر سفر کر رہے ہیں
 اسی جہاز کی تلاش میں ہیں؟
 "یہ تو میں نہیں کر سکتی لیکن امکانات اسی بات کے ہیں۔
 وہی نے جواب دیا اور میں خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔
 تھوڑی دیر تک وہی وہیں بیٹھی رہی پھر جی بگڑے اٹھ
 کر چلی گئی اور جب واپس آئی تو اس کے ہاتھ میں کافی کے برتن
 تھے۔ اس نے کافی کی ایکسپریٹل مجھے پیش کی اور دوسری بیل
 بنا کر مگر ڈھونڈ کے پاس پہنچی جسے مگر ڈھونڈ نے ٹکے کے ساتھ
 قبول کر لیا اور تیزی سے کر وہی میرے پاس آگئی۔
 میں نے کافی کا ایک چھوٹا سا گھونٹ پیتے ہوئے کہا۔
 "کوئین بیل میں میرا تعارف کن لوگوں سے کیا جائے گا؟"
 "تفصیل مجھے نہیں معلوم لیکن کوئین بیل میں ہمارے ایسے
 آدمی موجود ہیں جو سمندر پر رہ رہ کر نگاہ رکھتے ہیں۔ یہی ایلرلی ہے
 لائٹ ہاؤس کے محلے کو جو ملے آجوتوں پر مشتمل ہے اس کی اطلاع
 دے دی گئی ہے۔ تمہیں انہی لوگوں کے حوالہ دیا جائے گا اور
 وہ تمہیں وہاں سے شہر کی آبادی میں لے جائیں گے۔ پھر تمہارا
 بیروت پہنچنا مشکل نہیں ہو گا کیونکہ وہاں پر تمہارے لیے مناسب
 انتظام کر دیا جائے گا۔ وہی نے جواب دیا۔
 میں کافی کے گھونٹ لیتا رہا۔ پھر میں نے پوچھا: "انتظار؟"
 کوئین بیل کا فاصلہ کتنا ہو گا؟

”انہوں میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتی اگر تم کو تو مژدہ ڈنگر سے معلوم کر کے بتاؤں؟ وہ بولنے لگا۔
”نہیں وہ بولے اب ایسی جلدی بھی نہیں ہے جس سے جواب دیا اور کالی کا آخری گھونٹ لے کر بیٹھ گیا اور کوہلیں کر دیں کس کے بعد شمش کی کے ایک حصے سے ٹک کر بیٹھ گیا اور میری نگاہیں سمندر کا جائزہ لینے لگیں۔“

”سفر تقریباً دس گھنٹے تک جاری رہا تھا اس کے بعد شمش پر کچھ جھانک دوڑ شروع ہوئی۔ میں بھی بھٹل گیا۔ وہی ہی وقت میرے پاس موجود وہیں تھی۔ میں اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ مگر کچھ نہیں ضرور تھا لیکن ایسا بھی نہیں کر رہے تھے۔ اب اس وقت کا انداز ضرورت سے زیادہ کر رہا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہی برسے پاس آگئی۔ اس نے کہا: ”مگر کوہلیں بیل پہنچ گئے ہیں لیکن ساحل سمندر تک نہیں جا سکتے۔ وہ سامنے تعین لائٹ ہاؤس نظر آ رہا ہے۔ وہاں جا کر آدھی موجود ہیں۔ مژدہ ڈنگر کا کتا بے کراں ہو گیا۔ رہنا ہو گا۔ ان اطراف میں بھی کوہلیوں کا خاندان زور ہے۔“

”تو پھر ہمیں کیا کرنا ہے؟“ میں نے پوچھا۔
”کچھ نہیں۔ یہاں سے ہم فوط خوری کے لباس میں چلیں گے اور پانی کے پیچھے ترستے ہوئے کرائے سے تک پہنچیں گے تاکہ ہمیں دیکھا نہ جاسکے۔“

میں نے بڑے خیال انداز میں سر ہلایا اور ویل ہی دل میں سوچنے لگا کہ اگر یہاں کی صورت حال ایسی ہے تو پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ میرے شری آبادی تک پہنچنے کا مناسب بندوبست ہو سکے لیکن اس وقت خاموشی ہی مناسب تھی۔

تھوڑی دیر کے بعد مجھے فوط خوری کا لباس دیا گیا اور وہی ڈنگر اور چند دوسرے لوگوں نے بھی ایسی ہی لباس پہنے۔ ہم چم کشتی سے پانی میں اتر گئے اور آہستہ آہستہ مارتے ہوئے ساحل کی جانب بڑھنے لگے۔ مختلف رنگوں کی سمندری مخلوق اور چھوٹی چھوٹی پتھلیاں خوف زدہ ہو کر ادھر ادھر منتشر ہو رہی تھیں۔ کئی سے پرہیز کر جب ہم پانی کی سطح پر اچھے توئیں نے کوہلیں بیل کا سامی علاقہ دیکھا۔ ڈنگر ہم سب سے آگے تھا اور کالی سے پیچھے چل رہا تھا۔ ہوا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم سب کسے پر پہنچ گئے۔ ڈنگر نے اپنے لباس سے شمش کی نکال لی تھی اس کے دوسرے ساتھ پاس بھی شمش کیس موجود تھی۔ مجھے اندویشی کو اس قسم کی چیز نہیں دی تھی۔ ہمارا رخ لائٹ ہاؤس کی جانب تھا جو یہاں سے تقریباً ایک فٹ لنگ کے فاصلے پر تھا۔ کشتی سمند میں کالی اور نظر آ رہی تھی اور سمندر کی لہروں پر آہستہ آہستہ متحرک تھی۔ میں ڈنگر کی طرف دیکھنے لگا۔

ڈنگر نے چند لمحے ادھر ادھر کا جائزہ لیا اور پھر آہستہ آہستہ بڑھنے لگا۔ تھوڑی دیر پہلے کے بعد وہ ایک طرف اشارہ کر کے بولا: ”میرا خیال ہے میں درختوں کی ادھرتیا کا نام چاہیے وہاں سے ہم فاط ہاؤس کی طرف برسیں گے تاکہ اطراف سے دیکھا نہ جاسکے۔“

اس کا جواب دہی کے مطابق ہم درختوں کی جانب چل پڑے۔ جو ساحل سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھے۔ درخت پام اور زابل کے تھے۔ خاصے گھنے اور ایک دوسرے سے تھکے تھکے دو دو ٹکڑے انسان کا نام وہاں نہیں تھا۔ ابتر درختوں کے قریب پہنچنے سے پہلے ہم نے کسی گاڑی کے ٹھروں کے نشانات واضح دیکھے تھے۔ ہم وہاں سے مزید آگے بڑھ گئے اور بالآخر اس لائٹ ہاؤس تک پہنچے۔ جس میں بھول دہلی کے ہمارے آدمی موجود تھے۔ وقتاً ڈنگر کے ملنے سے ایک عجیب سی آواز نکل گئی۔ یہ آواز کسی بیڑے کی گڑبگڑ سے تھی۔ مگر اس کا معنوم جاننے کی کوشش کی نہ تھی۔ میں کی کہ جو کچھ ڈنگر نے دیکھا تھا وہ وہاں ہی لگا ہوا ہے۔

میں افراد یہاں آدھے پر پڑے ہوئے تھے اور ان کے اطراف میں بھلے بھولے فافٹ نظر آ رہا تھا۔ جو ہم کو تنگ ہو گیا تھا۔ ڈنگر بے اختیار ان لاشوں کی طرف دوڑا اور اس کے پیچھے جا ہم سب بھی دوڑ پڑے تھے۔

ڈنگر نے جلدی سے انھیں سبھا کر کے دیکھا، ”ان سب کے سینے گویں سے چھلنے تھے پھر ڈنگر کی نگاہیں لائٹ ہاؤس کے اوپری حصے کی جانب متوجہ ہو گئیں اور وہ غرائے ہوئے جسم میں بولا: ”نہیں نہیں یہ سب نہیں ہو سکتا یہ سب کیسے ہو سکتا ہے؟ آگے آؤ آگے آؤ۔“ وہ دوڑا ہوا لائٹ ہاؤس کی مارت کے احاطے میں داخل ہو گیا۔

حادثہ کا احاطہ خالی پڑا ہوا تھا۔ یہاں گالیوں کے ٹھروں کے نشانات تو تھے لیکن کوئی گاڑی موجود نہیں تھی۔

”اس کا قصہ ہے کہ وہ یہاں تک پہنچ گئے۔ ہمیں ملنے والی اطلاعات درست تھیں۔ سنا گیا تھا کہ کوہلیوں کے کوہلیوں کی کا علاقہ بھی مختصر نہیں رہا لیکن اتنی لمبی جیسے اس کی توقع نہیں تھی۔ ایک دو گھنٹہ میں ہمارے گشتی دستے پہنچ رہے ہیں۔ ہر حال بہت بڑا ہوا ہے۔ بہت بڑا ہوا۔“ وقتاً وہ چونک پڑا اس نے سمندر کی جانب نگاہ اٹھائی۔ سورج کی کرنوں کی مدد سے اپنے کے نیلے خطرے کا شگ و بیا جا رہا تھا۔ ڈنگر نے ہتھیلی پر گھونٹا مارا اور ہم جیسے میں بولا: ”وہ لوگ بھی خبر سے ہیں۔ میں اس شل کو بچھ رہا ہوں۔ وہ لوگ... ہمارا شمش... ادھر وہ واپسی کا سفر

کرنے پر مجبور ہیں۔ شاید ساحل پر انھوں نے کچھ ایسے لوگوں کو دیکھ لیا ہے۔ کوئی کو نقصان پہنچانے کی غرض سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ ہم سب نہیں گئے ہیں۔ اس نے اپنے لباس سے دو تھل نکالے۔ ایک مجھے اور ایک وئی کو دیا۔ ہوا بولا: ”اپنی مدد پر کرنے کی کوشش کرنا۔“ ویسے ہم انتہائی کوشش کریں گے کہ تم لوگوں کو کوئی نقصان نہ پہنچے۔ آؤ۔“

وہ احاطے سے باہر نکل آیا اور کسی ایسی جگہ کی تلاش میں نکھڑیں دوڑنے لگا۔ جہاں سے اطراف کے مناظر دیکھ سکے لیکن پھر گالیوں کے انجنوں کی آوازیں ابھریں اور ڈنگر کے کتا سے پر ہم ایک طرف دوڑ پڑے۔ ڈنگر کی تیز نگاہیں کوئی نہ گاہہ تلاش کر رہی تھیں۔

ایک جگہ جتنی جھاڑیوں کا چھوڑا تھا تو ہم سب اس میں گئے۔ ڈنگر ان لوگوں کے کسارت میں جانے بغیر ان کے فوط کوئی کارروائی کرنے کے سوا میں جن تھا وہی فوط ہونے کی دلیل تھی۔ ابھی یہ اندازہ بھی نہیں لگا جاسکتا تھا کہ ان کی فوط کتنی ہے۔ ڈنگر اس وقت میرے بالکل قریب تھا۔ اس نے بہتر سے کہا: ”اگر یہ گویا نہیں ہیں تو پھر ہمارے آدمی بھی ہو سکتے ہیں۔“ میں اس وقت بھی کسب بول سکتا تھا۔ بڑی بے بسی کی کیفیت تھی۔ دلی چاہتا تھا بہت سے سوالات کرنے کے لیے لیکن میں کوئی بھی سوال ان لوگوں کو شکوک کر سکتا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ ان اطراف میں آبادی نہیں ہے۔ دور دور تک ساحل و دریاں پڑا ہوا تھا۔ شہری آبادی یقیناً وہاں سے اتنے فاصلے پر ہو گی کہ اس تک پہنچنے کے لیے گاڑی کا استعمال ضروری ہو گا۔ ڈنگر کے خیال کے مطابق اس بات کے امکانات تھے کہ گویوں نے سمندری دستے پر ہر کر کے یہاں اپنا کنٹرول قائم کر لیا ہو گا اور ان لوگوں کو ہلاک کر کے وہ یہاں سے قائم ملے حلقہ قریب کرنا چاہتے ہوں گے۔

ہم دم سا دمے اٹھا کر کھڑے رہے۔ گاڑیوں کی آوازیں جنگل کے قریب ہی آ کر کھیں اور پھر پانی کی سطح پر سنا دینے لگیں۔ اس کے ساتھ ساتھ ہی خشک پتوں کی جڑیں جھجھکیوں کے پتے کی آوازیں بھی سنا دیں۔

ڈنگر مڑ گئی کے انداز میں بولا: ”ہر شخص ہوشیار رہے، وہ غائب اس میں ہیں تلاش کرنے کے لیے گیسے پڑے ہیں۔ ہم سب متنبہ ہو گئے۔ میں بھی اس صورت حال سے کس قدر متاثر تھا اور میں نے سوچ لیا تھا کہ میں بھی ان لوگوں کا ساتھ دینے میں پیچھے نہیں رہوں گا۔“

تھوڑی دیر تک جھاڑیوں اور پتوں کی آوازیں سنا دی جتی رہیں۔ وہ لوگ ہمارے بالکل قریب آچکے تھے۔ ہم دم دم سے

”جیسے ہوئے تھے۔“
”ممکن ہے یہاں کوئی انگریز نہ ہو۔ ایک آواز سنا دی۔“
”اس میں اس کے امکانات بھی ہیں کہ وہ لوگ یہاں اترنے کی تیاریاں کر رہے ہوں۔“ دوسری آواز ابھری۔ لیکن وہ ابوالی شمش تھی کیا اسے کوئی شمش کا ساکتا ہے؟“
”ممکن ہے وہ ماری گئے ہوں جو ادھر آگئے ہوں کسی اور نے کہا۔“

”تو پھر کیا فائدہ یہاں کرنے سے چلو وہاں چلتے ہیں؟“
”آؤ بے کار وقت ضائع کرنے سے کوئی فائدہ نہیں بکشتی بہت دور جا چکی ہے۔“ دوسری آواز پھر سنا دی اور اس کے بعد جھاڑیوں میں وہاں جلتے ہوئے فوط کی آوازیں ابھرنے لگیں۔ ڈنگر گہری گہری سانس لے رہا تھا اور خاموشی سے ان لوگوں کے دور چلے جانے کا انتظار کر رہا تھا۔

کالی وقت کر گیا اس کے بعد گالیوں اشارت ہوئیں پھر ان کے انجنوں کی آوازیں دور چلی جاتی عسوں ہوئیں۔ ڈنگر بے متوجہ خاموش تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ جھاڑیوں کے اس چھٹو سے باہر نکل گیا اس نے باقی لوگوں کو وہاں رکھنے کا اشارہ کر دیا تھا۔ آگے بڑھ کر اس نے ادھر ادھر دیکھا پھر زور سے چپکا۔

”مسل آؤ۔ اب ان میں سے کوئی یہاں موجود نہیں ہے۔“
”ہم سب جھاڑیوں سے نکل کر اس کے پاس پہنچ گئے۔“
ڈنگر اپنی جگہ کھڑا ہوا۔ خیال انداز میں اپنے گھیسے کھانیاں کھا

پھر اس نے آہستہ سے کہا: ”ہمارے یہ بڑی مشکلات پیدا ہو گئیں ہیں۔ کشتی یقیناً وہاں جا چکی ہوگی۔“ دوسری بات ہے کہ وہی کا سفر طے کرنے کے بعد وہ حکام کو ہمارے یہاں پہنچ جانے کی اطلاع دے اور... اور... لیکن... اوہ... ایک مسئلہ اور میں ہے۔ وہ لوگ یہ نہیں بتا سکیں گے کہ لائٹ ہاؤس کے محافظ موت کا شکار ہو گئے ہیں۔ بڑی ابھیں پیدا ہو گئی ہے کیوں مژدہ لبرٹ ماہم! اب اس طے میں تمہارا کیا خیال ہے؟“

”میں اس علاقے سے عمل طور پر واقف نہیں ہوں مژدہ ڈنگر کا ابھی اس طرف آنے کا حقائق نہیں ہوا۔ لبرٹ ماہم کی ڈائری کا مطالعہ میرے کام آ رہا تھا۔“

”ہاں ہاں میں جانتا ہوں مژدہ لبرٹ! آپ کا اس علاقے سے بھلا کی توقع ہو سکتا ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ یہ تین آدمی یہاں لائٹ ہاؤس پر حقیقت تھے انھیں ہلاک کر دیا گیا ہے۔ سب طرف ہی ہو سکتے ہیں۔ ہم پہلی طرف کے شہری آبادی تک پہنچنے کی کوشش کریں اور اس طرح آپ کو ہاں پہنچا دیا جائے۔ مجھ کو وہیں سے ہم لوگ اپنی واپسی کا بندوبست ہو کر کشتی کی طرف چلا جاتا ہوں۔“

”واقعی اس کے علاوہ اور کیا جاسکتا ہے؟“

”یہ اندازہ بھی نہیں ہے کہ وہ کتنی دور جا چکے ہیں اور اس علاقے میں گوریلوں کی کتنی تعداد موجود ہے یا محسوس ہوتا ہے کہ ان گنتوں نے یہاں مکمل طور پر اپنا قبضہ جما رکھا ہے کیونکہ گاڑیوں کا ان علاقوں میں آزادانہ استعمال انتہائی قہر خیز ہے۔ وہ بڑی آداری سے یہاں نقل و حرکت کر رہے ہیں کسی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب ہم درختوں کے پھانے میں دلی راستے پر سفر کر رہے تھے تقریباً ایک میل چلنے کے بعد جنگل کے دریاں سے گزری ایک ٹوٹی چھوٹی سڑک نظر آئی جس پر ہم کسی قدر سبب رفتار سے چلنے لگے۔ آگے گھاس بہت لمبی تھی اور گھاس میں شروع ہو گیا تھا سڑک کے اطراف بھی گھاس آبیڑی ہوئی تھی کہیں کہیں درختوں کے ٹھنڈ بھی نظر آتے تھے۔ ہم اس ٹوٹی چھوٹی سڑک پر سفر کرتے ہی پہنچے جاکر ایک طرف موڑ گئی تھی۔ بائیں ہاتھ پر پہنچاں چٹانوں کی ایک ہڈی بنی ہوئی نظر آئی جس پر ساگوں کے بلند درخت سارے نمونے تھے۔ جس سخت خشک اور تیزاب ماحول سے گزر کر ہم یہاں تک پہنچے تھے، اس کے تحت یہ ضروری تھا کہ ہماری توجہ اس سڑک کی جانب منہ دل ہو جائے اور ہم اس ہڈ تک پہنچنے کی کوشش کرتے۔ ڈنڈرگ نے کچھ کہنے سے پہلے ہی سب کے چہروں پر یہ بات محسوس کر لی تھی چنانچہ اس نے سکاڑے ہوئے گردن ہلائی اور پھر ہمارا رخ ہڈ کی جانب ہو گیا۔ ہم تیز رفتاری سے اس ہڈ کی جانب چل پڑے۔

خوش قسمتی سے ہڈ میں کوئی مورت نہیں تھا۔ بائیں کی بنی ہوئی بڑی مٹی کے ڈریلے ہم سب ہڈ کے اندر دینی تھے میں دیکھنے لگا اور چاروں طرف پھیل کر اس کی تلاش کرنے لگا۔ ہڈ کی یہاں موجودگی کو کوئی جواز نظر نہیں تھا۔ سڑک ٹوٹ چک یا کوئی بھی اس کے بارے میں صحیح طور پر فیصلہ نہ کر سکا کہ یہ ہڈ یہاں کس سے اور کس لیے بنائی ہے۔ ہمارے ہڈ کی تلاش میں نے کے باوجود کوئی ایسی چیز نہیں ملی جس سے ہم اپنے مفاد کے لیے استعمال کر سکتے چنانچہ یہی طے کیا گیا کہ یہاں تھوڑی دیر کا ٹھہرنے کے بعد گنگے کا سفر طے کیا جائے گا۔

تھوڑے ہی فاصلے پر کچھ ہلندہ کیڑا ایک جھپٹا سا بنا ہوا تھا جہاں گھاس پھوس کا ایک ڈھیر بڑا ہوا تھا دہلی اور میں ٹپکتے ہوئے اس طرف آنے لگے۔ دہلی بائیں کی بیڑی سے اس جھگہ کے اوپر بڑھنے لگی اور پھر سے بولی، آواز یہاں سے ہم دور تک ناگہ لکھ گئے جس میں ان لوگوں کو بھی تھوڑی دیر آرام کرنے دیا جائے۔ میں محسوس کر رہی ہوں کہ سڑک ٹوٹ چکے تھے جس سے میں نے دہلی کی ہدایت پر عمل کیا اور بائیں کی بیڑی کے

ڈریلے اس بجھے پر پہنچ گیا جہاں گھاس کے ڈھیر تک پہنچاں چھپ کر چھپا جاسکتا تھا۔ ہم دونوں گھاس کے ڈھیر پر دراز ہو گئے۔

”کتنی عجیب بات ہے ہم یہاں آئے اور کسی مقصد کے تحت تھے لیکن ہو گیا کیا؟“

”یوں لگتا ہے جیسے گوریلوں کا زبردست بڑھتا جا رہا ہے میں نے کہا۔“

”بات دراصل یہ ہے سڑک پر ہم کچھ ایسے لوگ بھی اس دہشت گردی میں شامل ہو گئے ہیں جن کے بارے میں امید نہیں کی جاسکتی تھی اور یہی وجہ ہے کہ گوریلوں کو پھر پور مدد مل گئی ہے جیسے سڑک پر ڈنڈرگ۔ سڑک پر تو تیرہ ایک اہم حیثیت رکھتے ہیں لیکن دوسرے بے شمار افراد ان اطراف میں گوریلوں کے ہم نوا بن چکے ہیں۔ یہ کثرت دہشت گرد حکومت کو دہم دہم کرنا چاہتے ہیں اور ان کی کارروائیاں بڑھتی چلی جا رہی ہیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی تشکیل چاہتے ہیں اور اس کے لیے ہر وہ شخص جو اپنے علاقے میں کوئی بڑی حیثیت رکھتا ہے سڑکوں سے بہت سے لوگوں کو گرفتار کر لیا گیا ہے لیکن اب بھی یہ ہنگامہ خیر کسی طرح نہیں پور ہو رہی ہے بلکہ بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے۔“

”تو پھر اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟“

”کہا گیا جاسکتا ہے۔ ہماری بقا کا دار و مدار اب ان ہڈیوں پر ہے۔ یہ گھاس پھوس پر دینی ٹانگ میں ہمارے لیے کام کر رہی ہیں۔ تمھارے ہر وہ بھی تو یہی دہشت گردی ہے۔“

”ہاں۔ اس میں کوئی شک نہیں لیکن میں بہت زیادہ پرہیز نہیں ہوں۔ میں نے جواب دیا۔“

”ہم یہاں اپنے فرائض پورے کرنے میں ہم اس وقت ایک ایسی فتنی میں موار ہیں جس کا کوئی علاج موجود نہیں ہے جس یوں کچھ کو سمندر کی لہروں اس کشمی کو تھمک رکھے ہوتے ہیں۔“

”فٹنا وہ چورنگ لڑی ہو ہو۔ اور۔۔۔ وہ دھنڈوہ دیکھو اس طرف اطلاع دو فوراً اطلاع دو۔ میں نے دہلی کے اشارے کی سمت دیکھا تو مجھے دو ٹرک اور ایک جیپ گاڑی اس ہڈ کی طرف تے ہوئے نظر آئے۔“

ہم دونوں انتہائی تیزی سے بائیں کی بیڑی سے نیچے اترے اور اس جگہ پہنچ گئے جہاں دو ٹرک اور اس کے ساتھی آرام کر رہے تھے۔ ہمیں اس طرح دوڑتے دیکھ کر یہی وہ سمجھ گئے تھے کہ کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہے جو یقیناً خطرناک ہے۔ وہ سب پھر ہی سے کھڑے ہو گئے۔ ڈنڈرگ نے اپنے قریب

دیکھی ہوئی اپنی طبعی گن بنجھال لی تھی۔

”کیا بات ہے؟ ڈنڈرگ نے پوچھا۔“

”دو ٹرک اور ایک جیپ اس طرف آ رہے ہیں۔“

”گوریاہ کثرت اب یہاں بھی ہیں آرام سے نہیں بیٹھے دیں گے۔ ڈنڈرگ بولا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ باہر نکل آیا۔“

میں اور دہلی ایک جگہ کر گئے تھے۔ میں نے اس وقت

اس موقع کو انتہائی خطرناک محسوس کیا تھا کیونکہ جس انداز میں وہ لوگ آ رہے تھے اس سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ ان کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اگر ہم ان کے قریب سے گزریں تو ہمیں نہ آتے۔ اب یہ یقین سے نہیں کہا جاسکتا تھا کہ ہم ان کا پھر پور مقابلہ کر سکیں گے۔ ابھی ہم یہی سوچ رہے تھے کہ باہر فائر لگ شروع ہو گئی۔

ڈنڈرگ نے مٹین گن سے فائر لگ شروع کر دی تھی۔ جواب میں دوسری طرف سے بھی بہت سی گولیاں چلیں اور گھاس کی جھونپڑی میں پھوٹ پھوٹیں۔ ایک تیز بیج سنائی دی گویا اس طرف سے کی گئی فائر لگ نوڑتی اور اس کے نتائج کا

اندازہ کیا جاسکتا تھا۔ پھر تو چاروں طرف سے گولیاں برسنے لگیں اور ہمارے لیے محفوظ پناہ گاہ کی تلاش تقریباً ناممکن ہو گئی۔ ڈنڈرگ اور اس کے ساتھی پھر پور مقصد پر گئے تھے۔ وہ اپنی تقاضا کی حد و حد میں مصروف تھے۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا،

دہلی کا ہاتھ پڑا اور جھونپڑے کے قطعی حصے میں پہنچ گیا۔ یہاں سے نیچے دو حملوں شروع ہوئی تھی۔ سامنے کی سمت سے جھونپڑے تک آتے ہوئے یہ مقام کسی بلند جگہ پر نہیں محسوس ہوتا تھا لیکن پچھلی طرف ایک گہری کھائی نظر آ رہی تھی جس جگہ ہم پہنچے تھے وہاں سے ایک چھوٹی سی دواڑ نیچے چلی گئی تھی۔

یہ دواڑ گویا ہمارے لیے ہی بنائی گئی تھی، اس وقت یہی احساس ہوا۔ میں نے انتہائی سرعت کے ساتھ دہلی کا ہاتھ پڑا اور دوڑ میں آ گیا۔

”کیا۔۔۔ کیا ان لوگوں کو چھوڑ دیا جائے گا؟“

”ہاں دہلی اس وقت اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کیا جاسکتا۔“

میں نے جواب دیا اور دہلی بادل ناخوارستہ میرے ساتھ نیچے اترنے لگے۔ اس کا سانس پھول رہا تھا اور وہ بدستور اس نظر آ رہی تھی۔

دوسری طرف سے گولیوں کی آوازیں تیز ہو گئیں تھیں۔ اگر ہم اس دواڑ میں نہ اتر جاتے تو خدا جانے ہمارا سفر کیا ہوتا لیکن دواڑ میں اترنے کے بعد ہم نے مزید نیچے اترنے کا عمل جاری نہیں رکھا تھا بلکہ ایک ایسی جگہ رک گئے تھے جہاں ہمیں خود کو

پھانے کا موقع مل گیا تھا۔ خوش قسمتی تھی ہمارا کچھ ڈاڑھی بچے رہا کہ زخمی ہو گئی تھی اور پٹان کا ایک حصہ اس طرح آگے بڑھ آیا تھا کہ ہم اس کے پیچھے چھپ سکتے تھے۔

یہاں تک کہ میں نے پٹول ہاتھ میں لیا۔ دہلی بھی اپنا پٹول نکال لی تھی۔ میں نے پٹول کا پیچہ چیک کیا، پوری گولیاں بھری ہوئی تھیں۔ لیکن کم چند گولیوں کے لیے تو کافی تھیں۔ اس کے بعد پھر گولیاں دیکھا جائے گا۔

گوریلے اب ٹرک سے اتر کر جھونپڑی کے اطراف میں ہٹنے لگے تھے اور زخمی طرح اس پر فائر لگ کر رہے تھے دو فٹنگائی نے پٹول کا ایک ہم جھونپڑی پر پھینک دیا جو بائیں کی بیڑی کے قریب گرا۔ خشک گھاس نے سچم زون میں آگ پکڑ لی تھی۔ اٹھنے لگے تھے۔

تھوڑی دیر کے بعد گولیاں چلنے کی رفتار کم ہو گئی غائب ہو گئی اور اس کے آدھے یا تو بڑی زخمی ہو گئے تھے یا پھر ہو گئے تھے یا پھر انھوں نے اپنے آپ کو گولیوں کے حملے کر دیا تھا۔

پھر مزید چند گولیاں چلیں پٹول کی آواز سنائی دی اور اس کے بعد ایک طوفان بدتمیزی، شورش فضا اور ہڈیانی پٹول کی آواز سنائی دینے لگیں۔ گوریلوں کے ادھر کو دھڑکنے کی آواز آ رہی تھیں۔

دہلی نے میرے شانے پر سر رکھا دیا تھا۔ یوں محسوس ہوتا ہے مٹر ایٹڈ کو ڈنڈرگ اور ان کے ساتھی کام آگئے۔ وہ ڈنڈرگ کے پیچھے بولی۔

میں نے دہلی کا شانہ تھپتھپاتے ہوئے کہا ”موس کو قابو میں رکھنا دہلی ورنہ نقصان اٹھاؤ گی؟“

”میں ٹھیک ہوں۔ آہستہ سے بولی۔ ہم وہاں انتظار کرتے رہے۔ آگ کی پیش ہم تک پہنچ رہی لیکن گھاس پھوس کی کڑی اس طرف نہیں گرا تھا۔ اگر وہ پچھلے سمت گرا تو یقیناً جلتے ہوئے گھاس پھوس کے ڈھیر اس دواڑ میں پھر جاتے اور ہم بھی وہاں کیسب جن کر رہ جاتے اور یہی ہماری خوش قسمتی تھی کہ ہوا کا رخ دوسری جانب تھا۔ بیڑی کی ٹوٹی ہوئی دیوار اس کی طرف گڑھی تھیں۔ کافی دور تک یہ ہنگامہ جاری رہا اور اس کے بعد گوریلوں کی داپسی کی آواز سنائی دی۔ غالباً انھوں نے یہ یقین کر لیا کہ جو لوگ یہاں تک پہنچے تھے وہ ان کا شکار ہو گئے۔ آگ کی پیش اور دھنوں کی وجہ سے دہلی کو کھاسی ٹپٹ رہی تھی اور وہ مشکل تمام اپنی کھاسی پر قابو پانے ہوئے تھی۔ ان کی سرخ آنکھوں سے پانی نکل رہا تھا۔

گوریلوں کی داپسی کے بعد میں نے دہلی کا ہاتھ پڑا اور

شعاع کو گھورتے ہوئے کہا: کیا نام ہے تمہارا؟
 سام گنگاچی: اس نے جواب دیا۔

”گورنر کا دروازی میں تھکرا اکتا تھبہ“
 وہ ایک لمبے خاموشی سے ہماری فطکلیں دیکھتا رہا پھر تھوب
 سے بولا ”کیا تجھ کو اس کو رہی ہو تم؟“
 ”اسے ابھی جواب دو گے“ نیز سے دو گے درم تھادی
 زندگی سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے“
 ”میں سرکاری آدمی ہوں مجھے تم۔ گوریلوں سے میرا کوئی تعلق
 نہیں ہے“ اس نے کسی قدر اکتے ہوئے کہا۔

”جو اس کو کہہ رہے ہو تم، سرکاری آدمیوں سے تمہارا کیا منسلق؟“
”منسلق، جو کہ یہاں ہے شاید غلط فہمی کی بنیاد پر ہو ہے۔“
”میں درحقیقت سرکاری آدمی ہوں اور یہاں گورنر کے خطرات
کام کرنے والے دستوں کے ساتھ ہوں، تم لوگ کون پر ہو؟“
”خوب یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ تمہاری معلومات ایک
سرکاری آدمی سے ہو چکی۔ ہم بھی سرکاری آدمی ہیں، ڈیوٹی چیلو
ایک کرتے ہیں کہیں اور پل کر گفتگو کرتے ہیں، تمہاری جیپ میں چیلو
وہیلے لگا ہوا اور میں وہیل کی اس چیز پر منتقل ہو گیا۔ میں نے
اسے جیپ کی جانب دھکیلا اور اس طرح دھکا دیا تاہم وہاں کے قریب
لے آیا۔ جب میں نے اسے اسٹیرنگ سپر پر بٹھایا تو وہیل نے ایک
اور کام کیا یعنی اس نے جھک کر اس کی دو طرف چلی جیسی اور وہیل
چوڑھتر نکلا، پسٹول اُس کے پاس تھا ہی نہیں ورنہ وہ اُسے
نکلانے میں دیر نہ کرتا۔“

”گازی ایشان کرو جان من۔ جلدی نہری اپنی سہری لپ۔
 میں نے اس کی پیچھے پرتے پھرتے پوچھے کہا۔
 ”سنو! میں حقین ایک حفظہ جنگ سے جا سکتا ہوں اگر تم بھی
 سرکاری آدمی ہو تو پھر مجھ سے درمیان یہ جھگڑا کیسا؟
 ”حفظہ جنگ بھی چلیں گے جان من۔ تم پہلے گازی تو اشارت
 کرو اور سنو! اگر تم نے راستے میں کوئی حرکت کرنے کی کوشش کی تو
 اس بار تمہاری زندگی کی غیر متناہی ہے ہم موت و زندگی کا کھیل کھیل
 ہی رہے ہیں۔ اس کھیل میں دو چار آدمیوں کو ہلکا کر دینا ہمارے
 لیے کوئی مشکل کام نہیں ہو گا۔ میں نے کہا اور اپنا پستول نکال
 کر اس کی گدھی پر رکھ دیا۔

اس نے فیصہ اسٹارٹ کی اور آگے بڑھے گا۔ اسی لئے بادل اس زور سے گرجا جیسے کہی لم اچانک پھٹ پڑے ہوں۔ سام گنہ گہنے بادلوں سے بکھرے ہوئے آسمان پر نظر ڈالی اور شوشینک جبے میں ہولہ طوفان آرہا ہے۔ میرا خیال ہے تھیں میرے پاس تباہ لے لیں چاہیے۔“

بزرگ فیہ کے جادو نگار تاریخی کہانیوں کے واحد مصنف ایس میتا پوری

تمام کتابوں کے قضاہ ایڈیشن شائع ہو گئے ہیں

انسان جو کبھی نہیں بدلے گا اور کبھی پُرانا نہیں ہوگا، اسی طرح یہ کہانیاں بھی کبھی پُرانی نہیں ہوں گی کیوں کہ یہ کہانیاں انسانوں کی کہانیاں ہیں۔

انسان جو بادشاہ تھا وزیر تھے۔ امیر تھے۔ فاتح تھے، ظالم تھے۔ رحم دل تھے۔ انسانی جذبات، احساسات، فطرت اور جبلت جو آدم میں تھی وہی آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ جس ماحول حالات، معاشرتی مقام اور تہذیبوں کے عروج و زوال کے مطابق ان کا طریقہ اظہار بدلتا رہے گا۔ اس لیے ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ الیاس میتا پوری نے معاضی کے بادشاہوں کی نہیں انسانوں کی کہانیاں لکھی ہیں۔ انسانی جبلت اور فطرت کے ساتھ زندہ رہنے والی کہانیاں۔ ان کہانیوں میں وہ سب کچھ ہے جو انسان میں ہے۔ حسد، رشک، شہادت، قربانیت، دوستی دشمنی، جفاکاری، وفات شعاری، سادگی، ریاکاری، اشارہ آری، تسرد، انکساری، بہادری اور یریز دلی۔

انسانوں کی اشرانگیز کہانیوں کے مجموعہ

اندر کا ادھی
 راک کا بدن
 دہستانِ حور
 زرم بزم
 آشنا آشنا
 چاہ کا حصار
 عجب خانہ عشق
 شہزادی کا نیلا

قیمت فی کتاب ۱۲ روپے ڈاک خرچ فی کتاب ۱۰ روپے
تین کتابوں کا مجموعہ ڈاک خرچ ۳۰ روپے

آج ہی اپنا آرڈر پیج دیجئے کیوں کہ یہ کتابیں محدود تعداد میں شائع ہو رہی ہیں

کتابیات پہلی کیشنز: ● پوسٹ کس ۱۳۱ سید مشتاق علی پوریا سٹریٹ آئی آئی چندر گروہ دکن راجی

”تم مجھے نہیں مل سکتے تھے۔“

”کوئی بات نہیں اگر تم زندہ رہتے تو تمہاری قبر بہت شاندار بنائی گئی۔“ میں نے جواب دیا اور وہ خاموش ہو گیا۔ سڑک لگے چل کر ایک دو شاہی میں تقسیم ہو گئی تھی۔ ہم ایک لمحے کے لیے سوچا میں ڈوب گئے کہ کس سمت میں سڑک کا چاہیے مگر زیادہ سوچ بچار کا موقع نہیں تھا گاڑی دو شاہی کے دلانی سمت بڑھ گئی، بائیں سمت سڑک کے اتار مل چکے تھے۔

سام گناہی نے پوچھا: ”آخر تم لوگ کیا نام کا چاہتے ہو؟“
”شہری آباد کی جانب۔ جہاں صبح معمول میں ہم اپنے لیے پناہ گاہ تلاش کر سکتے ہیں۔“
”مگر یہ سڑک اس طرف نہیں جاتی۔“

”پھر یہ سڑک کہاں جاتی ہے تو میں نے سوال کیا اور سام گناہی خاموش ہو گیا۔ راستہ اگلے چل کر خاصا ڈھلوان ہو گیا تھا۔ دائیں سمت ایک ندی نکل رہی تھی۔ اس کے ساتھ ساتھ جی ہوئی سڑک آگے چل کر خستہ اور جگہ جگہ تھاروں سے بڑھتی تھی۔ پیپ آچھتی کوئی سفر کرتی رہی یا دلوں کی گولڈا ہسٹ تیز ہوتی جا رہی تھی اور اس طرح سے میں ہو گیا تھا کہ گھٹن سی پیدا ہو گئی تھی۔ آسمان پر تاریکی ہی تاریکی تھی اور اس تاریکی کے قتب میں طوفانی بھیناں لوگ رہی تھیں۔

تھوڑی دیر بعد چلتے کے بعد سام گناہی پوچھا: ”آگے چل کر یہ سڑک ختم ہو جاتی ہے ہم گاڑی پر گئے جس سے جا سکیں گے اور بائیں پہل پرستے گزر کر اپنا سفر جاری رکھیں گے گا۔“
”کیا اس پہل پرستے گاڑی نہیں گزر سکتی؟“
”نہیں۔“

”اور اگر ہم بائیں سمت سے چلتے؟“

”تب پھر ہم ایک گری ٹھکانا جو درستی سے چلا سکتا ہے۔“
”خطرناک بھی کہ اگر راستے میں بارش ہو جاتی تو وہاں جمع شدہ پانی ہمارے لیے مشکلات پیدا کر سکتا تھا۔“
”تھوڑی دیر چل کر سڑک واقعی پہل پر ختم ہو گئی اور یہ پہل آہستہ آہستہ ہمیں تھا کہ گاڑی اس پرستے گزار دی جائے۔ اس کے علاوہ پہل سے دوسری طرف پہنچنے کے بعد بڑھانی شروع ہو جاتی تھی۔ یہاں پہل رکنا ہی پڑ گیا۔ سام گناہی نے گاڑی کی تیاں بچھا دی تھیں۔ میں نے پھر اس سے سوال کیا: ”اگر ہم اس پہل پر سے گزر کر یہ چڑھائی ہو کر ملیں تو کیا کسی مناسب جگہ ٹھکانے ہیں؟“
”یہ راستہ شہری آباد کی جانب ہی جاتا ہے۔“ اس نے جواب دیا گاڑی میں ایک فلیش ہسٹ موجود تھی جسے دلی نے

دریافت کیا تھا۔ اس نے وہ فلیش لائٹ اٹھا لی اور سام گناہی کو اس کے پاسے کاظم دیا۔ راستے میں خاصی پس پس تھی۔ چند ہی قدم چلنے کے بعد ہم تختوں کے بننے پہل پر پہنچ گئے جس کے نیچے ندی کا پانی شور مچاتا ہوا بہ رہا تھا۔ ہم نے کھینچے تھے کچھ اس طرح ڈنگا رہے تھے کہ خوف محسوس ہوتا تھا۔ فلیش لائٹ روشن کرنے کے بعد ہم پہل پر چل پڑے آگے آگے سام گناہی تھا۔ دفعتاً نایک جنگل دھندلے سے جلوہ دکھایا اور اس کے ساتھ ہی چند فانروں کی آواز سنائی دی۔

ایک لمحے کے لیے ہمارے دل کی حرکت بند سی ہو گئی تھی۔ سام گناہی کے حلق سے کچھ جھنجھکی نکل اور وہ آہستہ سے بولا۔
”میرے تم لوگ اور تمہارے ساتھ میں ہیں۔“

چند ہی لمحے بعد دوسری جانب سے اور عقب سے چند تاریک ساتے ہماری طرف نکلے اور پہل پر ہمیں گھیرے میں لے لیا گیا پھر کسی نے آگے بڑھ کر فلیش لائٹ دلی کے ہاتھ سے چھین لی اور اس کی روشنی دلی کے اور میرے جیسے پر ڈال کر ہماری شکلوں کا بغور جائزہ لیا۔ اس کے بعد ایک شخص کی آواز اچھلی۔
”وہی ہیں مسٹر ڈنک؟ یہ لوگ وہی ہیں؟ یہ نام سن کر میں اور دلی بری طرح اچھل پڑے تھے۔“

”سنو! ہمارے ساتھ کوئی سلوک کرنے سے پہلے ذرا اس نام کو دوبارہ اپنی زبان سے دہرا دو گیا ہم یا تمہارا تے؟“ دلی نے بے تابی سے کہا۔

”کچھ نہیں میڈم۔ آپ ہمارے ساتھ آگے بڑھیں اور یہ۔۔۔ یہ آدمی کون ہے؟“

”تم نے ڈنک کا نام لیا ہے؟“ مسٹر ڈنک کہاں ہیں؟
”میں یہاں ہوں دلی ڈیر! بڑھتی چلی آؤ۔“ پہل کی دوسری جانب سے ڈنک کی آواز سنائی دی اور میں نے سکون کی گہری سانس لی۔ اس خطرناک وقت میں جب ہم ایک طرح سے ڈولوں سے چوس گئے تھے یہ نام اور یہ آواز ہمارے لیے بڑے ہی حوصلہ افزا تھے۔

”میں گھبرنے والے آگے بڑھے اور ہم ان کے پیچھے چلتے ہوئے پہل پار کر گئے۔ پہل کے دوسری جانب تقریباً بیس یا پانچ افراد موجود تھے۔ سب کے سب پوری طرح مسلح تھے۔ ڈنک نے آگے بڑھ کر ہم لوگوں کا استقبال کیا اور میں جدی سے مسٹر ڈنک کے سامنے پہنچ گیا۔

”آپ کو دوبارہ زندہ سلامت دیکھ کر میں خوش ہوئی ہے۔ مسٹر ڈنک اسے اتفاقاً میں بیان نہیں کیا جاسکتا۔“

”ہوں۔ میں جانتا ہوں اور مجھے بھی خوشی ہے۔“ انتہائی دشواریوں کے باوجود میں تھیں پائے میں کامیاب ہو کر مغربی ہیں خاصا فاصلہ طے کرنا پڑے گا۔ میں نے دراصل تم لوگوں کی لاشیں تو شکر میں تھیں اور جب تم نہیں ملے تو میں نے کچھ لیا کہ تم دونوں کسی کسی طرح بھاگ کر نکلے ہو اور یقیناً اس راستے تک پہنچنے کی کوشش کرو گے۔ دیکھو کہ اتنا دست اندازہ تمہارا۔“
”اب میں کوئی فکر نہیں ہے۔“

”توچ میں یہاں تک آئے تھے دراصل جیب کی روشنی ہی نے میں اس جانب متوجہ کیا اور نہ شاید رات کی تاریکی میں تھا اصرار نہ تھا۔ یہ شخص کون ہے؟“

”یہ سام گناہی ہے اور تمہارے کمرکاری آدمی ہوں۔“
”چلو چلو کوئی بات نہیں، اسے بھی دیکھ لیں گے۔ کیوں مسٹر سام گناہی! تم کون سے سرکاری عہدے پر فائز ہو پوچھوں؟“
”میں نے سننے سے پہلے کہا اور پھر اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے بولا۔“ دیکھو جی، اجنبی لوگوں کے ہاتھ کھلے نہیں رہنے چاہئیں، ہر سڑک پر سام گناہی کے دونوں ہاتھ پشت پر باندھ دو۔“
”سام گناہی کے ہاتھ پشت پر باندھ دیے گئے اور چند آدمیوں نے اسے اپنے گھیرے میں لے لیا۔ اس کے بعد ہم پہل سے آگے بڑھ گئے۔ اس راستے میں جھانپاں لگی ہوئی تھیں جن کی وجہ سے چلتے میں خاصی دشواری پیش آ رہی تھی۔ تقریباً ایک گھنٹے میں ہم ایک میل کا فاصلہ طے کر کے ڈنک آگے آگے چل رہا تھا۔ رات آدھی کے قریب گزر چکی تھی جب ہم پہل چار میل کا فاصلہ طے کر پائے۔ راستے میں اور کوئی شکل تو نہیں آئی سوائے اس کے کہ ہمارے بدن کاٹنے دار جھاڑیوں سے اچھٹے رہے۔ پھر ایک چوڑا میدان تک پہنچ کر ہم دائیں سمت مڑ گئے اور اس کے بعد تھوڑی دیر چل کر بائیں سمت ندی اس دوران ہمارے ساتھ ساتھ بہتی رہی تھی جس کے پاس میں ڈنک نے کہا تھا کہ یہ ندی ہی صبح تک جگہ بچھانے کا ذریعہ ہے۔ ہر کیف ندی کے کنارے سڑک کرتے کو تھم آگے بڑھتے ہیں خدا خدا کر کے یہ سفر ختم ہوا اور اسلحہ معذور پر نظر پڑتے ہی ڈنک کے حلق سے ایک تلقاری سی نکل گئی۔

”گڈ ریننگ! گڈ۔“ بلاخبر ہم اپنی منزل پر پہنچ گئے ہر چند کہ آسمان پر غمراہی ناہیں چھائی ہوئی تھی لیکن سمندر کا شور سنائی دے رہا تھا اور شدید جھانگ اٹھائی ہوئی موجیں ساحل کی طرف دوڑتی نظر آ رہی تھیں۔ دلچسپ بات یہ تھی کہ اس ساحل پر ایسے ساہبان بنے ہوئے تھے جن کے اوپر زمین کی چھتیں تھیں لیکن وہاں کسی

ذاتی روح کا نام و نشان نہیں تھا۔ معلوم نہیں یہ جگہ کیوں بنائی گئی تھی اور اس ساحل پر کیا ہوتا تھا، زمین کے یہ ساہبان کس نے تیار کیے تھے؟ پتھر کے آٹھ فٹ اونچے ستونوں پر پتھروں کے ذریعے زمین کی چادریں ٹھوک دی گئی تھیں تاکہ ہوا میں انہیں ڈرا کر نہ لے جا سکیں۔

وہاں پہنچنے کے بعد ڈنک نے کہا: ”اب ہر شخص صرف آرام کرے گا۔ اس وقت تک جب تک کہ ہماری تمام تھکن اتر نہ جائے۔“ ساہبان کے نیچے گھاس موجود تھی جو قدرتی ہی تھی لیکن سر جھانپاں مرجھائی سی۔ یہ گھاس بہترین سرشت ثابت ہوئی۔ میں سب سے پہلے دروازہ ہوا اور میرے نزدیک ہی دلی بیٹھ گئی تھی۔ ڈنک بھی میرے زیادہ دور نہیں تھا۔ ایڈم سام گناہی کو وہاں سے تھوڑے فاصلے پر لے جایا کرتا تھا۔ جہاں وہ بیٹھ گیا تھا۔

”تھوڑی دیر کے بعد ڈنک ہمارے پاس آیا، اس نے جیب سے ایک موٹا سا زکالہ اور مجھے کسی قدر حیرت ہوئی کیونکہ اس نے قبل میں نے ڈنک کو سنگاپور پہنچے ہوئے نہیں دیکھا تھا۔ اس نے اپنے گھٹھے سنورے اور سنگار ڈنکوں میں دبا کر رکھا۔

”واہ۔ کیا یہ لطف عظیم ہے اور کیا عہدہ مانتول۔“ سیرانیال تھا کہ شاید میں تھیں دوبارہ نہیں پاسکوں گا۔“ اس کا مخاطب میں تھا۔ ”مجھے بھی انتہائی حیرت ہے مسٹر ڈنک! ہم نے وہاں آپ لوگوں کو مردہ تصور کر لیا تھا۔“

”حور ستال! کیا یہ تمہی بیان ہے چالاک سے کچھ نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ میرے ساتھ فون تھیں، فون کی بات سن کر مجھے جب انہوں نے تھوڑے پڑے کو آگ لگائی تھی تو روشنی میں ہمارے لیے کچھ مشکل ہو گیا تھا لیکن ان کے تھیں آدمیوں کو ہلاک کر کے ہم نے ان کی جگہ سے لی اور ان کے ساتھ کال دور تک چلتے رہے تاکہ انہیں شدید نہ ہو سکے۔ پھر مرنے یا کھانے انہیں چھوڑ دیا۔ وہاں پہلے اور تھادی لاشیں تلاش کی گئیں لیکن وہاں تم دونوں ہی ہو کر نہیں تھے۔ میں نے یقین کر لیا کہ تم دونوں جی نکلے میں کامیاب ہو گئے ہو اور اس کے بعد میں نے مختلف طریقوں سے کوششیں کیں اور ان راستوں پر تھوڑا انتظار کرنے لگا، حیرت سے تم گزر سکتے تھے۔“

”لیکن یہ ساحل کیسے مسٹر ڈنک اور یہ ساہبان؟“
”یہاں بھی ایک بندرگاہ تھی ایک چھوٹی سی بندرگاہ جسے اس گلوں کی جنت کہا جاتا تھا لیکن پھر اس بندرگاہ پر قبضہ کر لیا گیا اور یہ ویران ہو گئی۔ میں اس بندرگاہ کو پہلے بھی دیکھ چکا ہوں۔ ہم اگر سمندر کے کنارے کتنا سے سفر کرتے، میں تو شہری آباد کی ایک پہنچنے میں ہیں زیادہ دور نہیں ملے گا بلکہ ہم سڑک سے گزرتے

خطرناک ثابت ہوگا۔

ہم انتظار کرتے رہے البتہ تمام آدمی ڈنکر کے کئے پر
بندوبست کیا گیا ہے لیکن خدا کا شکر تھا کہ آہستہ آہستہ طوفانی تھپڑوں
میں کی ہوئی تھی لیکن اوداس وقت جب صبح کی روشنی خود بخود ہوئی تھی
تھپڑے ختم ہو گئے تھے اور سب کو کسی حد تک سکون نظر آنے لگا تھا
رات کی تباہ کاری کے آثار ہر شخص کے چہرے سے جھک
رہت تھے جتنے لوگ موجود تھے ان کے بدن گرو وغیرہ سے اٹے
ہوئے تھے ٹھیکیں ہی تبدیل ہوئی تھیں۔ صبح کو آگے بڑھنے کی تیار
کرنی نہیں ڈنکر نے اپنے آپ کو اس قدر سے کہا۔ مگر وہ ہوا کا گرم وں
ٹولہوں کی شکل میں شکر کرتے ہوئے شہر کی آبادی کی جانب جلوہ
اٹراتے تھے یہی ہوشیار رہنا چاہیے کسی بھی لمحے گوریلے یہاں آسکتے
ہیں اس کی اس حکمت عملی کو اس نے بھی پسند کیا اور ہم ٹولہوں
میں بیٹھ گئے لیکن ڈنکر جتنا ساتھ ہی تھا۔

ساحل کے ساتھ ساتھ سفر کرتے ہوئے ہمیں پورا دن گزر گیا
اور اس وقت جب شام کی تاریکیاں پھیلیں تو بہت دور درختیاں
ٹھٹھکی ہوئی نظر آئیں۔

ڈنکر کے لیے سب سے بازو پر دوسرے ہاتھ مارتے ہوئے
کہا: گڈ، وری گڈ! ہم آبادی تک پہنچ گئے ہیں۔ یہ سفر ختم نہیں کیا
جائے گا۔ ایک ہفتہ پہلے ہوا کا آدمی میں داخل ہونے کے بعد ہی ہم
لوگ آرام کریں۔ چنانچہ سفر جاری رہا اور رات کو تقریباً ایک بجے
ہم آبادی میں داخل ہوئے۔ بھوت غاسٹوں کا آبادی میں گزرا کر
دن کی روشنی میں جوتا تو لوگ حیرت سے چونک پڑے لیکن چونکہ
رات کا وقت تھا، مگر ٹھیک اور گلیاں سنسان ہو چکی تھیں، اس لیے
ہمیں عام لوگوں سے واسطہ نہیں پڑا لیکن گشتی پولیس کے اسکوڈ
نے ہمیں گھیر لیا اور جب ڈنکر نے انہیں تفصیلات بتائیں تو وہ
ہمیں بڑے احترام سے ساتھ لے کر ایک ایسی عمارت میں پہنچ
گئے جو پولیس سٹیشن کی عمارت تھی۔

مجھے یوں محسوس ہوا کہ ہاتھ جیسے بڑی مشکلات کا خاتمہ ہوا
چاہتا ہے۔ رات ہم نے پولیس اسٹیشن کی عمارت میں گزار دی تاکہ
رات نہانے دھوئے اور آرام کرنے میں صرف ہو سکی۔ وہاں جانے
لیے انتہائی معقول بندوبست کر دیا گیا تھا۔

دوسری صبح بہترین ناشادہ لگایا۔ اس کے آدمی منتشر ہو گئے عورت
لیے ہم سے ذہنت ہو کر چلا گیا اس کے آدمی منتشر ہو گئے عورت
وہاں میرے پاس تھی جو پولیس اسٹیشن کے ایک کمرے میں میرے
ساتھ موجود تھی۔ تقریباً ساڑھے گیارہ بجے ڈنکر واپس آیا اور
اس نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہا۔ میں نے وہاں سے

صحت ہوئے ہوئے کھانڈے ڈیل کر زندگی رہی تو دوبارہ بھی
خات ہوئی یا لیکن ہے میں تم سے دل میں کون سا دل نہیں نکال
خون سے مجھے ذہنت کیا تھا ڈنکر مجھے نے کر ایک عمارت
میں چلا گیا جہاں سرکاری دفاتر چلے ہوئے تھے یہاں حکومت کے
بے حد بڑے میرے ملاقات ہوئی اور اس نے میرے پیشکش پر اتفاق
پا کر مجھے میرے ساتھ لے کر ایک دن مجھے یہاں قیام کرنا پڑا
یہ ملاقات اس قدر اچھی ہوئی کہ مجھے یہ روت واد کرنے کے مسئلے
میں کوئی تامل ہی نہیں کی جانے لگی۔

اور اس شخص نے اپنا یہ قول نبھادیا۔ دوسری ہی رات تقریباً
دو بجے مجھے اطلاع موصول ہوئی کہ میرے لیے سارا بندوبست
کر دیا گیا ہے اور صبح ساڑھے تین بجے میں بیروت کے لیے روانہ
ہو جائوں گا۔ انہیں نہیں آتا تھا کہ یہ سارے کام اس آسانی سے ہو گئے
تھے۔ گریلوں کی خوفناک زندگی، ایک ایسے قیدی کی حیثیت سے
اس قیام جس کے لیے عرصہ حیات میں بھی باہر نکلنے کے امکانات
ہوں اور ان حالات سے گزرنے کے بعد ایک بار مجھ میں ان
لوگوں کے درمیان پہنچنے والا تھا جو کامیری زندگی سے گہرا تعلق تھا۔

بہار میں سفر کرتے ہوئے بھی اس بات کا یقین نہیں رہا تھا
کوئی حادثہ نہیں ہوگا۔ دل میں طرح طرح کے خیالات جاگزیں تھے۔
ماتنگ کا طویل سفر طے ہوا اور بیروت ایرپورٹ کی روشتیاں
نظر آ گئیں۔ بیروت ایرپورٹ پر قدم رکھا، جانی پہچانی مگر اتنا
دل اس بات کو تسلیم نہیں کر رہا تھا اور یوں گھٹا چھپے پورا وجود
وہاں اٹھا جا رہا ہوں، قدم بہک رہے تھے۔

کشم ہاؤس سے فراغت حاصل کرنے میں کوئی وقت نہیں
ہوئی۔ کوئی ایسی چیز ہی نہیں تھی جو انہیں کا باعث ہوئی میں جانتا
تھا کہ کسی کامیری واپس کی اطلاع نہیں ہوگی۔

ایرپورٹ سے باہر نکلا اور ٹیکسی کی تلاش میں نگاہیں دوڑنے
کا۔ فوراً ہی ایک ٹیکسی میرے قریب آکر رک گئی اور میں دروازہ
کھول کر اندر بیٹھ گیا۔ ڈرائیور ایک بھاری بھر کم شخص تھا اس نے
پیشواؤں کی اور ٹیکسی اشارت کے آگے بڑھادی۔ میں نے
اسے ایک تباہیاد تھا۔

ٹیکسی خود ہی دوڑ چلی تھی کہ دفعتاً میرے اور ڈرائیور
کے درمیان ایک دیوار حائل ہو گئی تھی کہ ایک چھت سے کوئی چیز ٹپکی
تھی اور نیچے تک پہنچ گئی تھی۔ میں خیالات میں ڈوبا ہوا تھا، یہ
سربراہی سب محسوس کر کے اچھلی پڑا۔ سارے دن مجھ کو نیشاٹ چلا
کے علاوہ اور کچھ نہیں آیا۔ ایک لمحے کے لیے دھڑکن بھول
جا تھا کہ کھڑکی کے بیٹھن پر ہاتھ رکھا تو محسوس ہوا کہ بیٹھن جام

ہے۔ شیشوں پر بھی ویسی ہی خیل پڑی تھی۔
میں پچھنے لگا، دروازے پر کھٹکے مارے پوری قوت
سے اپنے بدن کا دروازہ دروازوں پر ڈالا لیکن دروازے
میں سے نہ نہرے قریب ہی گاڑی تھی۔ میں نے ایسی کسی مڑی حال
کے بارے میں سوچا نہ تھا۔ حالانکہ سوچنا چاہیے تھا۔ ٹیکسیاں
اس طرح سامنے آ کر نہیں رک جاتیں انہیں اشارہ کر لیا جاتا ہے
لیکن یہاں یہ تعجب بھی تو تھا کہ کوئی اس طرح میرے استقبال کو
تیار ہوگا۔

میں جس حیثیت میں گرفتار ہو گیا تھا اس کی کوئی مثال نہیں
مل سکتی تھی۔ منزل پر پہنچنے کے بعد یہ سب کچھ ناقابل برداشت
تھا۔ اتنا نڈھال محسوس کر رہا تھا کہ آپ کو اب پچھنے میں بھی وقت
محسوس ہو رہی تھی۔ پورے بدن میں کچھ بٹھکی تھی۔ میں پہلی
سیٹ سے نکل گیا۔ کون ہے یہ نکلن ہے جس نے یہاں میری
بیچیا تھیں چوڑا۔

میں نے کسی کا سفر زیادہ دیر جاری نہ رہا۔ کا ڈیوٹری اور
پھر رک گئی۔ کوئی آواز نہیں سنا کہ وہ یہی تھی کہ نظر نہیں آ رہا
تھا۔ دن کا وقت تھا لیکن میرے چاروں سمت تاریکیاں بکھری
ہوئی تھیں۔ پھر یہ تاریکیاں چھٹ گئیں۔ درمیانی دیوار ٹپکی گئی،
دروازے بھی نظر آئے۔ لیکن دروازوں کے دوسری طرف سنگ
افراد کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنیں دلی
ہوئی تھیں اور ان کی تعداد دس کے قریب تھی۔

"نیچے آؤ ان میں سے ایک نے دروازہ کھول کر کہا اور
میں نیچے آؤ یا۔ چلو آگے بڑھو۔ وہی شخص بولا۔ ٹیکسی کے علاوہ
کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ میں آگے بڑھتا ہوا ایک دروازے سے
اندر داخل ہو گیا۔ وہ سب جوں کی شکل میں میرے ساتھ پس
رہے تھے اور پوری طرح مستعد تھے۔ مجھے ایک راہداری سے
گورنر پڑا جس کا اختتام ایک بند دروازے پر ہوا تھا۔ آگے
چلتے واپس نے دروازہ کھولا اور مجھے اندر داخل ہونے کی
ہدایت کی۔

دوسری طرف تیز روشنیار۔۔۔ ہی تھیں۔ دن کا وقت
تھا لیکن ہال ٹامکے میں بہت سی روشنیار جگہ لگی تھیں اور
کمرے کے عین درمیان بالکل بیچ میں گیسے سوٹ میں لمبوں
ایک شخص نظر آ رہا تھا۔ ایک کھوہ چہرہ، ہونٹوں پر پھیلی ہوئی کڑوا
مکڑا ہٹ کے ساتھ میرے استقبال کے لیے موجود تھا۔
"خوش آمدید میرے دوست خوش آمدید! بارخانے
ہاؤس کی آواز ابھری۔ میرے سارے وجود میں سنسنابٹ
دور رہی تھی۔

ہوئے یہ راستے طویل ہو جاتا ہے لیکن خوش بختی سے ہم نے
لوگوں سے ملاقات کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں اس ملاقات کے
بارے میں بہت زیادہ معلومات رکھتے ہیں اور ان کے بہترین تعاون
سے ہمارے مقصد میں ہو گیا جس کے لیے ہم سرگراں تھے۔ البتہ
میں نے ان اطراف میں جو کچھ دیکھا ہے اس کے تعلق میں نہیں تھی۔
کوئی مل کا علاقہ خوفناک ترین تصور کیا جاتا تھا لیکن اب تو یوں محسوس
ہوتا ہے کہ یہاں کی ساری آبادی کی گزیرلوں سے جاتی ہے۔ چنانچہ
فوراً طور پر اس بات کی ضرورت محسوس کی جا رہی ہے کہ کبھی کوئی
سلسلے میں مکمل اطلاعات فراہم کی جائیں اور یہ کام آپ ہی کو کرنا ہے
سٹر ایئرٹ۔ اب بہتر یہی ہوگا کہ ہم اپنی پہلی کوشش ہی کریں کہ آپ
کوششیں آبادی تک پہنچا کر آپ کی روانگی کا بندوبست کر دیا جائے
بڑی خوبصورت گفتگو کر رہا تھا ڈنکر۔ میرا مقصد اس کے علاوہ اور
کیا تھا۔ اچھے تو اس بات کا بھی صحیح اندازہ نہیں ہو سکا تھا کہ وہ کبھی
کیا چیز جس کے بارے میں یہ لوگ اتنے پیارے ہیں حالانکہ دل پہ چاہتا
تھا کہ ان انسان کے دل والوں کے کام آؤں اور کبھی کے بارے میں
مفصل معلومات حاصل کروں لیکن اگر اتنا حلقہ چوکی تو ہمیں سے
میرا ذرا دل شروع ہو جائے گا۔ ان لوگوں کو یہ سوال بہت عجیب
لگے گا اور وہ یہ سوچیں گے کہ میں کون ہوں جسے کبھی کے بارے میں
تفصیلات معلوم نہیں ہیں بلکہ میرا شہر یہی تھا اس انسان نے مجھے
ناموش رہنے پر مجبور کر دیا تھا۔

رات بہت آہستہ اپنے آخری مراحل میں داخل ہو رہی تھی
آسمان تاریک تھا اور ہمیں خاصی تیز ہو گئی تھیں۔ ڈنکر اس
دوران مسلسل گفتگو کرتا رہا تھا۔ وہ مجھ سے دوبارہ مل جانے پر بہت
خوش تھا لیکن دفعتاً اسے خاموش ہونا پڑا کیونکہ ہواؤں کے جھونکے
شدت اختیار کر گئے تھے۔ ایک تیز و تیز طوفان لگ گیا تھا۔

ڈنکر خاموشی سے نلواؤں میں گھومنے لگا، طوفان تیز
سے تیز ہوتا جا رہا تھا لیکن کی چادر اپنی جگہ جھکھڑنے لگی تھیں۔
مختلف سمتوں میں خوفناک آوازیں ابھری رہی تھیں ہر طرف ریت
اڑ رہی تھی چادر میں تنہی اور مستند کی لہروں میں مدوجور
کی کیفیت پیدا ہو گئی تھی۔

بارش شروع ہو گئی جس کی وجہ سے ہواؤں کی تندی میں کچھ
کمی ہو گئی لیکن اس کے باوجود ہواؤں کے تیز چھیرے سامان کے
نیچے سے گزرتے تھے۔ سمندر کی فوجی لہریں اٹھ اٹھ کر کنارے
کی جانب دوڑ رہی تھیں ہر چند کہ سامان ساحل سے بہت
نزدیک نہیں تھے لیکن یہ خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ اگر شدید طوفانی جھوٹ
اور تیز بارش اسی طرح جاری رہی تو پھر ہم اس سامان کے نیچے
نہرے میں گئے اور ہمیں کھینے علاقے میں جانا پڑے گا جو بے حد

ہاؤس کی چٹائی اور بائیں رخسار پر چپکے ہوئے تھے۔
ہاؤس پر زخم میرے لگائے ہوئے تھے۔ ہاؤس میں
 وقت ایسا تھی میرا جوتو تھوڑا ہوا تھا ہے۔ اس کی مسکراہٹ
 پہنچی ہوئی زندگی کو میرے علاوہ اور کوئی نہیں محسوس کر سکتا تھا۔
 حالات کا یہ بیکار میرے لیے بے حد سستی قیصر تھا۔ لیکن صرف ایک
 لمحے کے لیے۔ اب مجھے سراسر اس پر قابو پانے کا فن آچکا تھا۔
 پتا چلا اس وقت بھی سنبھلنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی اور میں بھی جوتا
 میں مسکرایا۔
 "بعض اوقات بدترین دشمن بدترین دوستوں کی مانند ہوجاتے
 ہیں سزاوارتہ اور اچھے ہمارے سمندر میں بھی موافقیت ہے زیادہ
 عرصہ ہم ایک دوسرے سے دور نہیں رہتے؟
 "ہاں یہ حقیقت ہے۔ آئیے الٹان سے بیڑ لگالگو کریں
 گے۔ آئیے پلنگ باورڈ لولا اور بال کے ایک گوشے میں بیٹھ گیا جہاں
 ایک شاندار وسیط بٹھا ہوا تھا۔ اس کے عقب میں ایک خوبصورت
 دروازہ نظر آ رہا تھا۔ میں باورڈ لولا میں اس کے ساتھ آگے بڑھا
 اور چاروں طرف سو فیصد پریم گئے۔
 "آپ کو یہ ملاقات دلچسپ نہیں لگی مرٹلی؟ ہاؤس نے کہا۔
 "بے حد دلچسپ! بے حد سستی قیصر! غراں ہے یہ اپنی دانت
 میں منزل پر پہنچنے کی تھا! میں نے جواب دیا۔
 "میں بھی جیسا ہی دلچسپ تجربے سے روشناس کرنا چاہتا
 تھا۔ اور میں نے تمہارے استقبال کے لیے سروس کا انتخاب کیا
 تھا۔ اسے ذہانت کہتے ہیں مرٹلی!
 "آپ ایک اعلیٰ حد پر فائز ہیں مرٹلی ہاؤس! اس کی کوئی
 بنیاد تو نہ ہوگی!
 "شکر مرٹلی! بہت بہت شکریہ!
 "اس بار ہماری ملاقات کچھ مختلف محول میں ہوتی ہے چنانچہ
 کچھ تباہی خیز خیال کیوں نہ ہو جائے؟
 "کیا نہیں گئے آپ؟ ہاؤس نے پوچھا۔
 "آپ جانتے ہیں میں شرب نہیں پیتا، اس لیے کافی؟ میں
 نے جواب دیا اور ہاؤس نے صوفے سے ہاتھ بڑھا کر دو بار پر لکھا
 بین دایا۔ اندرونی دروازے سے ایک لڑکی اندر داخل ہوئی
 اس نے سوال کیا کہ ہوں سے ہاؤس کو دیکھا۔
 "اوہ سن ڈولی! ایک کمان ہے؟
 "فرمانے جواب دہ باہر گیا ہے۔
 "معزز ہمارے لیے کافی اور میرے لیے وحشی جواہر۔
 لڑکی واپس چلی گئی اور ہاؤس مسکراتی نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگا۔
 پھر کچھ لگا۔ آپ کو قتل کرنے کے میں موقع میں نے گوانے ہیں

مرٹلی! جس بار ایسے حالات پیش آئے جب آپ کو قتل کیا جا
 سکتا۔ لیکن میں نے اسے نہیں کیا!
 "میرے آپ کی عزت سے مرٹلی ہاؤس! میں نے سزاوارتہ انداز
 کیا۔ میں رگ شرارت چوکھو اٹھی تھی۔
 "میں جانتا ہوں خود کو وطن نگاہ کرنے کے لیے آپ کو کتنی
 محنت کرنی پڑی ہے۔ بہر حال آپ مجھ سے تبادلہ خیال چاہتے
 ہیں! یہ لڑکی اور لڑکے قید خانے میری بھینج میں نہیں آئے۔ آپ
 نے مجھے وہاں کی سیر کیوں کرانی تھی؟
 "کچھ عرصے کے لیے آپ کو جنگ محول کی زندگی سے دور
 رکھنا چاہتا تھا اور مجھے ایک وقت درکار تھا۔
 "وہ کس سلسلے میں؟
 "میرن ہاں میں ایک پاکستانی نے دہریہ کا مظاہرہ کر کے مجھ
 مقاصد کے خلاف مجھ اس کی تھی۔ سزا کا مستحق وہ تھا نہیں تھا اس
 کی پوری قوم تھی۔ چند جذباتی فوجیوں نے ایک پاکستانی لڑکی کو
 قتل کر کے جذباتیت کا ثبوت دیا اور اس کے جواب میں تم نے بھی
 وہی انداز اختیار کیا۔ بات میرے معیار کی نہیں تھی لیکن اس کے بعد
 چند ایسی کارروائیاں ہوئیں کہ میں ان پر نگاہ ڈالنی پڑی ملی بارخان
 تم نے ہمارے ایک ہٹاکر قتل کر دیا تھا اور کچھ بار بار لوگوں کی دہ
 سے امریکا سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ میں حکومت امریکا
 کا وفادار ہوں۔ میں نے اس کے مفادات کی نگہانی کے لیے بہت
 کچھ کیا ہے۔ لیکن میں سلاہودی ہوں اور اپنی قوم کو دفائی
 شے سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔ میں نہیں میں بار چھوڑ چکا ہوں
 مرٹلی بارخان! جانتے ہو کہ میں صرف تمہاری موت میرے لیے
 کوئی وقعت نہیں رکھتی، میں تمہارے ملک سے انتقام لینا چاہتا
 ہوں۔ میں تمہارے جرم کی سزا تمہارے پورے ملک کو دینے کا
 خواہش مند ہوں۔ اس کے لیے میں کوئی بہترین موقع تلاش کر رہا
 ہوں۔ میں اب بھی تمہیں قتل نہیں کروں گا۔ بڑے مفاد حاصل کرنے
 کے لیے چھوٹی چھوٹی باتوں کو نظر انداز کرنا پڑتا ہے۔ تمہارے لیے
 میں تمہارے پورے ملک کے خلاف سازش کروں گا! ایک
 ایسی سازش جس کا کوئی توڑ و دریافت نہیں ہو سکے گا۔ میں نے امریکا
 سے اپنی قوم سے وعدہ کیا ہے۔ تمہارا ملک اسرائیل سے دور
 ہے لیکن ہمارے لیے ایک مستقل خطرہ بنا ہوا ہے۔ پورے
 اسرائیل کی خواہش ہے کہ اس کے دشمن غیر ایک پاکستان کو ہی نہیں
 بدترین مشکل میں پیش کیا جائے کہ وہ فنا ہو کر رہ جائے۔ بیشمار
 میسویں قیصر انٹرنٹ اس سلسلے میں کام کر رہے ہیں لیکن میرا نام
 ہاؤس ہے۔ میرے بارے میں کہا جاتا ہے کہ میں اپنے وطن کی
 بقاء کے لیے ایک ایسا کام کروں گا جس کی مثال تاریخ میں نہیں ملے

میرے عزیز وطن! اس کا فوری تم ہو گے، صرف تم!
 ہاؤس غامض ہو گیا۔ میری رپڑ کی ہڈی میں سرسراہٹیں دوڑ
 گئیں۔ میں کسی کسی کو نہیں جانتا لیکن جاہل بھی نہیں تھا۔ جانتا
 تھا کہ یہودی اسلام کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ آج سے کیا،
 وہ سو سال سے وہ عالم اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف
 لیکن ہاؤس کی یاد کوئی مجھ سے برداشت نہیں ہو سکی۔ اور
 میری آنکھیں سرخ ہو گئیں تاہم میں نے خود کو سنبھال کر کہا۔
 "ہاں میں یہودی سازشوں کے خلاف فتوہ اہمیت جانتا ہوں
 اور مجھے علم ہے کہ اسرائیل کا قیام ہی سازشوں کی بنیاد پر ہے۔
 کوئی نیا کام نہیں کر رہے ہو لیکن کسی پاکستانی سے شاید یہ تھا پھلا
 سطر ہے؟
 "کیا مطلب؟
 "پاکستان کے خلاف سازش کرنے کے لیے تم نے ایک پاکستانی
 انتخاب کیا ہے۔ اپنی قوم سے اپنی بدترین ناکامی کا احترام کر لو
 اور یہ سزا میری کہ ایک بار اپنی آنکھوں سے تو دیکھو ایک یہی
 طرح نکال لاؤ تو پتا چلا کہ کاش کہ تمہارے سامنے رکھ دوں گا پاکستان
 زمین پر بیٹھنے والے اس کے ایک ایک پیسے کے لیے ہزاروں
 زمین کٹنے کو تیار ہیں گے! ایک ملٹی بارخان کیا چیز ہے۔ احمق
 ہاؤس! انسان ناشناس ہوا مجھے تمہاری اس نادانی پر انھوں
 ہے۔ اگر میں نے محسوس کیا کہ مجھے میرے وطن کے خلاف سازش
 کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے تو وہ چار کو قتل کر کے موت کو گلے
 لوں گا۔ مجھے اس کام میں کوئی دقت نہ ہوگی!
 "زندگی بہت قیمتی ہوتی ہے ملی بارخان! تم نے اس کے
 لیے موت کے سمدھور کیے ہیں؟
 "پاکستان کے نام پر ملی بارخان! زندگی ماحو، تمہیں ہوس
 میں ہوگی۔ موت کے سمندر سے گور کر پھانسی ہوئی یہ زندگی
 کا صدقہ کر دی جائے گی؟ میں نے کہا۔
 اسی وقت لڑکی کافی کے رتن اور شراب کا سامان ڈالنے پر
 مجھے اندر داخل ہو گئی۔ اس نے اندر داخل ہو کر لڑکی ایک
 رات روک دی۔ ہاؤس اس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔ لیکن دوسرے
 لمحے میں ہاؤس کے ساتھ ساتھ میں بھی چونک پڑا۔
 لڑکی کے ہاتھ میں سیاہ رنگ کا ایک رینگا اور نظر آ رہا تھا
 ہاؤس نے لڑکی سے استغاثہ کیا تھا۔ پھر رینگا اور ہاؤس کی
 طرف ہو گیا اور اس کی سر آواز اچھری۔ ہاتھ بندھ کر ہاؤس
 اس کے پیچھے بھاگا ہوا ہے۔ پورا رینگا لڑکی پر غالی کر دوں
 گی!
 "کیا تم اس کر رہی ہو؟ کیا مجھے یہ ہو گیا؟

"ہاں موجود لوگوں کو میں بے ہوش کر چکی ہوں۔ وہ اس
 زحمان کے راستے میں مزاحمت نہ ہو سکیں گے۔ جاؤ علی بارخان!
 فوراً باہر نکل جاؤ۔ باہر کا موجود ہے جس کے گیش میں چابی
 لگی ہوئی ہے؟
 "ڈولی! ہاؤس کو مارا۔
 "نیکش میں مت کرو شرطاً ہاؤس! اور یہ بھی جان لو کہ میرا
 نام ڈولی نہیں ناز تھا ہے۔ تمہاری سگریٹ میرے ہاتھوں
 ماری جا چکی ہے؟ اس نے بدل ہوئی آواز میں کہا۔
 "ناز تمام! میرے منہ سے بے اختیار نکل گیا۔
 "تفصیل بہت طویل ہے دوست! میں نے تمہارے بھانے
 تمہارے دشمنوں پر نگاہ رکھی تھی۔ اور اس کے منصوبے معلوم کرنے
 میں کامیاب ہو گئی تھی۔ ساری زندگی میں ایک ہی اچھا کام کرے
 کا موقع ملا تھا تو نہ کیوں نہ تھا! جی! جاؤ ہماری نفع۔ ملاقات
 پھر کس وقت ہوگی؟
 "مرٹلی اور مجھے دے دو ناز تھا، آؤ میرے ساتھ؟ میں
 نے کہا لیکن ناز تھا بیچ بڑی۔
 "تم جاؤ علی! ہاؤس! میری محنت ادا کر دو۔ میں تمہا
 نہیں ہوں، نکل آؤں گی۔ جاؤ ورنہ میں خود کشی کر لوں گی؟ اس
 نے ایسے بیچ میں کہا کہ میں چونک پڑا۔
 "مجھ سے ملے بغیر واپس نہ جانا ناز تھا؟ میں نے کہا اور
 دروازے کی طرف چلا گیا۔ ہاؤس اس کے بعد میں نے ٹیٹ
 کر نہیں دیکھا لیکن جب باہر پہنچ کر میں نے کاشا شرٹ کی تو
 مجھے کین فائل کی آواز میں سنا دی تھی۔ میں دل سوس کر
 کر رہ گیا۔ ناز تھا اس طرح چھوڑا آنا سوت خود مرضی تھی۔ نہ جانے
 کس نے کس پر غارت کیا؟ نہ جانے؟
 فواد سے سب سے پہلے ملاقات ہوئی تھی۔ مجھے دیکھ
 کر دیر تک آنکھیں ملتا رہا اور جب اسے یقین ہو گیا کہ میں ہی
 ہوں تو پاگوں کی طرح مجھ سے پٹ گیا۔
 "تم واقعی زندہ ہو اے! مجھے ابھی یقین نہیں آ رہا۔
 "میں تمہیں یقین دلانے کا کوئی ٹوٹر ٹھن نہیں رکھتا، مجبوری
 ہے؟ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔
 "تمہاری موت کی اطلاع تمہارے اہل وطن کو بھجوا دی
 گئی ہے۔ جگہ جگہ تمہاری ناز تھا! ہوتی اور ایصال ڈوب
 کے لیے کئی بار آؤں غواں بھی ہو چکی ہے؟
 "میرے یہ غویں کتنی ہے کہ میری زندگی میں ہی یہ سب
 کچھ ہو گیا۔ باقی رہی میرے غمناں اور اہل وطن کی بات

کیا تھا لیکن وہ کم بہت بچ گیا اور ذرا اٹا ہوا ایک ٹیلے کی طرح ایک گیارہ۔ اب میرے لیے اس کے جانور کا چارہ کار نہیں تھا کہ اس سے کچھ نکال کر کے ہلاک کر دوں۔ دیوالو میرے پاس موجود تھا مجھے یقین تھا کہ وہ سپاہی جس کی پیشانی کا نشانہ میں نے لیا تھا اسے یقیناً مرچ چکا ہوگا۔ دوسرے کے بارے میں کوئی صحیح اندازہ نہیں ہو سکا تھا۔ گولی نے اسے کتنا نقصان پہنچایا مگر مجھے ان دونوں سے زیادہ اس کم بہت کتنے کی فکر تھی اس کے کسی طرح بچ کر نہیں جانا چاہیے تھا۔ ورنہ دوسرے فوجیوں کو یقیناً خبر ہو جائے گی۔ وہ ٹیلے کی آڑ میں دیکھا مسلسل خزاں تھا۔ مجھے صرف اس بات پر حیرت تھی کہ وہ اب تک فرار کیوں نہیں ہوا۔

پستول کو منجھالتے ہوئے میں آگے بڑھا اور ایک ایسی جگہ پہنچ گیا جہاں سے میں کتے پر نگاہ ڈال سکتا تھا اور اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ کتنی اب تک افراد کیوں نہیں ہوا تھا اس کی خبر میرے فوجی کی فکر میں نہ تھی۔ موتی بیٹی سے ملنے کے لیے، گویا اس بات کا خطرہ نہیں تھا کہ وہ ایک ناکامی پر عمل آور ہو جائے گا میں کتے کے سامنے اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے میں اس کا نشانہ نہ سکتا تھا اور میرے پستول کی بقیہ گولیاں کتے کے بدن میں آ کر گئیں۔ وہ خون میں لات پت درختیں بار آچھا اور اس کے کندھا تک ہو گیا اس کام سے فارغ ہونے کے بعد میں نے دوسرے فوجی کا جناحہ لیا لیکن اس کے سینے پر دل کے کچھ اوپر گل تھی اور اس کی جگہ زندگی باقی تھی۔

میں نے یقین کر لیا کہ تکلف کے اس فوجی کا پستول کاٹھا یا جو ہلاک ہو چکا تھا اور اس نے بھی فوجی کا نشانہ لے کر تین گولیاں اس کے دل کے مقام پر آ کر دیں۔ میں محسوس ہوتا تھا جیسے ان کے علاوہ ہمارا ایک کوئی نہیں ہے اور یہ خوش کہیں تھی میری کہ میرا مقابلہ صرف ان، افراد اور ایک کتے سے ہوا تھا۔ اگر یہاں زیادہ فوجی ہوتے تو پھر میرا بیچ نکلتا مشکل ہوتا۔ اب یہ جگہ چھوڑ دینا بہتر تھا۔ یہ دونوں فوجی یہاں چلے گئے۔ تو میں آگے ہونے لگا۔ چنانچہ میں نے ایک سمت کا انتخاب کیا اور چل پڑا۔

کافی فاصلے طے کرنے کے بعد مجھے بہت دودھ دوشیاں نظر آئیں شاید میں کسی آبادی کے قریب تھا۔ دوشیوں کا پھیلاؤ اس بات کا اندازہ دیتا تھا کہ آبادی خاصے وسیع و عریض علاقے پر محیط ہے۔ ممکن ہے یہ کوئی امریکی شہر ہو لیکن اس شہر میں داخل ہونے سے پہلے بہت کچھ سوچنا ضروری تھا۔ میں نہیں جانتا تھا کہ میری پیل کو خدشہ کسی قدر باور ہوئی ہے یا نہیں۔ ہوں تو ہے چنانچہ اب میں اپنی شناخت کے لیے ہمارے پریشانات چھوٹے کا خواہش تھا جس بات کو ظاہر کریں کہ عاقل نوادہ اس علاقوں میں پوشیدہ ہے اور اس کے لیے مجھے بہت کچھ مینا کر دیا گیا تھا۔

کچھ وقت یہاں گزارنے کے بعد میں آگے بڑھ گیا۔ میرا رخ انہی دوشیوں کی جانب تھا جو رات کی تاریکی میں دھڑکیں ٹھٹھا رہی تھیں۔ فوری طور پر میں راستے میں داخل ہونا نہیں چاہتا تھا۔ البتہ بس سے کچھ فاصلے پر کسی ایسی جگہ کا انتخاب کر کے قیام کرنے کا خواہش نہ تھا جو میرے لیے محفوظ ہو۔

ایک بڑھاواں جو رات کے بعد مجھے ایک بارغ نظر آیا جس میں مختلف اقسام کے پھلوں کے درخت لگے ہوئے تھے۔ میں بارغ میں داخل ہو گیا اور پھر ایک گھنا درخت منتخب کر کے اس کے تنے کے پاس ہوار زمین پر لیٹ گیا۔

آسمان پر ستاروں کا سفر جاری تھا۔ میں نے انھیں بندھائیں اور دماغ کو آواز دھجھوڑ دیا۔ جو کچھ بیت چکی تھی اس کے بارے میں سوچنے پر مقصد تھا۔ بہتر تھا کہ نیند آجائے تاکہ دوسرے دن جب جاگوں تو کوئی ذہنی انتشار باقی نہ رہے۔ اس گوش میں مجھے خاطر خواہ کامیابی نصیب ہوئی اور میں گری نیند سو گیا۔

دوسری صبح اس وقت جاگا جب سورج کافی بلند ہو گیا تھا۔ گھڑی میں وقت دیکھا تو نو بج کر دس منٹ ہونے لگے۔ خوراک یا صبح کے ناشتے کے لیے پشت پر نہ تھی۔ ہونے پہلے میں بہت کچھ تھا لیکن تھوڑے ہی فاصلے پر لگے ہوئے خوش رنگ سیب و مہوت دے رہے تھے۔ چنانچہ میں نے بارغ کے مالک کا خاندان شکر سے آواز کر کے کچھ سیب توڑے اور انھیں بنانے لگا۔ اس کام سے فارغ ہو کر میں نے فیصلہ کیا کہ اب اس بارغ سے نکل جانا چاہیے کیونکہ یہ تو ممکن نہیں تھا کہ اس بارغ کے رکھوالے اس پاس موجود نہ ہوں کسی کی نگاہ میں آئے بغیر میں آبادی میں داخل ہونے کا خواہشمند تھا۔

بارغ سے بائیں سمت بہت کچھ تھوڑی سی دور چلا تھا کہ باغی بنسنے کی آواز سنائی دی۔ غالباً یہ اس ندی کی ہی کوئی شاخ تھی جس کے پل کے گزر کر میں اس طرف آیا تھا۔ دل چاہا کہ اگر تنہائی ہو تو نہالوں اور اس خواہش کے تحت میں ہستی ہوئی ندی کی جانب بڑھ گیا۔

جوتی میں ایک بڑے ٹیلے کی آڑ سے ندی کے کنارے پہنچا۔ مجھے مشکک کرک جانا پڑا۔ دل بازہ لڑکے اور لڑکیاں اس طرف چلے آ رہے تھے اور میرے اتنے قریب پہنچ چکے تھے کہ اب میں ان کی نگاہوں سے اوچھل نہیں رہ سکتا تھا۔ میں ساکت رہ گیا۔ ان لوگوں کے ہاتھوں میں مختلف چیزیں تھیں اور یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ پکنک منانے اس طرف آئے ہوں۔ انھوں نے بھی مجھے دیکھ لیا تھا اور اب ان سے چھپنا بے مقصد تھا۔ چنانچہ میں بے پروائی سے ندی کے

کنارے کی جانب چل پڑا اور گشت سے تھکا لکھول کر نیچے رکھ دیا۔ ابھی میں ندی میں نہیں اترا تھا چاہتا تھا اس سے پہلے ان لوگوں کا رد عمل دیکھ کر ضروری تھا۔ میں نے کنارے پر پانی میں پاؤں رکھائے اور ایک جگہ بیٹھ گیا۔ وہ سب میرے نزدیک ہی پہنچ گئے تھے۔

ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا: "ہیلو"۔ "ہیلو" میں نے بھی نرم انداز میں مسکرا کر جواب دیا۔ "آپ... آپ کون ہیں؟ غالباً سیر و سیاحت کے ریا یا کوئی مهم جو قسم کے آدمی معلوم ہوتے ہیں۔ آپ کا خاہری حلیہ بتاتا ہے کہ آپ دشوار دراصل سے گزر کر یہاں تک آئے ہیں۔ وہ آخری زبانی استعجال کر رہا تھا۔

"آپ کا خیال درست ہے" میں نے پھینکی ہی مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا۔

"ہم آپ کی مدد کر سکتے ہیں؟"

"نہیں۔ میں کسی مدد کی ضرورت نہیں محسوس کرتا۔"

"تب آپ ہمارے ساتھ چائے ضرور پیتے" انھوں نے مجھے دعوت دی۔ چائے پیتے ہوئے میرے ذہن میں ایک خیال آ رہا تھا۔ میں نے ضرور محسوس انداز میں وہ ڈائری نکالی جس میں اشدری زبان میں بہت سے پیغامات لکھے ہوئے تھے۔ میں نے سوچا کہ ان لوگوں کے ذریعے بھی عاقل توار کی موجودگی کی خبر پلاؤں یا فوج تک ضرور پہنچی چاہیے اور یہ ڈائری اس سلسلے میں بہت کارآمد ثابت ہو سکتی تھی۔ اس پر عاقل توار کا نام صاف دیکھا جاسکتا تھا۔ تھوڑی دیر تک میں لڑکیوں اور لڑکوں کے ساتھ رہا۔ ان سے مختلف موضوعات پر گفتگو ہوتی رہی پھر انھوں نے شپ ریکارڈ کر نکال کر اس پر ایک کیٹ لگا دیا اور فوج رکھنے لگے۔ میں ان سے محذرت کر کے وہاں سے آگے بڑھ گیا تھا اور اب مجھے اس سواری کی تلاش تھی جس پر سوار ہو کر یہ لوگ یہاں پہنچے تھے۔ اس جگہ تک جہاں وہ موجود تھے، راستہ اس قدر ناہوار تھا کہ کوئی بھی گاڑی نہیں لائی جاسکتی تھی۔ اس لیے مجھے یقین تھا کہ انھوں نے اپنی گاڑی آگے کیس چھوڑی ہوگی جہاں زمین ہوار ہوگی۔

اگر میں ان کی گاڑی لے کر فرار ہو جاؤں تو وہ لوگ مجھے کسی طور نظر انداز نہیں کر سکیں گے اور میرے بارے میں یقیناً کچھ میں گم جائیں گے اور پھر وہ چھوٹی سی ڈائری انھیں مل جائے گی جسے میں وہیں چھوڑ آیا تھا۔ اس کے ذریعے بات پلوئیس تک پہنچی گی اور پھر ان لوگوں تک جی تک میں وہ ڈائری پہنچانا چاہتا تھا۔

بالآخر مجھے چٹانوں کی اوٹ میں نیلے رنگ کی وہ کوڑ نظر آ گئی جس کے درمیان تھتے پر ایک سفید دھاری پڑی ہوئی تھی اور اس پر گاڑیاں لڑے پڑے والی پٹنی کا نام بھی لکھا ہوا تھا۔ یہ پکنک پارٹی اسی کو بڑھائی تھی۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا، کوسر کا ڈرائیور کو بڑھائے اندر موجود تھا اور اس کی فرنٹ سٹ پر آرام سے بیٹھا ہوا سگریٹ پی رہا تھا۔ غالباً اسے میری آمد کا اندازہ نہیں ہوا تھا۔

قریب پہنچ کر میں نے آہستہ سے دروازہ کھٹکھٹایا اور ڈرائیور گردن نکال کر مجھے دیکھنے لگا۔ میں نے رٹے نرم بچے میں کہا: "نیچے آؤ جی"۔

ڈرائیور گھٹک کا آخری کش لینے کے بعد اسے انگلی سے اچھالتا ہوا نیچے آ گیا۔ میں اس کے استقبال کے لیے تیار تھا۔ جو میں اس نے نیچے قدم رکھا، میرا خیال تھا اس کی گون پر پڑا اور اس نے ہتھ کا گھونسا پٹنی پر بچا ہوا ہاتھ تھا، ایک ہی کافی رہا۔ ڈرائیور نے گونے لگا تو میں نے اسے نکال دیا اور پھر اسے گھٹک ہوا اس ٹیلے کی آڑ میں لے گیا تو تھوڑے فاصلے پر تھا۔ ٹیلے کی آڑ میں ڈرائیور کو لڑنے کے بعد میں نے اس کی جیبوں کی تلاشی لی۔ بہت معمولی سی کرنسی اور سگریٹ کا ایک بیگٹ برآمد ہوا کہ کوسر کی چابی یقیناً ان کی جیب ہی میں لگی ہوئی تھی۔ منجھلی ہوئی تو ڈرائیور کے پاس ہوئی۔ چنانچہ میں

عمامہ خانی احمد زید، آؤ ویدان کی عورتیں ہیں
یہاں کے باشندے کہ انھوں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ سب
میں نے ان کے پاس دیکھا ہے کہ انھوں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ سب
میں نے ان کے پاس دیکھا ہے کہ انھوں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ سب
میں نے ان کے پاس دیکھا ہے کہ انھوں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ سب



ذہن نشین رہو کہ ان کے پاس دیکھا ہے کہ انھوں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ سب
میں نے ان کے پاس دیکھا ہے کہ انھوں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ سب
میں نے ان کے پاس دیکھا ہے کہ انھوں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ سب
میں نے ان کے پاس دیکھا ہے کہ انھوں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ سب
میں نے ان کے پاس دیکھا ہے کہ انھوں نے جو کچھ دیکھا ہے وہ سب

تیزی سے کوسٹر کے پاس پہنچا اور اندازہ درست تھا۔ اس نے
پر بیٹھ کر میں نے تیزی سے کوسٹر کو اسٹارٹ کیا اور اسے
برق رفتاری سے واپس موڑ دیا۔
میرا رخ آبادی کی جانب تھا لیکن اب اس آبادی میں
مگر اب بھی خطرناک تھا۔ یہاں سے نکل جانا ہی میرے لیے مناسب
تھا۔ چنانچہ میں اطمینان سے کوسٹر کو تار با مقصد سے ہی
فاصلے پر مجھے ایک پختہ مرکب نظر آیا اور میں نے کوسٹر اس
مرکب پر ڈال دی۔

یہ پختہ مرکب اس بستی کے قریب سے گزرتی تھی جو
میں نے دور سے دیکھی تھی۔ بستی کیا اچھا خاصہ تھا۔ میں
اس کے نزدیک سے گزر رہا تھا اس لیے اس طرف چھوٹے
چھوٹے کارخانے اور مولداریں نکالتی نظر آ رہے تھے۔ میں
نے انھیں نظر انداز کر دیا اور برق رفتاری سے کوسٹر کو اس بستی
مرکب پر دوڑاتا رہا۔ راستے میں اکڑاکڑا کر ٹھیک نظر آ رہے تھے۔
کبھی سامان سے لدی ہوئی اور کبھی ایسی ہی تفریحی گاڑیاں لیکن
کس نے میری جانب توجہ نہیں دی تھی اور میں پرسکون انداز میں
اپنا سفر طے کرتا رہا۔ ارادہ ہی تھا کہ کوسٹر کو کسی مناسب جگہ چھوڑ
دوں گا لیکن یہ سفر زیادہ طویل ثابت نہ ہو سکا، کوسٹر کے فیول
نے ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ فیول کی مقدار بیکانے والی سوئی پھر پڑ
چکی تھی اور سرخ بجی بار بار اسپارک کر رہی تھی پھر کوسٹر کو
جھٹکے گئے اور اس کا ایجن بند ہو گیا۔ گویا اب یہ سواری پلر لٹا
چھوڑ دی تھی۔

میں اطمینان سے نیچے اترا اور ان کھیتوں کی جانب چل
پڑا جو مرکب سے ٹھوسے فاصلے پر نظر آ رہے تھے۔ کوئی منزل
تو تھی نہیں، اب اس لیے ہی نشانات چھوڑتے ہوئے آوارہ گردی کرنا
تھی۔ ہاں اگر عاقل تو اس کی طرح ان کے ہاتھ لگا لگا تو میری
ساری محنت اکارت جاسے۔ راستے میں مجھے نوک سے رہے
اور دگر کے کھیتوں میں کسان کام کرتے نظر آ رہے تھے۔ کبھی کبھی
کوئی فوجی جیب باروٹ بھی گزر رہا ہوا نظر آ جاتا لیکن کسی نے
میری جانب کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ البتہ ایسا ایک دو بار ضرور
ہوا کہ میں کہیں نہ ہاتھ دھونے یا پانی وغیرہ پینے کو رکاوٹوں یا
سے میرے چیلے کو شک و شبہ کی نگاہوں سے دیکھا لیکن کسی نے
کوئی بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ یہاں تک کہ میرے
پیروں نے تھک ہار کر گئے۔ مڑھنے سے محذور کی کابلہ کر دیا
اور میں نے تھکن دور کرنے کے لیے کسی مناسب جگہ کی تلاش
شروع کر دی۔
ایک کھلے میدان میں مجھے کچھ خدقین سی گھدی ہوئی

نظر آئیں لیکن قریب پہنچ کر دیکھا تو ان میں خلافت مہری ہوئی
تھی۔ جب جسم تھکن سے چور چور ہو جائے تو دماغ بھی جواب
دے جاتا ہے۔ میں نے اپنا ذہن موقوف ہوتا ہوا محسوس کیا۔
لیکن جمل ہو گئی تھیں۔ ایک مختار انداز کے مطابق میں اب
تک بارہ بندہ میل کا فاصلہ پیدل طے کر چکا تھا اور کچھ نہیں
کھا جاسکتا تھا کہ ابھی مزید تھکی دور پیدل چلنا پڑے میں نے اڑکھڑاتا
ہوا آگے بڑھتا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد مجھے ایک چھوٹی سی آبادی نظر آئی۔
آبادی کے نزدیک سے گزرتے ہوئے میں نے محسوس کیا کہ
لوگ مجھے مشکوک نگاہوں سے دیکھ رہے ہیں۔ تب میں نے راستہ
بدل دیا اور ایک لمبا چکر کاٹ کر درختوں کے ایک جھنڈ کی
طرف چل پڑا۔

یہ جگہ نہایت خوبصورت تھی۔ ایک درخت کے نیچے
میں لیٹ گیا اور لیٹے ہی بے خبر ہو گیا۔ بقیہ وقت غنڈہ کے عالم
میں ہی گزرتا تھا۔ نہ معلوم کب تک اسی طرح سوتا رہا اور پھر جب
ہم کو کھلی تو شام کا اندھیرا تیزی سے پھیلا جا رہا تھا۔ میں
نے اٹھ کر اپنے پیٹے میں سے کھانے کے پینے کی چیزیں نکالیں۔
لیکٹوں کے چند ٹکڑے اور بالکل ٹھنڈی کافی کا شکر اس جے
اب کافی کتنا حاققت تھی لیکن ان چیزوں نے میرے اندر ہی روح
چھوٹ دی تھی۔ میں نے سوچا کہ مجھے اپنا سفر جاری رکھنا چاہیے
تھوڑی دیر آرام کرنے کے بعد بعد ان کی تھکن بھی دور ہو گئی تھی۔
میں نے دوبارہ اپنے سفر کا آغاز کر دیا۔ راست کا تا کیا
سانا اطراف میں پھیلا ہوا تھا اور میں اس سلسلے میں احتیاط
سے زمین پر لگا ہوا چائے آگے بڑھ رہا تھا۔ لہذا پھر بار بار چل
چلنے کے بعد ایک بار پھر میری ہمت جواب دے گئی۔ لیکن
کے ٹکڑے بھلا میری جھوک کیا مٹا سکتے تھے۔ انہیں فریاد کر دی
تھیں لیکن اس دیر نے میں کھانے کی چیزیں کہاں سے آئیں
ہر طور ایک بار پھر ڈھال ہو کر میں ایک جھادی کے نزدیک
لبا لیٹ گیا اور انھیں بند کر لیں۔

رات گہری ہو گئی تھی۔ پڑھوں سانس میں عجیب سے
احساسات ذہن پرسلط ہو رہے تھے۔ میرے پچھلے دھول اور تھکی
سے اٹ گئے تھے۔ ہرے کی کیفیت بھی بمانے کیا ہو گئی تھی۔
لیکن یہ سب کچھ تو برواقت کرتا ہی تھا۔
دوسری صبح ایک بار پھر میں چل پڑا لیکن اب میں اس
بات کی ضرورت محسوس کر رہا تھا کہ کسی آبادی میں قیام کروں۔
تھوڑی سی مقامی کرنی مجھے اس ڈرائیور کی جیب سے مل چکی تھی
جسے میں نے زخمی کر کے ٹیلے کے پیچھے ڈال دیا تھا۔ کم از کم

اس سے کھانے پینے کا سامان تو خریدا جاسکتا ہے۔ لیکن
دوروں کی نگہوں سے محفوظ رہ سکوں۔ دو گھنٹے کا سفر طے کرنے
کے بعد مجھے ایک دیا کانا نظر آیا اور میں اس کے ساتھ ساتھ
آگے بڑھنے لگا۔ اس بار میں نے اپنی رفتار ڈرائیور کی سی تھی۔
دیا عبور کرنا ضروری تھا۔ چونکہ اس کے دوسری طرف آبادی
کے آثار نظر آ رہے تھے۔ کچھ دور اور دیکھا تو ایک آبی پل پر نگاہ
پڑی جو یہاں سے ایک چھوٹے سے کھلنے کی مانند نظر آ رہا تھا
میں نے اس کی جانب بڑھنے لگا اور پھر اس سے ایک فرلانگ دور
ہی تک گیا۔

میں نے دونوں سروں پر مسلح فوجی تعینات تھے اور ہر
آنے جانے والے کی طرف تلاشی لے رہے تھے بلکہ شاید
شناختی کاغذات بھی چیک کر رہے تھے۔ میں نے دور سے سپاہیوں
کی تعداد کو گنیا۔ دو تلواد میں بارہ تیرہ کے قریب تھے۔ چار
پل کے شرقی سرے پر چار مقررین سرے پر اور بقیہ ادھر سے ادھر
گشت کر رہے تھے۔ ان کے کانٹھوں سے رائفیں تک ساری
تھیں اور ہر سپاہی نے سر پر لوہے کی ٹوٹی اور ٹھوکھی تھی۔ ان
کے جسموں پر سردی سے بچاؤ کے لباس تھے حالانکہ سردی شدید
نہیں تھی۔

میں کافی دیر تک ایک طرف بیٹھ کر آنے جانے والوں
اور اٹنے والوں کو دیکھتا رہا۔ دیا بار کرنے کا واحد ذریعہ
ہی تھا۔ لیکن میرے لیے ہی پرے سے گزرنے کا خطرہ تھا۔ حالانکہ
پاس کا غلظت موجود تھی لیکن اگر ان کاغذات پر انھیں مجھ پر جاتا
تو میں گرفتار ہو سکتا تھا۔ مگر کچھ نیچے تک رعب تو کٹا ہی تھی میں
دور سے ہی کا جائزہ لیتا رہا۔ پل کی لمبائی ڈیڑھ سو گز کے لگ بھگ
ہوئی۔ میں نے فیصلہ کر لیا کہ رات کی تاریکی میں دیا کے اندر
اُتر کر لوہے کی ... میری جیب کے ذریعے متا۔ یہ خبر دکر اندہ ہی
اندہ ہوتا ہوا دوسری سمت بچنے کی کوشش کروں گا۔ لوہے کی یہ
میر جیب پل کے نیچے بنے اختارہ تلوٹوں میں سب سے پہلے تلوٹوں
کے نزدیک لگائی تھی تھی۔ اب یہ مسئلہ بھی تھا کہ دونوں طرف گزرا
جائے۔ یہاں بیٹھ رہنا تو کسی کے لیے بھی تک و شبہ کا باعث
بن سکتا ہے۔

آخر میں نے ایک ایسی جگہ تلاش کر لی جہاں دوسروں کی
نگاہوں سے چھپ کر بیٹھ سکتا تھا۔ شام ہونے سے پہلے دن
کی ڈیوٹی دینے والے سپاہیوں کی جگہ سب سے پہلے دیا کی فلیپ
آئی۔ ان کے پاس میں نے طاقتور مسلح آلاتوں کا انتظام بھی دیکھا
یہ مسلح لائیں وہ اپنے ساتھ لائے تھے اور انھوں نے یہاں کے
عمیون تھکنوں میں نصب کر دیں اور ان کی آتش نشانی بھی کی۔

جو تھی تمام روشنیاں ایک وقت جلیں بغیر میل دور
تک دیا کے دونوں کنارے روشنی میں نہا گئے۔ یہ سب سے انتظام
یقین طور پر لکھنئی گورنوں کی وجہ سے کیے جاتے ہوئے گئے۔ میں نے
یہ طے کر لیا تھا کہ ادھی رات کے لگ بھگ اپنی لیکن گاڑ سے
نکلوں گا اور دیا میں اتر کر لوہے کی میری ہر طرف جانوں گا۔
اس کے بعد میں نے اندر ہی تھکن میں سرگرم کر کے ایک تلوٹ
سے دوسرے تلوٹ تک جانا زیادہ مشکل کام نہیں ہوگا۔ مجھے اپنی
کامیابی کا پورا پورا یقین تھا اور میں سوچ رہا تھا کہ اس بستی میں
داخل ہونے کے بعد میں سب سے پہلے ریٹ بھرنے کا انتظام
کروں گا کیونکہ جھوک سے بڑی حالت تھی۔ دفعتاً میں نے اپنے
طرف میں کچھ آہستہ محسوس کی اور چونکہ کسیدھا ہو گیا میں نے
اپنا ہتھول ہاتھ میں لے لیا تھا۔ چند لمحوں کے بعد آدھوں کے بولنے
چلنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ اس کے ساتھ ہی بھاری بوٹوں
کی آوازیں بھی سنائیں ہو گئیں۔ یقیناً یہ فوجی تھے لیکن ان کا اس
طرف آنا کیا معنی رکھتا ہے؟

میں سانس روک کر پھینکی کی طرح زمین سے چپک گیا۔
بوٹوں کی آوازیں قریب آتی جا رہی تھیں۔ وہ لوگ آپس میں باتیں
کر رہے تھے لیکن ان کی گفتگو میری سمجھ میں نہیں آئی۔ پھر وہ میرے
بالکل ہی قریب سے گزرتے تھے۔ تیز رفتاری والی مارچ وہ تھا۔ انھوں
پر ہلکتے جا رہے تھے جس سے مجھے اندازہ ہوا تھا کہ وہ کسی کی
معاوضہ میں ہیں۔ لیکن... لیکن کیا انھیں میری ہی تلاش ہے؟ یہ
فہم کیا ہے؟ میں محسوس کر رہا تھا کہ میرا پورا بدن پینے میں ڈوب رہا
ہو چکا ہے۔ آخر انھیں یہ شبہ کیسے ہوا کہ یہاں کوئی چھپا ہوا ہے؟
اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ کار نہیں تھا کہ میں اپنے ارادے

سپنس اور جاسی ڈائجسٹ کے مقبول ترین سلسلے

مفہور طاوت

مختل یوں کا مینا

کتابی شکل میں تیار ہیں

نئی نئی خاکوں کے طلب غلامین اپنے قریب کتاب سال سے مل سکیں

کتابیات پبلی کیشنز ۵ پوسٹ بکس نمبر ۲۳ کراچی

پر عمل کرنے کے لیے تیار ہو گیا۔

میں اس پہل کی جانب دینگے لگا کھڑے سامن پر چھٹے
 ہوئے ستاروں کی روشنی میں تھے دریا کا پانی نظر آ رہا تھا۔ کچھ
 فاصلہ پر ہی آتی پہل تھا۔ پھر دراروں کی ٹوہیاں گشت کر
 رہی تھیں یہی کے دونوں سروں پر دون کی طرح اس وقت بھی
 مسلح سپاہی موجود تھے البتہ لوگوں کی تعداد نہ ہوگی تھی
 میں نے پہلی کی جانب جانے والی سڑک پار کرنے کا ارادہ کیا
 ہی تھا کہ ٹیل پر کی جوتی سرخ لٹائیں ایک سخت روشن
 ہو گئیں اور گرد و پیش کا علاقہ روشنی میں نہ گیا۔ گھومتی جوتی
 لائٹ کا ایک جھپکا میری آنکھوں پر پڑا اور مجھے توں مسوں
 مچا جسے میں اندھا ہو گیا جوں میں پھرتی سے زمین پر لیٹ
 گیا۔ اوپے اختیار اپنے دونوں آنکھوں سے اپنی آنکھیں دہاں
 چن منٹ کے بعد آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں اور... دیواروں
 سڑک پہنچ گیا جسے سڑک کو مناسب نہیں تھا میں ایک
 کچی سی پلڑے مٹی کی جن پر سے گر کر میں پہل تک پہنچ سکتا تھا۔
 لیکن مجھے پورے محسوس پورا تھا جسے پہل پر کوئی غیر معمولی نقل و
 حرکت ہو رہی ہے یعنہ میں قہقہہ کیا تھا اور وہ کے تلاش کر
 رہے تھے پھر میں ٹیل کے بالکل قریب پہنچ گیا اور اچھٹے اس
 سیدھی تک پہنچا تھا جس سے گزر کر مجھے پہل عبور کرنا تھا۔
 لیکن تقدیر کو کچھ اور عمل کی کھلانے پر آمادہ تھی۔ میں
 کھڑا ہی ہوا تھا کہ ایک بار پھر روشنی میں نہ گیا اور اس بار یہ
 روشنی سامنے سے نہیں بلکہ غصے آتی تھی۔ یہ تھا کہ کے اطراف
 میں گشت کرنے والے سپاہی تھے حضور نے مجھے دیکھ لیا تھا۔
 فوراً ہی دونوں میرے سامنے پہنچ گئے ان کے آنکھوں
 میں شیں گئیں تھیں انھوں نے شیں گئوں کا رنگ بری طوت
 کر کے گشت لے جس میں کچھ کہ تھا تھا ان کے الفاظ میری سمجھ میں
 نہیں آتے لیکن میں اندازہ کر سکتا تھا کہ ان کا مقصد کیا ہو
 سکتا ہے جہاں مجھے دیکھوں وہاں ہاتھ شیعین انداز میں اوپر
 اٹھ گئے اسراہیلی سپاہی آہستہ آہستہ میرے نزدیک پہنچ گئے
 اور ایک نے شیعین کوں بیکہ بدن سے لگا دی پھر ایک آدمی
 سے میرے بدن کی تلاشی لینا شروع کر دی اور سیٹوں میرے
 ہاتھ سے لے لیا۔ سیٹوں جھیننے کے بعد وہ لوگ زور سے پیچھے
 دو تین چار آدمی وہاں پہنچ گئے انھوں نے مجھے چاروں
 طرف سے جکڑ لیا اور کچھ گھسٹتے ہوئے پہل کی طرف لے چلے
 پہل پر پہنچنے کے بعد انھوں نے مجھے فوجیوں کی ایک
 اور ٹولی کے حوالے کر دیا میں نے محسوس کیا کہ وہ لوگ کچھ برسر
 زور فوج سے ہیں انھوں نے آپس میں کچھ گفتگو کی جو پہل کے

فائدہ میری سمجھ میں نہیں آسکتی تھی۔ نتیجتاً میں دوسرے آدمی
 نے ایک کاغذات نکال کر اس فوجی کے سامنے پیش کر دیے
 اور وہ تاریخ کی روشنی میں انھیں دیکھنے لگا لیکن وہ کاغذات
 شاید اس کی سمجھ میں نہیں آئے تھے۔
 میرے دونوں ہاتھ جھست کر اس کو بارہ دیے گئے۔ یہ شمار
 فوجی بدل جمع ہو گئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں اسٹین گنز نہیں
 اور وہ سب باری باری تھے بغور دیکھ رہے تھے اور یکسر دوسرے
 کو اشارے کر رہے تھے۔ پھر ایک بار اور میری تلاش لی گئی، اور
 وہ گنگ تھے لے کر آگے بڑھ گئے۔
 قہر پڑا ایک فلائنگ ٹک اہل تاتے ہوئے کھینڈ میں
 چلنا پڑا تھا۔ اس کے اہلکار تات کے سامنے آئے جس کے سامنے
 بنے ہوئے احاطے میں کایاں کھڑی تھیں۔ عمارت کے نزدیک پہنچ
 کر اس میں سیڑھیوں نے نازیاں بسا کر کسی کو سیڑھوں کا اور ایک
 آدمی آفیسر نے آگے بڑھ کر ان سے میرے بالے میں کچھ گفتگو
 کی پھر مجھے اوپر سے نیچے نکال دیا۔
 میں اب تنازع سے کسی قدر بے پروا ہو گیا تھا۔ اگر
 ٹھوک سے نڈھال۔ پڑنا تو ایسا ہی کچھ کرنے کے واسطے میں جو جاتا
 لیکن اب کچھ سوچنا پڑے سو تھا۔ البتہ دل کی دھڑکنوں کا غلبہ
 ہی عالم تھا۔ آدمی آفیسر حیرت و حالاک نوجوان آدمی تھا۔ اس کا
 چہرہ سرخ و سفید اور وہیں ٹھوسے رنگ کی تھیں۔ اس نے لڑائی
 زبان میں کچھ کہا لیکن میں خاموشی سے اس کی شکل دیکھتا رہا۔ آدمی
 آفیسر نے چند لمحے میرا ہاتھ لیا پھر اس کے ہاتھوں پر مسکا۔ بہت
 نواہز ہوئی۔ ان نے مجھے اپنے ساتھ لے کر آگے بڑھنے کا اشارہ کیا اور ایک تقریباً
 بارہ فٹ کے عرصے میں مجھے لے کر پہنچ گیا۔ کر کے دو دو دروازے
 تھے اور ایک طرف برسی ہوئی تھی۔ اس نے نظر آدمی تھی جس پر پورے ہی
 ساتھیں تھیں ہوتی تھیں اور اپنے رنگ کا ایک بوسیدہ سا پرہیزوار
 تھا۔ اس کے علاوہ کر کے میں کچھ نرسیاں دو میزین اور ایک صوف
 بیٹ پڑا ہوا تھا۔ آدمی آفیسر نے مجھے ہاتھ پر دیکھنے کا اشارہ کیا
 اور میں اس کے سامنے پہنچ گیا۔ دو خائیں تھیں کسی کو آزادی اور
 میرے ہاتھ کھولنے کے لیے کہاں کا اندازہ تھے اس وقت ہوا جب
 میرے ہاتھ کھول دیئے گئے پھر آدمی آفیسر نے کہا
 "میرا نام مقداد کوں ہے کیا میں تمھارا نام پوچھ سکتا ہوں؟"
 سوال شگفتہ انگریزی میں کیا ہوا تھا جس سے مجھے اندازہ ہوا کہ یہ
 امرائیلی آفیسر انگریزی زبان سے بخوبی واقف ہے۔
 میں نے صرف ایک لمحہ کے لیے سوچا اور پھر آہستہ سے جواب
 "میرا نام عاقل ہے۔"
 آہستہ سے فکر بہت خوشی ہوئی۔ مثلاً عاقل کیا یہ بھی معلوم

کرتا ہوں کہ ان اطراف میں کیوں گھوم رہے تھے ؟
 بس یہاں میں جہیں تھا آپ کے دو بیوں کو چھ پر شہ پر گیا
 میں نے جواب دیا۔
 "تعلق غلطیوں سے ہے ؟"
 "ہاں۔ میں نے جواب دیا۔
 "میرے لائق کوئی خدمت ہو تو بتائیے ۔ اس نے نرمی سے
 کہا اور میں حیران رہ گیا۔
 چند لمحے خاموش رہنے کے بعد میں نے کہا : "میں کچھ کاموں
 "اور "میں آپ کے لیے کھانے پینے کی چیزیں منگوا رہا ہوں
 "انہ نے کہا اور ایک بار پھر اپنے آدمی کو طلب کر کے اسے اپنی زبان میں
 کچھ ہدایات دیں۔
 تھوڑی دیر بعد میرے لیے سینڈویچز کی ایک پلیٹ اور
 بیلے آگئی تھی۔ میں نے کچھ سوچے کچھ غیبرہ دونوں چیزیں اپنی
 جانب کھسکا لیں اور کھانے لگا۔
 آگے دو چھپ نکا ہوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر اس نے
 اپنے سامنے رکھے ہوئے بیڈ پر کچھ کھانا شروع کر دیا تھا چوتھ
 لمحوں کے بعد وہ بولا : "آپ کب کھانے پینے سے فارغ ہو
 جائیں گے تو میں کچھ قیمتی سرکار داناں کرنی پڑیں گی۔ میں یہ
 جانتا چاہتا ہوں کہ آپ بد وقت کے طرف کسوں تھے ہیں۔ اچھے
 جواب میں صرف فرض شناسی کا قائل ہوں اور اپنا کام پورا کر کے
 کے بعد آپ کو آٹھ دو گوں کے سپرد کر دینا چاہتا ہوں جو ایسے معاملہ
 کے لیے مقرر ہیں۔ اسے میری خواہش ہو گی کہ آپ میرے ساتھ
 تعاون کریں اور مجھے اپنے بارے میں تمام تفصیلات بتا دیں تاکہ
 مجھے اپنا کام کرنے میں کوئی وقت نہ ہو۔
 بڑا اچھا انسان معلوم ہوتا تھا یہ شخص ۔ ہر قسم کے لوگ ہر
 قوم میں موجود ہوتے ہیں حالانکہ یہودیوں میں مجھے کسی ایسے آدمی
 سے ملنے کی توقع نہیں تھی۔ اس کا رویہ میرے ساتھ عجیب تھا۔ خاص
 طور سے اس محنت میں جبکہ وہ یہ جان چکا تھا کہ میں فلسطینی ہوں
 میں سیدھے سچ اور چلتے نرائی میں دیر صاف کر گیا تھا۔ چند لمحوں
 میں نے ایک بار پھر اپنے آدمی کو آواز دی اور وہ تین اٹھا کر لے گیا۔
 "میں میرے معاملہ کو آپ مجھے یہ بتائیے کہ کیا آپ کو مقصد
 سے گھوم رہے تھے ؟"
 میں نے کہا تھا کہ میں یہاں جہیں ہوں۔ اس پر اس کو عجیب
 کر کے دوسری طرف جانا چاہتا تھا لیکن میرے کاغذات درست نہیں
 ہیں۔"
 آپ کے کاغذات دیکھنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ کہیں بھی
 چیک نہیں ہوئے وہ نہ ان پر نشانات تھے اور چنگ کے بغیر ان علاقے

سے نہ رانا۔ نہ شعل کا بجے بلکہ یوں سمجھیں آپ کو کوئی ہنس کر جرات
ہی نہیں کرتا۔ دھل جیں آپ کے بھائیوں پر نظر رکھنا ہوتی ہے؟
اس کے لئے میں کی قنطاریہ سا پیدا ہو گیا تھا۔
میں نے اس کی طرف گہری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔
”کیا یہ ممکن نہیں ہو گا کہ آگ کو ان کو چھو لے جسے ہمارے کے ساتھ
آپ ایک اور حصال بھی لے کر لے جائیں؟“
”ہاں ہاں فرمائیے کیا چاہتے ہیں آپ؟“
”میں تقریباً اڑتالیس گھنٹے سے بھوکا ہوا ہوں۔ کھانے کے بعد
میرے پاس ہاتھوں بیڑوں میں سنسنائی کی پیدا ہو گئی ہے اور میرا
ذہن مایوس سا ہو گیا ہے۔ اگر آپ مجھے نہ کھٹے اہم کو نہ شعلے
نے نہ اس تو میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں گا۔“
میرے اس سوال پر وہ چند لمحے غور کرتا رہا پھر آہستہ سے
بولی۔ ”میں نے کہا میں آپ سے ہتھکڑیوں کی توقع رکھتا ہوں
اور چاہتا ہوں کہ آپ کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس کی وجہ سے
مجھے اپنے اخلاقی اصول کو ٹوٹنا پڑے۔ میں آپ کو ایک موقع دیتا
ہوں کل صبح آپ اپنے بارے میں ممکن آفندیات بتا دیجیے۔“
میرے لئے یہ حیرت انگیز بات تھی۔ اس نے میری یہ
درخواست بھی منظور کر لی تھی۔ آرام کے لیے اس نے مجھے اوپر ہی
تھکے میں جانے کے لیے کہا اور وہاں میری کونیسے ساتھ بچھ دیا
اس نے مجھے مہربانیت کر دی تھی کہ مجھے اہم کلہاؤ کو دفن دیا جائے۔ وہ
دونوں مجھے نے ایک کمرے میں پہنچ گئے۔ اور وہاں چھل کو روزانہ
بندر کیا۔ شاید اس بیڑوی افسر کو میری صحیح حیثیت کا اندازہ
نہیں ہو سکا تھا۔
جس کمرے میں مجھے بند کیا گیا تھا۔ وہ سٹور روم تھا۔
شراب کی جالی بوتلیں اور کھڑکی کے نیچے مہمان خاصہ کی ادا میں
رکھے ہوئے تھے۔ ایک طرف الیمین بھی تھی جہاں تین آدمی رکتا
تھا الیمین سے دل چسپ بات وہ کھڑکی تھی جو کس عمارت کی
عقبنی دیوار میں موجود تھی۔ اس کی سلاخیں اٹنی پتلی اور
رنگ نور دھتیں کہ اگر انہیں اکٹھا کر کے کوشش کی جاتی تو اس
میں کوئی وقت نہ ہوتی۔
میں کچھ دیر سیکٹ سوچتا رہا اور اخیر میں سلاخوں کے نزدیک
پہنچ گیا۔ کھڑکی کی سلاخوں کے درمیان کھڑے ہو کر میں نے
ان کا جائزہ لیا تو میں نے اندازے کی تصدیق ہو گئی۔ میں
اگر چاہتا تو پھوٹا سی قوت سے صرف کر کے ان سلاخوں کو نکال
سکتا تھا۔ یہ سلاخ کچھ میں نے نہیں کیا کہ ایک سلاخ نکال
کو تیرپ کر لیا۔ اور اب مجھے رات گہری ہونے کا انتظار تھا۔
اس ہم کمرے میں نے یہ بھی ضروری سمجھا تھا کہ میں خود کی اپنی

جنگ لیٹ جاؤں تاکہ کسی کو مجھ پر مشرہ نہ ہو سکے۔ آرمی انخیر کوئی ایسا بے خوف آدمی بھی نہیں تھا جتنا مجھ میں کروٹ بدل کر بیٹ گیا۔

تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ گزر گیا۔ بار بار خاموشی چھا چکی تھی میں نے سوچا کہ اب اپنا کام شروع کر دینا چاہیے۔ میں گھڑی کے قریب پہنچا اور بے آواز سلاخیں نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔ کچھ سلاخیں اپنے سوراخوں میں جھکی سے دھکی ہوئی تھیں لیکن کسی کیسی طرح میں نے چار سلاخیں نکال ہی لیں۔ اب اتنی ہلک ہو گئی تھی کہ میں باہر نکل سکوں۔ میں نے گھڑی سے دوسری حوث بیچے جھانکا۔ تقریباً بیس منٹ کی گمراہی تھی میں منٹ بیچے کورس میں داخل ہو چکی تھیں لیکن اس کے علاوہ اور کوئی صورت بھی نہیں تھی۔ لہذا ان گھڑی فصلوں سے تید تھی جو آتے تھے میں باہر نکلا۔ اُن کا تھا کہ مکتوب سے عمارت کی کشت تک پھیلی ہوئی اور میں ان پر گویا تو جھٹ سے میں گھر گئی ہو۔

میں نے گھڑی کی چوکھٹ پڑی اور اوپر بھینچ گیا۔ اپنی دوا میں درست کیا اور خدا کا نام لے کر پچھلے جھانک گاڑی۔ میں فط کی بندی ہوئی نہیں ہوئی۔ لیکن خوش ختی ساتھ سے رہی تھی۔ میں کجیت کے بالکل کنارے پر گر گیا۔ جہاں جتنی خاموشی تھی۔ میں نے وہاں سے اٹھ کر کھانگے میں دیر نہیں لگائی۔ وہاں سے دو نکل جانا ضروری تھا۔ میں اندھا دھند کھانگ ہا تھا۔ وہاں کھیتوں کا سلسلہ جھٹ ہو گیا۔ اور ایک بار۔۔۔ پھر ہمارا میدان شروع ہو گیا۔ اپنی رفتار کو برقرار رکھتے ہوئے سلسلہ دوڑنا سب سے مشکل ہو گیا تھا۔ میں جیسے جیسے خور کو گڑھوں اور باؤں سے بچتا ہوا جاتا کرتے ہی دور نکل گیا۔

شیخ صادق کے آثار دوروار بڑھنے سے ٹھوس ڈیرے پہنچ گئیں کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔ فط کی ہوا کے جھونکے اُٹھتے تھے اور یہ ہوا بے حد صاف جھٹ تھی لیکن ان لوگوں کے لیے جو سکون کی نیند سوئے ہیں۔ میسرے تو یہ ہوا پریشانی کا سبب بن رہی تھی۔ اس کی خوش گواری میری ہڈیوں کو پھرنے کے لیے سی تھی اور قدم بار بار اڑھاتا جاتے تھے۔ پھر مجھے ایک اور شرک نظر آئی جو شمال سے جنوب کی طرف مچی گئی تھی۔ سڑک چنڈ تھی اور اپنے اپنے اوپنے درخت اس کے دونوں طرف پھیلے ہوئے تھے۔ سڑک کے باہر کچھ فاصلے پر ایک گاڑی کے آثار نظر آئے تھے۔ میں ایک نادیدہ ہوا سے قوت کے زیر اثر بے اختیار اس گاڑی کی طرف کھینچا چلا گیا۔ کسانات گاڑی میں چھوٹے مگر خوبصورت تھے۔ کچھ فاصلے پر میں نے اُن کا ایک باب قوت اور دو دریاں صبح کے وقت ہوا آخری کے لیے کھیتوں میں گھوم رہی

میں عورت نے سر پر گرم شمال اڑھو دکھی تھی۔ لڑکیوں کی تحریر آٹھ نو سال سے تیز زیادہ نہیں تھیں۔ میں ایک درخت کی آڑ میں کھڑا ہوا۔ میرا آنکھوں کو دیکھتا رہا۔ ان کے علاوہ مجھے اور کوئی نظر نہیں آ رہا تھا۔ دھنسا میں نے اپنے عقب میں کسی آنجن کی آواز سنی اور پلٹ کر دیکھا تو ایک نوجوان گاڑی نظر آئی جو سی طرف آ رہی تھی۔ میں نے ایک دم سڑک سے نیچے نشاپ میں جھانک لگا دی۔ میرے ذہن میں صرف ایک ہی خیال ابھرا تھا۔ کون لوگوں کو میرے فرار کی سمیت کا انداز ہو گیا ہے۔ میں سڑک کنارے بیٹھا اُن کے والے وقت کا انتظار کر رہا تھا۔ اب تو میرے پاس سچا توکل بھی نہیں تھا۔ کاغذات وغیرہ بھی بھی کتھے میں چلے گئے تھے اور ان کا غنات سے انھیں صاف اندازہ ہو جاتا کہ یہ کاغذات جعلی ہیں اور ان کا اعلق واقف قرار دے ہے۔

فوق کا ہی جوں جوں قریب پہنچتی جا رہی تھی میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہوتی جا رہی تھیں۔ پھر میں نے اس کے آنجن کی آواز اپنے کانوں کے قریب محسوس کی لیکن صرف ایک لمبے لمبے گاڑی کے برکوں کی آواز نہیں سنائی دی تھی۔ کیونکہ وہ آگے بڑھ گئی تھی۔ جیسا کہ مجھے اُن کے آنجن کی آواز سنائی دیتی رہی تھی میں نے سر نہیں اٹھایا تھا۔ پھر جب وہ دور نکل گئی تو میں نے کئی لمبی لمبی سائیں لی تھیں۔ وقتی طور پر یہ سی خطروں تک گیا تھا۔ میں دو تین بار گردن جھپک کر اٹھ کھڑا ہوا۔

صوبت ایک بار پھر ابھرا۔ اُن کا تھا پہلے کے پاس قوی کیمپ میں آگوں کو فیتنا اب تک میرے فرار کا علم ہو چکا ہوگا۔ اور وہ خود پر بڑی طرح بھینچا۔ باہر ہوگا کہ اس نے ایک سلطان کے ساتھ لپٹا سلوک کیا۔ میں نے آدھی رات کی تلاش میں نکل پڑے ہوں گے اور نہ جانے کیا کیا کاروائیاں کی جا رہی ہوں گی۔

دن کی روشنی ختم ہونے تک اس گاڑی کے کسی مکان میں پہناہ لی جا سکتی تھی۔ میری بجائے پھر ان تینوں کی طرف نظر آئی وہ اب ایک گھٹلائی کی جانب چل پڑی تھیں۔ میں ہوشیار رہی کہ ان کا تعاقب کرنے لگا۔ وہ بستی کے پسے مکان کے سامنے کیس اور پھر اندر داخل ہو گئیں۔

میں کتنی بھی ک عالم میں دروازے کے قریب کھڑا رہی خطروں میں بے لطف جاریہ کا نہیں تھا۔ چنانچہ میں نے دروازے کو دھکا دیا۔ دروازے کو بند نہیں کیا گیا تھا لیکن دروازے کے دوسری طرف کوئی موجود تھا۔ یہ چھوٹی چھوٹی سی ایک کھلی جوتھے دیکھ کر عجیب سی آواز میں بچنے پڑی۔

”درویس بے بی! میں تھیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔“

میں نے گھڑی میں کیا اور پھر بے بسی سے اپنے سامنے ہاتھ سے لگا۔ کیونکہ میرا خیال تھا کہ میری بات نہیں سمجھائی تھی۔ اُن وقت اندر سے آواز سنائی دی۔ ”کیا بات ہے رشی!“

”کیا ہوا؟“ آواز انسان کی تھی اور الفاظ انگریزی زبان کے شمال کیے گئے تھے۔ پھر وہی عورت سامنے آگئی جس کا میں نے قریب کیا تھا۔ مجھے دیکھ کر اس کے حلق سے بھی خوفزدہ سی آواز نکل گئی۔

”ان نے جلدی سے آگے بڑھ کر کچھ کو اپنی طرف کھینچ لیا تھا۔“

”معافی چاہتا ہوں غلطوں اور شک بخیلے سے میں انسان نہیں معلوم ہوتا لیکن ایک مصیبت زدہ ہوں اور آپ سے مدد چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا۔ ”مجان کھٹے خوشی ہوئی تھی کہ دونوں ماں بیٹیوں انگریزی زبان سے واقف تھیں۔“

”وہ دونوں درخت سے جھے دھکی رہیں۔ اُن کی زبان سے کوئی اور لفظ نہیں نکلا تھا۔“

”کیا آپ میری درخواست قبول کر سکتی ہیں؟ میں بلزیرے بے کی عاجزی نے شاید اسے متاثر کیا تھا۔ میں نے شکل ہونے کو لے اور آہستہ سے بولی۔“

”کون ہو تم؟“ ”کیا مسلمان ہو؟“

”ہاں میں سے انکار نہیں کروں گا۔“

”مگر بیٹے ہو؟“

”نہیں لیکن شہید ہوں اور اس میں پولیس میرے پیچھے لگی ہوئی ہے۔ میں نے کہا۔“

عورت کے پیچھے درختوں کے نقوش ابھرے اور پھر وہ آہستہ سے بولی۔ ”آؤ! اندر آؤ۔ وہ خود بھی دوسرے دروازے کی طرف تڑپ رہی اور میں اس کے پیچھے چل پڑا۔ اس ڈور کے بعد میں تھا پھر ایک برآمدہ۔ اور اس کے تین مستین کروں کے دروازے پر آگے میں پہلے کے پورے تخت کی طرف اشارہ کر کے ان سے کہا۔ ”بیٹو جاؤ میں تمھارے لیے کیا کر سکتی ہوں؟“

صرف شام کے چھینے تک میں آپ کو حرکت دوں گا اس کے کہ وہاں سے چلا جاؤں گا۔ میں آپ کو فیس دلا جاؤں کہ آپ کو میرے ہاتھوں کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔“

”یہی! اب آؤ۔ عورت نے کہا۔ اور دوسری طرف ایک سے نکل پڑی۔“

”کیا تم قوی ہو؟“ میں نے کہا۔ اور پھر مجھ پر بنگاہ پڑنے ہی تم گئی۔

”چاہے کیسے ہوں۔ دیکھو! یہی تمھان کے پاس بیٹھو۔“

”خیر وہ ایک طرف چل ہی ہیں۔ تمھوں کی طرح چھوٹی رکھی کی شکل دیکھنے کے لیے میرے پاس آکر کھینچے پڑتے ہو سکوادی۔“

”کیا تم کو میں گھر سے تھے؟“ میں نے پوچھا۔

”ہاں بے بی! میں نے گھر سے سامنے سے کر کہا۔“

”انسان کو جھٹھنے دیکھ کر چلنا چاہیے۔ تاکہ ٹھوکر نہ لگے۔“ تیارے سامنے کھڑے خراب ہو گئے ہیں۔“ بچہ نے کہا۔

”ہندہ خیال رکھو! کھیلے۔“ میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔

”آئی دو دن عورت باہر نکل آئی اور بڑی بھانسنے لپ۔“

”لیاں ہمارے پاس نہیں ہے۔ یہ چار دن پر لپٹے ہو۔ وہ سامنے غسل خانہ ہے۔ یہاں صابن بھی موجود ہے۔ نالوں میں تمھارا لباس دھو کر باہر لے کر دوں گی۔“

”شکر ہے مرزا خانوں۔ لیکن یہ تکلیف۔۔۔“

”میں انھیں پناہ دے چکی ہوں۔ جو کچھ ممکن ہو کر ان کی جاؤ۔“

”غسل کر لو اور پاؤں میں تمھیں صوبو ملنے کا سامان بھی لے سکتی ہوں۔“

”وقت؟“

”میں نے عنونیت سے گردن ہلا دی۔“

”غسل خانے میں مل کے پانی کو لٹو دھو کر پیچھے غسل کر کے ایک عجیب سا سرور حاصل ہوا۔ پھر چارہ۔۔۔ تاکہ میں ہر مکان آؤ۔“

”میں چلنے کی خوشبو بھی بڑی تھی۔ بیٹی نے میری شکل دیکھی اور مسکرائی۔“

”شیدو کیا آپ تو بائیں بدلے نکلے۔“ اس نے کہا۔

”آؤ! سامان کرو۔“ انھوں نے اچھڑا ہوا۔ زیادہ خاطر نہیں کر سکتے تھاری۔ اُن سے میں آئی ہوئی گھٹی اور مڑن پیر اور ڈبل روٹی تھی۔

”آپ نے جھکے کیا ہے خانوں؟ میں کا جملہ میں کبھی نہیں لے سکوں گا۔“

”میرا نام میکھ سہا ہے۔ ہم بھائی ہیں۔ میں نے شہر سے سڑک ایک کھول میں تعلیم لیتے ہیں۔ ان دو بچوں کے علاوہ ہمارا اور کوئی نہیں ہے۔ میں نے یہی کو سکول بھیجا ہے تاکہ وہ میکھ کو بگاڑے۔ آخری جملے پر میں نے جوتھ کر اُٹے دیکھا تو وہ جلدی سے بولی۔ ”مکھ! میں نے اسے ہدایت کر دی ہے کہ میکھ سڑک سے صرف اُن کے کہ میں نے اسے کسی ضروری کام سے بلایا ہے۔ بیٹی اس کے ساتھ دے کے گی۔“

”آؤ! شکر ہے۔“ میں نے آہستہ سے کہا۔ دونوں ماں بیٹیاں خاموشی سے سیر کر رہی تھیں۔ اور میں اُن سے بیٹھ کر وہاں بیٹھ کر چارہ دروازے پر دستک بولی اور ایک طرف بیٹھ کر شخص اندر دھن ہو گیا۔

”کیا بات ہے؟“ میں نے اس طرح اچانک۔ ”ان نے کہا اور پھر اس کی نگاہ مجھ پر پڑی اور وہ مطلب نظر آنے لگا۔ کھوت کے منظر الفاظ میں

میرے بارے میں بتایا اور میں نے مرد کے جیسے ہر شے پر نظر پڑا کر کے
 ہمارے محسوس کیے۔ اس نے آگے بڑھ کر مجھ سے مصافحہ کرنے کو مانگا۔
 "میرا ہم کوٹھ پہلے اور میں..."
 "اچھا! ماشروں میں آپ؟" میں نے اس کا جملہ کھل ہونے سے
 پہلے کہل۔
 "ہاں۔ ایک غریب عیسائی چوروں میں کسی نے آپ کو بیان
 لاتے ہوئے تو نہیں دیکھا؟" اس کے لیے سے خوش فہم بنایا ہی تھی۔
 "ایسی کوئی بات نہیں ہے میں نے خیال نکھا تھا۔"
 "ہم بڑی کچی سی کی زندگی گزار رہے ہیں جناب! یہاں بس
 آبادی میں عیسائیوں کے ہیں مکان ہیں، پینڈیشن تھے۔ یہاں
 غلبہ عیسائیوں کو پناہ دینے کے لیے تھے وہ خداوندوں کو گولیوں سے آگیا
 چاہے کچھ اور ایک گھرانے کے تمام افراد کو قتل کر دیے گئے ہوں کہ آپ
 تک پناہ نہیں چل سکتے ہے۔"
 "میں اس کی بجائے ہی ہر شے مندہ ہوں بشیر میکلوف! "
 "پڑتی ہے ہماری کہ ہم انسان انسانوں کی دھڑلیں کو سکتے مگر
 کیا کیا جانے۔ غلبہ عیسائی گولیوں کی گولیاں بکتر یہودی قومی قاتلوں پر۔
 جسے کرتی رہتی ہیں اور کبھی کبھی ان میں سے کوئی مفرد گولیاں کا شروع
 بھی کرتا ہے لیکن اس سب سے عیسائی بھی محتاط ہو گئے ہیں۔ اور
 کسی گولیوں کو پناہ نہیں دیتے۔ اگر کسی کو شک ہے کبھی ہو گیا تو ہمارا گولیا
 خاندان..." ماشروں شک تھے کہ تو تر کر لگا۔
 "میں کبھی یہاں سے چلا جاؤں گا میں آپ کے اس چھوٹے سے
 خاندان کو..."
 "میکلوف! حیرت نے بات درمیان سے کاٹ دی۔ تھیں
 ممان سے ایسی گفتگو نہیں کرنی چاہیے۔ ہم اسے پناہ دیں گے خواہ
 کچھ بھی ہو جائے۔"
 "میرا یہ طلب نہیں ڈار لنگ! میں تو یہ معلوم کرنا چاہتا تھا
 کہ کسی نے تھیں دیکھا تو نہیں ہے، تھیں تو میرے کہ یہودیوں کی
 تو بات ہی ڈوسری ہے۔ چاہے تو دوسرے ہم مذہب یہاں تک کہ بعض
 مسلمان کسان بھی ان کے خوف سے گولیوں کو پناہ نہیں دیتے۔
 یہودی قومی کبھی کبھی ملے محولی سے شک پرستی کے ایک ایک مکان
 کی ناشی لے ڈالتے ہیں اور ان کے بعد... ہاں بڑی دندہ کی ہوتی ہے۔"
 "دن کی بات پتے رات کو یہ یہاں سے چلے جائیں گے۔"
 "ہاں! ان کی ایک ہے تم اس کہہ میں آدھم کو مشرا! اگر کوئی
 خطہ ہوا تو ہم باہر موجود ہیں تھیں اشارہ کر رہے ہیں گے۔"
 میں نے ان کی ہدایت پر عمل کیا۔ اندھا ایک مویہ مسہری
 موجود تھی جو اس وقت مجھے بہت آرام دہ محسوس ہوئی اور میں بہت
 لیٹ کر نیند بھی لی تھی کہ بار بار سولہ بار بار جاگا لیکن اٹھنے کو بھی

نہیں چاہا۔ اور پھر شاید رات ہو گئی۔ باہر ایک عجیب سا شور مچا
 رہا تھا جو مجھ میں نہیں آیا۔ اٹھ کر دروازے تک آیا تو باہر روشنی
 پوری تھی۔ اور اس روشنی میں دونوں میاں بیوی برائے میں
 متفکر بیٹھے نظر آئے۔ دل لڑکھ کر دیا لے چلے بنا جو کہ عذاب
 کو شکار ہو گئے تھے، مجھے دروازے میں دیکھ کر دونوں چھل پڑے۔
 "مشرع اعلیٰ تولد! آپ خوب دندہ بھر کر سونے کو لیٹ گئے تھے۔"
 تو نہیں بڑی تپ کو کہ۔
 میں ہرگز نہ کھانا کھا تھا۔ میں نے نہیں اپنا نام نہیں بتایا تھا۔
 اس کے باوجود کچھوں نے مجھے پکے سے پکارا تھا۔
 "مندہ ہاتھ دھو لیں اور اپنا لباس پہن لیں میں نے دھو کر
 استری کر دیا ہے کھانا گرم رکھا ہے آپ کے لیے" میکفر سیاہی
 جگر سے لڑتی تھی۔ میں نے اپنے نام کے بارے میں اس سے کوئی سوال نہیں
 کیا۔ عورت کچن میں بیٹھ گئی تھی۔ مندہ ہاتھ دھو کر میں برائے میں
 آ بیٹھا۔ کچے کچے شور کا دار حل ہو گیا تھا جس میں بارش سے بدل چل رہا
 رہا تھا۔
 اسکل ماشروں نے کہا۔ اسراہیل قومی تھلے بارے میں
 پوچھتے ہوئے ہستی میں آتے تھے۔ مجھ سے کچھوں نے مزاحیہ راست مانتا
 کی اور کھانے بارے میں پوچھا مشرع اعلیٰ تولد، میں نے اپنے ہاتھ
 "ہاں ہی نام ہے۔"
 "عام یہودی افراد سے بالکل مختلف تھا وہ شخص جو ان
 لوگوں کی کمان کر رہا تھا اس نے مجھے ایک معتز پیشے سے منسلک
 دیکھ کر یقین کر لیا تھا کہ میں جھوٹ نہیں بول رہا۔"
 "آزگوں تو نام نہیں تھا اس کا؟"
 "کھانا یہ پھر مجھے کی شراکت میں تھی۔" اسکل ماشروں نے
 چھینکی سی مسکراہٹ سے کہا۔ اسی وقت میکفر سیاہی کھانے لگے۔
 وہ دونوں کھانے تھے۔ لوگ کیا سوچتی تھیں۔
 کھانے کے بعد گرم قوس کے دو پیالیاں پینے کے بعد میں نے
 کہا۔ اب مجھے اعزازت دو معزز دستوں! میں تمھارے ہیں احسان
 کو کبھی نہیں بھولوں گا۔
 "کاش ہم تھیں کچھ دن ممان رہنے کی دعوت دیتے" میکفر سیاہی
 نے آہستہ سے کہا۔ میں نے شکریہ ادا کیا کہ وہ دونوں میاں بیوی کو
 دیکھا اور پھر دروازے کی طرف چل پڑا۔
 میکلوف مجھے ہر تک چھوڑے۔ آٹھ خدا دروازے سے باہر
 نکل کر اس نے کہا۔ ہماری دعا میں تھلے ساتھ ہیں۔ لیکن اگر تم
 ان کے ساتھ آ جاؤ تو ہمارا نام نہ لینا۔"
 "زندگی کی قسمت پر میری نہیں" میں نے اس کا شانہ دہلتے
 ہوئے کہا اور خود کو توسلا دھار بارش اور تاریک رات کے چلنے کر لیا۔

بالکل گھبراہٹ سے تھے۔ بالکل کوئی تو دور دور تک علاقہ
 روشن ہو جاتا تھیں تو میں بانی بھر گیا تھا۔ کچھ جھک جھک میں
 رہی تھی۔ میں کسی نہ کسی طرح اپنی سسک پڑا کر دیا اور پھر بہت
 تقدیر سے بڑھ گیا کہ شے کو باہر قدم رکھنے یا شراوت ہو گئے
 تھے۔ میں آگے بڑھتا گیا۔ تاریکی کا یہ سفر بڑا تکلیف دہ تھا۔
 میں خود کو بھول گیا تھا اور آوازہ روح کی مانند آگے بڑھ رہا
 تھا۔ بارش کی رفتار میں اب بھی کوئی کی بیدار نہیں ہوئی تھی۔ لڑکی
 موٹی ہوئی تھیں اور مجھے پوچھیں ہوں باہر کیا تھیں چاروں طرف
 سے سنگ بار بار ہر جہی ہو۔ لیکن میں اس سفر کو ملتوی نہیں کر
 سکتا تھا۔ چلتا رہا کسی نہ معلوم منزل کی طرف بھر پڑے۔ اندازہ بھی
 نہ رہا کہ میں کتنی دور نکل آیا ہوں۔ جو کچھ اس وقت جب ایک تیز
 چمک کا احساس ہوا جو آسمان پر یوں زمین پر نمودار ہوئی تھی۔
 سفید تیز روشنیوں جو بارش کے پانی کی چادر کو پھرتی ہوئی میسر
 پڑے۔ درجہ کو لپیٹ میں لے چکی تھیں چاروں طرف چھل گئیں۔
 اور کچھ کہہ آوازیں اس کے بعد مجھ میں سولے میس اب تاریک
 سناٹے کے جوہر سے ذہن پر بیٹھ ہو گیا تھا۔ ہوش نہ ہو چکا تھے۔
 دوبارہ شعور کی دنیا میں واپسی ہوئی تو دیکھا اُکلاف میں
 نکڑی کی بنی ہوئی دیواریں تھیں اور بدن کے نیچے صاف تھا۔ ابتر۔
 پھر دیواریں آہستہ آہستہ اپنی جگہ سے سرکنے لگیں اور کمرہ کھوتا
 ہوا محسوس ہوا۔ انھیں بندیں تو کسی قدر سکون ہو گیا۔ کمرہ نہیں
 گھوم رہا تھا بلکہ میرا سر چکر رہا تھا۔ میں نے دونوں ہاتھوں سے
 سر تھام لیا اور خود کو پھر سکون رکھنے کی کوشش کی تو داغ میں
 ٹیس میں آئی تھیں۔ تھیں معلوم نہیں اس کی وجوہات کیا تھیں۔
 آخر آہستہ آہستہ ذہن صاف ہونے لگا۔ اس کیفیت میں مجھ
 اعتماد سا پیدا ہوا اور ایک بار پھر انھیں کھول کر اطراف کا جائزہ
 لینے کی کوشش کی۔ تب ہی دیکھا کہ ان کوئی پرزہ ہی تھیں گردن گھما کر
 ہی دیکھا جا سکتا تھا۔ کوئی میں دو آدمی نہیں گن سکتا تھا۔ پھر
 کے بشوں کی مانند کھڑے ہوئے تھے۔ ان کے جسموں پر موجود
 وردی دیکھ کر ذہن میں فوراً اسرائیلی سپاہیوں کا نام گونجا، اور
 یہ اندازہ لگنے میں مشکل نہ ہوئی کہ میں اسرائیلی فوجیوں کے قبضے
 میں ہوں۔ دل چاہا کہ تھیں بند کر کے کب کچھ بھول جاؤں۔
 گرفتاری کا احساس بہت جان لیوا تھا۔ میرے من میں قومی تھا
 کہ عاقل تولد کے نام سے اپنے نشانہات چھوڑنا چاہا۔ اور
 ان لوگوں کو اس طرح چکر لڑوں کہ وہ بدل عاقل تولد کے ہاتھ
 میں جھان بین نہ کر سکیں۔ میری گرفتاری اس پر وگرام میں
 شامل نہیں تھی۔ لیکن جن لوگوں کو اہمیت بنانے کے لیے میں یہاں
 داخل ہوا تھا وہ بھی انسان ہی تھے۔ اور میں کسی بھی طرح ان پر

نوبت نہیں رکھتا تھا۔
 کافی بڑی طرح گزرتی پھر کچھ پینڈیشن سنا دیں۔
 میں اوروازہ کھنے کی آواز بھی شامل تھی۔ اور پھر چند افراد میرے
 نزدیک پہنچ گئے۔ کچھوں نے جھک کر مجھے دیکھا۔ میں نے انھیں
 بند نہیں کی تھیں۔ ایک چڑا چکا اور کسی قدر کوشش چرے کا کاناک
 شخص میرے بالکل نزدیک تھا۔ اس نے میرے شانے پر ہاتھ رکھا۔
 دباؤ انتہائی سخت اور غیر دوستانہ تھا پھر اس کی آواز ابھری۔
 "بالاخر تم نے کچھ میں نہیں گئے قاتل تولد؟" اس نے کہا۔
 اور میں نے انتہائی کو شش کے کہنے آپ کو قاتل میں رکھا۔
 دل ہی دل میں مسرت کے کنول کھل گئے تھے۔ گویا میں نہیں یقین
 دلانے میں کامیاب ہو گیا ہوں کہ میں عاقل تولد ہی ہوں۔ اس کے
 علاوہ کہ اگر شخص اس بات سے واقف نہیں ہے کہ عاقل تولد
 دوسری شکل اختیار کر چکا ہے اس بات سے یہ بھی ثابت ہوتا تھا۔
 کہ وہ گرفتار نہیں ہوا۔ چند لمحات کے بعد اس نے پھر کہا۔ "تم شاید
 مجھے تھوہر مانی سے ہیں دھوکا دینے کا اسرائیلی سسٹم سے کچھ
 بھلا گئے، لیکن یہ کیسے ممکن تھا؟" اس کے لیے میں نے پناہ طنز
 تھا۔ پھر اس نے دروازے کے پاس کھڑے ہوئے مسخ سپاہیوں
 کو رہی زبان میں کچھ حکم دیا اور ان میں سے ایک سپاہی ملپیورٹ
 کے دروازے سے باہر نکل گیا۔
 دوسرا سپاہی اللہ پرستو پھر بدشہن گن لائے اپنی جگہ
 کھڑا رہا تھا۔ میں خاموشی سے اپنے والے لمحات کا انتظار کر رہا تھا
 اور سوچ رہا تھا کہ عاقل تولد کی حقیقت سے اب مجھے پتہ کیا ہے۔
 غایب ہے وہ لوگ اس کے بدترین دشمن تھے۔ وہ ان کے بیٹی راز
 چیرا کر فرار ہو رہا تھا۔
 تقریر بنا جانے باسات مرٹھ گزرتے۔ اور اس کے بعد دو
 اسرائیلی سپاہی اندر آئے۔ انھوں نے اپنے آئینے کے اشارے پر بے
 بازوؤں سے پکڑ کر بیٹھ کھڑا کر دیا اور پھر آہستہ آہستہ دروازے
 کی طرف بڑھنے لگے۔ بشین گن ہوا سپاہی میں سے بیٹھ چلے گئے
 باہر لگا۔ مجھے ایک گاڑی میں بٹھایا گیا اور گاڑی سسٹم
 پر کڑے گئے۔ گاڑی میں جس کے ساتھ وہی آئینہ اور دوسرے
 سپاہی موجود تھے۔ باقی گاڑی کے اگلے تھے میں تھوہر قسبی کھڑکی
 کھلی ہوئی تھی اور اس کے نیچے مڑے مڑاٹھوں پر اسرائیلی سپاہی
 کھتے ہوئے نظر آ رہے تھے۔ اندازے کے مطابق تقریباً تین میل
 کا سفر طے کیا گیا اور پھر مجھے ایک سیلے علاقے میں لایا گیا جہاں
 تاجہ نگاہ بریک میں کچھ ہی کوئی تھیں۔ نکڑی کی بنی ہوئی جھنڈوں
 ساخت کی تھیں۔

لیکن زندہ رہنے کی آرزو کے نہیں ہوتی سچا پیمانہ نے صبر و شکر کے ساتھ دودھ کا یہ گلاس خالص حق میں تبدیل کیا اور سلاسل کوئیں نے ہاتھ نہیں لگا تھا۔ شہید ٹھوک کے باوجود کچھ کھلانے کو بھی نہیں چاہا رہا تھا۔

دودھ کا گلاس اور سلاسل لانے والا غالی برتن اٹھا کر باہر نکلی گیا اور دروازہ باہر سے بند کر دیا گیا۔ میں خاموشی سے ایک کونے میں جا بیٹھا۔ اب دل میں کوئی جھلس نہیں تھا۔ علم نہیں تھا کہ کون سے وقت میں میرے ساتھ کیا سلوک ہوئے والا تھا۔ جاہر پر میرے لوگ مجھے زندہ نہیں دیں گے۔ موت بھی ہوتے گی تو اپنے نام سے نہیں بلکہ ایک دوسرے سے اپنے اپنا جوا کھینک کر بھی تھا۔ میرے زمین میں جو اندھ تھا میں ان حالات میں بھی اس کیلئے غصے تھا۔ جان ہار ہی ہے تو کارنامہ اس ایک مقصد کے لیے کرتا ہے جو اس کے لیے میں نے اپنا مستقبل ہمارے لیے کر لیا تھا۔ تنہائی کے غمات گزرتے تھے۔ سچوں کے وارے کبھی دیکھ ہوئے کبھی ٹھکراتے۔ بندھ رہا ہوں ماں کی طرح تھی جو منتشر ذہن کو پرسوں کو دیکھتی تھی اور اس وقت بھی بندھے تھے زیادہ روز بستی انتشار کا شکار نہیں ہونے دیا۔

میدار ہوا تو ایک رات تھی اور داخل سامیں نماں کو رہا تھا اور پھر بغیر وقت جانتے ہوئے ہی گزارا یہاں تک کہ صبح کی روشنی نمودار ہو گئی۔

صبح کی روشنی میں مجھے اسی خبر سے ملاحظہ کرنا پڑی جو پہلے بھی مجھ سے مل چکا تھا۔ اس نے میری آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

”مخوش نصیب ہو کہ موت کے چروں سے وہیں نکلتے ہوئے ہو۔“

”جنرل نے مجھے بے موت کا حکم دیا تھا لیکن کل ایک بیکہ بدلت گئی ہیں۔ تمہیں یہاں سے براؤ و گھب پر بچا دیا جائے۔ کچھ اور کاروائیاں کرنی ہیں جن کے سلسلے میں شاید تمہیں بلا کر بھی کیا جائے گا یا تمہارے عوض کوئی ایسا شخص آوا کر لیا جائے گا جو تمہاری ہم کیفیت کا حامل ہو۔“

آپ سے یہ خوشخبری سن کر مجھے اپنی طور پر بلا سلاسل پہنچ گیا لیکن ان کے دیشے میں پھر بھی کوئی تبدیلی پیدا نہ ہوئی۔ گزرتے والے وقت روز بیکہ کی مانند آواز بیت تاکتے۔ غالباً ساتویں آٹھ گھنٹوں دن مجھے اس جگہ سے نکالا گیا اور ایک بندہ تھیں جس نے تمہارا تقریباً چار گھنٹے کے سفر کے بعد ایک جگہ اتار دیا گیا۔ یہ بھی ایک فوجی عورت تھی جس کی امداد کی کا فرسٹ صف تھا۔ ہر کمرے کے باہر فوجی وردی پہنے ہوئے تھے۔ میں انہیں سمجھنے لگا کہ ایک ایک کمرے کے سامنے سے گزرتے ہوئے

میرے قدم جھٹکتے۔ اگلے سے کسی کے گھٹو گرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ لیکن یہ سب مجھے ہانے والے کوئی بھل گئی۔ آفسر نے میری کمرہ ایک

لاٹ رسید کی اور میرے حق سے کراہاں گئی ہیں اور مجھے مزہ نہ ہوا ایک دروازے سے نکالا گیا۔ ابھی آٹھ کر سنبھلتے ہی نہ پانا تھا دوسری طرف کو میری باتیں پہلے پر پڑی۔ اور میں کھلم کھلا سے دوڑا ہو کر تھپے لگا۔ میں نے دونوں ہاتھ زمین پر دھکا کر اٹھنے کی کوشش کی اور کھڑا ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

آفسر نے آٹھ کر تھپے لگا کر میرے بال اپنی مٹھی میں جکڑے اور غراتے ہوئے پیٹے میں بولا۔ کوئی ایسا کام مت کرو جو تمہیں زندگی سے دور کرے۔ میں خاموش ہی رہا۔

وہ مجھے اپنے آٹھ کر عمارت کے آخری حصے میں بیٹھا اور میرے انگوٹھ نے مجھے ایک کمرے میں دھکیل دیا۔ شاید یہی براؤ و گھب تھا۔ مجھے لایا گیا تھا۔ اس کوئیں میں ایک تھیں اور کوئی دوسری کا ایک برتن رکھا ہوا تھا۔ دوسرے کوئیں میں فرش پر دو کھیل کیکے ہوئے تھے۔ جبکہ خاصی کشادہ تھی لیکن غلطی کی بنا پر باقی عمارت کے ساتھ سختی عیسوی ہوئی تھی۔ وہ کھیل جو یہاں کھیلے ہوئے تھے ان کے صرف بدلتے ہوئے ہی تھے۔ ایک طرف سے شمار کھیل بھی ہر ایک کے ہاتھ میں تھے۔

میں نے غصے کی طرف سے نہ اٹھا یا اس حق سے عاجز آوا۔ ”میرے بیٹھو“ مجھے ہتھکڑیاں لگا دیں۔ میں نے ایک ٹیک مقصد کے لیے اپنے زندگی وقف کی ہے۔ بے شک میرے دل میں آج بھی یہ خود ہیش ہے کہ میں سلیٹیوں کو ان کے گھر میں لانے کے لیے قریب جادو ہد کروں۔ لیکن اگر موت میرا مقدر ہے تو کون کرے کہ میرے قریب ازیت ناک موت نہ لے۔“

”آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ آنکھوں پر ایک بگشت کی طاری تھی معلوم نہیں کیوں میں ایسی کیفیت کا شکار ہو گیا تھا۔ عذاب مسلسل ہے کچھ اس بگشت میں پیدا ہونے لگی تھی کوئی فیصلہ تو ہونا چاہیے۔ خواہ وہ موت ہی کیوں نہ ہو۔ جو نہ ایک کس اسی علم میں پڑا رہا اور پھر مجھے دل کو قرار دیا گیا تھا۔ میں پھر سکون ہو گیا اور میرے وقت گزارنے کا فیصلہ کر لیا۔

اس قید خانے کی رات بلاشبہ برائی تھی۔ رات تھی کھٹل بدن پر ہر ایک رشتہ تھے اور کاٹ رہے تھے۔ بدن پر کچھ جگہ دووٹ پڑ گئے تھے۔ میں صبح کو یہ کھٹل پیدہ تھیں۔ میرے بعد مختلف کوئل کھڑوں میں جا گئے۔ کوئی کام دیکھنے بھی نہیں تھا۔ چلنا نہ فیصلہ کیا

کس کو ٹھہری کو کھٹلوں جی سے پاک کر دوں میں نے حال میں کر کے انہیں راتنا شریع کر دیا۔ ایک مشتعل ہاتھ دیا گیا تھا۔ پھر میرے لیے ناشہ لگایا۔

اس کو ٹھہری میں نہ رہنے کوئی دن رات گزرتے خود اک بے باقاعدگی سے اور معتدل بلکہ اسی تھا۔ اس دوران اور کوئی قابل ذکر بات نہیں ہوئی۔ پھر اس باتوں میں میں نے باہر کچھ سے کہنا ”یہ ساری باتیں میرے ایک دن قیامت میں کوسہ میں دھکیل دی

اس کا بہرہ و خون سے لست بہت تھا اور کس جگہ جیسے پھٹا ہوا نظر آیا۔ یہ تھا میں نے سرت سے اس زخمی شخص کو دیکھا جس کی ایک آنکھ بری طرح سوکھی ہوئی تھی۔ سخت ازیت دینی تھی اگلے روز زمین پر گر کر اپنی انداز میں پیٹے بدن کو سمجھانے کی کوشش کرنے لگا۔

اس زخمی سپاہی دروازہ بند کر کے چھ گئے تو میں بے اختیار اس کی طرف دوڑا اور لٹے سلاسل کے اٹھانے کی کوشش کی لیکن وہ خفا میں شخص کے حق سے خود بخود غرا پڑا۔ اپنی اور وہ اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ دوسرے ہی لمحے اس نے مجھ پر حملہ کر دیا۔ میں برسی طرح اس کی پیٹ میں لایا لیکن پچھلے چند دنوں سے جو کچھ خدا باقاعدگی سے پہنچ رہی تھی اس لیے جھلی قوتیں اس حد تک ناکارہ نہیں ہوئی تھیں کہ میں اس شخص کو سنبھال سکتا۔ تھوڑی دیر تک تو میں اس سے بغاوت کر دیا لیکن اس کے بعد میں نے ایک زوردار گھوسا اس کی گدی پر مارا اور وہ دلو سے جا گر لیا۔ دلو سے نہ کھڑے کے بعد وہ میرا جانچا اور اس کی خوفناک آنکھیں مجھ پر گر گئیں۔ لیکن میں نے اس کے غلاز میں ایک تہلہ کی جسم میں کی تھی۔ وہ اپنی جگہ سے جنبش کرنے کے بجائے کچھ بھی نہیں آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔

اس کے چہرے پر شہید کیسے کے آنکھ میں اپنا پھٹا ہوا دھبہ درست کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بے خاک غذا نے کی دہر سے جھانکی تو میں بحال ہو گئی تھیں لیکن اندر ہی اندر میں اب بھی کمزوری محسوس کر رہا تھا اور اس شخص سے زور آزمائی کرتے ہوئے مجھے خاصی مشکلات سے گزرنا پڑا تھا۔ وہ ادھر ادھر دیکھنے کا پھر کمرے سے اپنی جگہ سے اٹھا اور بند دروازے کے نزدیک پہنچ گیا۔

دروازے سے وہ کالی رنگ کا لنگہ کھڑا کر دیا تھا۔ اس کے بعد وہ ماں کے بھی بہت آیا اور دونوں ہاتھ اٹھا کر میرے نزدیک پہنچ گیا۔

”میں اب تم سے دانا نہیں چاہتا۔ تم... تم کون ہو؟ یہ رب کیلئے؟ نہیں یہ نامکون ہے۔“

”دوست! میں جی تھادی طرح ایک قیدی ہوں کیسے تمہارا تعلق قاضیوں سے ہے؟“ میں نے اس سے پوچھا۔

”آہ امیری کی مانند ہوتے ہی جی ہوسہرا چروہ دیکھو۔ ذرا خود کر دیر سے چہرے پر اگر تمہیں ٹوٹ پھوٹ نظر آئے تو تو سے خدا اندازہ کر دینا اور میرے لئے... میں اس کے کوشش کروں۔“

تمہارے اس بات پر تعجب ہو کر لہو اس کی شکل دیکھی تو مجھ پر ایک عجیب کشادہ ہوا۔ میں بستر سے اچھل پڑا اور میرے منہ سے بے اختیار ایک آواز نکلی گئی۔ ”عاقبت تو یہ... ہاں، کس شخص کے چہرے کا تو زبان بولا ہو۔“

”لگا ۵ میں یہاں ایسا۔ یہ قیامت عاقل تو رہی تھا۔ سو فیصد یہ عاقل تو رہی تھا۔ یہ دہر میں یہاں سے کہنے کے لیے کھو گیا۔“

”کیا تم عاقل تو رہی ہو؟“ میں نے اس سے پوچھا۔

”ہاں، کس شخص کے چہرے کا تو زبان بولا ہو۔“

”لگا ۵ میں یہاں ایسا۔ یہ قیامت عاقل تو رہی تھا۔ سو فیصد یہ عاقل تو رہی تھا۔ یہ دہر میں یہاں سے کہنے کے لیے کھو گیا۔“

”کیا وہ میں بلکوں کی طرح اس کی شکل دیکھنا نہ گیا۔ لست نہ تھے اس کا اندیشہ بگاڑ دیا تھا لیکن عورت سے دیکھنے پر اس کے خدو خاں کا اندازہ ہو جاتا تھا۔“

”انہوں میں کھڑا نہیں رہ سکتا۔ کیا تم مجھے بیٹھنے کی اجازت دو گے؟“ اس نے کہا اور پھر وہ دروازے کے سامنے زمین پر بیٹھ گیا۔

”کیا تم عاقل تو رہی ہو؟“ میں نے اس سے پوچھا۔

”ہاں۔ لیکن تم کون ہو؟ اور میرے شکل کیسے ہو؟“ اس نے کہا۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ زمین میں آٹھیں اسی پہلے ہی تھیں عاقل تو وہ بھی گرفتار ہو گیا تھا۔ اس دن کی چوبیس عوامی کار کا گھر میں آ رہا تھا۔ وہ خود اٹھ گئے ہوں گے۔ میں کچھ اور بھی تو ہو سکتے تھے۔ یہ شخص... یہ شخص اس کی کوئی چال تو نہیں ہے؟ میں نے بے اختیار اس سے شناسائی کا آغاز کر دیا تھا۔ اس پر تیرکان سے نکل گیا تھا۔ اسے دس تو نہیں لاسکتا تھا لیکن یہ مذاقت مناسب نہیں تھی۔

پہلے یہ یقین کر لیا جائے کہ حقیقت یہ عاقل تو رہی ہے یا کوئی ہر روزی بھال۔

”براہ کرم مجھے پہنے پائے میں بتاؤ۔ کون جو تم؟ کیا تمہارے چہرے پر میک اپ ہے؟“ اور پھر دفعتاً وہ چوک بٹھا۔ اس کی آنکھوں کی کیفیت ایک دم بدل گئی تھی۔ وہ پھر اپنی جگہ سے اٹھا اور دوبارہ دروازے کے پاس پہنچ گیا۔ اس نے پہلے کی مانند دروازے کا لنگہ کھڑا کر دیا۔ میں اب بھی اس کے چہرے سے ایک لگا کر دیکھا۔ اب اس کی آنکھوں میں ایک مشتاک چہرہ نمودار کر آتی تھی۔

”اس نے عاقلانہ انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔ میں سمجھ گیا تم کون ہو۔“

”کیا کچھ گئے؟“

”یہ وہی کہتے بہت چالاک ہیں۔“ وہ قہر چال چلی ہے۔ انہوں نے لیکن میرے چالاک دشمن تم نہیں کچھ بتانے کے لیے زندہ نہیں رہو گے۔ اور میں... میں کوئی کال جی چکا ہوں ہاں۔“

”ہاں۔“ اس نے دیشانہ انداز میں قہر دیکھا اور ایک بار پھر وہ دونوں کی طرح مجھ پر گھٹ پڑا۔

میں چند محلات کے لیے گئے ہوئے واقعات کھول گیا۔ اس عجیب اور پیچیدہ شہرت مال کو سمجھانا تھا۔ اگر وہ عاقل تو ہوتے تو اسے میرے انہوں نقصان نہیں پہنچانا چاہیے تھا۔ یہاں میں نے اس کے دیشانہ حلقے سے پتہ چلے کہ یہ بھی دروازے سے نکلا۔ یہ قہر سے بچا دیا۔ اب وہ بددی طرح میری گرفت میں تھا۔

”اگر تم عاقل تو رہو جو جی میں آؤ۔ میں خود بھی مدد سے ہانے میں وہی وقت دانا ہو۔ جو تم سوچتے ہو۔“

[illegible]

”میں...“ میں جھونکا ہوا کہ میں توار کی شکل دیکھنے لگا۔ چہرے میں نے کہا ”میں یہاں کبھی بے دورست“

”سنو میرے دورست! اعزازی سنو! میرے قیلے میں کوئی بہت زیادہ تہذیب میں ہوئے ہے صرف چوڑی کے نشان ہیں جو تجھیں اپنے چہرے پر نہانے ہوں گے اور اس کا طریقہ یہ ہو سکتا ہے کہ ہم ایک بار پھر آپس میں گفتگو کیا ہو جائیں، اذہیں اور تم مجھے موقع دو کہ میں ایسے ہی نقش و نگار متعارف چہرے پر بنادوں“

”لیکن اس سے فائدہ؟“
 ”بہت ہوگا۔ ہم دونوں میں تیر نہیں کی جاسکے گی کہ بعد
 میں لایا جانے والا شخص کو سب سے پہلے میں ہی طرح یا کلین کی
 اداکاری کرنا اس طرح ممکن ہے۔ تمہیں کسی اسپتال تک جانے
 کا موقع مل جائے۔ وہاں سے تم فرار کی کوشش کر سکتے ہو۔“
 میں عاقل تورڈی کی تجویز پر چونکا۔ بے شک جو اس شخص
 منصوبہ تھا اس کا ارشاد کے جذبے سے بھرپور لیکن بہت سی خطرات
 نہایت میں نے کہا: ”لیکن؟“
 ”اس سے ہم چھپکارا معاملہ کیسے لیتے ہیں۔ تم جی ایس ایس
 اتار دو اور میں بھی اتار دیتا ہوں۔ اس کے بعد ہم دونوں نے آسانی
 کریں گے اور فیصلہ وہ لوگ کریں گے کہ کوئی ایس اس کا ہے۔“
 عاقل تورڈی نے کہا اور میں نہیں چاہتا میں نے عاقل تورڈی کے
 منصوبے پر رضامندی کا اظہار کر دیا تھا۔

جب زندگی ہی داؤد پر تھی تو تو چھوٹی موٹی باتیں کو کیا بات
رکھتی ہیں۔ میں نے اور عاقل تو اسے جس فیصلہ کیا تھا وہ بھی
بھی تھا اور لیجے بھی ہم دونوں نے اپنے اپنے لباس آنا کر
پھینک دیے صرف اسے یہ ساجھ بھاسے بدن پر رہ گیا تھا
اس کے بعد مجھ نے اتنا کر دی۔
ہم دونوں ہی مارتوں کی طرح تڑپے تھے لیکن صورت حال
یہی تھی کہ میں عاقل تو انہیں مارتا تھا مگر صرف مجھے مارتا
تھا اور اس نے اپنے ہاتھوں کی طرف سے ایسے ہی تشابہات پر
منہ پر نہائے جسے اس کے سر پر موجود تھے۔ لڑکی کی ہر حرکت
میں اس کے دل کی مشقی کی آواز کی طرح ہوتی تھی۔ وہی شخص اور ہم

لوگ یہی کوشش کر رہے تھے کہ ان لوگوں کو متوجہ کر لیں۔
 ہنگامے کا مہینہ کافی بڑھ گیا۔ تب کہیں ہماری طرف
 توجہ دی گئی۔ دروازہ کھل اور بہت سی اساتذہ علمی مبلغ سیاحی
 تہانے آئے۔ ہم لوگ اس میں خوشیوں کی کئی طرح کو ادا رہے تھے۔
 استوں نے ایک نمے کے لیے لڑکے پر حیرت انگیز مقرر دیکھا۔
 اس کے بعد ہم پر فٹ پٹے، پتلی گھونے، لائیں اور پتھر مار
 مار کر ایک دوسرے سے جوا لگایا اور اس کے بعد وہ عاقل تواری
 نوہاں سے بچ کر کھینچے ہوئے باہر نکلے گئے۔
 فاصلہ قتل گزرا گیا۔ کسی نے میری خبر گیری نہیں کی تھی لیکن
 اس وقت راست کا نہ جانے کیا ہوتا تھا، جب بیکر کے پاس پہنچا تو
 طرائق اور پیچہ دروازہ کھول دیا گیا۔ روشنی میں مجھے اسرا بھی فوجی
 فیصلہ نظر آئے ہیں جن میں ایک دو میرے جانے پہچانے بھی تھے۔
 یہی ایک طرح زمین پر چارہ۔ مجھے حاصل تواری کی ہی ادکاری کرنی
 تھی مگر ہالانزویہ کر۔

جیسے ہی ایک اسرائیلی افسر نے جنگ کریمیر میں شعلہ بھینکا
ہادی میں نے وطن سے کٹے سی آوازیں نکالیں اور اچھ کر
بیچھ گیا۔ اسرائیلی افسر نے اختیار چمک کر بیچھ ہٹ گیا۔ اس
نے اپنے قریب کھڑے لوگوں کو دیکھا اور دھج اس کے آواز میں
شرمنگ جھلکے لیکن فدا میری شرمندگی تھے میں تبدیل ہو گئی
ور اس نے ایک زوردار گوننا میرے جیسے برسرید کر دیا۔
ظن آگیا تھا اس گھوڑے سے۔ اسرائیلی فوجی افسر محنت پاکر
علوم ہوا تھا جب سے مل کر رہ گئے تھے۔ میں کٹے کے پتہ کی
فرج جیڑاؤں چیاؤں کو کتاب عرف ہٹ گیا اور دیر تک چیاؤں
پاؤں ہی کرنا لڑا۔
لے چلو آتے ہیں۔ لے چلو اسرائیلی افسر نے غارتے ہوئے
یہ میں کہا اور سپاہیوں نے آگے بڑھ کر مجھے وراں طرف سے
مکھو دیا۔

میرا علاج غلط نظر تھا بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ ہمارے منصوبے کے
تعمیل ہو رہی تھی۔ میری بیٹی منزل اسپتال ہی تھی۔ اسرا علی افروز
جانی گیا کہیں دوسرا افروز مجھ پر تفتان ہو گیا۔ اس کے ساتھ دو لڑکی
دو لڑکی تھیں۔ فاکسز کو لے میری دو کچھال شروع کر دی۔ میرے
فکروں پر رحم اور شپہ دینہ رو گئے۔ لگے معلوم نہیں یہ کس
سے کیا تھا۔ مجھے اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا تھا۔
اسپتال میں میرے ساتھ بیتہ سلوکی کا منظر ہو گیا۔
فکروں اور برسوں کے میری شاندار دو کچھال کی۔ بہت سی
فکری دنیا اور دنیا کے بار بار ان کے اندر میرے تمام زخم
نہر کر کے گئے۔ میرے اس دوران کسی خراب ذہنی حالت کا

میں نے سوچا کہ کیا تھا اور خاموشی سے ڈاکٹر کو دیکھتا ہوں اور سوچتا ہوں
 کئی حکامات کی قبیل کو تار تار تھا ان لوگوں نے بھی میرے ساتھ کوئی
 سخت مسک نہیں کیا۔ اپنی دافست میں وہ میری ذہنی کیفیت
 محال کر رہے تھے۔

تقریباً پندرہ دن کے بعد اسپتال کے اس کمرے سے نکلے
 بالکل برکتِ حالت میں نکلا گیا اور خود اس سفر کرنے کے بعد ایک
 گھنٹہ پناہ دیا گیا جہاں کچھ سرائی افغان کے سامنے تھیں ہونا پڑا۔
 ایک منہ والہ نڈکے آغیر نے آگے بڑھ کر میری ہاتھکڑیوں میں
 جھانکتے ہوئے کہا: مشرقی افغان تو ارد! اب آپ بالکل ٹھیک
 ہیں۔ آپ اپنے طور پر کیا معمول کرتے ہیں؟
 ”چٹاؤں“ میں نے جواب دیا اور سرائی افغان کے
 ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

”پہنچتی ہے آپ کی مشرقی تار و کر آپ وہ نہیں
جس خوشخود کو گناہ کر رہے ہیں۔ ہم نے اس دوران آپ کو بہت
اچھے طرح چیک کیا ہے اور آج آپ کو آپ کی اصلی شکل بھی دکھا دی
جیسا ہے گت

میں نے دل پر نگاہ ڈالی، ایک بڑی سی ٹینک اسٹینڈ
پر رکھی جو تھیں اور دوا دینا اس کے قریب مستعد تھے۔ ٹرائی ٹا
اسٹینڈ پر کئی بھری ہوئی مشین کو گھسیٹ کر میرے قریب لایا گیا، اور
مجھے ایک کسٹ پر بچھا کر میرے ہاتھ تھمیں سے جکڑ دیے گئے۔

”یہ آپ کی ذہنی تصویر ہے، جو آپ کو بائیں صحیح الفاظ
تائید کرتی ہے۔ آپ یقیناً خود بھی اس کا سامنا کرنا پسند کریں گے۔“

مریٹل افسر نے ڈرامائی انداز میں کہا اور مشین آپریشن کی جانے لگی
تیز روشنی آنکھوں کو تیرہ کر رہی تھی اور اس کے سامنے
آنکھیں کھولنے کے لئے نہیں تھا۔ پہنچا تھا خود بخود میری آنکھیں بند
ہو گئیں اور میں نے ذہن کا وہ عکس دیکھا جو دیکھنا چاہیے اور دیکھ رہے

کے ذریعے ایک چور دوسرے کے مطابق سامان لٹکا رہا تھا۔
ایک کو آپ کی اصل شکل عکس کیا دوں گا اور ایک
شخص کو اتار کر بلا۔

وہ شخص ایک سائنس نگار ہوتا تھا جس نے کرمیہ کے نزدیک پہنچ گیا۔ میرے ہاتھ بندھے ہوئے تھے اس لیے میں کوئی ٹھکانہ بھی نہیں کر سکا تھا۔ سائنس نگار میں سے چپے چپا رہا جانے لگا۔ اور اس کے بعد اس بات کا امکان باقی نہ رہا کہ میرے چپے چپے پر ایک اپ بانی رہے۔ پھر مکے کے ٹھکانے آکر ناشور و غرگے اور میری اصل شکل ظاہر ہو گئی۔

”یہ ہے آپ کی اصل شکل کیا اب بھی آپ ہم سے نیا دن کرنا پسند نہیں کریں گے؟ میں صرف یہ جانتا چاہتا ہوں کہ آپ نے پاکستان کا ڈھنگ کیوں پرہیز کیا؟“

”میرے لیے اب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہیں رہا ہے۔“
 کہ یہ اختلاف کیفیت نہ مکر و دھوکوں، بلکہ عینی حقائق و حصر گزشتہ کا تقاضا ہے۔
 اس کا تائید کرنے کے لیے کہ از کم مائل قرار دے جائے میں تعجب ہوتا
 تو مصمم ہو ہی سکتی گی چنانچہ میں نے سوچا کہ اسے جوئے کا نہ تو کمال
 ہے یا میرا اگرچہ کہ آپ نے سوچا وہ دوسرے نہیں سوچ سکتے تھے
 ”تو جانتا ہوں اہل اوقات ایسا کرتا ہے۔“ گویا آپ نے
 اپنے آپ کو اس دوسری حیثیت میں تسلیم کر لیا اور یہی آپ کے
 حق میں بہتر تھا۔ بالکل بے رہنے صحابہ آپ کو کچھ حاصل نہیں ہو
 سکتا تھا۔ چونکہ درجنوں شاہد مل گئے تھے اس بات کے کہ آپ
 مائل قرار نہیں دیں بلکہ ہسپتال میں آپ پر ایک بار بھی میری کا
 دورہ میں چا جب کہ آپ کا سامنے میرا مطلب ہے مائل قرار د
 دو رہنے کے دوران انتظار کر گیا۔
 ایک لمحے کے لیے یہ سب دل پر گھونسا سا چڑھا تھا مائل قرار

سے بے وقوف بنتے رہتے۔ وہ ڈاری جو آپ نے کچھ لوگوں کے درمیان چھوڑی تھی اور جس میں عاقل قوارڈ کے بارے میں شواہد ملتے تھے، کیا جان لو جو کچھ کر نہیں چھوڑی گئی تھی؟ ایسی ڈانٹیں عموماً مخلوق نہیں دیکھی جہاں ہلکے اٹھیں اور اٹھانے کو دیا جاتا ہے اور اس طرح اپنے آپ کو نمایاں نہیں کیا جاتا۔ صاف ہی ہر شے آپ کو جگہ جگہ لوگوں کو ہلکا کر ثابت کرنے کی کوشش کرتے رہے کہ آپ عاقل قوارڈ ہیں اور اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ آپ عاقل قوارڈ کو محفوظ رکھنا چاہتے تھے۔ اس کی وجہ سے کچھ میں آج بھی ہے یعنی آپ ہم لوگوں کو اٹھانے والے قوارڈ کو میاں سے نکلنے کا موقع دینا چاہتے تھے لیکن یہ قسمتی سے کام نہیں ہو سکا۔ عاقل قوارڈ کو یہ ایک سوپ ڈنڈہ ہے اور ہم کسی ایسے شخص میں نہیں پڑنا چاہتے جو ہمارے لیے بے حد شگفتگی ہو البتہ ہماری یہ خواہش ہے کہ آپ کی اہلیت ہمیں علم ہو جائے۔ ”اس سے بھی آپ کو کچھ حاصل نہیں ہو گا۔ ایسا بہتر ہے کہ مجھے بھی عمل کر دیا جائے۔“

”نہیں میرے دوست، انہیں آپ ہمارے لیے ایک چیلنج بن چکے ہیں۔ ہم آپ کی زبان سے آپ کے بارے میں تفصیلات نہیں مانگے۔“ آئیسنر نے کہا اور میرے اپنے ایک ساتھی کی طرف رخ کر کے بولا۔ ”مختصر اور محترمہمان کی تصاویر بریٹن پائش کیا کام ہمارے لیے متشکی ہو گا کہ ان تصویروں کے ذریعے ہم اپنے اس مہمان کے بارے میں معلومات حاصل کر لیں گے۔“

دوسرے آدمی نے کوئی جواب نہیں دیا وہ ایک کیمرا لے کر میرے سامنے آ گیا اور پھر میری درجنوں تصاویر اٹا لیں۔ ”اگر آپ زبان کھولنے پر آمادہ ہوں تو ہم آپ کو ایک قیدی کی حیثیت سے ضرور رکھیں گے۔ اگر آپ اس قابل ہوئے کہ آپ کے عوض ہم کوئی سرمایہ کی فوجی فلیٹینوں کے مطلقوں سے آزاد کرانے کو آپ کا تیار کر دیا جائے گا۔ ورنہ آپ کی موت واقعی قید خانوں میں ہو گی لیکن صرف اسی شکل میں کہ آپ اپنی زبان کھول دیں۔“

”میں کوشش کروں گا آئیسنر کہ اپنی زبان بند نہ رکھوں اور آپ کے مقابلہ برداشت کروں جب اس مسئلے میں ناکام ہو گیا تو آپ کو اپنے بارے میں تفصیلات بنا دوں گا۔“ میں نے جواب دیا اور آئیسنر نے مسکرا کر شانے ہلائے۔

”آپ کی مرضی ہے، ہم آپ کو ہمارا پورا موقع دیں گے۔“

پچھتی اور مصائب کا ایک نیا دور شروع ہو گیا ہے اور یقیناً یہ دور گزرے ہوئے دوسرے کئیں زیادہ خوفناک ہو گا۔ میں نے ہوجا عاقل قوارڈ کی موت نے میرے دل میں خرد آمد کی کیفیت

پیدا کر دی تھی لیکن برطواساں نے چار سے کوئی تالیف تھا مجھے دہان سے ہٹا کر ایک گاڑی میں بٹھا گیا اور اب میرے لیے نہ جانے کون کی جگہ قفس کر دی گئی تھی۔

میرا سابق بھائی ہماڑوں کے درمیان واقع تھا، اوپر اونچے ہماڑی بیٹے کیسے کے گرد حصار دار کھدوں کے اس پار صاف دیکھے جاسکتے تھے۔ یہاں تقریباً بیس ہیرک بنے ہوئے تھے اور ان ہیرکوں میں فطرتی قیدی موجود تھے۔ کیسے کا احاطہ عموماً سنان پڑا رہتا تھا۔ گرمی اور دھوپ شدید تھی۔ ہیرکوں میں ہی میں، رات میں بھی چھٹی رہتی تھی۔ پھر سے دن پر گرمی دانے نکل آئے تھے۔ بیٹے کے لیے دن بھر میں پانی کی دو تین ملتی تھیں۔ شانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میں منتظر تھا کہ اب مجھ پر غائب شروع ہوجائے گا لیکن یہاں قید ہونے سے دن گزر گئے اور کسی نے مجھ سے کوئی ترحس نہیں کیا۔ نہ ہی مجھے اس ہیرک سے باہر نکالا گیا۔ پندرہ سو دن خیرہی طرح گزر گئے، اس کے بعد پھر دنوں کا حساب بھی یاد نہ رہا۔

جس دن مجھے اس دوزخ سے نکالا گیا، اس دن آسمان ابراؤ تھا۔ ہمارے کادوں اچلی اچلی سالگا۔ مجھے دوسرے ہیرک میں پہنچایا گیا جہاں میری ملاقات ایک پٹت وچالاک افسر سے ہوئی۔ یہ شخص یہاں تعینات افسروں میں سے نہیں تھا۔ وہ اس طرح سرخ و سفید ہونے کے بجائے جھلے ہوئے چہرے کا مالک تھا۔ ”ہیلو! اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔“ بیٹھو دوستانہ مجھے ہدایت کی گئی تھی۔ ”تم تین دن کو رہو۔ کیا تم مجھے میرے سوالات کا جواب دینا پسند کرو گے؟“

”کیا سوالات ہیں؟“ میں نے سرد لہجے میں کہا۔

”عاقل قوارڈ نے تمہیں انجی دازوں کے بارے میں کیا بتایا؟“

”کیا وہ کچھ بتانے کے قابل تھا؟“

”وہ بیمار ضرور تھا لیکن ذہنی ترقی نہیں تھا۔ ہم اس کی تصدیق کر چکے ہیں۔“

”اگر وہاں میں تھا تو تمہیں وہاں بھی ہوا۔ اس دلو اسنے شخص نے مجھے مار مار کر ادھر مر کر دیا تھا۔“

”اس کے بعد تم باطل ہو گئے؟“ وہ مضحکہ اڑانے والے انداز میں بولا اور میں اسے گھونٹنے لگا۔

”ہاں، میرا ذہنی توازن درست نہ رہا تھا۔“

”فضول بات ہے۔“ تم بہت کچھ جانتے ہو۔ زبان کھول دو دوست ورنہ تم کی غائب بنا دی جائے گی تم پر متحار

مارشل آرٹ

کے ذریعے اپنی اور.....
دوسروں کی حفاظت کیجیے



- اس کتاب میں وہ تمام شقیں دی گئی ہیں جو کراٹہ سے ایک سیٹ تک کی جاتی ہیں۔
- ان شقوں پر عمل کرنا انسانی آسان ہے کیوں کہ ہر شق تصویر کے ذریعے لکھی گئی ہے۔
- ۶۵۰ سے زائد تصاویر۔
- ہر تصویر کی مکمل وضاحت آسان اردو میں کی گئی ہے۔
- قیمت ۲۰ روپے ڈاک خرچ ۲۰ روپے

مکتبہ نفیسیا : بوسٹ کس نمبر ۹۴۴ کراچی ۱

زندگی ہمارے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتی مگر تم نے اس سے
موتی سے فائدہ اٹھایا اور تمہیں اس سے اسباب پیدا کئے گا اور
وہاں... وہاں تم جو کچھ دیکھو گے، وہ تمہیں حیرت کے لیے توجہ
ظہور پر منوج کر دے گا۔

ایک لمحے کے لیے میں سوچ میں ڈوب گیا۔ یہ تو ایک
عجیب واقعہ تھی۔ مجھے اندازہ تو ہو گا کہ میں اس سبب میں ہوں۔
وہاں کچھ کھانے کی کوشش کی جا سکتی ہے جب کہ اس علاقے کے باشندے
میں کچھ کچھ محرم نہیں تھا۔ میں نے فوراً کہا کہ میں کچھ
میسے اور تمہارے درمیان پرچہ جاری رہے گی یہ دیکھو
گا کہ تم میری زبان کس طرح نکھالتے ہو۔

”اوکے! مجھے بھی ہدایت ہے۔ تم تیار ہو جاؤ پھر
مختصری دور میں وہاں کے دہلے دہلے کے بعد اس کے کمانے میری
ذمے داری ہے۔ یہ بھی تمہیں زبان کھولنے پر آمادہ کرے۔
اس سے زیادہ میں تمہیں کر دے گا۔ یہاں تک کہ وہاں کے
میں ہدایت دیے دیتا ہوں۔“

آفرین کی ہدایت کے مطابق مجھے شیونہ کے اور نہانے کا
سامان دیا گیا اور پھر نیا لباس بھی مجھے میں نے بلا تعوض قبول
کر لیا۔ بہت دن کے بعد انسانوں کے قہقہے میں آ کر تھا لیکن
آگے کیا حالات ہوں گے، ان کا اندازہ نہیں تھا۔ وہ دن
میری خوش قسمت بختی کا دن تھا۔ انھوں نے
مجھے چائے بھی دی اور وہ خود آگ بھی۔ اس رات گری فینڈا کی
لیکن درجہ سونے کی حسرت دل میں رہی تھی۔ سوچنا تھا
مجھے نہیں تھا کہ مجھے جگا دیا گیا۔ دو سہائی دھنوں میں آگیں گئیں
سینے کے کھڑے تھے۔ سامنے، آگ آفرین کو اسکا رہا تھا۔
”سواری دوست! آنا شکار کرنے کا وقت نہیں ہے تاہم
میں تمہیں ٹرین میں یہ سوسلے فراہم کر دے گا۔ اس نے کہا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا اور ہم اپنا ریل گاڑی اٹھ ایک بند
گاڑی میں لے کر چل پڑی۔ چاروں طرف چارائیں گئی پر وارہیں
ہم نے تھے۔ مجھے ہتھکڑیاں نہیں پہنائی گئی تھیں۔ یا تو یہ بڑی
بڑی ریل آدی تھا پھر مجھے ہے اس نے مجھے بے ضرر سمجھا
ہوا اور اپنے اختلافات سے مطمئن ہو کر گاڑی کا سفر چاہیں
سے زیادہ کامیاب تھا جس جگہ پہنچے۔ اسے اس لیے دیوے
آفرین کا ہاتھ شاکر ہمارا چل چکی تھا۔ یہی تھیں مسافروں کا
نام و نشان نہیں تھا۔ دو کیس بنے ہوئے تھے جہاں فوجی نظر نہ
آسے تھے۔ کوئی پیمت نام بھی نہیں تھا۔

حسب وعدہ ہمیں مجھے ناشتا فراہم کر دیا گیا۔ خود آفرین نے
مجھے وہیں پرناست کیا تھا۔ پھر ٹرین اٹھی اور ہم سب تیار ہو گئے۔

آفرین نے مجھے ایک کپڑا پیش کیا جو عادیانہ دو سہائی پہنے اور پھر
گئے تھے اور پھر لوگ بعد میں اوپر آگئے۔ حیرت انگیز بات یہی
کر ٹرین میں بائیں کونٹ میں نہیں تھا اور پورا آسمان پر آج تھا۔

بہت پر میرے سامنے بیٹھے ہوئے بیوی آفرین نے مجھ
سے کہا کہ ایک درخواست ہے۔ دو سہائی چاقو ٹرین سے فرار
نہتا آسان سمجھا جاتا ہے۔ یہی تم یہ کوشش مت کرنا۔ میں تمہیں زیادہ
سلامت قل آریب پہنچانے کا خواہش مند ہوں۔ البتہ مجھے اپنے
اختصاصات پر بھروسہ ہے اور اگر تم نے ایسی کوئی کوشش کی تو
تمہیں بے دردی سے گولی مار دی جائے گی۔“

”کوشش کروں گا یہ خیال میرے ذہن میں نہ آئے
پائے۔ میں نے مسکراتے ہوئے کہا لیکن آفرین اس ہدایت
پر میرے ذہن میں تبدیل پیدا ہوئی تھی۔ اگر یہ کوشش واقعی کر لی
جائے تو۔ لیکن یہ قدر سمجھو دے جائے۔

گاڑی ایک روٹی سے غریبہ کی رہی تھی۔ موسم بہتر تھا۔ ہوا دل
پھالتے ہوئے کی وجہ سے ہوا بھی خندہ ہو گئی تھی۔ میرے
مخراں چاقو چوبہ بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ وہ میری
ہر خوش سے خبردار ہیں۔ لیکن کوئی ترکیب، کوئی کوشش ضرور
ہونا چاہیے تھی۔

قریباً دو گھنٹے گزرے تھے کہ ٹرین کی رفتار سست
ہونے لگی اور پھر وہ کسی اسٹیشن پر رک گئی۔ آفرین نے چائے
طلب کی جو خوش قسمت برتنوں میں آگئی۔ میری نگاہیں باہر نکلا
رہی تھیں۔ دفعتاً میں نے ایک نوجوان لڑکی کو تین افراد کے
ساتھ اسی کپڑا ٹرین کی طرف آگے دیکھا۔ اس کے ساتھ مردوں
نے بے چاروں نگاہوں سے ان پر دھڑک دیا۔ وہ کہتا تھا۔ یہ
ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر کہا۔ ”آپ لوگ غلط کارٹون
میں بیٹھے ہیں۔ غلط! یہ تو ہمارا دام ہو کر آئیں گے۔ لیکن یہ بڑے
”لیکن ہم نے کوئی ذرا دیر نہیں چٹ نہیں دیکھی۔“

”اس میں ہمارا قصور نہیں ہے، ایک منٹ! نوجوان
نے کہا اور دو دانے میں بندھی چٹ ٹوکر آفرین کے سامنے
کر دی۔ جس پر پہلے نگاہ میں پڑی تھی۔

اسی وقت ٹرین نے فوسل دی اور وہ لوگ جلدی جلدی
لڑکی کا سامان اندر رکھنے لگے۔ آفرین نے پریشان لہجے میں کہا۔
”ہم آگے والے اسٹیشن پر کپڑا منٹ تبدیل کر لیں گے۔ براہ کرم
صرف تھوڑی دیر کی اجازت دے دو۔“

”کوئی ہرج مہرج نہیں ہے۔ صبر کرو۔ آؤ اندر جاؤ۔ لڑکی نے
کہا اور کپڑا ٹرین میں چڑھا آئی۔ ٹرین رینگنے لگی تھی۔ اس
کے تینوں ساتھی بھی اندر آ گئے تھے۔

نہ گری نکالوں سے لڑکی کا جوتہ لیا۔ بعد
دیکھ کر اس نے حیرت میں ایک مفرد قوم کی

نمائندہ ہونے کے باوجود اس کے چہرے پر بڑی تھی اور وہ بے ہنگام
بھی نہیں تھی جو بعد میں سووی قوم کی نامیت ہے۔ البتہ اس کے
گھر لے کے تعلق تھا۔ وہ بڑے کوفتہ پر تھے۔ آفرین کے ایک
ساتھی سے گفتگو کر کے ان کے بارے میں معلومات حاصل
کرتے تھے۔ اس نے کئی بار ان لوگوں سے اور ایک بار پھر
لڑکی سے مصدقہ کی تھی۔ لڑکی نے بھی خوش اخلاقی سے سووی
آفرین سے گفتگو کی۔ چونکہ وہ لوگ اپنی زبان میں گفتگو کر رہے
تھے، اس لیے میں کچھ نہیں سمجھ پا رہا تھا لیکن سووی آفرین لڑکی
سے بہت مہربان نظر کرنے لگا تھا۔ پھر لڑکی نے میری طرف
اشارہ کر کے کچھ کہا اور سووی آفرین نے میرے بارے میں
بتائے۔ لڑکی نے آفرین کی زبان میں مجھ سے کہا۔

”میرم مورلینا، ایک ایسی کے ایک موزر قائدانہ سے تعلق
رکھتی ہیں۔ تم سے گفتگو کرنا چاہتی ہیں۔“

”ہیلو! لڑکی میرے نزدیک آئی تھی۔
”ہیلو! مورلینا!“
”تمہارا کیا نام ہے؟“
”عاطق توارد!“
”لطیفی ایجنٹ ہو؟“
”اس وقت وہی ہوں۔“

”سایست سے میرے سر میں درد ہوتا ہے۔ میں اس
حوالے سے کوئی گفتگو نہیں کروں گی اور تم سے بھی یہی درخواست
کروں گی۔ ویسے مجھے تم سے ہمدردی ہے۔“

”شکریہ“
”اگر میرے ذریعے اپنے کسی عزیز و اقارب کو کوئی پیغام
بجھانا چاہو تو مجھے بتا دو۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ...“
”آپ کا شکریہ ماوام! میں آپ کی اس ہمدردی کو یاد
رکھوں گا۔ میں نے آپ سے کہا۔

لڑکی خاموشی سے میری شکل دیکھتی رہی پھر بولی۔ میں
خلوص دل سے کہہ رہی ہوں اگر میں تمہارا کوئی کام کر سکے تو مجھے
خوشی ہوگی۔ انسانی ہمدردی کی قیاد پر میں یہ کام کرنا چاہتی ہوں۔

”تمہارے عزیز و اقارب کہاں ہیں؟“
”خوش قسمتی سے ایسا کوئی سلسلہ نہیں ہے۔ میں اس
کائنات میں تنہا ہوں۔ میں نے جواب دیا۔

”آفرین آپ کو میری اس گفتگو پر کوئی اعتراض تو نہیں
ہے۔ میں بہت نرم دل واقع ہوئی ہوں کسی بھی تکلیف میں

نہیں دیکھ سکتی۔“

میں کچھ رہا ہوں ماوام! مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں
ہے۔ آفرین نے جواب دیا۔ لڑکی نے شکر ادا کر کے اپنے ایک
آدی کو اشارہ کیا اور اس نے سامان میں سے باسکٹ نکال کر
اس میں سے پھل نکالے پھر میرے سامنے رکھ دیے۔

”نہیں ماوام!... شکریہ۔ اس کی ضرورت نہیں۔“

”مجھے خوشی ہو گئی! لڑکی نے اصرار کیا۔ اس نرم دل لڑکی
کی اس غمازش کو میں سمجھا نہ سکا۔ میں اس کا کافی سے اس نے میری
تواضع کی۔ آفرین کو بھی کافی پیش کی گئی۔ اس دوران وہ آفرین سے
جی سسل بائیں کرتی رہی تھی۔

وقت گزرتا رہا۔ راستے میں ٹرین دو تین چھوٹے چھوٹے
اسٹیشنوں پر رک کر اب کپڑا ٹرین تبدیل کرنے کی ضرورت نہیں
رہی تھی۔ لڑکی نے آفرین کو ایک کپڑا ٹرین میں سفر جاری رکھنے کی
اجازت دے دی تھی۔ ماوان کچھ ایسا ہو گیا تھا کہ میری طرف سے
وہ لوگ کسی حد تک مطمئن ہو گئے تھے۔ پہلے مسلح فوجی تھے پھر
جائے بیٹھے رہے تھے لیکن اب ان پر کسندہی ظاہر ہو گئی تھی
اور وہ اوجھلے گئے تھے لیکن آفرین پوری طرح چوک تھا۔ لڑکی
کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے وہ مسکراتی رہی کی انہما کو پھر
گیا تھا۔ میں نے بھی آنکھیں بند کر لی تھیں لیکن ذہن خیالات
کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ ایک ایک ٹرین کی رفتار کچھ سست ہوئی اور
آخر میں وہ جھٹکے لے کر رک گئی۔

میں نے آنکھیں کھول کر اس اسٹیشن کو دیکھا جہاں ٹرین
رک تھی لیکن یہ اسٹیشن نہیں تھا۔ دونوں طرف بجز میدان پسلا
ہوا تھا اور ذرا دور اونچے نیچے ٹیلے کثرت سے نظر آ رہے تھے۔
آفرین گردن نکال کر باہر جھانکنے لگا اور اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے
سہائی بھی رخ بدل کر اوجھلے دیکھنے لگے۔ وہ یہ معلوم
کرنا چاہتے تھے کہ کیا وہ آخر پیش آیا ہے۔ ٹرین کیوں رک ہوئی ہے
لیکن اس وقت ہو چکا ہوا اس کا میں سمجھتی نہیں رہ سکا تھا۔

لڑکی کھلی کی میز پر سے اپنی جگہ سے اٹھی اور اس نے
آفرین پر صدمہ کر دیا۔ اس کا کھڑا ہاتھ آفرین کی گدی پر پڑا اور آفرین
کے حلق سے ایک ہرج مہرج نکل گئی۔ اس نے پلٹ کر دیکھا مگر لڑکی
کے ہاتھ میں دیے ہوئے پستول کا لاٹکاس بار پھر اس کی
کھوپڑی پر پڑا اور وہ عجیب سی آواز نکال کر دونوں ہاتھ پھیلائے
کھڑا ہونے کی کوشش کرنے لگا۔

لڑکی کے تینوں ساتھی ان لڑکیوں پر پلوٹ پڑے تھے
جو ابھی اپنے آفرین کی طرف توجہ دے رہی تھیں۔ تینوں نے
فوجی جوتوں کی آٹھیں میں چپیں لی اور ان کے رخ ان کے سینوں

کی طرف کر دیے۔
فوجی جوان مختصر رہ گئے تھے۔ لڑکی نے پھرتی سے میرا بازو پکڑ کر اٹھتے ہوئے کہا: "میرے دل میں اس کی یاد رہے ہو۔"
پہری آپ: "ہمیری آپ!"

میرے اعصاب جو ایک لمحے کے لیے کشیدہ ہو گئے تھے ایک دم جھینٹا اٹھے۔ یہ سوچنے کا وقت نہیں تھا کہ یہ کیا ہو گیا۔ لڑکی کون ہے اور اس نے یہ حرکت کیوں کی ہے؟ بس زمین لگی ہوئی ہلے سامنے ویران میدان بکھرا ہوا ہے اور وہ میری مدد پر آمادہ ہے اس سے زیادہ کچھ اور بڑی حماقت تھی۔ البتہ ایک کام میں نے بھی بہت پھرتی سے کیا کہ ایک فوجی کی آئینہ نگاہ اپنے قبضے میں لے لی۔ اس دوران وہ بیسیوں افراد جو لڑکی کے ساتھ ہی زمین میں سوار ہوئے تھے دوسرے فوجی جوانوں سے بھی ہتھیار کھینچ چکے تھے۔ پھر انھوں نے ان بیسیوں گولہ خواروں کے زمین سے ہاتھ پھینک دیا۔

لوگ گردنیں نکال نکال کر باہر جھانک رہے تھے۔ ہم پھرتی سے نیچے اتر گئے۔ لڑکی کے دو ساتھی زمین کی طرف دست کیے ہوئے گرج رہے تھے۔ اگر کسی نے نیچے اترنے کی کوشش کی یا کوئی اور حرکت کی تو زمین میں بیٹھے ہوئے ایک ایک مسافر کو جھونک دیا جائے گا۔ پھر ان میں سے ایک نے ایک دھڑکنے والی زمین کی جانب اچھال دیا۔ جو کچھ رنٹ سے خوش فاسطے پر ایک دھلا کے کے ساتھ پھٹا اور زمین میں سے چھوٹی کی وائزیاں ابھرنے لگیں۔ لوگوں نے خوفزدہ ہو کر کھڑکیوں کے شکر گڑا دیے تھے۔
"بھاگو۔" لڑکی نے کہا اور ہم سر پر پاؤں رکھ کر وہاں سے بھاگے۔ میں ابھی تک ہوش میں نہیں تھا۔ بس ایک منشی محل تھا جو جاری تھا اور میں دوسرا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد ہم بیسیوں سے گزر کر ایک درخت سے می پھنک گئے جو آگے جا کر ایک طرف گھوم جاتا تھا۔ جوڑی ہم وہ موڑ گھومے تھے ایک معمولی رنگ کی جیبی نفرائی جن کی ڈرائیونگ سیٹ پر صرف ایک آدمی بیٹھا مگر بٹنی رہی رہا تھا۔ ہمیں دیکھتے ہی اس نے گہرے پھیپھڑے دی اور پھرتی سے جیب اشارت کر لی۔ لڑکی میں اور اس کے تمام ساتھی دھڑک رہے تھے۔ سوار ہو گئے تھے اور جیب اچھتی ہوئی ایک جانب دوڑنے لگی تھی۔ یہ کارروائی حواس باختہ کر دینے والی تھی اور کچھ میں نہیں آتا تھا کہ یہ سب کچھ کیسے اور کیونکر ہوا۔ اسیں گئی نہیں بننا لے لڑکی اور اس کے ساتھی جیب کے مختلف حصوں میں قیادت تھے اور ان کی نگاہیں یادوں طرف مرکب رہی تھیں۔ جیسی فزاسی کے ساتھ زیادہ سے زیادہ فاسطے طے کر لیتا جا رہے تھے۔ اس دوران ہم نے کوئی

بات پریت نہیں کی تھی۔ میں اب اپنے آپ کو سنبھالنے کی کالیاب ہو گیا تھا۔ لڑکی نے مجھ سے نگاہیں نہیں ملائی تھیں اور نہ ہی اس کے ساتھیوں سے یہی کوئی بات پریت ہوئی تھی۔
جیب تقریباً پون گھنٹہ دوڑتی رہی اور پھر آٹھ یا دس میل چلنے کے بعد ہم ایک آبادی میں داخل ہو رہے تھے۔ میں نے سوالیہ نگاہوں سے لڑکی کی جانب دیکھا۔ وہ اب کافی حد تک فطرت نظر آ رہی تھی۔ میری آنکھوں سے آنکھیں ملیں تو وہ مسکرا دی۔
"اس بستی کا نام تناب ہے اور یہاں ہماری پناہ گاہ موجود ہے۔" اس نے مجھے بتایا۔

جیب آبادی میں داخل ہو گئی تھی۔ کچے پکے مکان چھاروں طرف بکھرے ہوئے تھے۔ شدید دھوپ اور گرمی کی وجہ سے مکانات کے سامنے کے حصے نساں نظر آ رہے تھے جیب کئی گھنٹوں سے گزرتی ہوئی بالآخر ایک سال خوردہ عمارت کی بنیاد پر چڑھی جو کافی عرصے پہلے توڑی گئی ہوگی اور پھر وہ عمارت کے احاطے میں داخل ہو گئی۔ اندر چاروں طرف درخت لگے ہوئے تھے ایک درخت کے سامنے میں جیب کھڑی کر دی گئی۔ وہ سب نیچے اتر آئے۔

"آئیے سڑجلی۔" لڑکی نے کہا اور میں خاموشی سے نیچے اتر گیا۔ اسیں گن اب بھی میرے ہاتھ میں تھی۔ ہم اندر داخل ہو کر ایک کمرے میں پہنچ گئے۔ بہت عمدہ محسوس ہو رہا تھا یا پھر یہ باہر کی گرمی اور پشیمانی جس کی وجہ سے یہ جگہ پرسکون لگ رہی تھی کمرے میں محمول سافر بچہ بیٹھا ہوا تھا۔ لڑکی نے یہی طرف دیکھ کر کہا: "یہاں ہم پوری طرح محفوظ ہیں۔ یوں کچھ لوگ اگر ہمارے خلاف کوئی کارروائی ہوئی تو اس کی اطلاع بہت پہلے ہمیں مل جائے گی۔ وہ خطرناک ہے۔ منسل کرنا چاہیں تو منسل کر لیں۔" میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اسیں گن ایک طرف دھیمی اور شل خانے میں داخل ہو گیا۔

میں نے منسل کیا اور تھوڑے دم ہو کر باہر نکل آیا۔ اس کمرے میں اب کوئی موجود نہیں تھا۔ میں ایک آرام دہ کرسی پر بیٹھ گیا۔ واقعات اس قدر تیزی سے پیش آ رہے تھے کہ میرا ذہن ابھی تک اس سب کے حال کا کوئی بواز لاٹلاں نہ کر سکا تھا اور میں شدید حیرت کا شکار تھا۔ یہ لڑکی تو آفریقہ کے بیان کے مطابق کی مریز بیودی خاندان سے تعلق رکھتی تھی۔ پھر یہ سب کچھ کیونکر ممکن ہوا؟

زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ لڑکی اندر آئی اور میری طرف دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہنے لگی: "آئیے کھانا کھا لیا جائے۔ کھانا تیار ہے۔" میں مسکرا کر اٹھ کھڑا ہوا اور لڑکی کے ساتھ اس درخت سے باہر نکل کر ایک دوسرے کمرے میں پہنچ گیا جہاں ایک میز

پر تین کچے ہوئے تھے۔ کوئی اور وہاں موجود نہیں تھا۔ لڑکی نے ایک کرسی کو کھوکھلا کر اس کے اوپر دو میز سے لیے اس کے بعد وہ بیٹھ گئی۔

"دوسرے لوگ...؟" میں نے سوال کیا۔
"وہ سب مصروف ہیں آپ شروع کیجیے۔" وہ بولی اور میں نے بے تعلقی سے کھانے کی طرف ہاتھ بڑھا دیے۔ لڑکی بھی میرے ساتھ شریک ہو گئی تھی۔ کھانے کے دوران اس نے کہا: "مجھے انتہائی افسوس ہے کہ تلاش پسید کے باوجود میں آپ کا سرخرو پاسکی اور عرصہ دراز تک آپ کو ان مشکلات کا شکار ہونا پڑا۔"

"اگر آپ مناسب کہیں تو کھانے کے دوران ہی میری حیرت دور کر دیں اور اپنے بارے میں کچھ بتائیں۔"
"میرا نام شینڈا مرنزوقہ ہے اور خدا کے فضل سے میں فلسطینی ہوں۔" لڑکی نے جواب دیا۔
"اور آپ کے ساتھی؟"

"سید کے سب فلسطینی ہیں۔ ہم لوگ بیس بدل کر آپ کی تلاش میں سرگرداں تھے۔ مجھے مخصوص ذرائع سے آپ کے بارے میں اطلاعات مل چکی ہیں۔ دراصل آپ کو ہم اس وقت ہانکے جب آپ گرفتار ہو چکے تھے اور اس کے بعد سے ہم لوگ مسلسل اس تاک میں گئے ہوئے تھے کہ آپ کوئی ایسا موقع ملے گا کہ آپ کو رہا کر لیا جائے۔ یہی ہماری ذمہ داری تھی۔"

"بڑی حیرت انگیز بات ہے، فوجی افسر نے آپ کو کس مورچہ کی حیثیت سے کیسے تسلیم کر لیا؟"
"اس لیے کہ وہ صرف اس خاندان کے بارے میں جانتا تھا۔ اس نے خاندان کے افراد کو دیکھا نہیں تھا جبکہ ہم اس خاندان کے بارے میں مکمل معلومات حاصل تھیں۔"

"کیا آپ کے چہرے پر میک اپ ہے؟"

"نہیں، اس کی ضرورت نہیں محسوس ہوئی تھی۔ ضرورت ہوتی تو یہ بھی کر لیا جاتا۔"

"زمین کا وہ کیا رنٹ آپ نے میز پر کر لیا تھا؟"
"ہاں۔ ساری کارروائیاں ہنگامی تھیں۔ بہر صورت آپ کو رہا کرنا تھا۔"

"میں انتہائی فکر گزار ہوں آپ کا آپ نے مجھے حیران کر دیا ہے۔ میرے تو لقمے اس بھی نہیں تھا کہ آپ ہم میں سے ایک ہو سکتی ہیں۔"

"شکریہ۔" لڑکی نے آہستہ سے کہا۔ اس دوران ہم کھانے میں مصروف رہے تھے۔ کھانے کے بعد ہم نے کافی لمبی اور

اس کے بعد اٹھ کر اس کمرے میں آگئے جہاں ہم لوگ پہلے پہنچے تھے۔ اس نے مجھے آرام کرنے کا مشورہ دیتے ہوئے کہا: "اگر آپ سونا چاہیں تو اطمینان سے سو جائیے۔ ایک کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اگر ہماری تلاش شروع کی گئی ہوگی تو وہ دھڑکی ہی علاقوں میں ہوگی۔ اس طرف کا دھیان انھیں نہیں ہوگا۔"

"یہاں آپ کسی کو مکملاً غلطی سے وابستہ ہیں؟"

"ہاں، یہی سمجھ لیجیے۔"

"شرین کیسے لگتی تھی؟"

"ریلوے لائن پر درختوں کے تنے ڈال دیے گئے تھے۔ اس لیے ڈھکڑ کو زمین رکھنا پڑی۔"

"یہ کام کس نے کیا؟ میں نے سوال کیا۔"

"جیب کے اس ڈھکڑ نے جو وہاں ہمارا انتظار کر رہا تھا۔ وہ جگہ ہم نے پہلے سے مقرر کر لی تھی۔ ہم لوگ وہاں سے خامی دھونک کوئی آئینہ نہیں ہے۔"

"کیا آپ کو یہ بات بتا دی گئی تھی کہ میں کہاں مل سکوں گا یا میرا مشن کیا ہے؟"

"ہم اس بات پر توجہ نہیں دیتے کہ کون کیا کام کر رہا ہے۔ ہمارے لیے بس اتنا ہی کافی ہوتا ہے کہ انھیں یہ کھانا ملے۔"

"آپ کی نشان دہی کر دی گئی تھی اور یہ ذمہ داری ہم پر کر دی گئی تھی کہ ہم آپ کو اس ریلوے کے پہلے سے رہا کر دیں۔ ہمارا آپ تقریباً بیس افراد پر مشتمل ہے مگر یہ کام صرف ہم پانچ افراد کے سپرد کیا گیا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ ہم اسے انجام دینے میں کامیاب ہو گئے۔"

"اس کے بعد کیا پروگرام ہے؟" میں نے پوچھا۔

"اس بستی میں رک کر ہم داخل رستری کا قتل کر دیں گے۔ وہ بیروت سے رابطہ قائم کیے ہوئے ہے۔ یہاں پروگرام وہی بنائے گا۔"

"اسے کس طرح معلوم ہو گا کہ آپ اس مرحلے میں کامیاب ہو گئی ہیں؟"

"شینڈا مرنزوقہ مسکرا دی۔ پھر بولی: "ہم لوگ ایک دوسرے پر مکمل اعتماد کرتے ہیں۔ وہ جانتا ہے کہ میں ناکام نہیں رہوں گی۔"

"جس قدر جلد ممکن ہو، مجھے بیروت پہنچا دو۔ میں ایک اہم مقصد سے یہاں آیا تھا اور اس کے بارے میں بہت کچھ سنا ہے۔"

"ہمارے ہی کوشش ہے لیکن ہم یہاں اتنے باقتیاد نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree26k

کوفی طور پر دیکھا جائے کہ گزشتہ اسرائیلی میں آپ ہادی ہو گئے ہیں۔

بستی کے اس مکان میں تین دن گزر گئے تھے کوئی تکلیف نہیں تھی۔ ہر چیز موجود تھی عمدہ کھانا اور آرام۔ ان تین دنوں میں میں نے ساری ممکنہ اداری تھی۔ شہزادہ بہت دلچسپ شخصیت کی مالک اور ایک سرگرم فلسفیانہ تھی۔ اس نے مجھ سے میرے بارے میں مزید تفصیل نہیں پوچھی تھی۔

ایک شام چائے کے دوران میں نے اس سے یہ سوال کیا تو وہ تنبیہ ہو کر بولی۔ "ہیں، اصولی طور پر ایک دوسرے کے بارے میں کھوج نہیں کرنی چاہیے۔ یوں بھی ہم سب کچھ تو جانتے ہیں؟"

"سب کچھ...؟"

"ہاں! تم میرے بارے میں یہ بات نہیں جانتے کہ ہم اپنے وطن کے حصول کے لیے کوشاں ہیں اور سروں پر کڑی بانڈ کر میدان میں آگئے ہیں۔ اس نے رنجیدہ لہجے میں کہا۔

"سوری شہزاد! آپ کی بات درست ہے۔"

"میں میں تمہارے بارے میں جانتی ہوں علیٰ اولیں اتنا جاننا ہی بہت ہے۔ اس کے بعد میں نے اس سے اس وقت تک بات نہیں کی۔

پانچویں دن ہمارے درمیان ایک نشست ہوئے چہرے والے دروازے قاضی کا اضافہ ہو گیا۔ سبٹ چہرے اور اندازہ کھول والے اس شخص میں کوئی شش نہیں تھی اور اس سے گفتگو کرنا بھی ناگوار خاطر تھا۔ یہ دانش رمزی تھا۔

"آپ سے مل کر مسرت ہوئی مشرعی! اس کا لہجہ بھی اس کے بے تاخر چہرے کی مانند تھا۔

"ہم بے چینی سے آپ کے منظر حقے میں نے کہا۔

"میں نے وقت سے پہلے آنا مناسب نہ سمجھا۔"

"آپ کو یقین تھا کہ ہم یہاں قیامت میں پہنچ چکے ہوں گے؟"

میں نے سوال کیا۔

"شہزادہ زوق نے شاید اپنا مکمل تعارف آپ سے نہیں کرایا۔ وہ اے کے بیٹے کی خاتون ہیں اور حکام ان کے پر ہوتا ہے اس کی تکمیل کا بھی یقین ہوتا ہے۔"

"عجب! بڑی مسرت کی بات ہے کہ آپ لوگ ایک دوسرے پر اس قدر اعتماد کرتے ہیں، میں بہت متاثر ہوا ہوں۔

اب مجھے آئندہ کا پروگرام بتائیے؟"

"صورت حال میں قدر خطرناک ہو گئی ہے آپ اس کا شعور

مجھے نہیں کر سکتے مشرعی! ہم لوگ ایک دوسرے کے متاثر کی کھوج میں نہیں رہتے لیکن آپ کے بارے میں وہ لوگ ترتیب دیتے ہوئے خاصی تفصیلات معلوم ہو گئیں۔ مشرعی تو روانہ کی قید شدہ ملک ہو چکے ہیں۔ مارشل کیساں کا خیال ہے کہ آپ کے پاس اسرائیلی کے ایجنٹ منصوبے کی شخصیت موجود ہیں اور وہ کسی قیمت پر آپ کو اسرائیل سے باہر نہیں جانے دے گا۔ تاہم اس کا قصد ہے کہ اس نے جو کچھ کیا ہے وہ قابلِ تہنیت بھی ہے اور ہمارے لیے غور کرنے میں۔

"مارشل کیساں کون ہے؟ میں نے پوچھا۔

"اسرائیلی سیکرٹ سروس کا ایک خطیاتی ذہن۔ اس نے ایسے انتظامات کیے ہیں کہ کوئی بھی تقریب آئے بغیر اسرائیلی سرحدوں کو عبور نہ کر سکے۔ فلائین کے بہت سے منصوبے اسی وجہ سے متاثر ہوئے ہیں۔"

"گویا میرا بھی یہاں سے نکالنا مشکل ہے؟"

"یہ کام اگر دشمن کے ہاتھ نہ ہوگا تو چہرہ نہ ہوگا۔"

"کیا مطلب؟"

"آپ کو دشمن گھنٹے کے اندر یہاں سے نکل جانا ہے لیکن آپ کی منزل شام، لبنان یا اردن میں ہوگی۔ مگر مشرعی جانتی ہوگی آپ کو یوں جانا ہوگا۔"

"وہ کیوں؟"

"لوئیس ہارن نامی ایک شخص کو میں نے متاثر کیا ہے اور اس وقت وہ میری قید میں ہے۔ اس کے بارے میں کھجوت بھی میرے پاس ہیں۔ اس کی سبب آمد بہت جلد ہی ہمارے ہاتھ پہنچے گی۔ اور ہم یہ نہیں جانتے کہ وہ کون ہے اور یہاں کیوں آیا ہے۔ لیکن دشمن گھنٹے کے بعد اسے آئی ایل کے ایک چارے سے بون کے لیے پرواز کرنا ہے۔ اس وقت اس کے علاوہ اور کوئی شخص نہیں ہے۔ آپ کے لیے مارشل کیساں نے بہت انتظامات کر رہا ہے اور میں فطریہ ہے کہ بہت جلد وہ اتنے منصوبہ جال پھیلا دے گا کہ اس چہرے سے ملک اسرائیل سے آپ کا نکلنا ناممکن ہو جائے گا۔ اسرائیلی ایجنٹ کی قیمت پر بھی یہ بات برداشت نہیں کریں گے کہ ان کے انٹی رولر فلسطینیوں کے ہاتھ لگ جائیں۔"

میں متفکر انداز میں دانش رمزی کی شکل دیکھ رہا تھا۔ پھر چہرہ میں نے آہستہ سے کہا۔ لیکن تم کہتے ہو دشمن کو لوئیس ہارن کے بارے میں تم سے کچھ نہیں جانتے؟"

"ہاں! میں وری طور پر کسی ایسے کردار کی ضرورت تھی جو ہمارے کام آئے۔ وہ کسی شخص کی مانند تھا جس کے روپ میں آپ کو اسرائیلی سے باہر نکال دیا جائے۔"

"فرض کرو میں بون پہنچ گیا تو مجھے وہاں جا کر کیا کرنا ہوگا؟ میں نے سوال کیا۔

"کچھ نہیں۔ بون میں آپ اپنے لیے جگہ بنائیں گے۔ آپ کو وہاں کی کرنسی متاثر کر دی جائے گی۔ کم از کم اس حد تک کہ آپ اپنے ابتدائی کام چلا سکیں اور اس کے بعد مشرعی یا رفان ہم کو کشش کریں گے کہ ہم بھی وہاں پہنچ جائیں۔ اس وقت تک آپ جس طرح بھی ممکن ہو وقت گزاریں۔ اس کے علاوہ اگر کچھ ایسے واقعات آپ کے ساتھ پیش آجائیں جو آپ کے خیال میں ٹھیک ہوں تو آپ اپنا ایک ایک آپ تبدیل بھی کر سکتے ہیں۔

بہر طور بون میں آپ کو صرف اتنا وقت گزارنا ہے کہ ہم وہاں تک پہنچ جائیں۔"

"تم لوگوں کے بارے میں مجھے کس طرح معلوم ہوگا؟ تم وہاں آپ کے جو بچے ہیں نے سوال کیا۔

"اس کے لیے ہم کوئی طریقہ کار متعین کر لیتے ہیں۔ فرض کیجیے میں اخبار میں تھی بون کے کسی بھی انگریزی اخبار میں یہ ہفت روزے دیتا ہوں کہ ہارن ٹیوی پر کابیل سے ملان جگہ ملاقات کر لے تو مجھے یقین ہے کہ آپ کو ہمیں تلاش کرنے میں کوئی وقت نہیں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے لیکن تمہارا وہاں پہنچنا ایک نیک موقع ہوگا؟"

"اس کے لیے کم از کم دس سے پندرہ دن کا یقین کر لیا جائے۔"

"کیا اتنی کرنسی میرے حوالے کی جائے گی کہ میں پندرہ دن آرام سے وہاں گزار سکوں؟"

"اس مسئلے میں ہم مسرت خواہ ہیں۔ اگر وہ کرنسی سنا بھی کر دیں تو آپ اسے نہ کر سکیں چاہیں گے اور خواہ مخواہ ٹھکڑے ہو جائیں گے۔ بڑا کرنسی آپ کو وہی کسی طرح حاصل کرنا ہوگی کی یہ کام آپ کے لیے مشکل ہوگا۔"

"یہ کام تم پر چھوڑ دو۔ میں نے صرف معلوم کیا تھا تم سے۔ اب باقی کام میں خود کروں گا۔ تو اب کیا پروگرام ہے؟"

"بیس اب سے تقویٰ دیر کے بعد آپ کو یہاں سے نکال کر غریب طور پر لے آریں۔ بچتا یا جائے گا۔ اس دوران میں آپ کا ایک آپ کیسے دیتا ہوں۔"

"کیا تم ایک آپ کا سامان لے کر آئے ہو؟"

"صرف ایک آپ کا سامان بلکہ لوئیس ہارن کی مختلف انداز میں۔ یہ سب بھی۔"

"اور اس کی آواز کے بارے میں کیا کیا جائے گا؟ میں نے پوچھا۔

"اس کی آواز کار کا کورس سے اس کا نام ہے۔ وہاں اس کی آوازوں کی نقل کر سکتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ اور وہاں اس کی آپ کو کسی سے ملنا تو ہے نہیں۔ دانش رمزی نے کہا اور میں نے گردن ہلا دی۔

مجھے اس صورت حال پر کوئی اعتراض نہیں تھا۔ ان لوگوں نے اگر تمام معاملات نبھال لیے تھے اور اس طرح میری جان بچا کر مجھے یہاں تک لے آئے تھے تو پھر میرا بھی فرض تھا کہ میں ان پر عبور و سارکوں۔ دانش رمزی ایک ماہر میک آپ ہیں تھا۔ اس نے میرے چہرے کی مسرت شروع کر دی۔ آدھے گھنٹے کے بعد اپنے کام سے فاریغ ہو کر اس نے معنی انداز میں گردن ہلائی۔ اس دوران شہزاد بھی میرے سامنے ہی بیٹھ رہی تھی اور دلچسپی سے میرا چہرہ دیکھتی رہی تھی۔ اس میں لڑکی کی کارکردگی کو دیکھتے ہوئے میں اس کی عزت کرنے لگا تھا اور پھر اس مختصر عرصے میں اس کے اور میرے درمیان خاصی رنگت بھی پیدا ہو گئی تھی۔

پھر اسی رات ہم نے وہاں سے سفر شروع کر دیا۔ رمزی اپنے ساتھ ایک عمدہ قسم کی کار لے آیا تھا جس میں بیٹھ کر ہم پہلے شہزادہ زوق کے ہمارے ساتھ نہیں آئی تھی۔ کھلی چھت کی کار میں بیٹھ سکون سے سفر جاری رہا۔ راستے میں کوئی گڑبڑ نہیں ہوئی صرف تین ایسب میں داخل ہو کر ہمیں کچھ لوگوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن چالاک دانش رمزی نے تمام باتوں کا خیال رکھا تھا۔ اس نے اپنے اور میرے کاغذات ان لوگوں کو دکھائے اور ہمیں وہاں سے گزرنے کی اجازت دے دی تھی۔ ہم نے ریلوے اسٹیشن کے نزدیک ہی ایک کٹھن میں وقت گزارا تھا۔ دس گھنٹوں میں سے تقریباً ساڑھے چھ گھنٹے گزر چکے تھے اور اب ساڑھے تین گھنٹے کا مسئلہ تھا۔ دانش رمزی وہیں نشین تھیں۔ بیٹھا تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک مجھے حلفت باتیں بکھانا رہا اور اس کے بعد وہ کچھ مزید انتظامات کرنے چلا گیا۔ میں کٹھن میں بیٹھا رہا۔ میں ان کے منصوبے سے متاثر ہو کر یوں رہتا ہوں تھے کہ بے تیار تو ہو گیا تھا لیکن اب سوچ رہا تھا کہ بون کی میری زندگی کس انداز میں گزرے گی جس منیٹ سے میں وہاں جا رہا تھا؟ اس کا کیا ہوگا بچا یا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ وہاں پہنچ کر میں اپنا میک آپ انارووں اور لوگوں کی نگاہوں سے اجیل ہو جاؤں یا پھر یہی معلوم کرنے کی کوشش کروں کہ لوئیس ہارن ہے کیا چیز۔ اس سے پہلے میں اپنا بیڈروم کے میک آپ میں امریکا سے لندن پہنچ چکا تھا لیکن وہ مجھ بعد میں میرے لیے خاصا متناہت ہوا تھا۔ یہ دوسری بات ہے کہ پھر ایئر بیورو سے دست بردار کیا

تھا اور مجھے بہت سی مشکلات سے نکلانے کا باعث بھی بنا تھا۔
اب ایک بار چروہی تجربہ دہرا بار بار ہاتھ اور میں اس کے
لیے مکمل طور پر تیار رہی تھا۔

بالآخر وہ وقت آگیا جب مجھے دانش ریزی نے خدا حافظ
کہا اور میں اس سے پرچوش مصافحہ کرنے کے بعد گریڈیشن
ہال میں داخل ہو گیا۔ یہاں سے فارغ ہونے میں کوئی وقت نہیں
ہوئی اس کے بعد ایک خوبصورت ایئر پوسٹ نے مجھے آئی این
کے دیوی بیل طیارے میں پہنچایا۔

طیارے میں بیٹھنے کے بعد میں نے اپنی سیٹ منجالی۔
میرا سفر ایک ادیب عزیز فرخزاد جی کے ساتھ تھا۔ اس کے بدن کا چمکاؤ
میری سیٹ تک تھا۔ اس نے مجھے مخاطب کرنے کی کوشش
میں کی اور گفتگو ہی رہا اور یہی چیز بھی تھا۔

میں سوچ رہا تھا کہ بون پینے کے بعد مجھے کس طرح وہاں
پہنچ کر گزارنا چاہیے۔ غور کیا تو اندازہ ہو کر واقعی دانش ریزی کو
شناخت مرزوق کے لیے اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ مجھے
اس ایسی فلائیٹ سے ملے ایب سے نکالیں جس پر ان لوگوں کو
کوئی شہ نہ ہو سکے اگر یہ فلائیٹ بیروت یا کسی ایسے ملک جاتی
جہاں بی ایل او کے کارکن موجود ہوتے تو یقینی طور پر اس
فلائیٹ سے سفر کرنے والے ایک ایک شخص پر نگاہ رکھی جاتی
وہیں میں نے ایئر پوسٹ پر ایسی کوئی خاص رنگی صورت نہیں
دیکھی تھی جس سے دانش ریزی کی بات کی تصدیق ہوتی۔ ہاں،
اگر بہت خفیہ انتظامات رہے ہوں تو بات دیکھ سکتی۔

سفر جاری رہا۔ اس دوران کوئی غیر معمولی واقعہ پیش نہیں آیا۔
پھر طیارہ بون پہنچ گیا۔ بافت روم سے بون کے روم کے پاس
میں بتایا جا رہا تھا جہاں اس وقت باش ہوری تھی۔ وہاں وہ
رہن و سہ پر اثر گیا۔ یہ بھی ملک گئی اور مسافروں کو کمرہ باؤکس
تک لے جانے کے لیے خصوصی گاڑیوں کا بندوبست کر دیا گیا۔
کمرہ باؤکس کے رومے گریٹ سے باہر قدم رکھا ہی تھا
کہ ایک بون لڑکی جس نے سجدہ سالباہن سے ہاتھ ملایا تھا اور
آنکھوں پر پتھر لگائے ہوئے تھی، حیرت زدہ سا چہرہ بنا کر
میرے پاس پہنچ گئی۔

”اوہ میرے خدا! تم لوئیس! یہ تم ہی ہو یا میری آنکھیں
دھوکا کھا رہی ہیں؟“

میں نے چونک کر لڑکی کو دیکھا اور مجھے میرے ہونٹوں
پر غواہ خواہ سب کچھ پھیل گئی تھی۔ اگر میں اس کو تصدیق نہیں دے گا
کہ یہی میں ہوں۔۔۔؟

”نہیں! ناممکن! لڑکی نے گردن جھٹک کر کہا اور پھر

اس کے ہونٹوں پر حریف سی مسرت پھیل گئی تھی۔ مجھے یقین نہیں
آتا کہ تم اتنی جلدی واپس آ گئے۔۔۔ میں۔۔۔ میں کیسے یقین کروں؟“
اس میں یقین نہ کرنے کی کیا بات ہے؟

”لوئیس! لوئیس! تم آؤ تو سہی۔ یہاں کیوں کھڑے ہو رہا ہے
تصیں اس بات پر قویب ہو کہ میں مرزا گریڈیشن کو ابھی عورتی در
قبل ایئر پوسٹ پر چھوڑنے کے لیے آئی تھی۔ وہ ساتھ ساتھ فریڈ
روانہ ہو گئے ہیں۔“

”خوب، اگر تم مجھے لوئیس بنانے پر راضی ہوئی ہو تو میں
کیا کر سکتا ہوں؟“

”ناممکن ہے، دیکھو مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش
مت کرو، کیا تم لوئیس ہارن نہیں ہو؟“

”کمال ہے! اگر آپ چاہتی ہیں کہ میں لوئیس ہارن بن
جاؤں تو مجھے اس پر کوئی اعتراض بھی نہیں ہے۔“

”تو پھر آؤ! کہیں بیٹھ کر باتیں کریں گے۔“ اس نے کہا۔
میں ایک لمحے کے لیے شین سا گیا تھا۔ لڑکی نے مجھے اس

نام سے پکارا تھا جس کی ایک آپ میں میں یہاں آیا تھا لیکن یہ
کون ہے اور کیا ہے؟ اس سلسلے میں کچھ نہ کچھ معلوم ہونا ضروری
تھا۔ شینا زیا دانش خود بھی لوئیس ہارن کو نہیں جانتے تھے۔ یہ
ذرا سی الجھن کی بات تھی۔ بہر حال میں لڑکی کے ساتھ آگے بڑھ
گیا۔ سوچا دیکھوں گا اب جو کچھ بھی حالات پیش آئیں۔

وہ مجھے لیے ہوئے ایک خوبصورت سے رستوران
میں داخل ہو گئی جہاں ایئر پوسٹ سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھا۔ موسم
کے لحاظ سے رستوران میں موسیقی کا بہانہ تھا۔ مدہم روشیاں مائل
کو پرامر رناتے ہوئے تھیں۔ ایک پرسکون گوشے میں ہم دونوں
بیٹھ گئے۔ لڑکی نے ٹوٹے والی ٹیگ ہوں سے مجھے دیکھا اور پھر
ویر کو ہار کا کافی طلب کر دی۔

”تمہاری واپسی میرے لیے انتہائی حیرت انگیز ہے۔ میں
تو تمہارے بارے میں کچھ اور ہی سوچ رہی تھی لوئیس!“

”مثلاً؟“ میں نے سوال کیا۔
”مثلاً یہ کہ اب تم بون بھی واپس نہیں آؤ گے۔ کیڑ
آج بھی تمہیں یاد دگرتا ہے تو اس کی آنکھوں میں نمی آجاتی ہے۔
اس نے البتہ ایک بار ضرور کہا تھا کہ تم کہیں بھی چلے جاؤ لیکن
واپس بون ہی آؤ گے۔“

”ہوں۔ اب میں اس سلسلے میں مزید کیا کروں؟“ وہ اب
میں تم سے یہ کہوں کہ میں تمہارا نام بھی نہیں جانتا۔ تو یقیناً
تمہیں انہوں ہوگا۔ میں نے جواب دیا۔

”ہاں ہاں! نکتے رہو نکتے رہو۔ میں تمہاری باتوں پر

یقین ہی کب کرتی ہوں، خدا کے مشیر ہو۔
”اس کے ساتھ ساتھ ہی اگر اپنا نام بھی بتا دو تو میرے
لیے مسرت کا باعث ہوگا۔“ میں نے جواب دیا اور وہ عجیب
سے مجھے دیکھنے لگی۔

”لوئیس! آخر مجھ سے کیوں چھپ رہے ہو؟ میں ڈینی
ہوں۔۔۔ ڈینی براؤن۔“

”بہت بہت شکریہ۔ بڑی مسرت ہوئی آپ سے مل کر
میں ڈینی براؤن۔۔۔ میں نے کہا اور وہ عجیب سے انداز
میں مجھے دیکھنے لگی پھر آہستہ سے مہس بڑی۔ اسی وقت کافی
آگئی تھی، بہترین کافی نے اس وقت بہت لطف دیا تھا۔

کافی پینے کے بعد ہم دونوں اپنی جگہ سے اٹھ گئے
ڈینی کہنے لگی: ”اگر تم کیڑ سے ملنا چاہو تو ہم لوگ سیدھے
یہاں سے وہیں چلتے ہیں وہ تمہیں دیکھ کر بے پناہ خوش ہوگا۔“

”ڈینی! میں تمہاری غلط فہمی دور کرنے کی کوشش کروں گا۔
مکمل سے میری شکل کسی لوئیس ہارن سے ملتی ہو لیکن حقیقت
میں لوئیس ہارن نہیں ہوں۔“

”میں اس بارے میں سب کچھ جانتی ہوں، میں جانتی ہوں
تم خود کو لوئیس ہارن کو نہیں تسلیم کر رہے۔ میں یہی جانتی
ہوں کہ تم یہاں سے کیوں ڈار ہوئے تھے اور کیڑ تمہاری
واپسی کے بارے میں مشکوک کیوں ہے لیکن کوئی بات نہیں
ماری غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔ آؤ۔“

میں بلا قرض اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ لڑکی کے پاس
میں کوئی فیصلہ کرتے ہوئے دروازہ پر پہنچی۔ اگر وہ مجھے
لوئیس ہارن کے نام سے نہ پکارتی تو شاید میں اسے نظر انداز
کر کے نکل جاتا لیکن اب یہ میرے لیے ذرا مشکل تھا۔ چنانچہ میں
اس کے ساتھ اس کی گاڑی میں بیٹھ کر نکل پڑا۔ وہ خاموش تیز
ڈرائیونگ کر رہی تھی۔

ایئر پوسٹ سے آگے بڑھ کر وہ ایک چوراہے سے
بائیں سمت مڑ گئی۔ اس طرف تھا یہاں انسان علاقہ تھا، غانا اس
نے شہر جانے والا راستہ چھوڑ دیا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ کسی نئی
محبت کا شکار نہ ہو جاؤں لیکن پھر خیال آیا کہ اگر ایسی کوئی بات
ہے تو جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ یہ پندرہ دن تو کسی نہ کسی طرح
گزارنے ہی ہیں، لوئیس ہارن کے بارے میں بھی معلوم ہو
جائے گا کہ وہ کیا چیز ہے۔ چنانچہ میں نے خاموشی اختیار کر لی تھی۔

یہ سنان رنگ خاصی طویل تھی اور آگے چل کر بائیں
مسرت گھوم رہی تھی لیکن جب ہم ایک موڑ پر گھومے تو دفعتاً میری
نگاہ عقب نما سنیے کی طرف اٹھ گئی۔ میں نے اسے شہر رنگ

کی کار کو ایئر پوسٹ پر بھی دیکھا تھا۔ غالباً اس کے رنگ کی
شوشی ہی نگاہوں میں رہ گئی تھی، اس کے بعد ایک بار اوپر کی
جھٹک نظر آئی تھی اور اب وہ ہماری کار کے کچے پچھے ہی ہو کر
مڑی تھی۔

میں نے لڑکی کو مخاطب کیا: ”ڈینی! عقب نما آگئے ہیں
اس کار کو دیکھو! کیا یہ ہمارے ساتھیوں میں سے ہو سکتے ہیں؟“
ایک لمحے کے لیے اس کا ہاتھ اسٹیرنگ پر دھکا لیکن اس
نے خود کو سنبھال لیا اور پیچھے دیکھتے ہوئے بولی: ”نہیں، یہ کار
میرے لیے آجی ہے۔“

”یہ ایئر پوسٹ سے ہمارا ناقب کر رہی ہے۔“
”اوہ! کیا واقعی! تمہیں یقین ہے؟“

”ہاں۔“
”تو پھر۔۔۔ تو پھر کیا کروں میں؟“

”کار ایک سائڈ کر کے روک دو۔“ میں نے کہا اور ڈینی کا
پاؤں بے اختیار بریک پر چڑھا۔ وہ آہستہ آہستہ دھما کر مڑی
تھی اور پھر اس نے کار رنگ سے آٹا کر بریک لگا دیے۔
”انجن بند کرو۔“ میں نے کہا اور اس نے میری اس تیزی پر
پر بھی بے چارہ دھما کر مڑی۔

شوخ رنگ کی کار نے کافی دیر معلوم ہوتے تھے۔ وہ
ہمارے نزدیک ہی آکر رک گئی تھی اور پھر کار میں سے تین آدمی
پھرتی سے نیچے آئے۔ یہ سب کے سب برساتیوں میں ٹپوں
تھے اور اپنے خاصے قن و ٹول کے مالک نظر آتے تھے۔ دوسرے
ہی مجھے وہ ہماری کار کی جانب دوڑے، ان کے ہاتھوں میں شینے
ہوئے پستول صاف دیکھے جاسکتے تھے۔ ان میں سے ایک نے
کار کے ہینڈل پر ہاتھ رکھ کر اسے کھولتے ہوئے کہا: ”نیچے آ جاؤ۔“
مجھے میں سفلی تھی اور پستول کی ٹال میری پیشانی کی جانب اٹھی ہوئی تھی۔
”کیا چاہتے ہو؟“ میں نے سوال کیا۔

اور طول القامت نے میرے سر پر ہاتھ ڈال کر مجھے نیچے
گھسیٹ لیا لیکن اب اس طرح تو میں ان کے قبضے میں نہیں آسکتا
تھا۔ میں نے اپنے بدن کو بون دھیملا چھوڑ دیا کہ مجھے کھینچنے کی کوشش
اس کے لیے نقصان دہ ثابت ہوئی اور میں اس پر جا کر اس کے
سینے سے غولہ ہی میں نے اپنا سر پوری قوت سے اس کی ٹانگ
پر دے مارا اور اس کے ساتھ ہی دوسرا ہاتھ اس کے ہینڈل پر
ڈال دیا۔ اس نے پستول غبوغی سے پکڑا ہوا تھا۔ میں نے پھر ہی سے
پستول کا رخ بدلا اور اس کے ہاتھ کی انگلی پر دباؤ ڈالتے ہوئے
ٹرائیگر دبا دیا۔

ایک فاصلہ ہوا اور نزدیک کھڑا ہوا شخص پیٹ پر کمر

لیے کہنا تھا۔ چکی چلی پڑی۔ میری نگاہوں میں ذہنی جلاوطنی کا یہ ان چہرہ کھوم رہا تھا۔ اس لڑکے کے انداز سے سب کچھ معلوم ہو گیا تھا۔ لوہیں بارین اس کے محبوب کی مشیت رکھتا تھا اور میں کسی طور اس کے جذبات کو غصے نہیں پہنچا سکتا تھا۔ جلد یا بدیر یہ راز کھلتا تھا۔ چنانچہ اس وقت اس کے سامنے شرمندہ ہونے سے ہترتا کہ میں اس کی غلط فہمی دور کر دوں۔

ڈراپور سے مجھے ہوئی کہ انور پھوڑ دیا تھا۔ باہر ہی سے اس عمارت کے شاندار ہونے کا اندازہ ہو رہا تھا۔ چنانچہ ڈراپور کو کہیے دے کہ میں یہ انور میں داخل ہو گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد میں کیراٹو کے ایک خوبصورت کمرے میں تھا۔ ابتدائی محرومیت سے فارغ ہو کر میں آرام سے ایک کرسی پر دراز ہو گیا۔ اب آئندہ پروگرام پر غور کرنا تھا۔ لوہیں بارین بھی یقینی طور پر اینڈریو کی طرح ایک پراسرار کردار تھا۔ مجھے اس کی شخصیت کے بارے میں کچھ نہیں معلوم تھا۔ دانش ریزی بھی اس سلسلے میں بے قصور تھا۔ اس نے بھی جمہوری کے عالم میں ایک ایسے شخص کا انتخاب کر لیا تھا جو ملکی ایبیت سے غریب برہمنی جانا چاہتا تھا۔ وہ کون ہے کیا ہے پاس سے سب معلوم کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا تھا۔ اس وقت میں بڑی خطرناک صورت حال سے دوچار تھا اور کسی عالم شعل میں میرا دل ایبیت سے نکل آنا ممکن نہیں تھا لیکن اب کیا کرنا چاہیے۔ آخر میں نے فیصلہ کر لیا کہ جب تک دانش ریزی یہاں نہیں پہنچ جاتا، مجھے لوہیں بارین کی حیثیت سے وقت گزارنا چاہیے۔ بصورت دیگر میں خود کو بائبل انجیلی محسوس کروں گا۔ لوہیں بارین کا معاملہ مجھے کافی دلچسپ محسوس ہو رہا تھا۔

شام کو میں ہوٹل کے ڈائننگ ہال میں آ گیا۔ ہال میں بہت کم میزیں خالی تھیں، میں اپنی میز پر بٹھا بیٹھا۔ سمور کر دینے والی کھینچیں فضا میں تیر تیرتی تھیں اور رنگین چادروں طرف مہری ہوتی تھیں۔ طرح طرح کے تماشے وہاں موجود تھے۔ میں لوہیں سے ان جگہوں کو دیکھتا رہا۔ اس دوران کئی لوگوں سے سعادت کرنا پڑی تھی۔ کافی دیر سی طرح ڈر گئی اور پھر مجھے چمکا پڑا۔ وہ تین آدمی تھے، وہاں سے پھر وہ بچہ چہرے کے مالک تھے۔ ابھی تھوڑی دیر قبل ہال میں داخل ہونے تھے لیکن میرے ان کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ وہ چورنگا ہوں سے بار بار مجھے دیکھ رہے تھے اور آپس میں کچھ اشارے بھی کرتے جا رہے تھے۔ اسی وقت ایک لڑکی میرے نزدیک آئی اور اسے قناعت تھی اور چہرے سے آواز نہیں معلوم ہوتی تھی۔

میں یہاں بیٹھا چاہتی ہوں! اس نے کہا اور جواب میں

میں نے بار بار کہے ہوئے جملے دہرائے یعنی یہ کبھی اپنی دوست کا انتظار ہے۔ لہذا میں کسی اور کو اپنی میز پر مگر نہیں دے سکتا۔

"میں تمہاری دوست کی جگہ پر کرنے نہیں آئی بلکہ تم سے کچھ کام ہے مجھے یہاں سے۔" اور میں چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"کیا تم مجھے جانتی ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ میں سمجھ لو!"

"کیا نام ہے میرا؟" میں نے سوال کیا۔

"اس تمام گفتگو کی ضرورت نہیں، آپ کا انتظار کیا جا رہا ہے۔" لڑکی نے کہا۔

"کیا مطلب! کون انتظار کر رہے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"چونکہ روکھنے کی ضرورت نہیں، وہ تین حضرات ایقیناً آپ انہیں نہیں پہچانتے ہیں۔" میں نے سوال کیا۔

"آپ انہیں نہیں پہچانتے ہیں؟" میں نے سوال کیا۔

"ہاں۔ میں سمجھ لو!"

"وہ کون ہیں اور مجھ سے کیا چاہتے ہیں؟"

"معلوم ہو جائے گا۔ آپ ان کی میز پر رشتہ اپنے لیے جانیے یا پھر اگر آپ پسند کریں تو وہ آپ کے پاس پہنچ جائیں گے۔"

میں صرف ایک پیغام رساں ہوں۔

لڑکی نے مجھے میرے موجودہ نام سے پکارا تھا چنانچہ میں نے کہا: "ٹھیک ہے۔ میں ان سے مل لیتا ہوں۔" میں نے پھر جگہ سے اٹھ گیا۔

چند لمحے بعد میں ان کے پاس پہنچ گیا۔ ان لوگوں نے گردنیں خم کر کے میرا استقبال کیا تھا اور پھر مجھے ہتھیلی کی پیشکش کی۔

"ہیلو مشربان! ایسے مزاج ہیں آپ کے؟" بھاری جسم والے شخص نے گھر دے لیے میں کہا۔

"میں آپ کو نہیں پہچانتا مشرب۔۔۔"

"مگر آپ کو پہچانتے ہیں اور ہماری درخواست ہے کہ آپ ہم سے دوستانہ انداز میں پیش آئیں۔ ہم بھی اسی طور آپ کے لیے ضرور سارا نہیں ہیں بلکہ ان قدر دانوں میں سے ہیں جن کی اہمیت آپ سمجھتے ہیں۔"

"عجب کی بات ہے! میں کچھ قدر دان بھی رکھتا ہوں! مجھے یہ معلوم نہیں تھا۔"

"مشربان! ہم آپ سے عاجزانہ درخواست کرتے ہیں کہ تھوڑی دیر کے لیے ہمیں بھی اپنے شہا ماؤں میں شریک بنائیے۔" ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو قسطنطنیہ ہو۔

"میں اس میں کوئی ہرج نہیں جھکا۔" فریڈ نے کہا۔

"کیا خدمت کر سکتا ہوں آپ کی؟"

"یہاں یہ گفتگو مناسب نہیں ہوگی۔" دراصل آپ کی آمد قطعی غیر متوقع ہے۔ میں پہلے آپ سے اپنا تعارف کرادوں۔

میرا نام شروڈی ملنے سے ہے اور میں بھی ان لوگوں میں سے ہوں جو آپ کی قناعت سے دلچسپی رکھتے ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ کی ملاقات اپنے چیف مشربان سے کر لیں وہ آپ سے ملنے کے خواہش مند ہیں۔"

"پہلا سوال میں آپ سے یہ کروں گا مشربان! اگر آپ کو میری واپسی کے بارے میں اطلاع کیسے ملی؟"

"دراصل آپ کی وجہ سے جو ہنگامے ہو رہے ہیں اور جتنے لوگ آپ کی جانب متوجہ ہیں، آپ کو اس صورت حال کا علم نہیں ہے۔ آپ کے بارے میں پلیم لک کی خبریں بھی جاری ہیں۔ آپ کی آمد بائبل غیر متوقع تھی، یہاں کے چپے چپے پر آپ کو تلاش کیا جا رہا ہے اور آپ کے ان تمام دوستوں کو ٹھٹھا جا رہا ہے جو آپ کے بارے میں ذرا بھی معلومات رکھتے ہیں۔ قدر دان کا ایک پورا گروہ آپ کے پیچھے لگ گیا ہے۔ مشربان اور وہ ہر قیمت پر آپ سے سودا کر لینا چاہتا ہے۔ ہم بھی انھی میں سے ایک ہیں اور ہماری خواہش ہے کہ ہمارے اور آپ کے درمیان بات بن جائے۔ میرے چیف مشربان سے تقریباً دو ماہ سے یہاں مقیم ہیں اور آپ کے بارے میں معلومات حاصل کر رہے ہیں۔ ہمارے ذریعہ معلومات کے مطابق آپ کو اینر لوٹ پر دیکھا گیا تھا اور شاید ڈیڑھ برسوں میں آپ کے ساتھ ملے اس کے بعد ہم نے شہر و مد سے آپ کی تلاش شروع کر دی اور بالآخر یہاں پہنچ گئے۔"

"تو اب آپ کیا چاہتے ہیں؟" میں نے گہری سانس لے کر سوال کیا۔

"اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو آپ ہمارے چیف مشربان سے ملاقات کر لیں۔"

"کوئی ہرج نہیں ہے، ملاقات کی جاسکتی ہے۔" میں نے کہا۔

"بہت بہت شکریہ۔" تو پھر اس کے لیے ہی وقت کیوں نہ مناسب سمجھا جائے۔ بات جس قدر صلہ ہو جائے بہتر ہے۔"

"جیسا آپ پسند کریں۔" میں نے جواب دیا اور وہ لوگ بے پناہ سرور نظر کرنے لگے۔

"تب بہتر ہوگا کہ یہاں وقت ضائع نہ کریں۔"

"میں نے کہا نا جیسا آپ مناسب سمجھیں مجھے اعتراض نہیں ہے۔ وہ تینوں اٹھ گئے اور ان کے ساتھ میں بھی باہر نکل آیا۔"

یہ سلسلہ خطرناک بھی ہو سکتا تھا لیکن میرے پاس ایک

کارڈ موجود تھا جس کے ذریعے میں اپنی پوزیشن صاف کر سکتا تھا اور صبح یہ ہنگامے تو اب میری زندگی کا جزو بن گئے تھے۔

ان کی کاربہرہ صورت تھی۔ انہوں نے مجھے بڑے احترام سے بلوایا تھی۔ تھوڑی دیر کے بعد ہم ایک خوبصورت کونویں میں داخل ہو گئے۔ میرا بے حد احترام کیا جا رہا تھا۔ وہ لوگ مجھے لیے ہوئے ایک بڑے سے ڈائننگ روم میں پہنچ گئے اور پھر سے بیٹھنے کی درخواست کی گئی۔ دانستہ میرے سامنے بیٹھ گیا۔ باقی لوگ باہر چلے گئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد ایک ملازمہ شراب کی ٹرال دھلیکی ہوئی اندر آئی۔ اس نے ٹرال ہمارے نزدیک کھڑی کی اور واپس چل گئی۔

چند لمحے بعد وہ خوب صورت لڑکیاں اور ایک مہتر آؤ آؤ داخل ہوئے۔ مہتر کو کچھ بھی فریج کٹ ڈال دی گئی ہوتی تھی۔ میں اس سے نہیں سفید ہال نظر آ رہے تھے۔ میرا سامنے تھلا دو ٹون لڑکیاں کچھ فاصلے سے صوفوں پر بیٹھ گئیں۔ دانستہ نے مشربان سے ہر تعارف کر لیا اور مشربان سے کہنا لیا پھر اچھا ہتھ میرے ہاتھ میں دے کر نہایت دوستانہ انداز میں کہا: "مشربان! میں آپ کی تعریفیں کیجیے ہمارے درمیان سودا ہوا نہ ہو لیکن آپ کی اس عزت افزائی کو میں قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں اور خوش ہوں کہ آپ نے کاسی ترد کے یہاں آنا پسند کیا۔" میں نے صرف ممکنہ پر کھٹا کیا تھا۔ اس کے بعد مشربان سے میرا دونوں لڑکیوں سے تعارف کر لیا۔ دراز قناعت لڑکی کا نام سولیتا تھا اور دوسری لڑکی جو کسی قدر خشک طبیعت کی مالک نظر آتی تھی، کیری تھی۔ سولیتا نے بڑے دل آویز انداز میں مجھ سے مصافحہ کیا تھا۔ اس کے بعد اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ اس سے دوسری لڑکی کی طرف متوجہ ہو کر بولا: "کیری! مہتر نہ مان کو شراب پیش کر۔"

کیری اپنی جگہ سے اٹھ گئی لیکن میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا: "معاذ کیجیے گا مشربان! میں شراب نہیں پیتا۔"

"کیا مطلب؟" اس سے نے چونک کر میری شکل دیکھی۔

"یہ میری طبیعت ہے، ڈاکٹروں کی رائے کے مطابق شراب کا ایک قطرہ بھی میرے صحت سے نیچے نہیں آتا چاہیے۔"

"اوہ۔۔۔ اچھا تو پھر آپ کے لیے کچھ اور مشروب مل سکتا ہے۔"

اس نے ایک بار پھر کیری کی طرف دیکھا، اور کیری کی جگہ سے باہر نکل گئی۔

میں اس دوران مشربان سے گفتگو کے لیے الفاظ منتخب رہا تھا چنانچہ میں نے کہا: "مشربان! اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ آپ کا پرنسپل دوسرے مجھے متاثر کرنا ہے لیکن کچھ سوالات بے حد ضروری ہیں۔"

کر سکتی جو آپ کے پاس محفوظ ہے؟

”موصوف قادر موعول کے اعداد و شمار اپنے پاس رکھتی ہے، اس کا عمل طریقہ میں جانتا ہوں اور جب وہ فارمولہ فروخت ہوگا تو میری ضرورت ناکر ہوگی۔“

”یقیناً آپ ان دونوں سے زیادہ اہمیت رکھتے ہیں۔ ان سے پڑھنا سیکھنا میرا کام ہے۔“

”جیسے ہی قدر تذبذب کے بعد قبول ہو چکے ہیں کتنا جانتی ہوں وہ کمر نہیں پاری... خوف کا شکار ہوں۔“

”اگر خوف کا تعلق مجھ سے ہے تو میں تم سے پورے خلوص سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ مجھ سے خوف زدہ نہ بننے کی ضرورت نہیں۔ میں نے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔“

”اگر کوئی ایسا راز میں تمہیں بتا دوں تو شراب میں جس کے افشا ہو جانے پر میری زندگی خطرے میں پڑے گی لیکن تمہارے لیے کارآمد ہو گا کیا تم میرے ساتھ تعاون کرو گے؟“

”یہ تو راز کو نیست پر منحصر ہے۔ میں نے جواب دیا اور وہ پریشان نظروں سے مجھے دیکھنے لگی۔“

”میں اپنی زندگی کا سب سے بڑا خطرہ مول لے رہی ہوں صرف اس امید پر کہ تم اسے غلام رنگ نہیں دو گے اور میری باتوں پر سنجیدگی سے غور کرو گے۔“

”مشکل کیا ہے سولیتا؟ مجھے اس کی نوعیت بھی تو معلوم ہو۔“

وہ چھوٹی دیر تک سوچتی رہی، پھر آہستہ سے بولی۔ ”یہ لوگ تم سے مخفی نہیں ہیں۔“

”کون؟ کیا تمہاری مراد مسٹر اسحق اور ان کے ساتھیوں سے ہے؟“

”ہاں۔ انہی کی بات کر رہی ہوں۔“ سولیتا نے جواب دیا اور میں تعجب سے اس کی شکل دیکھنے لگا۔ تب وہ مجھ کو اشارہ میں بولی۔ ”ہاں۔ تم نہیں جانتے مسٹر ابراہن کہ یہ اسحق کتنا گہرا اور گستاخکار ایک آدمی ہے۔ میں بے شک اس کی ایک ادنیٰ خاطر کی حیثیت سے اس کے ساتھ کام کر رہی ہوں لیکن وہ جس نوعیت کا انسان ہے، اس کے پاس میں زندگی کی باری لگا کر تمہیں بتا دیتا ہوں۔“

”اگر تم یہ سوچتے ہو کہ وہ تمہیں تمہاری ذاتی قیمت ادا کرے گا تو یقیناً وہ یا شکست میں سے ہے اور اس کا غموت ہے کہ اس نے تمہیں اپنی قید میں رکھا ہے۔“

اس بات کا کہ کوئی ایک قدرہ ذہنی تصور رکھتے ہو، کیونکہ اس نے اسے ایک مضبوط قوت کی حیثیت سے دیکھا تھا۔ ”میں نے غلط فہمی سے یہاں سے ایک قدم بھی ہٹا کر لیا تو بے شمار کام لیاں تمہارے جہان میں بچوست ہو جائیں گی۔ وہ تم سے نہیں، صرف اس راز

اور اس قادر موعول سے مخفی ہیں، جو تمہارے ذہن محفوظ ہے۔“

”اور تم سولیتا... تم ان میں سے نہیں ہو؟ میں نے سوال کیا۔“

”میں انہی میں سے ہوں لیکن اپنی زندگی کی سبستری کی خواہاں ہوں۔ بہت عرصے سے میں ایسے حالات سے گھبراتی ہوں۔ ابراہن کی عقل پر ابراہن، میرا دل تو بھلا نہیں کرتا۔ میں موجودہ حالات ہی سے پریشان نہیں ہوں بلکہ جیسے ایسی مجبوریاں بھی میرے پاؤں کی زنجیریں ہیں جو مجھے تنہا ایک قدم بھی نہیں چلنے دیتیں۔ میں کسی ایسے ساتھی کی تلاش میں ہوں جو مجھے اپنی زندگی میں شامل کر لے۔ میرا حلقہ میرا حلقہ بن جائے۔ میری تمام ضرورتوں کو پورا کرے۔ مجھ سے محبت کرے۔ میرا ایک حقیقی محبت سے محروم رہی ہوں۔“ سولیتا جذباتی لہجے میں بولی اور میں کھوپڑی کھپانے لگا۔

دلچسپ انداز میں بات غصے میرے لیے۔ یہ وہ سولیتا اب کون سا نیا کھیل کھیلنا چاہتی ہے؟ بہر حال میں جو کھیل کھیل رہا تھا اس میں بھی ایسی دیکھ بھال ہونا چاہی تھیں۔ جتنا چاہیں لے ہونے کے آثار چہرے پر پیدا کر کے کہا۔ ”سولیتا، جیسا کہ تم جانتی ہو میں نہ کوئی بڑا نام پشیمان آدمی ہوں اور نہ ہی میرے ذہن پر یہ بھوت ہمارے ہوا ہے کہ میں فارمولہ فروخت کر کے دولت مند آدمی بن جاؤں، بس وہ لوگ جو میرے ذہن سے فریجے اپنا افسوس ہا کرنا چاہتے ہیں، مجھے اس موڑ پر لے آئے ہیں وہ نہ شاید میں تو یہ قیمت بھی نہیں دکر سکتا۔“

”درازا کا پنے طور پر جو کچھ کہی ہے میں اس سے بھی غافل نہیں ہوں۔ اور اب سے قبل میں نے یہ بھی نہیں سوچا تھا کہ اگر اس کا کوئی دوسرا دوسرا افسوس ہا کر دے لیکن ایسی صورت میں جب ہر طرف لوگ اپنے ہی مفاد کو پیش نظر رکھ کر سوچ رہے ہوں میرے دل میں بھی یہ خواہش ہے کہ اپنے طور پر اپنی زندگی کے لیے کچھ کروں۔“

”اگر کوئی ذرا دیر اب تک میرے ساتھ نہیں آتا تھا تو کیا اب... یہ صورت حال پیدا ہو چکی ہے تو میں بھی اس موقع سے فائدہ اٹھانے کا تمام تر مشاغل ہوں اور اس لیے میں نے مسٹر اسحق کی پیشکش قبول کی تھی۔“

”لیکن اگر اسحق تمہارے لیے نقصان دہ ثابت ہوا تو؟“

”یہ بات تو تم نے بتائی ہے۔ میں تو تمہیں بتا چکا ہوں کہ میں ہر اہم پیشہ لوگوں کی شناخت نہیں رکھتا بلکہ تمہاری اس بات نے مجھے خوفزدہ کر دیا ہے۔“

”اگر ڈر... ڈر ابراہن میں اپنی زندگی کا ایک آخری ہوا کھیلنا چاہتی ہوں۔ مجھے صرف اس بات کا یقین دلاؤ کہ اگر تم اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گے تو کیا تم مجھے اپنے قدموں میں

جکڑ دے سکو گے؟

”یہ بات تو میرے پس سولیتا کر میں نے اس بارے میں کبھی نہیں سوچا، ایک اور لوگ کے ہونے کے طور پر سمجھا جاتی ہے لیکن میں کبھی اس کی پڑائی نہیں کر سکا کیونکہ وہ میرے دل کے دروازوں کو نہیں کھول سکتی تھی۔“

”ذہنی رازوں کی بات کر رہے ہو؟“

”ہاں۔ کیا تم اسے جانتی ہو؟“

”تمہارے بارے میں تو چنانچہ میں لگتی ہے، اس میں ذہنی براؤنس کا کام بھی آتا ہے لیکن شاید تمہارے علم میں یہ بات نہ ہو کہ ذہنی رازوں میں ایک خطرناک آدمی کی رٹ کے ساتھ مل کر وہی کھیل کھیل رہی ہے جو دوسرے کھیل رہے ہیں۔ کی رٹ ذہنی رازوں میں کے ذریعے تمہیں چھاننا چاہتا ہے اور مسلسل تمہاری تلاش میں سرگرداں ہے۔ میرے خیال میں یہ شخص اپنے آپ کو تمہارے دوست کی حیثیت سے بھی متصرف کرنا چاہے۔ بہر حال یہ سارا کھیل دولت کا ہے لیکن ابراہن اپنی موت دولت میں چاہتی ہے کہ تمہاری زندگی کا تحفظ اور تمہارے ذہن میں اپنی زندگی کو ایک قصہ بھی دینا چاہتی ہوں۔ اس راز کی نوعیت میں ملے گی وہ اتنی ہوگی کہ تم اور تمہاری کئی نسلیں آرام سے زندگی بسر کریں گی۔ اس زندگی میں ایک چھوٹا سا مقام مجھے بھی دے دینا۔ بس اس سے زیادہ میں اور کچھ نہیں چاہتی۔“

”میں تو تمہارا مقصد نہیں سمجھ سکا سولیتا؟ میں نے کہا۔“

”سولیتا پریشان انداز میں ردن ہلانے لگی اس کے چہرے سے کشمکش کا اظہار ہوتا تھا پھر اس نے آہستہ سے کہا۔ ”میں ان لوگوں سے خوش نہیں ہوں۔ ان کے ساتھ جو وقت گزار رہی ہوں، وہ مجبور ہے اور یہ بات بھی میں جانتی ہوں کہ وہ بھی تمہیں دھوکا دے رہے ہیں۔“

”ہاں۔ اگر تم چاہو تو میں ایک ایسی شخصیت سے تمہارا تعاون کر سکتی ہوں جو صرف اس راز کے لیے مناسب ترین فکر راز کی قیمت اور اس کی ادائیگی کے لیے بھی بہتر ہے۔“

”سولیتا نے کہا۔ اور میں تجسّس لگا ہوں سے اسے دیکھنے لگا۔ اس کی شخصیت اب میری سمجھ میں آ رہی تھی۔“

”میں نے آہستہ سے کہا۔ وہ کون ہے؟“

”مسٹر شان وان ٹنگ۔ ایک بڑے ملک کے لیجنٹ ہیں۔“

”میرا ان سے رابطہ ہے اور میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ ہمارے لیے ان سے بہتر آدمی اور کوئی نہیں ہو گا۔“

”لیکن یہ لوگ...؟“

”ہم انہیں ڈبل کاس کریں گے۔ میں تمہیں بتا چکی ہوں کہ یہ جگہ تمہارے لیے ایک قید خانہ ہے اگر تم اپنی آسانی سے ان

کی دوستی قبول دکر لیتے تو وہ مکان ہی تمہارے لیے محفوظ قرار بن جاتا جہاں تم نے اسحق سے ملاقات کی تھی۔ اسحق ایک مجسمہ تھا مجسمہ ہے۔ ذرا سی ویریں وہ جھپٹ کر کھال اتار کر سامنے آ جاتا اور تم حیران رہ جاتے لیکن تم شریف انسان ہو تم ان لوگوں کی جھپٹ چڑی باتوں میں اگٹھاؤں سے تمہاری طرف سے اطمینان ہو گیا اس عمارت کے گرد اس کے آدمی کھڑے ہوتے ہیں اس نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں پوری طرح تمہیں لینے جانے میں چھانٹ کر رکھوں خواہ اس کے لیے...۔“ سولیتا خاموش ہو گئی۔

”مسٹر ٹنگ سے تمہارا رابطہ ہے سولیتا؟“

”ہاں پوری طرح۔“

”تو پھر اس کا پروگرام ہے؟“

”اگر تم اطلاع ہو تو میں مسٹر ٹنگ کا اطلاع دے دوں اور

اتنی تمام صورت حال بتا دوں۔ اس کے بعد وہ جو بھی فیصلہ کریں۔“

”کیا ان سے عداوت قائم کرنا آسان ہے؟ میں نے پوچھا۔“

”ہاں۔ اس کا مکمل انتظام ہے میرے پاس۔“ سولیتا نے

کہا اور پھر اس نے اپنے پس سے سب اسٹاک نکالی اور اس کا ڈھکن میں بدلے مخصوص انداز میں گھما کر اسے چہرے کے قریب کر لیا۔

”ہیلو... ہیلو... ناں ناں ایٹ... ہیلو...“

”ناں ایٹ... ایک ایک کی آواز ابھری۔“

”مسٹر ٹنگ پلے۔“

”ایک منٹ؟ آواز نہ کہا اور چند لمحات کے بعد پھر

آواز ابھری۔ ”ٹنگ۔“

”سولیتا بول رہی ہے جواب۔“

”کو سولیتا کوئی اہم خبر ہے؟“

”مسٹر ٹنگ ابراہن دستیاب ہو گئے ہیں اور اس وقت وہ

میرے پاس موجود ہیں۔“

”کیا... آواز بار ایک ہونے کے باوجود اس میں بھی ہونے

حیرت محسوس کی جا سکتی تھی۔“

”جی ہاں! مسٹر اسحق نے ان سے کاروباری گفتگو کر لی ہے اور

اب ہر رنگ اسٹاک کے جنگل فرسات میں ہیں۔“

”تفصیل گھنٹہ بھر ہی ہو سکتی ہے۔ اس عمارت کے گرد بے شمار مسلح افراد پھیلے

ہو چکے ہیں جو ہر لوگوں کی نگرانی کر رہے ہیں۔ یہاں سے ہٹا کر

مکمل آنا مناسب ہے، ورنہ حالات کوئی دوسرا رخ بھی اختیار کر سکتے ہیں۔“

”ہوں۔ میں سمجھ رہا ہوں۔ کیا مسٹر ابراہن ہم سے تعاون کے

لیے تیار ہیں؟“

”جی ہاں۔ خوش بخبری سے ہمیں یہ نوعیت حاصل ہو گئی ہے۔“

”تب انتظار کرو سولیتا“ میں انتظامات کرتا ہوں ؟ دوسری طرف سے کیا گیا۔

”تمہارے لیے کوئی ہدایت؟“
”تیار ہو۔ تمہارے کام کی ابتدا ہوتے ہی تمہیں یہاں سے نکالنا ہے۔“

”اوکے سر۔“ سولیتا نے کہا۔ اور دوسری طرف سے آواز بند ہو گئی۔

سولیتا اپنا شک اپنی جگہ رکھ کر میری طرف دیکھنے لگی میں نے متعجب لہجے میں کہا۔ ”سٹر اسٹو کو اس بارے میں کچھ نہیں معلوم،“

تقصیر ہے۔“
”تقریباً دو گھنٹے انتظار کرنا پڑا اور اس کے بعد دفعتاً کچھ شروع ہو گیا۔ بے درپے دھماکوں سے دفعتاً گوج اٹھی مٹی سولیتا نے میرا ہاتھ پکڑا اور دروازے کی طرف دوڑی لیکن اسی وقت اسے کمرے کے منگ سٹائی اندر گھس آئے۔“

”اوہ“ میں سولیتا، چند منٹ بعد اسے حکم کیا ہے۔ ان کی تعلقہ کافی معلوم ہوتی ہے۔“

”تو یہاں کیا کر رہے ہو، متاثر کرو۔“ سولیتا غرائ اور وہ بروکھٹے ہوئے باہر نکل گئے۔ سولیتا نے میری طرف دیکھا اور پھر میرا ہاتھ پکڑ کر دوڑنے لگی۔ دفعتاً ہمارے قریب ہی دستی بم کا دھماکا ہوا اور اس کے ساتھ ہی سولیتا کی چیخ اُٹھ گئی۔ اس کا اندھے میرے اگست سے چھوٹ گیا تھا پھر ہندو گولیاں میرے باطن ٹوک سے گزریں۔ اپنی جان بچانے کا مسک پیدا ہو گیا تھا اس لیے مجھے سولیتا کا ہاتھ چھوڑنا پڑا۔ اور میں نے جھٹکا دوڑنے لگا مٹی فٹ آؤٹھی اماٹک دیو اور کو چھوٹا گھٹنا میرے لیے منحنی نہیں تھا۔ میں نے جھبوڑ کے تارک میں دوڑنا چاہا تھا۔ یہ ایک مختصر سامیہ دان تھا جس کے دوسرے سرے پر مکانات مجھے ہوتے تھے۔ میں برق رفتاری سے میدان عبور کر کے مکانوں کے سلسلے کے نزدیک پہنچ گیا اور پھر ان مکانوں کی آڑ لیتا ہوا جاں سے دوڑ نکل آیا۔ کافی دور پہنچ کر ایک مڑک مل اور میں نے ایک ٹیکسی کو اشارہ سے سدوک لیا۔

مورستہ حال عجیب ہو گئی تھی۔ میری جھمپ نہیں آ رہا تھا کلاب کہا کروں۔ دفعتاً ایک خیال ذہن میں آیا اور میں نے ٹیکسی ڈرائیور کو ایک پتا بتا دیا۔ یہ ڈیڑھ برائون سن کی باتش گا کا پتا تھا، اور تھوڑی دیر کے بعد میں ڈیڑھ کے فلیٹ کے دروازے کی بیل بجاتا تھا۔

دروازہ ڈیڑھ نے ہی کھولا تھا۔ مجھے دیکھ کر وہ کہتے ہیں وہ گئی۔ میں مسکراتی لگا ہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ کیا مجھے اندازہ تھا کہ اجازت نہیں ہے ڈیڑھ کی؟ میں نے کہا۔ اور وہ جلدی سے چلنے لگا۔

کے پاس سے ہٹ گئی۔ کیلیات ہے ڈیڑھ؟ کیا میری آمد غیر متوقع ہے؟

”تم... تم کہاں سے آ رہے ہو؟ چلے کچھ گئے تھے؟“
”جھوٹ کیوں بولا تھا مجھے؟“ چاہتے آپ کو تسلیم کریں نہیں کہ یہ تھے؟ تمہیں معلوم ہے مجھ پر کیا ہوئی؟“ وہ بڑے جذباتی انداز میں بول رہی تھی۔

میں دنگ کرتے گھومنے لگا۔ میں نے حیرت زدہ ہونے کی اداسی کی تھی۔ پھر میں نے کہا۔ ”کیا ہو گیا تمہیں ڈیڑھ تمہاری ایک بات بھی میری سمجھ میں نہیں آتی؟“

”تم کو تو اس ہی ہونا؟“
”ڈیڑھ تیرا اچھے تمہاری ذہنی حالت کچھ خراب ہو سکتی ہو رہی ہے۔ کیلیات ہے؟“ میں پراعتقاد دھوکوں سے ڈرانے لگا وہم کی طرف پل پڑا۔ ڈیڑھ کا فلیٹ میں نے دیکھا ہوا تھا۔

”تم کہاں سے آ رہے ہو تو اس آیتا؟ کہاں سے آ رہے ہو؟“
”کیا یہ سوال مناسب ہے؟“

”اوہ“ میرے خدا! اس کا مطلب ہے... اس کا مطلب ہے کہ وہ چچا تھا میں آج تک پریشان ہوں کیا نہیں؟ کیا میری کچھ میں۔ پھر اس نے مجھے وہ کمان سنائی جس سے میں بخوبی واقف تھا۔

لیکن میں نے اس کی باتوں پر حیرت نہ اٹھائی۔

”کیمرٹ کا کیا حال ہے؟“ میں نے اس سے پوچھا۔
”ٹھیک ہے تمہاری دلیپی کا انتظار کر رہا ہے۔“
”کیا تم نے اسے یہ تفصیل بتائی؟“

”ہاں۔“
”کیا کہتا ہے؟“
”نماوشی اختیار کر لی ہے، کوئی جواب نہیں دیا۔“
”میں چاہتا ہوں ڈیڑھ کی اس سلسلے میں تم بھی نماوشی اختیار کرو۔ ابھی کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہتا۔ سکون سے کچھ وقت گزارنا چاہتا ہوں۔“

”میں تمہارے لیے کچھ تیار کروں؟“
”صرف کافی۔“ میں نے جواب دیا اور ڈیڑھ باہر نکل گئی۔ میں دل ہی دل میں مسکرا رہا تھا۔ اچھا کچھ چلا تھا یہ بھی۔ شہناز مڑو قدر اور دانش رمزی کے خوب و خیال میں بھی نہیں ہوگا کچھ دیکھ کر اس آتش فشاں کا روپ دے دے یہ ہیں اگر میں ہوشیاری سے کام لیتا تو بات ہی بگڑ جاتی۔

کافی پینے کے دوران ڈیڑھ نے مجھ سے گفتگو کرتی رہی اور میں اس کی باتوں سے اندازہ نہ لگا سکا۔ یہ خیال یقین میں تبدیل ہو رہا تھا کہ کوئیں ہارن فارو نے کچھ میں ہی بل ایسی کیا تھا، ایسی

فوزی طور پر تنظیم کو اس بارے میں اطلاع دینے کا کوئی ذریعہ نہیں تھا میرے پاس۔

دوسرے دن ڈیڑھ دوپہر کو کسی کام سے چلی گئی۔ میں اس دوران کچھ نئے منصوبے ترتیب دے چکا تھا۔ ان حالات میں میرا شہر میں چھٹکارا میرے لیے خطرناک ہو سکتا تھا۔ اس لیے ڈیڑھ کے جانے کے بعد میں نے ٹیل فون ڈیڑھ کی میں شہر کو کہہ کر ایک ہونٹ میں اپنے لیے ایک کمرہ کرایا۔ میرا خیال تھا کہ ناشی سے یہاں سے نکل جاؤں لیکن جانے پس ڈیڑھ اندر سے کیا ہیں اور پھر سولیتا مجھے کیمرٹ کے بلے میں تھوڑی سی تفصیل بتا چکی تھی۔ پھر کچھ دیر کے بعد میں ڈیڑھ کے فلیٹ سے باہر نکل آیا۔ مڑک پر کچھ دور پہل چلتا۔ پھر ٹیکسی کی تلاش میں لگا۔ دوڑا لی۔ کچھ دور ایک ٹیکسی رکی تھی لیکن ایک اور آدمی اس ٹیکسی میں بیٹھ گیا۔

ٹیکسی میرے سامنے سے گزری تھی لیکن وہ شخص اس میں بیٹھا ہوا تھا اس لیے دیکھ کر ازل دھک سے رہ گیا۔ میری آنکھیں دھوکا نہیں کھا سکتی تھیں۔ ان وہ ہارن تھی تھا۔ میں سمجھنے کی سی کیفیت میں کھڑا رہ گیا۔ ہارن ان لوگوں کی قید سے آزاد ہو گیا، وہ واپس آیا، اپنی بڑی سستی غیر ہمت تھی۔ شہناز مڑو قدر اور دانش رمزی کا کیا ہوا؟

ایک دم ذہن پرسلے پناہ ہو چکا پڑا تھا۔ کیا وہ لوگ کسی حادثہ کا شکار ہو گئے؟ اگر ایسا ہو گیا ہے تو میرا دل سے بھٹنا بھی دشوار ہو جائے گا۔ میری سوچ و گویاں فریقاؤں ہو جائے گی اور پھر میں مجھے گرفتار نہیں کر سکتی ہے۔ گویا یہاں میں مصیبتوں کا آغا ہو گیا۔ اگر کوئیں ہارن ابھی تک ان لوگوں سے نہیں ملا ہے تو بہت جلد وہ ان سے ملاقات کرے گا۔ کم از کم ڈیڑھ ہارن کے بارے میں میرا یہ اندازہ تھا کہ وہ کوئیں ہارن سے بہت لمبے متعلق ہے۔ اور کوئیں ہارن یہاں آنے کے بعد سب سے پہلے اس کے رابطہ قائم کرے گا۔ چنانچہ یہ میری ہوا تھا کہ میں نے ڈیڑھ ہارن سن کا فلیٹ چھوڑ دیا تھا۔ تھوڑی دیر کے بعد کوئیں ہارن کا معاملہ منظر عام پر آیا جاتا اور پھر ڈیڑھ کے لیے یہ فیصلہ کرنا ضروری ہو جاتا کہ وہ دونوں میں سے اصل کوئیں ہارن کون ہے۔ اور ظاہر ہے میری شخصیت منظر عام پر آ جاتی۔

میں نے جو پروگرام بنایا تھا، اب اس پر عمل کرنے کا موقع نہیں رہا تھا۔ میرے لیے بہتر یہی تھا کہ کوئیں ہارن سے جو چاہوں اور اس کے بعد اندھ کے لیے کوئی فیصلہ کروں۔ یہ نہایت عمدہ بات تھی کہ میں نے ہونٹ میں نہ دیکھ کر لیا تھا اور ابھی تک ہونٹ نہیں پہنچا تھا۔ یہ کہہ میں نے ایک فرضی نام سے کبک کا پتا تھا اور ہونٹ والے نہیں جانتے تھے کہ وہ کبک کرانے والا شخص کون ہے

اگر میں ہونٹ پر کچھ کرنا کہنا طلب کرتا تو مجھے اس میں کوئی وقت نہ ہوتی۔ چنانچہ میں نے ٹیکسی کی تلاش میں لگا ہوں دوڑا لی۔ قریب ہوا میں کوئی ٹیکسی نہیں تھی، اس لیے تھوڑا سا پہل چلنے کے بعد مجھے ٹیکسی مل گئی۔ اور میں اس میں بیٹھ کر ہونٹ کی طرف چل پڑا۔ سامان و خیرہ میرے پاس موجود نہیں تھا لیکن اس کا بندوبست بعد میں بھی ہو سکتا تھا مینا چچ میں ہونٹ پہنچ گیا۔

ہونٹ نہایت خوبصورت تھا۔ بہت وسیع پارکنگ لٹ اور اس کے اندر اس کا صدر دروازہ شروع ہوتا تھا۔ میں صدر دروازے سے اندر داخل ہوا اور ایک بڑے ہل میں پہنچ گیا۔

تینا، دونوں سا ڈیڑھ سیشن کا دفتر بنے ہوئے تھے، سامنے ہی پوٹن بیڑھیاں اور پرنگ ملی گئی تھیں اور اس کے بعد ہونٹ کا مین ہل تھا۔ سیرھیوں سے اوپر پہنچا ہی تھا کہ دفعتاً خشک کر رک جانا پڑا۔

سولیتا چند لوگوں کے ساتھ اسی جانب آ رہی تھی اور ان لوگوں میں میں نے سٹر اسٹو کے کھاتے پہچان لیا تھا۔ انھوں نے مجھے دیکھ کر لیا اور ایک لمحے کے لیے میرے بہت میں سر دھری دوڑ گئیں۔ دوسرے ہی لمحے سولیتا تیر کی طرف میری طرف آئی مڑک اسے بھی تیز تیز قزوں سے چلتے ہوئے میرے نزدیک پہنچ گئے تھے۔

”اوہ“ میرے خدا! انہی میں زندہ سلامت دیکھ کر کس قدر مسرور ہوں سٹر ہارن! تم... تم واقعی حیرت سے جو۔ سولیتا اداکاری کہتے ہوئے بولی۔

”سوری ہارن! تم پر جو کچھ بتی، میرے لیے وہ بے حد خطرناک ہے لیکن تم دیکھو گے کہ میں اس کے ذمے دار لوگوں کو کس طرح سزا دیتا ہوں۔ بلکہ یوں سمجھاؤں گا انجام تمہارے ہی اچھوں ہوگا۔“

مجھے بے حد افسوس ہے۔ سٹر اسٹو نے کہا۔
”کیا آپ لوگ واپس جا رہے ہیں سٹر اسٹو؟“ میں نے سوال کیا۔
”ہاں یہاں ایک مزدوری کام سے آئے تھے، کسی سے ملاقات کرنا مقصود تھا۔ یہ خوش بختی ہے کہ یہاں مل گئے۔ سٹر اسٹو نے جواب دیا۔

”افسوس، میری اس سے زیادہ بڑھتی اور کیا ہو سکتی ہے؟“ میں نے اردو میں کہا اور وہ دونوں چونک کر مجھے دیکھنے لگے۔
”کیا مطلب؟“
”کچھ نہیں... میرا مقصد یہ تھا کہ میں کچھ دیر بیٹھتا جا رہا ہوں۔“
”تو ٹھیک ہے۔ تمہارے ساتھ تھوڑا سا وقت رہنے شگ

ہاں میں گڑا ہلتے ہیں۔ اس سولیتا، میرا خیال ہے مشر بارین کو اب ہم لوگ اپنے ساتھ چلیں رکھیں۔ ان کا الگ رہنا مناسب نہیں ہوگا۔

میں بولی، تو اس نے اس کے ساتھ ہاں میں لگایا۔ ایک بیز پر بیٹھنے کے بعد مشر اسٹون کے مشروبات کا آرڈر دے دیا۔ وہ چائے چمکے کر رہی شراب نہیں پیتا۔ سولیتا عجیب سی نگاہوں سے وہیں بار بیٹھنے کو دیکھ چکا تھا اور انھوں ہی انھوں میں مجھے جو شراب دیتے کا اشارہ کر رہی تھی۔ مشروبات کے برتن ہمارے سامنے آگئے اور میں خوش ذائقہ مشروب کے چھوٹے چھوٹے پیالے لگا کر انہیں دینے سے منصوبہ بندی میں مصروف تھا اور میں کوئی ایسا کام کرنا چاہتا تھا جس سے ان لوگوں سے کوئی حال میری جان بچھوٹ جائے۔

"سولیتا، میں نے اسے غلط کیا، ان لوگوں نے اپنے میں کچھ معلوم ہو سکا۔ جو ہماری سلسلہ گاہ پر حملہ آور ہوئے تھے۔" اس نے ان میں سے ایک سے کہا جس نے ہمارے ہاتھ ڈاسکا۔ "سولیتا نے یہ مطلب کچھ جواب دیا۔

"آپ نے کہا میں دو کون لوگ ہو سکتے ہیں مشر اسٹون؟" انہی میں سے کوئی جو ہم سے فائدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اچھے قسم کے لوگ ہیں، ایسی رکاوٹ کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں؟ مجھے تعجب ہے کہ ان لوگوں کو ہمارا ہی اس سلسلہ گاہ کے بارے میں کچھ علم ہو گیا ہے۔

"خدا جانے۔ میں نے کڑی کوشش سے ثابت کر دیا۔ اس وقت ان کم بختوں سے جان بچا کر نکل جانے کی کوئی ترکیب ذہن میں نہیں آ رہی تھی اور میں بڑی بے بسی محسوس کر رہا تھا۔

مشر وہ بالکل خالی ہو گیا لیکن میرے ذہن میں ایسی کوئی موثر ترکیب نہیں آئی، ہمیں سے میں ان کم بختوں سے جان بچا سکتا اور جو ہمارا ہی فیصلہ کرنا پڑا کہ خود اس وقت اس طرح اور گزار لیا جائے اور اس کے بعد میں ان کے خیال سے نکلنے کی کوشش کروں چنانچہ میں نے اپنے دوستوں سے مل کر تبدیلی پیدا کر لی اور اصل مل کر ان سے باتیں کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد مشر اسٹون نے کہا: "کیا خیال ہے، اس بات پر چلیں؟"

"ہاں مشر اسٹون! میرا خیال ہے کسی بیک مقام پر ہمارا زیادہ دیر تک بیٹھ رہنا مناسب نہیں ہے۔ ویسے جی میں بڑی جنت کے کسی بیان تک پہنچا تھا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرول۔ میں نے جواب دیا اور مشر اسٹون نے رقم میز پر رکھ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

تھوڑی دیر کے بعد ایک تیزی کی طرح ان کے ساتھ

سفر کر رہا تھا۔ سولیتا میرے ساتھ ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے ایک دو بار میرے پہلو میں ٹھوکے بھی دیے تھے، مقصد یہی تھا کہ مجھے ہنسنے پر مجبور کر دے اور وہاں رہنا جیسے ایک بار پھر ہم اس عمارت میں پہنچے۔ اس میں پہلی بار میری ملاقات مشر اسٹون سے ہوئی تھی۔ مشر اسٹون نے کہا: "ہنر پر مشر بارین کا اس بات پر بیٹھنا قیام کر لیں۔ آپ کے لیے یہ مناسب نہیں ہوگا۔ اور ویسے بھی آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہیں ہوگی۔ سولیتا آپ کا پورا پورا خیال رکھے گی۔"

سولیتا نے جب تنہا میں میری ملاقات ہوئی تو اس نے ایک لمبی سانس لے کر کہا: "محبت یہی تھی، شکوے کر تم واپس مل گئے۔ میں تمہارے لیے اس قدر پریشان تھی کہ یہاں نہیں کر سکتی۔"

"مگر تمہارے سرورگ کے آدمی نام کیوں لگے سولیتا؟" وہاں صورت حال یہی تھی جیسا میں نے پہلے بھی بتا دیا تھا کہ اگر کڑی تھی، پھر تمہارا نائب ہو گئے۔

"میں تمہارے بارے میں سب سے زیادہ کا شکار رہا۔ میرا خیال تھا، تم جی بوجھ ہو سکتی اس وقت میرا وہاں سے نکل جانا ہی بہتر تھا، کیونکہ صورت حال عجیب غریب ہو چکی تھی۔"

"تم نے اچھا کیا، ویسے میں تمہیں بھیک ہوں۔" سولیتا نے جواب دیا۔

"مگر اب کیا روگرام ہوگا؟" "کچھ وقت کان دیکر یہاں رہنا ہوگا اور اس کے بعد موقع پا کر ہم کل چلیں گے۔" سولیتا نے جواب دیا۔

"لیکن کیا اب ہماری نگاہیں اور شہ نہیں ہوجائے گی؟ کیا یہاں مشر اسٹون کے آدمی نہیں ہوں گے؟"

"ہوں گے... لیکن یہاں کا اجماع قائم رکھیں گے۔ انہیں ابھی تک مجھ پر کوئی شبہ نہیں ہو سکا ہے۔ ان حملہ آوروں کے بارے میں وہ تحقیقات کر رہے ہیں جنہوں نے ہماری ہائیڈرولک پر شدید قسم کی جنگ لڑی تھی۔ وہاں کئی آدمی زخمی ہو گئے تھے۔" سولیتا نے بتایا اور میں نے ہنسنے لگا۔ ان میں ہلکا کر رہ گیا۔

دوسرے دن تقریباً سامنے گیا۔ ایک ایک اور عجیب واقعہ پیش آیا جس نے حالات میں بدتر صورت تبدیل پیدا کر دی۔ میں اور سولیتا اپنے کمرے میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے کہ دفعتاً مشر اسٹون کے دو آدمی ہمارے پاس پہنچ گئے۔

"آپ دونوں ذرا تشریف لائے۔ ان میں سے ایک نے کہا اور سولیتا جو تک کر اٹھ دینے لگی۔

"کیوں کیا بات ہے؟"

"مشر اسٹون نے آپ کو طلب کیا ہے۔" وہی شخص بولا اور سولیتا میری طرف دیکھ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ میں سستی محسوس کیے بغیر نہ سکا تھا۔ تاہم سولیتا کے ساتھ اس کے پاس میں داخل ہو گیا جس کی طرف ہماری رہنمائی کی گئی تھی اور ڈیرے ہاں میں پہنچنے کے بعد میں نے چونک کر دیکھا، اس نے ایک شخص کے پیچھے راجن رگوں میں جم کر کھڑا ہوا۔

لوئیس ہارن ہمارے سامنے موجود تھا۔ وہ ایک کڑی پر ہنجا ہوا تھا۔ اس سے تھوڑے فاصلے پر مشر اسٹون موجود تھے۔ اور مزید چند افراد لوئیس ہارن کو روک رہے تھے۔

مشر اسٹون نے مسکرا کر میری طرف دیکھتے ہوئے کہا: "جیسے مشر بارین، ملاحظہ فرمائیے، آپ ایک سے دو ہو گئے۔" "یہ کون ہے؟" میں نے حیران ہوئے کی اداسی کرتے ہوئے کہا۔

لوئیس ہارن میری طرف بغور دیکھ رہا تھا۔ پھر مشر اسٹون نے کہا: "اس کا کہنا ہے کہ لوئیس ہارن ہے۔"

"خوب خوب، اگر یہ لوئیس ہارن ہے تو پھر میں کون ہوں؟" میں نے سزاوارانہ انداز میں کہا۔ میری حالت الحمد للہ بہتر نہیں تھی لیکن اب کوئی سنبھلنے کا ضروری تھا، اسی طرح میں جو پیش پر قابو پا سکتا تھا۔ میں نے چند قدم آگے بڑھ کر لوئیس ہارن کے سامنے پہنچے ہوئے کہا۔

"ہاں، فرمائیے لوئیس ہارن! امیر تو کوئی بڑا آدمی تھا، ابھی نہیں تھا، تم اس سے نازل ہو گئے؟"

لوئیس ہارن شش ہو کر بڑبڑان پھرنے لگا۔ مجھے اس کا یہ انداز عجیب لگا۔ اسے تو مجھ سے زیادہ بڑبڑانا چاہیے تھا۔

اس لیے کہ وہ اصل تھا اور میں نقل۔ لیکن مجھے فیصلہ کرنا خود بخود نظر آ رہا تھا۔ میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پھر کہا: "مکون ہو تم اور تم میرا یہ وہب کیوں اختیار کیا ہے؟"

"وہ میں... میں... وہ پھلا کر دیا۔"

"جواب دو، ورنہ تمہیں کوئی مار دوں گا۔" میں نے گرج کر کہا اور وہ شخص کانپنے لگا۔

"میں ایک معمولی سا آدمی ہوں جناب۔ اس نے جھوٹے ہونے پر مجھ میں کہا: "کچھ رقم کے عوض میں آپ کا وہب اختیار کر لیتا تھا۔" ان لوگوں نے مجھے باغی ہزار ڈالر معاوضے کے طور پر پیش کیے تھے۔

"کیا مطلب؟" میں نے سوال کیا۔

"میں یہ تصور ہوں جناب۔ اس سے زیادہ میرا اور کوئی

قصور نہیں ہے کہ میں یہ شکل اختیار کر کے گھوم رہا ہوں۔ میں انہوں نے مجھ پر ہدایت کی تھی۔"

مشر اسٹون نے اس کا چہرہ دیکھ رہے تھے۔ پھر انہوں نے اپنے ایک ساتھی سے کہا: "ایو نیو کی بوتل کے کڑاؤ۔" پھر انہوں نے بعد میں نیو کی بوتل وہاں پہنچائی جس پر سائن لگا ہوا تھا۔ مشر اسٹون نے اپنے ہاتھ سے سائن کی چھواری اس شخص کے چہرے پر مار دی اور پلاٹک کے ٹکڑے اس کے چہرے سے اترنے لگے۔ میری جہت دو چند ہوئی جا رہی تھی۔ یہ سب کچھ میرے لیے غیر متوقع تھا لیکن کوئی اور بھی تھا جو اس میک آپ میں محسوس ہوا تھا۔

اگر سائن کی چند چھواریں میرے چہرے پر بھی جا رہی تھیں تو مشر اسٹون کو بال بونا پڑے گا۔ اس وقت میری ذہنی حالت بے حد عجیب تھی۔

اس شخص کا اصل چہرہ نمایاں ہو گیا تھا اور میں خود کو اب کسی حد تک پرسکون محسوس کر رہا تھا۔ وہ خدا بھی دور ہو گیا تھا۔ کرسٹن ازمرزورق اور دانش رمزی سی حادثے کا شکار ہو گئے ہیں۔ یہ کوئی اور ہی جگہ تھا۔ اصل لوئیس ہارن یہ بھی نہیں تھا۔

مشر اسٹون اور دوسرے لوگ لوئیس ہارن کے میک آپ میں موجود شخص سے مفصل معلومات حاصل کرتے رہے اور معلوم یہ ہوا کہ کسی نامعلوم شخصیت نے اسے اس میک آپ میں گھونٹے پھرنے کے باغی ہزار ڈالر ادا کیے تھے۔ پھر مجھ سے گفتگو کے دوران مشر اسٹون نے کہا: "اس حرکت سے ان کا یہی مقصد ہو سکتا ہے کہ اس فائدہ کے حصول کے لیے کوشاں لوگوں کو سنبھلا دے۔" میں نے اس شخص کا چھپا کر کے یہ اندازہ لگانے کی کوشش کر لی کہ کون کون لوگ لوئیس ہارن کی تلاش میں مصروف ہیں...

ابھی یہ گفتگو کر رہے تھے کہ باہر دو خوف ناک آواز سنائی دیے۔ یقیناً یہ پیٹر گرنیڈ کے دھماکے تھے۔ مشر اسٹون نے اعتباراً اچھل پڑا۔ اس نے خود بخود نظروں سے اس شخص کو دیکھا اور پھر سولیتا کی طرف رخ کر کے بولا: "اس کے ہاتھ پاؤں باہر کر اسے ایک ڈال دینا۔ یہ وہی شخص ہے جو اس کے ذریعے اس سے پہلے کیے دونوں کی تلاش میں مر رہا تھا۔ یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ مشر بارین آپ ہلاک کر سولیتا کے ساتھ پیٹریا اسٹون کے ساتھ ہوا پھر قیامت سے باز نکل گیا۔

سولیتا نے میری طرف دیکھا اور پھر آہستہ سے بولی: "آؤ اس کے ہاتھ پاؤں..."

میرے ایک آپ میں موجود آدمی کے ہاتھ پاؤں باہر کر اسے وہیں ڈال دیا گیا۔

277

کہا خیال ہے کہ ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے تو سولتائے
معنی غیر نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"اس وقت سے کیسے ممکن ہے؟ باہر گرگیاں بھری ہیں۔ تم
ذرا صورت حال کا جائزہ تو لے لیا۔
سولتائے میری کہہ رہی تھی۔ چہرہ ہمارے چلتے ہوئے بولی بول کر
تم اس کہنے سے باہر آنے کی کوشش مت کرنا۔
میں نے اس کے جانے ہی دو واڑے پھرتے ہی اندر سے بند
کر لیا تھا۔ ایونیائی وہ بول میرے لیے باعث دلچسپی تھی کہ
اس شخص کا میک اپ آٹار گیا تھا۔ اگر میں اپنے طور پر ایونیائی
حاصل کرنے کی کوشش کرتا تو شاید وہ شکاری پیش آتی لیکن اس
وقت میرا کام بن گیا تھا۔ میں نے ایونیائی بول اٹھا کر اپنے کوٹ
کی اندر کی جیب میں پھپھالی اور چہرہ دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔
باہر اچھی خاصی ہنگامہ آرائی ہو رہی تھی۔ میں ان سب سے بچتا
بچتا ایک ایسی سمت جا رہا تھا، یہاں سے اگر میں کوشش کرتا تو
عمار سے باہر نکل سکتا تھا اور اس کوشش میں مجھے لگائی نہیں
ہوتی۔ چند لمحات کے بعد میں ان آوازوں کو بہت پیچھے چھوڑ
آ گیا تھا۔
میں برق رفتاری سے دوڑ رہا تھا۔ دوڑتے دوڑتے مجھے
ایک شکر نظر آئی اور میں اس پر پہنچ گیا۔ وہاں سے نیکی حاصل کر لیا
مشتعل نہیں تھا۔ مجھے ایک شکیں مل گئی اور میں نے اس پر چڑھ کر
یونسی ایک پتھر ڈالا تو پتھر کودا۔ ڈرا نیور نے مجھے میری مطلوبہ جگہ
دیا۔ وہاں سے پیدل چلتے ہوئے میں کسی ایسی جگہ کو تلاش کرنے لگا
جہاں میں اپنا کام انجام دے سکوں۔ پھر ایک چھوٹا سا رستہ دوڑا
مجھے نظر آ گیا جو میرے کام کے لیے مناسب لگا تھا۔
رستہ دوڑانے کے بعد میں داخل ہونے کے بعد میں نے
دروازہ بند کر لیا تھا اور جب آدھے گھنٹے کے بعد میں وہاں سے
برآمد ہوا تو میرا چہرہ اپنی اصل حالت میں واپس آ گیا تھا۔ ایونیائی
بھول میں نے ہاتھ دوڑ میں ہی ایک جگہ چھوڑ دی تھی۔ باہر اگر میں
اطمینان سے ایک سیز کے گرد بڑی کسی پرچہ لگایا اور میں نے اپنے
لیے کافی طلب کر لی۔ یہ مقصد میری تھا کہ اپنے آپ کو پر سکون کر لیں۔
کافی کے چھوٹے چھوٹے گھونٹ لیتے ہوئے میں بار بار
اپنے چہرے پر ہاتھ پھرتے لگا تھا۔ اس میک اپ سے نجات
پانے کے بعد میں خود کو بہت مطمئن محسوس کر رہا تھا لیکن کبھتوں
نے تو مجھے الجھا کر رکھ دیا تھا میں نے دست دیا جو کہہ گیا تھا۔ اس
کا ذکر آزادی سے گھوم چھو تو سکوں گا۔ یہاں مجھے عرف دانش رمزی
اور شہناز مرزوقہ انتظار رہی تو کہہ لے۔ اس پکڑ میں پکڑ کر تو میں کہیں کا
نہ رہتا۔

کافی پینے کے بعد میں اپنی جگہ سے اٹھا اور ایک بار پھر
اس بول میں پہنچ گیا جہاں سے بچنا چاہتا تھا لیکن اب اس بول میں
میں ایک اور حقیقت سے داخل ہوا تھا۔ میں نے اپنا نام و حسیہ
بناتے ہوئے اپنے کمرے کی چابی حاصل کر لی اور چھوڑ دی کہ
بعد میں بول کے ایک کمرے میں مقیم ہو گیا۔
اب ہنگامہ آرائیوں میں کافی وقت گزر چکا تھا اور اصولاً
اس شہناز مرزوقہ اور دانش رمزی کو یہاں پہنچ جانا چاہیے تھا۔
میں بے چینی سے ان کا منتظر تھا۔ اخبارات دیکھنا اس دوران
بھی میں نے نہیں چھوڑا تھا لیکن ابھی تک ان کی طرف سے کوئی
پیغام میری نظر سے نہیں گزرا تھا۔
نئی قیام گاہ پہ اپنی اصل شکل میں قیام کیے ہوئے مجھے تین
دن گزر گئے۔ ان تین دنوں میں میں نے اپنے آپ کو بہت بخیر
رکھا تھا اور بول کی غرضات تک میں کوئی قصہ نہیں لیا تھا مگر
کسی ایسی کشاکش ہو جاؤں۔ علاوہ قید بہت تکلیف دہ تھی میں
اگرچہ تھا تو بول میں اپنے لیے بہت ساری دلچسپیاں تلاش کر سکتا
تھا لیکن اب دل میں ایک ہی خواہش تھی کہ اس قسم سے فراغت
حاصل کر کے بیروت پہنچ جاؤں۔
اس قیام کے باوجود میں آخر مجھے اصرار میں ایک چھوٹا سا
اشتراک نظر آتا جو میری توقع کے عین مطابق تھا اور میں اس چھوٹے
سے اشتہار کو دیکھ کر تناغوش ہو کر بیان نہیں کر سکتا۔ اشتہار میں
لکھا ہوا تھا کہ آرسن بولر بول میرو ویس کے کہہ کر غیر میں
میک اپ سے ملاقات کرے۔ بولر میرو ویس کے بارے میں
تفصیلات نہیں فون ڈا کر گئی سے حاصل ہو سکتی تھیں میں نے
فوری طور پر بول ٹپنے کے بجائے میرو ویس کے کہہ کر غیر میں سے
رابطہ قائم کرنے کا فیصلہ کیا اور چند لمحات کے بعد ہی فون پر میرا
رابطہ دانش رمزی سے قائم ہو گیا۔
دانش رمزی اور شہناز مرزوقہ میرے منتظر ہی تھے۔ فون
دانش رمزی ہی نے سنبھال لیا تھا، اس کی آواز سنتے ہی میں نے
کہا۔ "میں بلور میں رہا ہوں۔"
"اوہ مشر بلور! ہمارا بیانیہ نام آپ کو مل گیا؟"
"ہاں۔ کیا علم ہے میرے لیے؟ میں نے سوال کیا۔
"اگر کوئی وقت نہ ہو تو فوراً میرو ویس پہنچ جائیں۔ دوسری
جانب سے کہ گیا۔
"میں آ رہا ہوں۔"
"سنو! ابھی تک قمر کا خطرہ تو پیش نہیں آیا انھیں؟"
دانش رمزی نے پوچھا۔
"قطعاً نہیں۔ میں تو یہاں بڑے سکون سے زندگی بسر کر رہا

ہوں۔ میں نے کہا۔
"بس تو چھوٹے چھوٹے کہہ۔ ہم تمھارا انتظار کر رہے ہیں۔"
جواب ملا اور میں نے فون بند کر دیا۔
اس کے بعد میں نے نہایت برقی رفتاری سے تیار کی
اپنی اصل شکل میں تجھے کسی بات کا خطرہ نہیں تھا اور فوراً ہی کوئی
میری جانب متوجہ بھی نہیں ہو سکتا تھا۔ بول سے باہر اگر میں ایک
فیکسی میں پیچ کر بول گیا۔
تھوڑی دیر کے بعد میں میرو ویس کے کہہ کر غیر میں
داخل ہوا تھا۔ میرا استقبال کرنے کے لیے شہناز مرزوقہ اور
دانش رمزی موجود تھے۔ دانش رمزی نے مجھے سے گرم جوشی سے
مصافحہ کیا تھا۔ اس کا سنا ہوا سا چہرہ اس وقت کسی قدر خشک
نظر آتا تھا۔ شہناز مرزوقہ نے مجھ سے بیٹھے کے کہا اور میں ہنستے
پر پیچ کر مسکرائی لگا ہوں سے ان لوگوں کو دیکھنے لگا۔
"بولن کی دلچسپ زندگی تمہیں مزہ دے رہی ہوگی یا خیر؟"
دانش رمزی نے کہا۔
"یقیناً۔ یہاں کی ہنگامہ پرور زندگی بے حد عجیب ہے
اور چہرے اس دوران میں حالات سے گزرا ہوں وہ تو ضرورت سے
زیادہ دلچسپ تھے۔"
"کیا مطلب؟ کیا تمہیں یہاں کی غیر معمولی واقعات پیش آئے
ہیں؟ دانش رمزی نے چونک کر پوچھا۔
"ان کی تفصیل بتانے کا ارہ ہے۔ بولن ہو کر بولنے شہناز
افرو میرے چہرے پر ہونے لگے۔ دراصل مشر دانش رمزی اگر میں
آپ کو یہ بتا دوں کہ میں شخص کے میک اپ میں آپ نے مجھے یہاں
بجھا تھا تو کیا پڑے تو آپ کو مشکل ہی سے یقین آئے گا۔
"میرا کہم بتاؤ کیا تھا؟ دانش رمزی نے دلچسپی
سے کہا۔
"نویس ہارن ایک ایسے شخص کا نائب تھا جو سائنس دان تھا،
اور اس نے کوئی ایسا بات کہی کہ وہ مالا مال کیا تھا جو تیار ہوں کی دھڑ
میں جھپٹنے والوں کے لیے بے حد دلچسپی کا باعث تھا اس کی
موت کے بعد صرف نو نویس ہارن کو ہی اس فائدہ کے بارے
میں تفصیلات معلوم تھیں اور میرے بڑے بڑے ماباکس ہارن
کی ناک میں لگے ہوئے تھے۔ وہ مرنا گیا بہت پر نویس ہارن سے
یہ فائدہ مالا حاصل کر لینا چاہتے تھے بہت کی بدلتی تھی کہ انھوں نے
نویس ہارن کو اس طرح آزاد چھوڑ دیا تھا لیکن میں نے اس کا یہ
نتیجہ اٹھایا کہ وہ نویس ہارن کی تنہا ذات سے مطمئن نہیں تھے
بلکہ یہ خیال بھی ان کے ذہن میں تھا کہ نویس ہارن سے کوئی اور بھی
متعلق ہو سکتا ہے جو اس فائدہ کے بارے میں جانتا ہو اسی

لیے انھوں نے نویس ہارن کو اختیار نہیں کیا تھا۔ میرا خیال ہے
مشر دانش رمزی کو نویس ہارن میں اسباب ملا ہے نہیں کیا تھا
دانش رمزی انتہائی دلچسپی سے میری آنکھوں میں دیکھ رہا
تھا۔ پھر اس نے اس سے کہا کہ آپ کا کیا خیال ہے وہ اصل ایک
کیوں کیا تھا؟
"اسرائیل حکومت سے اس فائدہ کے کا سودا کرنے کے
لیے؟ میں نے خواب دیا۔
"کمال ہے۔ دانش ایک طویل سانس لے کر بولا۔ اس
کا مقصد ہے کہ ہمارے بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا تو تمہیں اس
میک اپ میں یہاں بھیج کر تمہیں تو یہاں خاصی مشکلات
پیش آتی ہوں گی۔
میں دانش رمزی اور شہناز مرزوقہ کو ان مشکلات کی
تفصیل بتانے لگا اور اپنی کافی اہتمام پر پہنچانے کے بعد میں
نے کہا۔ "ان حالات میں میرے لیے یہ ضروری ہو گیا تھا کہ اپنی
اصل شکل میں آ جاؤں اور اس میک اپ سے پیچھا چھڑاؤں۔ بس
اس کے بعد ہی یہ چند روز سکون سے گزرتے ہیں اور یہاں آئے
ہی امیر پورٹ سے ہنگامے شروع ہو گئے تھے۔"
"مجھے بہت افسوس ہے لیکن اس وقت کو یہی ہی صورت حال
تھی کہ اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔ تم نہیں جانتے تھے
کہ تمھارے وہاں سے نکل آنے کے بعد کیا کیا ہنگامے ہونے ہیں۔
اسرائیلی حکام اس طرح ایک ایک جیتے کی گولی کرتے رہے ہیں اور
کسی طرح انھوں نے دل انگریزوں کی ہیں۔ تاہم ان کی ناک آگ لگائی
طویل عرصے کے لیے کئی کئی ہیں، کیونکہ اسرائیلی حکام اب بھی یہی
سمجھتے ہیں کہ وہاں موجود ہیں۔
"اس کی پروگرام ہے سرور رمزی؟ براؤ کم میرے بیروت
بھیجوانے کا بندوبست کر دیجیے۔ میں فوری طور پر روانہ ہونا
چاہتا ہوں کیونکہ مزید تاخیر نقصان دہ بھی ثابت ہو سکتی ہے۔"
"اس کا اہتمام ہم کر کے آئے ہیں۔ آپ اگرچہ جین کو کسی
بھی پہلی فلائٹ سے بیروت کے لیے اپنے اسپیڈ کنفرم کر سکتے
ہیں۔ دانش رمزی نے جواب دیا اور اس کے ان الفاظ نے
میری روح میں ضرور کی لہریں دوڑا دیں۔
"بلاشبہ۔ یہ ایک خوشخبری ہے میرے لیے، حالانکہ میں
اگرچہ توجہ توجہ میں اپنی اصل شکل میں کران ہنگاموں کے
نجات پاسکتا تھا لیکن جب مجھے یہ معلوم ہوا کہ نویس ہارن حقیقت
کیا ہے تو میری دلچسپی بڑھ گئیں۔ میں آپ کو براہ اطلاع دے
چکا ہوں اور بیروت، تاہم اس لیے اعلیٰ حکام کو بھی یہ اطلاع دل کا
کہ ایک تباہ کن فائدہ مالا اسرائیلی حکومت حاصل کر رہی ہے۔

اس پر نگاہ رکھنا بھی ضروری ہے۔

دانش روزی نے بے تعلقی سے گردن ہلاتے ہوئے کہا۔
 ”اے ہنر جوگا کہ آپ یہ اطلاع لی ایل کے سربراہان کو دے دیں لیکن اسرائیل میں تو ایسی بہت سی کاروائیاں کی جا رہی ہیں جو آگے چل کر فلسطینیوں کے لیے مصیبت کا باعث بن جائیں گی۔ مہم صرف فلسطینیوں کے لیے بلکہ بیشتر عرب ممالک اس کی لپیٹ میں آجائیں گے۔“

”اللہ ماکس ہے۔ میرا حال آپ مجھے میرے کاغذات سے دیکھ کر میں اپنی روحانی کا انتظام کر سکوں؟“ دانش روزی نے اثبات میں گردن ہلا دی۔

دوسرے دن ساڑھے گیارہ بجے میں ایئر پورٹ پہنچ گیا۔ طائرٹ کثیف ہو چکی تھی اور میں بدست روانہ ہونے کے لیے بالکل تیار تھا۔ دانش روزی اور شنداز مزدقہ مجھے چھوڑنے ایئر پورٹ تک آئے تھے اور میں بالآخر بدست کے لیے چل پڑا۔

دوران سفر میرے ذہن میں متعدد خیالات آ رہے تھے جو میں میرے سپرد کیا گیا تھا وہ مکمل طور پر دور نہیں ہو سکا تھا مائل خوار کو موت کی اطلاع مجھے پہلے ہی اور انٹرٹینمنٹ کے ارکان اس کی موت سے واقف نہیں ہوئے تھے تو یہ اطلاع انہیں میری ہی زبانی ملنا تھی لیکن چونکہ مائل خوار نے مجھے بتایا تھا وہ مجھے ازبیتھا اور میں اسے سن و سُن کے ساتھ دہرا سکتا تھا۔ بیروت کا قصور میرے لیے کچھ عجیب سا ہو گیا تھا وہاں جاتے جاتے ایسا ہی محسوس ہوتا تھا جیسے میں نے گم جا رہا ہوں۔ جلد سے بعض اوقات اتنی شدت اختیار کر جاتے ہیں کہ انسان عام حالات میں ان کا قصور نہیں کر سکتا۔ اب بیروت میرا اپنا گھر تھا وہاں پہنچ کر مجھے لگی سکون حاصل ہوتا تھا۔

بیروت ایئر پورٹ پر آ کر تو موسم نہایت خوشگوار تھا۔ ہکی بلی ہوندا باغیچہ پوری تھی اور آسمان بادلوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ میں نے ایک سیکی اور لڑائی اس باتش گاؤ کی طرف میں چٹا ہوا پیرا تھام تھا اور وہاں صرف قادی میرے ساتھ رہتا تھا۔

اپنا رہائش گاہ میں داخل ہوا تو گھر مولا مدعا تیرے ملاقات ہوئی۔ یہ ہمارا کمانڈر غیرہ تیار کرتی تھی اور گھر کی صفائی کا انتظام بھی اسی کے سپرد تھا۔

خطائے پُر خلوص مسکراہٹ کے ساتھ میرا استقبال کیا اور میں نے اس سے خداداد کے بارے میں پوچھا۔

”خود تو کسی کام سے ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں۔“ ملازم نے بتایا۔

”اوہ۔ اچھا ٹھیک ہے۔“

میں نے غسل وغیرہ کیا اور فارغ ہو کر احسان فروغی کی تلاش میں چل پڑا۔ تقریباً دس بجے میں اس کے گھر پہنچ گیا۔ یہاں احسان فروغی سے ملاقات ہو سکتی تھی۔ احسان فروغی اپنے دفتر میں بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے کچھ ایک لمحے کے لیے چونک رہے ان کی آنکھوں میں عجیب سی کیفیت پیدا ہوئی تھی اور یہ کیفیت عام کیفیات سے مختلف تھی۔ ان کے چہرے پر میرے لیے وہ استقبالیہ خوش نظر نہیں آیا تھا جو ان کی حاضیت تھی۔ کچھ مردہ می سی محسوس کی تھی میں نے۔ بہر کیف آگے بڑھ کر میں نے ان سے مصافحہ کیا اور انھوں نے مجھے اپنے سامنے کرسی پر بیٹھنے کی پیشکش کی۔

”کب پہنچا؟“ اس نے پوچھا۔
 ”اس لیے میں بھی کچھ حقیقت کی تھی میں متعجب ہو گیا۔ اس نے فوراً ہی دیکھ لیا۔“

”کہاں سے تشریف لائے ہیں؟“ احسان فروغی نے پوچھا اور اب میں اس سر دیکھ رہا تھا۔ چونکہ ان کا انداز کبھی ایسا نہیں ہوتا تھا۔ ان کے لیے میں ایک خاص کیفیت نمایاں ہوتی تھی لیکن آج ہر چیز بدلی ہوئی تھی۔

”میں نہیں سمجھا شرفروغی؟“
 ”میرا مطلب ہے آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟“
 ”تل ابیب سے تو آپ نہیں آئے اور نہ ہی اسرائیل کے کسی دوسرے شہر سے۔“

”میرے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہے ہیں آپ؟“
 ”ہاں غیر تو ملتی ہی رہتی ہیں۔ کوئی ذکوہ ذریعہ مل ہی آتا ہے۔ احسان فروغی نے اپنے سامنے رکھے ہوئے کاغذات ایک طرف ہٹاتے ہوئے کہا۔

”تو کیا آپ کو پہلو نہ ہو سکا کہ میں اس وقت کہاں سے آ رہا ہوں؟“
 ”میں نے کہا نا مشرعلی... کہ خبریں کسی کیسی طور مل ہی جاتی ہیں۔“

”میں آپ کا اندک تہیابی محسوس کر رہا ہوں شرفروغی اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟“
 ”میرے اس سوال پر شرفروغی نے گہری نگاہوں سے مجھے دیکھا اور پھر بولے۔ میں تم سے اس موضوع پر گفتگو ضرور کرتا ہوں بارخان لیکن مجھے اس کی اجازت نہیں ہے۔“

”کیا مطلب؟“
 ”مجھے ہدایت مل رہی ہے کہ اگر تم میرے بارے میں کسی دلیہ

سے کچھ معلومات حاصل ہو جائیں تو اس کی اطلاع بہرہ کو کارٹر کو دلا اور میں اس وقت ہی کہنے پر مجبور ہوں۔ احسان فروغی نے کہا۔ اور اپنے قریب رکھے ہوئے انٹرکام کا ایک فون آن کر کے بولے۔
 ”ہیلو۔ ہیڈ کوارٹر۔“

”میں کیا بات ہے؟“ دوسری طرف سے جواب ملا۔
 ”علی بارخان! آج بھی اچانک میرے دفتر تشریف لائے ہیں کیا حکم ہے ان کے لیے؟“

”علی بارخان! دوسری طرف سے بولنے والے کے لیے سے امانہ ہو کر وہ چونک اٹھا۔ میری حیرت ایسا تھا کہ پہنچ چکی تھی۔

”اے اے میرے سامنے موجود ہیں؟“ شرفروغی نے کہا۔
 ”تو براؤ کم! انھیں ہیڈ کوارٹر لانے کا بندوبست کیجیے، ہم فوری طور پر انتظامات کیے لیتے ہیں۔“ دوسری طرف سے جواب ملا۔

”بہتر ہے۔ احسان فروغی نے جواب دیا اور انٹرکام آف کر دیا۔
 یہ تمام گفتگو میرے لیے سن کر میرا دل کئی لمحے بیان نہیں کر سکتا۔ دوسری طرف کے الفاظ بھی بہت ہی عجیب تھے۔

”مشرعلی! بارخان! میں اس بات کے لیے بہرہ ہوں کہ آپ کو ہیڈ کوارٹر لے جاؤں۔ احسان فروغی نے بغور سمجھ کر دیکھتے ہوئے کہا۔

”میرا ماننا شدت کر کہ آپ سے چھٹ جانے گا، میں جاننا چاہتا ہوں کہ یہ سرور می کسی لیے اختیار کی جا رہی ہے۔ کیا بات ہے؟“

”میں نے کہا نا اس کی تفصیل آپ کو ہیڈ کوارٹر مل رہی معلوم ہوگی۔“
 ”تو پھر انتظار کس بات کا ہے؟“ چلیے، جلدی کیجیے تعجب ہے مجھے تعجب ہے۔ میں نے کہا۔

”انھوں نے گردن جھٹک کر کہا۔“ چلیے۔“
 مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے احسان فروغی مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہوں۔ ان کی آنکھوں میں ایک عجیب سا ارتعاش تھا۔ اس تاثر میں ایک شکایت بھی تھی، ناماں کی بھی اور امتیاز بھی۔ ان کا ہر وہ بھی اس بات کا انداز تھا میں جلدی سے آٹھ کھڑا ہوا۔ میری سمجھ میں یہ سب کچھ نہیں آتا تھا میں تو براؤ کم جس نے کہا تھا تھا وہاں ایک بہت بڑا دانے کریم میں پینچا تھا اور وہ لوگ مجھ سے اس طرح پیش آ رہے تھے معلوم نہیں کہا بات تھی؟ باہر نکل کر میں نے دیکھا کہ کچھ خصوصی انتظامات کیے گئے

ہیں۔ چند مسلح فلسطینی یہاں موجود تھے۔ معلوم نہیں اس قسم کی انھیں مل تھیں لیکن یہ کہ میں نے انھیں اپنی طرف سے نام لیا وہ مستعد کیا۔ مجھے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے وہ سب ہی طرف سے چوکے ہوں۔ بہر طور ان تمام بیوروں کو نظر انداز کرنا ہوا میں شہر احسان فروغی کے ساتھ ان کا دل میں بیٹھ گیا۔ اس وقت ڈرائیونگ بھی ایک اور شخص کر رہا تھا۔ احسان فروغی میں وہ بات ہی نہیں تھی جو اس سے پہلے مجھے نظر آتی تھی۔ خواہی بخت موجود نہیں تھا اور نہ وہ میرے لیے کیا کارآمد انسان ثابت ہوتا تھا اور مجھے تمام انفعیلات بتا دیتا تھا۔

ہیڈ کوارٹر میں سب سے پہلی ملاقات نامہ برق سے ہوئی۔ نامہ برق مجھے دیکھ کر ہی طرح ٹھٹھکی گئی تھی۔ اس نے احسان فروغی کو دیکھا اور میں نے محسوس کیا کہ اس کا پھر ہندو پن کیا ہے۔ اس کی آنکھوں میں شدید ہرجان کی کیفیت نظر آتی تھی اور وہ اپنی جگہ بیٹھنے کے عالم میں کھڑی ہو گئی تھی۔

”ہیلو نا؟“ میں نے آگے بڑھ کر کہا اور وہ مجھ کی تمام حلق سے آواز نکال سکی۔
 ”ہیلو۔“

”کیا ہو گیا ہے تم لوگوں کو؟“ اس کا کوئی ہو گیا ہے۔ میں نے بے چینی سے کہنا نامہ برق نے ایک طرف چل پڑی تھی۔

”آئیے۔ احسان فروغی نے کہا اور مجھے سے بولنے کے لیے بڑے ایل میں پہنچ گئے۔ یہاں پہلے میں ہی کئی بات چکا تھا، اور یہاں میری تعریف و توصیف کے بل بوتے پر جانے لگے۔ ایل میں پڑی ہوئی لمبی میز کے گرد اس وقت کوئی بھی نہیں تھا۔ احسان فروغی کے مجھ سے بیٹھنے کے لیے کہا۔ اور پھر خود بھی میرے سامنے بیٹھ گئے۔

”مشرعلی احسان فروغی! مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے کوئی غلط فہمی آپ کو گول کے ذہن میں موجود ہے۔ آپ کا یہ رویہ میرے لیے انتہائی ناقابل برداشت ہے اور میں ذہنی طور پر بالکل تمام اپنے آپ کو تیار کر رکھے ہوئے ہوں۔ اتنا حق تو میرا جتنا ہے کہ آپ بلا تردد مجھے بتا دیں کہ آپ لوگوں کے اندر یہ سرور می کیوں پیدا ہوئی ہے؟“
 ”اس کے بارے میں آپ سے گفتگو کر لی جائے گی، مشرعلی بارخان! دعوئے سے آزادائی اور چند افراد نامہ داخل ہو گئے۔ یہ سب میرے شناسا تھے۔ تنظیم کے بڑے بڑے ارکان تھے جن سے میں محبت کرتا تھا اور ان کے سامنے میں بہت وقار رہتا تھا۔ اس وقت میں بھی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا اور وہ سب آہستہ آہستہ چلتے ہوئے یوں کے نزدیک پہنچ گئے پھر انھوں نے اپنا اپنی کرسیاں سنبھالیں اور بیٹھ گئے۔ کسی نے بھی مجھ سے مصافحہ

کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ مجھ سے بھی بیٹھ جانے کے لیے کہا گیا اور میں آہستہ سے اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

مجھے مکمل طور پر یقین ہو چکا تھا کہ میرے خلاف کوئی سازش ہوئی ہے۔ کوئی ایسی بات ان لوگوں کے ذہنوں میں موجود ہے جو میرے خلاف ہے۔ بہر طور میں نے میز پر دو ہونٹ اٹھائیں اور ان لوگوں کی جانب دیکھنے لگا۔

ثابت نگاہی نے مجھے مخاطب کر کے کہا: "آپ کو ایک خصوصی مشن پر بھیجا گیا تھا علی یافان! عاقل توار کو اسرائیل سے نکالنے کی ذمہ داری آپ کے سر پر تھی۔ آپ نے اپنے اس فرض کو کس حد تک انجام دیا؟"

"مجھ پر عاقل توار کو اسرائیل سے نکالنے کی ذمہ داری نہیں تھی جناب بلکہ اس کے ایک آپ میں مجھے اسرائیلی فوجیوں کو اپنے پیچھے لگانے رکھنا تھا تاکہ فریب کا شکار ہو سکیں اور اس طرح عاقل توار کی طرف سے ان کی توجہ مبٹ جاتے۔ یہی نئے کہا۔"

"ہاں، یہی ذمہ داری سونپی گئی تھی۔ اس کی انجام دہی کے سلسلے میں آپ نے کیا کیا؟"

"ایک طویل کمانی ہے۔ میرا ذہن آپ لوگوں کے اس مزے رویتے میں لگیا ہوا ہے۔ تاہم میں اپنے فرض کی بجائے آوری میں کئی گنا نہیں کر سکتا اور میں آپ کے سوالات کا جواب دینے کے لیے عاجز ہوں۔ میں نے حسبِ ہدایات اپنے کام کا آغاز کیا تھا اور ان لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے وہ تمام اقدام کیے تھے جو جان بوجھ کر تھے۔ نتیجہ بار بار سر کر رہا تھا۔ شدید مشکلات سے گزر کر میں اپنی ان کوششوں میں کامیاب ہوا اور بالآخر ان کے ہاتھوں قید ہو گیا۔ انھوں نے عاقل توار ہی کی حیثیت سے مجھے قید کیا تھا لیکن یہ قضیہ سے عاقل توار بھی ان کے ہاتھ لگا گئے اور انھوں نے صرف یہ بتانے کے لیے کہیں کون ہوں اور میرا مقصد کیا ہے؟ انھیں میرے پاس بھیج دیا۔ ہم دونوں کو ساتھ رکھا گیا اور اس تہائی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے عاقل توار نے مجھے وہ تمام تفصیلات بتا دیں جو ان کے ذہن میں محفوظ تھیں۔ اسرائیلی کے ایجنٹ مارن جیل بھیجے تھے۔ عاقل توار نے مجھے ان کے بارے میں ایک ایک تفصیل بتا دی تھی۔ مجھے ڈر ہے کہ اس کے بارے میں آپ کو تو اس کے سامنے دہرائے گا۔ اس کے بعد ہم دونوں کو جیل میں رکھا گیا۔ عاقل توار وہی ہے جس کا ایک نو ذریعہ کا شکار ہو گئے تھے۔ انھیں ریگ کے دورے پر لے گئے تھے۔ مجھے یہ معلوم کہ ان کے ساتھ کیا سلوک ہوا لیکن بالآخر مجھے یہ اطلاع ملی کہ عاقل توار ہلاک ہو گئے ہیں۔ کس طرح؟ اس کا مجھے کوئی علم

نہیں ہے۔"

"جی! آگے فرمائیے۔ میرے ناموش پر نہ پرکشت نقلی نئے کہا۔"

"اس کے بعد میں ان کی قید میں پھنسا ہوا اور چودہ افراد نے مجھ سے قید سے باہر دلوں کی طرف دوا فرما دی تھی؟"

"ان میں سے ایک کا نام شہناز مرزوقہ اور دوسرے مرزا دانش مرزی تھے۔"

"آگے فرمائیے، آگے فرمائیے۔" انھوں نے کہا۔

"ان دونوں نے مجھے ایک ایسے شخص کے ایک آپ میں مغربی برقی ہجرا دیا۔ اسرائیل میں موجود تھا اور علی باب کے حکام سے ایک ایہ مسئلے پر گفتگو کرنے آیا تھا۔ اس شخص کا نام لوئیس ہارن تھا۔"

"میں اس سے ہم آپ کی گفتگو کا سلسلہ متعلق کرنے پر مجبور ہوں اور آپ کو ان حقائق کی طرف سے طے ہے کہ یہ حقیقت ہے کہ ایسے اسمان کرب کا باعث بنے ہیں۔"

"ہاں! میں جانتا ہوں کہ میں جانتا ہوں۔" مجھے بتایا جاتے ہیں۔ میں نے اس معاملے کو عالم میں کیا۔"

"پہلے ہی سے مشرعل یافان! بعض اوقات ہم اپنے دوستوں سے محروم ہوجاتے ہیں۔ ہمیں مکمل اعتماد ہو سکتا ہے اور ہمیں یہ کہہ اپنے اعتماد کا اظہار کر دیتے ہیں۔ آپ بھی انہی میں سے ایک ہیں۔ آپ جن ایک عزبات کے تحت تنظیم میں شامل ہوئے اور ان کے لیے آپ نے جو کیا کیا، ہم نے دل سے اس کی قدر کی اور ہمارے ان آخرت کے عزیزوں کو جلا علی ہم پر سلام کے لیے حل میں رکھتے ہیں۔ ہمارے پاکستانی بھائی بیشتر معاملات میں ہم سے ہم کباب رہے ہیں اور انھوں نے ہمارے لیے بہت کچھ کیا ہے۔ بلاشبہ ہم اس بات کو فراموش نہیں کر سکتے لیکن انفرادی طور پر بعض اوقات اچھے سے اچھا انسان دلاتے سے بچنا چاہیے اور مدافعت کیجیے گا۔ علی یافان! آپ بھی ان کی طرح ہونا چاہیے جو انسان کو انسانیت سے بہت دور کر دیتی ہے۔ اس کے تمام قیوں کو موت کی بند سلاو دیتی ہے۔ یہ شک و دھوکہ کی چمک دیتی ہے۔ یہ ہے اور ہمارا حق و حق ہے جو کہ ہم آپ سے امید نہیں رکھتے تھے۔ میں آپ پر مکمل اعتماد تھا۔"

"کیا میں نے یہ اعتماد مجھ پر رکھا ہے؟ میں نے بہت سے کہا۔"

"یہ سوال آپ کو کہہ بھی علی یافان! ہمارا انسان کے وجود میں ضمیر نام کی کوئی شے ہوتی ہے۔ یہ سوال کرتے ہوئے آپ کا حق

کیا اس کا ہے؟ کیا آپ کو سینے کی گہرائیوں میں کوئی جبین نہیں محسوس ہوتی؟"

"آپ کو کیا پہلے ہی اس کے بارے میں نے جان بوجھ کر دیا؟ وہ کہتے ہوئے ہیں کہ میں محسوس ہوتی ہے لیکن معاف کیجیے مجھے شے ہوئے آپ کا کچھ نہیں چمکتی؟ اسان فروغی نے تیزی سے کہا۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے اسان فروغی! آپ بھی میرے بارے میں یہ خیالات نہ کرتے ہیں؟"

"میں سب سے زیادہ شرمندہ ہوں علی! کیونکہ میں نے بہت بڑے پروگرام کی دوسری طرف کے حوالے کیے تھے۔"

"اور آپ؟"

"آپ میں اس احساس سے ہی شرمندہ ہوں اور اٹھ اٹھانے کے قابل نہیں رہا ہوں۔"

"آپ مسلسل دفاع کر رہے ہیں علی! لیکن آپ کی ہر کوشش آپ کی بدقسمتی پر ایک بدنامی کا اضافہ کر دیتی ہے۔ ایک برائی سو اچھا نہیں ہو سکتی ہے۔ آپ کا چہرہ معصویت کی نقاب پر چلائے رکھنے میں کامیاب ہے۔ میں انداز میں آپ سوالات کر کے خود کو ان مکروہ واقعات سے لاعلم رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں، بلکہ نزدیک اس نے آپ کے کردار کو اور گندہ کر دیا ہے۔ ثابت نگاہی نے کہا۔"

کرب وازیت کے دو حوالہ خیر میرے وجود کو زخمی کر رہے تھے۔ دل و دماغ میں آگ لگ چکی تھی، ایک لمبے کے لیے ذہن تک ہو گیا تھا۔ ان لوگوں کے الفاظ میری سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ میں پیٹ پیٹتی انھوں سے نہیں دیکھ رہا تھا۔ اسان فروغی نے کہا: "ہم میں شامل ہیں، اپنے سینے صرف ایک مذہب سے معمور رکھتے ہیں۔ نزد ہوا پر ادوات کے انہار انھیں متاثر نہیں کرتے۔ یہ ایک کوئی قوت انھیں اپنے مقصد سے نہیں مٹا سکتی۔ اس کا صرف ایک ہی ٹارگٹ ہے، فلسطین کی آزادی، یہودی ریاست کا تار اور اس خبر کے کوہ کی خیریت پر فروخت نہیں کرتے۔"

"خوب صورت اور مذاقی الفاظ کا یہ مقابلہ اگر ختم ہو گیا ہو تو میں بھی کچھ لوگوں یا آپ ایک لوگ مزید الفاظ کی باز گیری رکھنا چاہتے ہوں تو میری طرف سے اجازت ہے۔" میں نے زہر آلود لبوں سے کہا۔"

"مسند علم علی یافان! آپ نے جو کیا کیا، ایک فلسطینی نے نہیں کر سکتا تھا۔ سینہ ہمارا سنگ ہمارے آپ کا نہیں آپ ہمارے اس اعتماد کو کوئی بھی کام دے سکتے ہیں۔"

"مجھے شہر بھی نہیں تھا کہ اس سے پہلے آپ لوگ مجھے اپنے درمیان سے اس طرح نکال دیں گے۔ کیا ہر کے یہ خطرہ استعمال کے سے قبل آپ مجھے میرے گرم سے گاہ نہیں کر سکتے تھے۔ اگر آپ کی غلط فہمی رفع ہوگئی تو کیا میں ان الفاظ کو قبول کر سکتا ہوں؟"

"غلط فہمی... شاید... ثابت نگاہی نے کہا۔

"اور پھر ہولے۔ آپ مغربی برقی نہیں گئے تھے؟"

"یہ سوال آپ شہناز مرزوقہ اور دانش مرزی سے کر سکتے ہیں؟"

"یہ نام آپ کی تخلیق ہیں۔ ہمارا ان سے کوئی واسطہ نہیں ہے وہاں موجود لوگوں میں سے کوئی اس نام کا شخص ہمارا ساتھی نہیں ہے۔"

"ناگہ... یہ کیسے ممکن ہے؟"

ثابت نگاہی نے اپنے ایک ساتھی کو اشارہ کیا اور اس نے بیبا سے دو حوالہ کر کے اس کے سامنے رکھ دیں۔

"ان میں سے کسی کو پہچانتے ہیں آپ؟ میں نے تصویر دیکھی اور اوجھل ہوا۔"

"یہی دونوں ہیں۔ شہناز مرزوقہ اور دانش مرزی۔"

"دانش مرزی؟ ثابت نگاہی نے کہا۔"

"ہاں یہ دانش مرزی ہے۔"

"میں مشرعلی! یہ شخص یہاں کیل دیان ہے۔ اسرائیلی ہشت پسند تنظیم ازخ کا ایک سرگرم رکن اور دہشت گردوں کے ایک معزز خاندان کی رکن ہونے کے لیے ہر ضا کا رادہ طور پر رازخ میں شامل ہوئی ہے اور فلسطینیوں کو زبردست نقصانات پہنچا چکے ہیں۔"

"ناگہ! میں نے آہستہ سے کہا۔"

"ان دونوں نے آپ سے ملاقات کے آپ کو نزل سے خد کیا ہے مشرعلی! انہی ہی اطلاع ملی ہے۔"

"یہ دونوں مجھے فلسطینی خدائی کی حیثیت سے ملے تھے اور انھوں نے مجھے علی باب سے ہون پہنچانے میں میری مدد کی تھی۔"

"ایک بڑے شدید تشویش کے تحت، ایک ایہ معاملے کے تحت اور وہ معاہدہ یہ تھا کہ آپ اسرائیلی کے ایہ رازوں کا بازار چاہیں اور اپنی معلومات کسی نئے ملک کے انھوں کو فروخت کر دیں تاکہ وہ ہمارا ملک امریکا یا اسرائیل کو اس کے سامنے میں بلیک میل کر سکے۔"

"یہ ہوساں ہے۔ خدا کے لیے یہ الزام مجھ پر نہ لگا یا جائے۔"

"اتفاق کو بھٹکا تو اس کا سنا ہے، غلط بات نہیں کیا جا سکتا۔ اسان فروغی نے خود غصے کے لیے مجھے مزید بتایا۔"

"آپ بھی مشرعلی! آپ بھی... آپ بھی! میں نے شکل کہا۔"

"ہاں علی! یہ الفاظ اور اگر تے ہوئے دل ٹکڑے ٹکڑے

آپ کا بیان کافی حد تک درست ہے۔ مگر آپ کی وقت
میں یہ جوتی آپ کا رابطہ دونوں سے قائم ہوا، انھوں نے
ایک تیسرا عنصر آپ کے سامنے پیش کیا اور آپ کی تیار ہو کر
وہاں پہنچ گئے۔ وہاں آپ نے اسرائیل کے اعلیٰ رازوں کی

نائب ریاست در دو ماهه آن کردار

امریکا کے سب سے بڑے یہودی مرکز میں حق گوئی کی سختی

یہ تمام باتوں سے کیا سنی ہے۔ میں اور اوروں کے بارے میں علامہ اسے
اس سے کیا روپوش ہو سکتی ہے۔ میں کسی اپنے نافرمانی کے لیے تھوڑی
لاکھ ڈالر کا ایک بھون میں اور یہ رقم میں نے شہید جید محمد کے

یہ تمام کھیر کو نیلا ہے سب سے
 بہت سے لوگوں نے چونک کر مچے دیکھا۔ ایک لمحے کے
 لیے خاموشی چھا گئی تھی۔ پھر ثابت لقمی نے سلسلہ کلام جاری رکھا

تھا۔ عمارت سے باہر نکلا تو فوجو ایک طرف کھڑا نظر آیا۔ وہ آگے

پہلی بار ہی تم نے اس سے اسکرینے ہونے کہا اور
میں پیشانی منسنے لگا کہ ہے کٹر کہیں سے دن کی روشنی جھانکے
رہی تھی۔ گزری ہوئی رات تھی یا وہیں تھی۔ غور کیا تو گرگن گولڈ
یا دیا اور پھر شراب ام الملائکٹ میرے لیے ہی بہر تھا۔ میں

[illegible]

جہاں؟ میں نے اہستہ سے کہا۔

”لوگ ان کے لئے جوئے انسانوں سے؟ وہ مجھ سے کچھ میں ہوں۔“

”خود ملوں گا۔ کہاں ہیں وہ؟“

”خیر، سستی میں۔ وہ وہیں رہتے ہیں۔ یہ فلیٹ میں نے کرائے پر حاصل کیا ہوا ہے۔ میں ان لوگوں کو اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتی۔ چھ ماہ قبل ملی تھی ان سے۔ انھیں معلوم ہے کہ میں لبنان میں نہیں ہوں، یمن میں رہتی ہوں۔ وہاں ایک مزم میں ملازمت کرتی ہوں۔ ہر ماہ میں ایک مخصوص رقم بھیجتی ہوں، وہاں سے ڈرافٹ بن کر یہاں آجاتا ہے اور انھیں مل جاتا ہے وہ مطمئن ہیں۔“

میرے ذہن میں جھنور پڑ رہے تھے۔ نہ جانے کیا کیا نیلا آگیا ہے میرے تھے میرے دل میں میں نے اذیرہ سے کہا۔ ایک بات بتاؤ اذیرہ، تمہارے بھائی اور لڑکیاں بھی تو اس عذاب کا شکار ہوں گی؟

”بہت۔ دس بارہ کو تو میں جانتی ہوں۔“
”وہ بھی ایسے ہی حالات کا شکار ہیں؟“
”ہاں، تقریباً۔“

”اس فلیٹ میں میرے قیام سے تمھیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوگی؟“
”مجھے نہیں تمھیں ہوگی، کیونکہ... کیونکہ یہاں لوگ آتے جاتے رہتے ہیں۔ اس لئے جواب دیا۔“

”ایک آخری بات اور بتاؤ اذیرہ۔ ایک آخری سوال۔“
میں نے جذباتی لہجے میں کہا۔ شراب کے نشے میں میں حال نہ تو نہیں بن گیا تھا؟

”نہیں علی، تمہاری اسی انسانیت نے تمہارے دل میں تمہاری جگہ پیدا کی ہے۔ میں کہہ چکی ہوں کہ شراب نے مجھے بھی بھیر دیا نہیں بنایا۔ تمہارے اندر معصوم انسان زندہ ہے۔“

”خدا کا احسان ہے اذیرہ، خدا کا احسان ہے مجھ پر اور ہاں میری بہن، اب اس فلیٹ میں کوئی غیر شخص نہیں آئے گا۔ یہاں ایک جہاں کی عزت رہتی ہے۔ خیر، سستی میں پرورش پانے والے دو چہارہ اب بے سہارا نہیں ہیں۔ تمہارے دو بچاں شہید ہو گئے اذیرہ، مگر میں زندہ ہوں میری بہن۔ میری آواز گلوں کی گونجی اذیرہ کھٹی کھٹی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہی تھی۔

اس دلچسپ شروعات کے بعد اس کے بعد واقعات قیامت سے شروع ہوئے۔

ملاحظہ فرمائیے جبکہ اس سے کے ساتھ شائع ہو چکا

”آج کل ملنے والی ٹھنڈی ہوا ہے۔“ اس نے کہا اور میرا ناشتا کرنے لگا۔ میں نے اسے نہیں پوچھا تھا لیکن وہ خود ہی میرے ساتھ شریک ہو گئی تھی۔ ناشتے کے دوران مکمل خاموشی رہی تھی اور میں اس خاموشی کے دوران پوری طرح محاسن میں آگیا تھا اس کے اسے میں کسی قدر امانہ ہوا تھا۔

کافی کی دوسری پیالی پینے کے بعد میں نے کہا۔ ”سوری اذیرہ، نہ جانے تمہیں میری وجہ سے کتنی تکلیف اٹھانا پڑی ہوگی۔“

”کیسی تکلیف؟ وہ حیرت سے چلک بھپکاتے ہوئے ہوئی۔

”یہاں تک میں کیسے آیا، یقین کرو مجھے یاد نہیں۔“

”لپٹے پیروں سے چل کر کیسی تک آئے تھے۔ پھر کیسی سے میرے فلیٹ تک تم پہل ہی آئے تھے، بھلا مجھے کیا تکلیف ہوئی؟ ویسا میرا سوال آدھا ہے تم پر۔“

”کون سا سوال؟ میں پوچھا۔“

”پینے کے مادی تو میں ہوتا؟“

”نہیں۔“

”مجھ کیوں پی تھی؟“

”پریشان تھا اور اب بھی ہوں۔“ میں نے بے دلی سے کہا۔

”آئندہ دست نہ پڑنا۔ تمہارا وجود مجھے بے درخ گنا ہے۔“

”تم کون ہو اذیرہ؟“

”سوسائٹی گرل ہوں۔ گرل گلوں کی جیسے ہوٹلوں اور ٹائٹ کلبوں میں شکار ڈھونڈتی ہوں، تم کو تو اسی بے یقینی تھی، لیکن خود شکار ہو گئی۔“

”اوہ اکیس؟“ میں نے چونک کر کہا۔

”تمہاری خصوصیت کا تمہاری شرافت کا شکار ہو گئی ہوں۔“

”تم شراب پینے کے باوجود بھیر رہے نہیں بنے تم میں انسانیت ہے، معصومیت ہے، تمہارا نام علی ہی ہے نا؟“

”علی یار خان۔“

”میرا نام اذیرہ نامری ہے۔ آج سے ہوئے فلسطین سے تعلق رکھتی ہوں۔“

”تمہاری میرا اب دو دن ٹاگلوں سے محروم ہو چکا ہے۔ دو جوان جہاں حصول وطن کی جدوجہد میں جہاں کا نذرانہ دے چکے ہیں۔ وہ جھوٹے جہاں اور ماں ہے۔ ان کی پڑش کر رہی ہوں۔ دو چہارہ کی تربیت کر رہی ہوں کہ وہ وطن کو اپنا جو ان خون پیش کریں۔“

”دوبے وطن لڑنے کے انسانوں کی مدد کر رہی ہوں کہ اب ان کا میرے سوا کوئی نہیں۔“ اذیرہ کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو گئی تھیں۔

”میرا پورا وجود سنسنا اٹھا تھا۔ ایک بار پھر خون کھول گیا تھا۔ دل و دماغ میں پھیل پیدا ہو گئی تھی۔“

”تم واقعی عظیم ہوا اذیرہ۔ کہاں ہیں تمہارے ماں باپ اور